ہمیں چراغ ہمیں پروانے



قرۃ العین حیدر

ہمیں چراغ ہمیں پروانے

قرۃ العین حیدر کی دیگر کتب

۱۔ آگ کا دریا

۲۔ کارِ جہاں دراز ہے

۳۔ پت جھڑ کی آواز

۴۔ سیتا ہرن

۵۔ فصلِ گل آئی یا اجل آئی

۶۔ گلگشت

۷۔ کوہِ دماوند

۸۔ چائے کے باغ

۹۔ جگنوؤں کی دنیا

۱۰۔ روشنی کی رفتار

۱۱۔ آدمی کا مقدّر

۱۲۔ ماں کی کھیتی

۱۳۔ تلاش

۱۴۔ ڈھنگو

۱۵۔ آلپس کے گیت

۱۶۔ جہانِ دیگر

ہمیں چراغ ہمیں پروانے

تصنیف :- ہنری جیمز

ترجمہ :- قرۃ العین حیدر

مکتبہ اردو ادب

بازار ستھال اندرون لوہاری گیٹ لاہور

ناشر ـــــــ سرفراز احمد
مطبع ـــــــ زاہد بشیر پریس لاہور
قیمت ـــــــ ۶۵/ روپے

This is a translation of :
THE PORTRAIT OF A LADY by Henry James. First copyrighted in the United States of America, 1881, dy Henry James.

بزم میں جاگتا خواب یہ دیکھا
ہمیں چراغ ہمیں پروانے

فراقؔ

(۱)

تیسرے پہر کے سایئے طویل ہو چکے تھے۔ انگلستان کے اس خوبصورت دیہاتی محل کے پائیں باغ میں اب چائے پی جا رہی تھی۔ دن ڈھل رہا تھا۔ غروب آفتاب میں ابھی دیر تھی لیکن موسم گرما کی لہریں مارتی دھوپ کا سیلاب دھیرے دھیرے نیچے اترتا جا رہا تھا۔ ہواؤں میں بڑی رسیلی سی نرمی آچکی تھی۔ گہرے سبز رنگ کی مخملیں گھاس پر پھیلی درختوں کی چھاؤں چپکے چپکے پورب کی سمت سرکتی جاتی تھی۔ ٹھہراؤ، دھیرج اور آسائش کا وہ ناقابلِ تشریح احساس فضا میں دبے پاؤں، داخل ہوتا جا رہا تھا جو جھٹ پٹے کے لمحات کو ایک مخصوص کیفیت بخشتا ہے۔ شام کے پانچ بجے سے لے کر رات کے آٹھ بجے تک، کا وقفہ بذاتِ خود ایک چھوٹی سی ابدیت ہے۔ لوگ، جو اس سمے یہاں موجود تھے، خاموشی سے وقت کے اس سرور کا لطف اٹھا رہے تھے۔ (ان لوگوں میں اس جنس کا کوئی فرد شامل نہ تھا جس کے بغیر چائے کی میز کا مخصوص ماحول کبھی مکمّل نہیں ہو پاتا)۔ تین سیدھی اور آڑی ترچھی پرچھائیاں بڑی بے ترتیبی سے سبزے پر بکھری تھیں۔ ان میں سے ایک پرچھائیں محل کے بوڑھے مالک کی تھی جو چائے کی نیچی میز کے قریب بید کی آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ دوسرے دو سایئے دو نوجوانوں کے تھے۔ یہ دونوں ٹہل ٹہل کر باتیں کرنے میں مشغول تھے۔ بوڑھے نے ایک بڑی سی خوش رنگ پیالی ہاتھ میں تھام رکھی تھی۔ بہت احتیاط کے ساتھ انھوں نے چائے کا ایک طویل گھونٹ بھرا اور محل کی سمت دیکھتے رہے ایسا لگتا تھا کہ ان کے دونوں ساتھی یا تو چائے پی چکے ہیں یا اس کی طرف سے بالکل بے نیاز ہیں۔ یہ دونوں کے دونوں سگریٹ سلگا کر بڑے اطمینان سے گھاس پر ٹہلنے میں مصروف رہے۔ ان میں سے ایک کبھی کبھی ٹھٹک کر بڑے میاں کو ذرا دھیان سے دیکھنے لگتا۔

لندن سے چالیس میل دور دریائے ٹیمز کے کنارے ایک نیچی سی سرسبز پہاڑی پر کھڑا ہوا یہ محل صدیوں سے اسی طرح موجود تھا۔ اَن گنت موسموں اور زمانوں نے

اس کی سرخ گملوں والی دیواروں پر اپنے نقوش چھوڑے تھے۔ اس کی دیواروں پر عشق پیچاں کی بیلیں تھیں۔ اور چھت پر چمنیوں کے جھرمٹ اور اس کے دریچے پھولوں کی ٹہنیوں سے ڈھکے تھے۔ اس کے پس منظر میں ایک پوری تاریخ تھی۔ ایک بہت لمبی داستان۔ بڑے میاں جو اس سمے گھاس پر بیٹھے چائے پیتے تھے۔ اکثر اس کی کہانی دہرایا کرتے۔ کس طرح شاہ ایڈورڈ ششم کے عہد میں اسے تعمیر کیا گیا۔ کیوں کر ایک رات اسے ملکہ الزبتھ کی میزبانی کا فخر حاصل ہوا۔ (جس بے تحاشا عظیم الشان چھپر کھٹ پر ملکۂ عالم نے آرام فرمایا تھا وہ اب بھی اندر ایک خوابگاہ میں موجود تھا) کرام ویل کے طوفانی دور میں اس کی عمارت کو جنگوں نے کیسا کیسا نقصان پہنچایا۔ خود شاہی کے زمانے میں اس میں مرمت اور اضافے کیے گئے۔ اٹھارھویں صدی میں اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں جن کی وجہ سے اس کی خوبصورتی گہن میں آگئی۔ آخر کار ایک سیانے امریکن بینکر نے اسے کتنے سستے داموں خریدا۔ خریدتے وقت یہ صاحب اس کی بدصورتی اور بے آرامی پر خوب بڑبڑائے لیکن نہ پچھلے بیس سال کے عرصے میں اس جگہ نے ان کے دل میں گھر کر لیا تھا۔ اب وہ گھنٹوں بیٹھے اپنے دوستوں سے اس کی بکھان کیا کرتے۔

محل کا وہ حصہ، جو سبزے کی سمت تھا۔ دراصل سامنے کا رخ نہ تھا۔ باہر سے آنے والے دوسری سمت سے داخل ہوتے تھے۔ اس طرف مکمل تنہائی تھی۔ گھاس کا یہ قطعہ پہاڑی کی ہموار چوٹی پر پھیلا ہوا لگتا گویا اندر کی دلھن کی طرح سجے ہوئے کمروں ہی کا ایک اضافی حصہ ہے۔ شاہ بلوط کے گھنے سایے مخملیں پردوں کی اوٹ کی مانند آرام دہ معلوم ہوتے۔ گھاس کا فرش دیوان خانے کی طرح سجا رہتا۔ یہاں پر چاروں طرف گدیلے دار نشستیں تھیں۔ اور گہرے شوخ رنگوں کے قالین اور زمین پر کتابیں اور کاغذات بکھرے پڑے تھے۔ دریا یہاں سے کچھ فاصلے پر تھا۔ پہاڑی کی ڈھلوان سے لے کر پانی تک پہنچنے کے لیے ایک نہایت خوبصورت سی پگڈنڈی لہراتی بل کھاتی نیچے جاتی تھی۔

چائے کی میز پر بیٹھے ہوئے بڑے میاں تیس سال گزرے امریکہ سے یہاں آئے تھے اور اپنی امریکی خصوصیات کے زادِ راہ کو ساتھ لے کر انھوں نے وطن سے روانگی کا ارتکاب کیا تھا۔ اتنا زمانہ گزر گیا لیکن انھوں نے اپنے اس توشے کو اسی حفاظت سے سنبھال رکھا تھا۔ آج بھی اگر وہ وطن واپس لوٹتے تو کوئی ان سے گلہ نہ کر سکتا تھا کہ یہاں غیروں کے دیس میں رہ کر تم بھی ان ہی کے ایسے ہو گئے۔ یہ اب بھی پورم پور امریکن تھے۔ لیکن ابھی اس گھڑی تو یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اپنے اس نئے ملک کو چھوڑ کر اب یہ اور کہیں نہ جائیں گے۔ ان کے سفر ختم ہو چکے۔ اس آنے والے عظیم تر آرام سے قبل، اک ذرا کی ذرا استانے کو بیٹھ گئے ہیں۔ ان کا چہرہ ڈاڑھی مونچھوں سے صاف تھا۔ ناک سُتواں، خدوخال متناسب۔ شکل پہ نہایت پرسکون سی ذہانت برستی تھی۔ ان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی زندگی بڑی کامیاب گزری ہے۔ ان کی کامیابی دوسروں کے لیے نقصان دہ ہونے کے بجائے ناکامی کی طرح بے ضرر ہی رہی تھی۔ انھوں نے ایک زمانے کے سرد و گرم کو سہارا تھا لیکن ان کے خفیف سے تبسم میں صاف دلی کی جھلک بھی نمایاں تھی۔ ان کی روشن آنکھیں ان کی خوش طبعی کا پتا دیتی تھیں۔ بڑے نفیس قسم کے سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک شال ان کے گھٹنوں پر پڑی تھی۔ پیروں میں انھوں نے کڑھے ہوئے دبیز سلیپر پہن رکھے تھے۔ ایک اسکاٹش کتا کرسی کے نزدیک گھاس پر لیٹا بڑے لاڈ سے اپنے آقا کو تک رہا تھا۔ دوسرا ایک ننھا مُنّا سا ٹیریر، اچھلتا کودتا دونوں نوجوانوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھا۔

دونوں نوجوان ٹہلتے رہے۔ ان میں سے ایک صاحب تو نہایت خوبصورت قد و قامت کے آدمی تھے۔ ان کی عمر پینتیس سال کی رہی ہو گی۔ سرخ و سپید نکھری ہوئی رنگت۔ بڑے استوار قسم کے خدوخال جاندار بھوری آنکھیں چمکیلی، گہرے سرخی مائل کتھئی رنگ کی خوب گھنی اور خوبصورت داڑھی، غیر معمولی طور پر دلکش صورت۔ ان کے مسرور اور مطمئن انداز کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ کسی بہت اونچی سطح کی تہذیب نے انھیں پروان چڑھایا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ جس طرح میز پر بیٹھے ہوئے بڑے میاں

بشرے سے خالص امریکن معلوم ہوتے تھے بالکل اسی طرح ان صاحب کا چہرہ مُہرہ انگریز نسل کی وجاہت کا بڑا مکمل اور دلآویز نمونہ نظر آرہا تھا۔ ان کی شخصیت بہت سے لوگوں کے لیے قابلِ رشک تھی۔ ان کے شہسواری کے جوتوں میں مہمیز بندھی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کسی لمبے سفر کے بعد ابھی ابھی گھوڑے پر سے اترے ہیں۔ سفید رنگ کی بڑی سی ٹوپی پہنے تھے اور کتے کی مصنوعی کھال کے شکن آلود دستانوں کی جوڑی انھوں نے اپنے خوبصورت ہاتھوں میں تھام رکھی تھی۔

ان کا دوست جو ساتھ ساتھ سبزے پر چہل قدمی کر رہا تھا بالکل مختلف وضع قطع کا انسان تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کی خواہش تو کی جا سکتی تھی لیکن اس کی شخصیت پر رشک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ طویل القامت، دُبلا پتلا، ڈھیلا ڈھالا، بے انتہا بدصورت، بے انتہا ظریف الطبع، بے انتہا دلکش۔ یہ حلیہ تصور کیجیے اور اوپر سے لانبی لانبی مونچھیں اور گل مچھے۔ گویا سونے پہ سہاگہ۔ دماغ کی تیزی اور جسم و جاں کی کمزوری کا یہ اتصال بڑا عجیب اور ناخوشگوار سا معلوم ہوتا۔ اس نے اپنے ہاتھ اپنی بھورے رنگ کی صدری میں ٹھونس رکھے تھے۔ لگتا تھا جیسے ہاتھ جیبوں میں چھپائے رکھنے کی یہ عادت بعد پختہ ہو چکی ہے۔ چال بے ڈھنگی، قدم مضبوطی سے زمین پر نہ پڑتے تھے۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ بوڑھے کے پاس سے گزر کر انھیں دیکھنے لگتا۔ ایک لمحے کے لیے ان کی شکلوں پر نظر ڈالتے ہی پتا چل جاتا تھا کہ دونوں باپ بیٹے ہیں۔ کچھ دیر بعد باپ کی آنکھیں بیٹے سے چار ہوئیں اور وہ مسکرا دئیے۔

"فکر نہ کرو۔ میں بہت مزے میں ہوں" انھوں نے کہا۔

"چائے اور نہیں پیجیے گا۔ کیا بہت سردی لگ رہی ہے؟"

انھوں نے آہستہ سے اپنی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرا۔

"تم ہر وقت میرے خیال میں لگے رہتے ہو۔ لارڈ وار برٹن تمھیں بھی تو میرا بہت خیال ہے۔"

"آج تو آپ خدا کے فضل سے بالکل تندرست معلوم ہوتے ہیں۔" دوسرے نوجوان نے فوراً جواب دیا۔ یہی صاحب لارڈ وار برٹن تھے۔

"ہاں اس وقت مجھے کوئی بے آرامی محسوس نہیں ہو رہی۔ دراصل برسوں برس سے اس قدر سکھ چین کے ساتھ زندہ ہوں، کہ اب تو احساس آسائش ہی جاتا رہا۔" بوڑھے نے اپنی سبز شال ٹانگوں پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

"یہ شال آپ کو بہت پریشان کرتی ہوگی۔" لارڈ وار برٹن بولے۔ ان کا ساتھی اپنے باپ کے پیالے میں چائے انڈیلنے میں مصروف تھا۔ "بابا کو یہ شال بہت عزیز ہے۔ کہیں ایسی بات بھی نہ کہنا!"

"میری بیوی کی شال ہے۔" بوڑھے نے سادگی سے جواب دیا۔ "واپس آئیں گی تو ان ہی کو لوٹا دوں گا۔"

"لوٹا کیوں دیں گے؟ آپ کی بے چاری ٹانگوں کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔" بیٹے نے کہا۔ "چائے کیسی ہے؟"

"ذرا سی گرم ہے ابھی۔" بوڑھے نے نرمی سے جواب دیا۔ اور پھر بولے "لارڈ وار برٹن! میرے بیٹے نے میری بیماری حیرانی میں میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ خود علیل ہے لیکن میری خاطر اپنے اوپر جوکھم اٹھاتا ہے۔ لارڈ وار برٹن کبھی تم بھی بیمار پڑے ہو؟"

لارڈ وار برٹن ایک لحظے کے لیے سوچا کیے۔ "جی ہاں۔ قبلہ! ایک دفعہ خلیج فارس میں میری طبیعت خراب ہو گئی تھی!"

"بابا یہ آپ کی بات مذاق میں ٹال رہے ہیں۔ سمندری سفر میں تو سبھی کی طبیعت خراب ہوتی ہے۔ اس میں ان کا کیا کمال تھا۔ لیکن یہ بھی ان کے خیال میں بڑے لطیفے کی بات ہے۔"

"آج کل لطیفوں کی نئی نئی قسمیں نکل آئی ہیں۔" بوڑھے نے سکون سے جواب دیا۔ "مگر نکتہ یہی ہے کہ تم خدا کے فضل و کرم سے بیمار کبھی نہیں پڑے۔"

"ان کے خیال میں تو ان کی پوری زندگی ہی ایک طویل علالت ہے۔ آج کل یہ مستقل یہی فرماتے رہتے ہیں۔ بیٹے نے اطلاع دی۔

"ٹھیک ہے ———" بوڑھے نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے بھی تو کم از کم آپ کے صاحبزادے نے اس سلسلے میں میری دلجوئی قطعاً نہیں کی۔ اس سے بات کرو تو اور دم الجھتا ہے۔ کسی چیز میں اسے یقین ہی نہیں۔"

"اس بے چارے کی صحت خراب رہتی ہے ———" بوڑھے نے سمجھانے کی کوشش کی ——— "اسی مارے تم سے قنوطیوں کی ایسی باتیں کرنے لگا ہو گا۔ ورنہ میں نے اسے سدا مسکراتے ہی دیکھا۔ پہروں تو یہ مجھے ہنسایا کرتا ہے۔ اطمینان رکھو اس کی یہ کلبیت بالکل نظریاتی ہے۔"

"اُن کی، وار برٹن صاحب کی حالت تو مجھ سے بھی بدتر ہے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ زندگی سے بری طرح اُکتا گئے ہیں۔ لیکن میں زندگی کو بہت دلچسپ سمجھتا ہوں۔ یعنی کہ۔"

"فقط آپ کے یہاں میرا جی لگا رہتا ہے ورنہ میں تو ساری دنیا سے عاجز آچکا ہوں۔" لارڈ وار برٹن نے کہا۔

"غضب خدا کا، تمھاری عمر میں میں جانتا ہی نہ تھا کہ اُکتاہٹ کہتے کس چیز کو ہیں۔"

"آپ میں ذہن کی پختگی بہت دیر میں آئی ہو گی۔"

"جی ہاں۔ اور آپ تو بچپنے ہی میں بقراط بن گئے تھے۔ میاں صاحبزادے بیس برس کے سن تک پہنچتے پہنچتے ہی حد سے زیادہ سمجھدار ہو چکا تھا اور بے تکان

محنت کرتا تھا۔ برابر مصروف رہو تو اکتاہٹ پاس نہیں پھٹک سکتی۔ تم آج کل کے لونڈے بس اپنی کاہلی میں مارے گئے تمھیں صرف اپنے عیش کی فکر رہ گئی ہے۔ بیٹھے دوسروں کی ہر بات میں مین میخ نکال رہے ہیں۔ تم لوگوں کے ساتھ مصیبت یہی ہے کہ بے حد نازک مزاج ہو، بے حد کاہل اور بے حد دولت مند۔"

"قبلہ ـــ" لارڈ وار برٹن نے کہا "کم از کم آپ تو دوسروں کی دولت پر اعتراض نہیں کر سکتے۔ آپ خود اسی طبقے میں شامل ہیں۔"

"انھوں نے بے تحاشا روپیہ تو دنیا بھر کے لوگوں میں بانٹ دیا۔ دوسرے یہ کہ ـــ" بیٹے نے بڑے میاں کی طرفداری کرنا چاہی۔"

"یہی ان کی امارت کا مزید ثبوت ہے۔" لارڈ وار برٹن نے اس کی بات کاٹی۔ "ایک مخیر انسان کو دوسروں کی عیش پسندی پر ناراض نہ ہونا چاہیے۔"

"بابا خود بھی عیش پسند کرتے ہیں ـــ دوسروں کے ـــ"

"خیر، اب میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ اپنی دولت کے ذریعے میں نے اپنے ہم عصروں کی زندگی کو زیادہ سہل بنا دیا ہے یا ان کے سامانِ عشرت میں کوئی اضافہ میری وجہ سے ہوا ہے ـــ" بڈھے نے سر ہلایا۔

"لطیفہ کی بات تو یہی ہے۔" لارڈ وار برٹن نے کہا۔

"تم نوجوانوں کے یہاں لطیفوں کی کمی معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن جب یہ بھی ختم ہو جائیں گے تو تمھارے پاس باقی کیا بچے گا؟ زندگی بہت کٹھن بنتی جا رہی ہے۔"

"مشکلات لطیفوں کی تخلیق کے لیے زیادہ سازگار ثابت ہوں گی۔"

"دنیا کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ تبدیلی خوشگوار نہ ہو۔"

"مجھے آپ سے پورا اتفاق ہے۔" لارڈ وار برٹن نے کہا۔ "زمانہ کروٹ لینے والا ہے۔ اسی لیے مجھے آپ کے مشورے پر عمل کرنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے ایک روز مجھ سے کہا تھا کہ کچھ حاصل کر لو ـــ کاہے کو حاصل کروں، آج کل کونسی چیز اپنے تصرّف میں رہ سکتی ہے؟"

"______ کسی خوبصورت لونڈیا کو پکڑو ۔" ان کے ساتھی نے کہا۔ "ان دنوں یہ حضرت عشق کرنے کے چکر میں ہیں۔" اس نے اپنے باپ سے وضاحت کی۔

"خوب صورت عورتیں کونسی ایسی پائیدار چیز ہیں۔ وہ بھی اس گردشِ دوراں میں کہیں سے کہیں نکل جائیں گی۔" لارڈ وار برٹن نے جواب دیا۔

"عورتیں ___" بوڑھے نے رسان سے کہا "عورتیں مستقل مزاج ہوتی ہیں۔ آنے والے معاشرتی اور سیاسی انقلاب سے وہ متاثر نہیں ہو سکتیں۔ اب تو صنفِ نازک ہی ہمیں اس طوفان کے تھپیڑوں سے بچائے گی۔ لیکن میں اس جنس میں بھی تفریق کا قائل ہوں۔ کسی شریف لڑکی سے بیاہ کر لو۔ زندگی سنور جائے گی۔"

ایک لمحے کی خاموشی میں دونوں نوجوانوں نے بوڑھے کی عالی ظرفی کا احساس کیا۔ دونوں کو معلوم تھا کہ ان کی ازدواجی زندگی کا تجربہ کامیاب نہیں رہا۔ انھوں نے خود کہا تھا کہ وہ عورتوں میں اچھی اور بری کی تفریق کے قائل تھے۔ ممکن ہے ان الفاظ کے ذریعے انھوں نے اپنے غلط انتخاب کا اعتراف کیا ہو۔

"کسی دلچسپ سی لڑکی سے بیاہ کر لوں تو میری زندگی سنور جائے گی۔ آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر ۔" لارڈ وار برٹن نے کہا۔ "لیکن ابھی میں ان زنجیروں میں بندھنا ہی نہیں چاہتا۔ پھر بھی کچھ کہا نہیں جا سکتا ___ کیا پتا اگلے لمحے ہی دل پر قیامت گزر جائے ___ یہ سب تو خدا کے ہاتھ میں ہے!"

"بتانا تو سہی 'دلچسپ سی لڑکی' سے تمھاری کیا مراد ہے؟" ان کے دوست نے سوال کیا۔

"ارے یار ___ تخیلات کو آنکھوں سے کس نے دیکھا ہے؟ کاش خود مجھے ہی اپنے تخیل کی ایک جھلک نظر آ جاتی ___" لارڈ وار برٹن نے ذرا جھنجھلا کر کہا۔

"خیر، یہ سب تو میں نہیں جانتا۔ مگر اتنا کہے دیتا ہوں کہ میری بھانجی پر دم نہ دینے لگنا ___" بوڑھے نے کہا۔

ان کا بیٹا ہنس پڑا۔ "یہ سمجھیں گے آپ انھیں جان بوجھ کر اکسا رہے ہیں بابا۔

آپ اتنے برسوں انگریزوں کی سنگت میں رہ لیے۔ ان کی طرح کی بول چال تو سیکھی مگر وہ باتیں نہ سیکھیں جو انگریز منہ سے کبھی نہیں کہتے۔"

"میرا تو جو جی چاہے گا وہی کہوں گا۔ مجھے انگریزوں سے مطلب؟" بوڑھے نے متانت سے جواب دیا۔

"آپ کی بھانجی صاحبہ سے ملاقات کا شرف مجھے حاصل نہیں۔ آج پہلی بار ان کا ذکر سن رہا ہوں۔"

"میری بیوی کی بھانجی ہے —— مسز تو شیت اسے اپنے ہمراہ انگلستان لا رہی ہیں۔"

بیٹے نے مزید تشریح کی "میری اماں تمھیں معلوم ہو گا سردیاں گزارنے امریکہ گئی ہوئی تھیں۔ اب عنقریب واپس آنے والی ہیں۔ ان کا خط آیا ہے کہ حال ہی میں ایک عدد بھانجی انھوں نے کہیں سے ڈھونڈ نکالی ہے اور اسے ساتھ لیے آتی ہیں۔"

"خوب۔" لارڈ واربرٹن نے کہا "اور یہ صاحبزادی کس قسم کی ہیں؟"

"اماں نے مزید تفصیلات سے آگاہ نہیں کیا۔ اماں ہماری تار کے ذریعے پیغام رسانی کیا کرتی ہیں۔ کہتے ہیں خواتین تار نہیں بھیج سکتیں۔ لیکن والدہ ہی کو دیکھ لیجیے۔ دریا کو کوزے میں بند کرتے ان ہی کو پایا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔ امریکہ سے عاجز، موسم خوفناک۔ بھانجی کے ساتھ انگلستان روانہ، پہلے جہاز میں ڈھنگ کا کیبن ۔ اس طرح کا ایک برقیہ پہلے بھی موصول ہو چکا ہے۔ اس میں بھی غالباً اسی بھانجی کا تذکرہ تھا —— ہوٹل تبدیل —— سخت واہیات، کلرک بدتمیز۔ —— بہن کی لڑکی ملی۔ پچھلے سال مری ہے —— یورپ روانہ —— دو بہنیں۔ —— خود مختار —— اب تک بابا اور میں اس مراسلے کے معنی سمجھنے کی کوشش میں جُتے ہیں۔"

مطلب تو اس کے بہت سے نکالے جا سکتے ہیں لیکن ایک بات آسانی سے

سمجھ میں آجاتی ہے۔ تمھاری اماں نے ہوٹل کے اس بدتمیز کلرک کی مرمت خوب کی ہوگی۔ بوڑھے نے کہا۔

"کیا معلوم وہ شیر دل انسان والدہ کو میدانِ کارزار سے آگے روانہ کر چکا ہے پہلے ہمیں خیال آیا کہ جس بہن کا ذکر کیا گیا ہے وہ ممکن ہے اسی کلرک کی بہن ہو۔ لیکن لفظ بھانجی سے پتا چلا کہ میری خالاؤں میں سے ایک کی طرف اشارہ تھا۔ اب یہ مسئلہ سامنے آیا کہ یہ دو بہنیں کون ہیں۔ شاید میری خالہ مرحومہ کی دونوں بڑی لڑکیاں ہوں۔ خود مختار کے کیا معنی ہیں۔ یہ ہم لوگ اب تک طے نہیں کر پائے۔ کیا یہ لفظ ان صاحبزادی کے لیے خاص طور پر استعمال کیا گیا ہے جنھیں میری اماں نے گود لیا ہے۔ یا ان کی دوسری بہنوں کا وصف بھی یہی ہے۔ اور پھر یہ کہ آیا یہ بی بی اقتصادی طور پر خود مختار ہیں یا اخلاقی پابندیوں کی بھی قائل نہیں ہیں۔ خالہ ان کے لیے کافی روپیہ چھوڑ گئی ہیں۔ آیا یہ لوگ کسی کا احسان نہیں لینا چاہتیں۔ یا یہ کہ محض اپنی من مانی کرتی ہیں۔ کسی کی تابع نہیں۔"

"اور جو کوئی مطلب بھی رہا ہو۔ اصل بات یہی جان پڑتی ہے۔" بوڑھے مسٹر ٹوشیت بولے۔

"اب خود ہی دیکھ لیجیے گا۔ مسز ٹوشیت کب تشریف لا رہی ہیں؟" لارڈ واربرٹن نے پوچھا۔

"خدا بہتر جانتا ہے۔" مسٹر ٹوشیت نے کہا۔ "میری بیگم صاحبہ کو اچانک آن پہنچنا زیادہ پسند ہے۔ ان کا خیال ہے اس طرح وہ ایک نہ ایک دن مجھے کوئی جرم کرتے ہوئے پکڑ لیں گی۔ یہ آج تک نہ ہوا لیکن انھوں نے بھی جناب عالی ہمت نہیں ہاری۔ اپنے خاندانی وصف میں ان کا بھی تو کوئی حصہ ہونا چاہیے۔"

"بھانجیوں کی سرشت میں کتنی ہی آزادی اور خود مختاری کیوں نہ ہو — ان کی خالہ جان بھی ان سے کم نہیں۔ لوہے کو لوہا کاٹے گا۔ اماں ہر کام خود کرتی ہیں کسی کو اپنی مدد کے لائق نہیں سمجھتیں۔ میں تو خیر ان کے لیے بغیر گوند والے ڈاک کے ٹکٹ سے بھی زیادہ ناکارہ ہوں۔ شرارتِ اعمال سے میں تو ڈوور تک ان کو لینے کے لیے چلا گیا۔

تو سمجھ لو میری خیریت نہیں!"

"اپنی خالہ زاد بہن کی آمد کی مجھے کم از کم اطلاع تو کر دو گے نا؟" لارڈ وار برٹن نے کہا۔

"صرف ایک شرط پر —— وہی جو میں نے ابھی کہا تھا —— اس پر مرنہ مٹنا!"، مسٹر توشیت نے جواب دیا۔

"یہ تو اب مشکل نظر آتا ہے۔ کیا آپ مجھے ان کے قابل نہیں سمجھتے؟"

"تم بہت بھلے آدمی ہو۔ مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ لڑکی تم سے شادی کرے۔ آج کل یہ ہوا بھی چل پڑی ہے کہ امریکن لڑکیاں یہاں بر ڈھونڈنے آتی ہیں۔ غول کے غول ان کے دیکھ لو۔ گویا وطن میں لڑکوں کا کال پڑ گیا ہے۔ ممکن ہے اس کی منگنی ہو چکی ہو۔ امریکن لڑکیوں کی زیادہ تر منگنیاں ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں مجھے یہ بھی یقین نہیں کہ تم بہت قابلِ ذکر قسم کے شوہر ثابت ہو گے۔"

"ہاں ممکن ہے ان صاحبزادی کی بھی نسبت طے ہو چکی ہو۔ بہت سی امریکن لڑکیوں سے میری واقفیت رہی ہے اور وہ سب کی سب دوسرے لوگوں سے منگنیاں کر چکی تھیں۔ لیکن اس سے کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں پڑا۔ رہا میرا قابلِ ذکر قسم کا شوہر ثابت ہونا —— تو مجھے خود اس کا یقین نہیں، لیکن آدمی اپنے بھر کوشش تو کر سکتا ہے۔"

"میاں یہ بھی کر دیکھو۔ مگر میری بھانجی کو تختۂ مشق نہ بنانا۔" مسٹر توشیت نے مسکرا کر کہا۔ وہ اس بحث میں لارڈ وار برٹن کی مخالفت محض تفریحاً کر رہے تھے۔

"بہت بہتر!" لارڈ وار برٹن نے بھی اسی شگفتگی سے جواب دیا "یہ عین ممکن ہے کہ آپ کی بھانجی صاحبہ ہی اس لائق نہ ہوں کہ ان پر طبع آزمائی کی جائے۔"

—— (۲) ——

جس وقت یہ خرمے مزے کی باتیں ہو رہی تھیں رالف توشیت جیبوں میں ہاتھ ڈالے اپنی بے ڈھنگی رفتار سے ٹہلتا ٹہلتا دوسری طرف نکل گیا۔ اس کا ٹیریر کتا اچھلتا

کو دتا اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا رہا۔ رالف کا رُخ محل کی سمت تھا لیکن اس کی نظریں گھاس پر جمی تھیں۔ چنانچہ اس حلیے میں ایک لڑکی نے اسے دیکھا۔ وہ اسی لمحے گھر کے صدر دروازے میں نمودار ہوئی تھی کتا ایک چھلانگ لگا کر خوش آمدید کہنے کے انداز میں بھونکتا نوواردہ کی طرف لپکا۔ اس وقت پہلی بار رالف تونشیت کی نظریں اس لڑکی پر پڑیں یہ اجنبی لڑکی بڑی دلچسپی سے کتّے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ کتا سرگرمی سے بھونکتا، دم ہلاتا اس کے قدموں میں جا کھڑا ہوا۔ لڑکی نے جھک کر اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اب اس کے آقا نے دیکھا کہ بنچی کی نئی مالکن سیاہ پوشاک میں ملبوس ایک لانبے قد کی لڑکی تھی جو پہلی ہی جھلک میں آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوئی ننگے سر تھی جس سے ظاہر ہوتا کہ گھر کے اندر سے نکل کر آئی ہے۔ یہ چیز صاحب خانہ کے بیٹے کے لیے زیادہ تعجب خیز تھی کیونکہ برسوں سے وہ بیمار تھا اور مدتیں گزر گئی تھیں کوئی ملاقاتی یہاں نہ آیا تھا اتنے میں سبزے پر بیٹھے ہوئے دونوں صاحبان کو بھی یہ لڑکی دکھلائی دے گئی۔

"ارے ۔۔۔ یہ کون شے ہے۔ کہاں سے آن ٹپکی؟" مسٹر تونشیت نے کہا۔

"شاید یہی وہ زیر بحث بھانجی ہیں آپ کی۔ وہی خود مختار صاحبزادی" لارڈ وار برٹن نے اظہارِ خیال کیا۔ "کم از کم جس انداز سے یہ بنچی کو اپنی گرفت میں لیے ہیں اس سے تو ان کی حریت پسندی کا خوب پتہ چلتا ہے۔"

اب اسکاٹش کتا بھی اٹھا اور کاہلی سے دُم ہلاتا صدر دروازے کی طرف چلا۔

"لیکن میری بیگم صاحب کیا ہوئیں؟" مسٹر تونشیت نے پوچھا۔

لڑکی نے ایک دل نشین تبسم کے ساتھ رالف سے بات شروع کی۔ "یہ کتا آپ کا ہے؟"

"تھا۔ گھڑی بھر پہلے۔ مگر آپ نے آتے کے ساتھ ہی اس پر قبضہ جما لیا!"

"آئیے اس میں حصہ بٹا لیں!"

رالف نے ایک لمحے کے لیے اسے غور سے دیکھا۔ وہ غیر معمولی طور پر حسین بھی تھی۔ "آپ اسے سوچے ہی کو اپ سمجھیے" اس نے جواب دیا۔

لڑکی کو خود اپنے آپ پر اور دوسروں پر مکمل اعتماد معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس خیال آفریں
پیش کش کے اچانک پن پر وہ ذرا الجھ گئی۔ "آپ کو بتا دوں کہ غالباً میں آپ کی خالہ زاد
بہن ہوں۔"

"غالباً؟" رالف ہنس پڑا۔ "یہ تو بہت پہلے ہی طے ہو چکا ہے۔ آپ میری
اماں کے ساتھ پہنچی ہیں؟"

"جی ہاں۔ ابھی ابھی۔ آدھ گھنٹہ قبل۔"

"اور اماں آپ کو یہاں چھوڑ کر پھر کہیں اور چل دیں؟"

"اس وقت تو اپنے کمرے میں ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا تھا اگر آپ سے
ملاقات ہو تو آپ کو بتا دوں کہ پونے سات بجے ان سے مل لیجیے۔"

رالف نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ "آپ کی تشریف آوری ــ یعنی کہ ــ
باعث مسرت ہے ہمارے لیے۔"

وہ اپنے گرد و پیش کا بڑے غور سے جائزہ لے رہی تھی ــ اس کا خالہ زاد
بھائی، دو نوں کتے، درختوں کے سائے میں بیٹھے ہوئے دونوں اجنبی انسان، سارا
سہانا منظر جس نے اسے چاروں اور سے گھیر لیا تھا۔ "اپنی عمر میں آج تک ایسی خوبصورت
جگہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ ابھی ابھی میں نے سارا مکان بھی گھوم پھر کر دیکھا ہے۔"

"آپ اتنی دیر سے آئی ہوئی ہیں اور ہمیں معلوم ہی نہیں ہوا۔"

"آپ کی والدہ نے بتایا تھا کہ انگلستان میں بہت خاموشی سے آنے جانے کا
دستور ہے ــ ان حضرات میں سے ایک آپ کے بابا ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ دوسرے والے۔ جو کرسی پر بیٹھے ہیں۔"

لڑکی ہنسی۔ "دوسرے صاحب جو ٹہلتے ہیں ظاہر ہے آپ کے والد نہیں
ہو سکتے! یہ کون بزرگ ہیں؟"

"ہمارے دوست ہیں ایک۔ لارڈ واربرٹن۔"

"میں نے بھی آس لگا رکھی تھی کہ یہاں کوئی سچ مچ کا زندہ لارڈ نظر آجائے گا۔

بالکل ناولوں کی ایسی بات معلوم ہوتی ہے ---! اب تک لارڈ لوگوں کے متعلق میں نے صرف کتابوں میں پڑھا تھا۔" اس نے جھک کر پھر کتّے کو گود میں اٹھا لیا۔ اور مسٹر تو ثنیت کی طرف جانے یا ان سے بات کرنے کا ارادہ ظاہر کیے بغیر وہیں ٹھٹھکی کھڑی رہی شاید اس کا خیال تھا کہ اس کے خالو سبقت کر کے خود اس کی سمت آئیں گے۔ امریکن لڑکیاں مردوں سے اپنی بے اندازہ عزت کروانے کی عادی تھیں۔

"آپ میرے والد سے ملاقات نہ کیجیے گا؟" رالف نے ہمت کر کے کر کے سوال کیا۔" وہ اپنی علالت کی وجہ سے کرسی پر سے اٹھ نہیں سکتے۔"

"اے ہے ---" لڑکی نے فوراً آگے بڑھتے ہوئے کہا۔" آپ کی والدہ کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ خالو بہت زیادہ چاق و چوبند رہتے ہیں۔"

رالف لمحے بھر کے لیے خاموش رہا۔" والدہ نے انھیں سال بھر سے نہیں دیکھا۔"

"ان کا نام کیا ہے ---؟" لڑکی نے ٹیریر کو سنبھالتے ہوئے دریافت کیا۔

"والد صاحب کا نام؟"

"انھیں بتائیے گا نہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا تھا۔"

وہ دونوں کرسیوں کے قریب پہنچے۔ مسٹر تو ثنیت اپنا تعارف کرانے کے لیے آہستہ سے اپنی جگہ سے اُٹھے۔

"اماں آ چکی ہیں۔" رالف نے کہا۔" اور یہ مس آرچر ہیں۔" مسٹر تو ثنیت نے اپنے دونوں ہاتھ بڑی شفقت کے ساتھ اس کے شانوں پر رکھ دیے۔" تم نے اپنے استقبال کا ہمیں موقع کیوں نہیں دیا؟"

"استقبال؟" لڑکی نے ہنس کر کہا۔" ہال میں درجن بھر ملازم موجود تھے جب ہم آئے اور ایک بڑھیا پھاٹک ہی پر کھڑی جھک جھک کر سلام کر رہی تھی۔"

"تم نے اپنے آنے کی ہمیں خبر ہی نہ کی۔" مسٹر تو ثنیت کھڑے مسکراتے رہے۔

"لیکن مسز توشیت کو دھوم دھام سے وحشت ہوتی ہے۔ اب انھوں نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے مقفل کر لیا ہو گا۔ ان کا یہی قاعدہ ہے۔ شاید اگلے ہفتے ان سے میری ملاقات ہو ——بیٹھ جاؤ۔ چائے پیو گی؟"

"آپ کی طبیعت ان دنوں ناساز ہے؟" لڑکی نے بڑے تکلف سے پوچھا۔

"بڑھاپا —یہی تو مرضوں کا ایک مرض ہے بٹیا۔ لیکن تمھاری موجودگی سے میری صحت پر بڑا خوشگوار اثر پڑے گا۔"

لڑکی اب پھر اپنے چاروں اور دیکھ رہی تھی۔ گھاس کا قطعہ، ٹیمز کا نقرئی پانی جس پر دریائی پودے جھکے تھے۔ یہ خوبصورت حویلی جو سامنے موجود تھی، اس جائزے میں اس نے ان دو نوجوان ساتھیوں کی جگہ کا بھی تعین کر دیا تھا۔ اس کی تیز نظری اس کی ذہانت کی غماز تھی۔ اب وہ کتے کو گھاس پر چھوڑ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے سپید ہاتھ اس کے سیاہ لباس پر رکھے ہوتے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ اس نے اپنا سر اونچا اٹھا رکھا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں روشنی تھی۔ جیسے جیسے وہ نئی نئی چیزوں پر نظر ڈالتی جاتی، اس کے خوبصورت لوچدار جسم میں حرکت پیدا ہوتی۔ اس کے متنوع تاثرات اس کے شفاف، بشاش تبسم میں سے جھلک رہے تھے۔ جیسے ہیرے کی چھوٹ۔ جیسے بکستی کلی۔ "میں نے آج تک اس سے زیادہ دلکش منظر کہیں نہیں دیکھا۔" اس نے دہرایا۔

"مجھے بھی پہلے پہل یہاں کے حسن نے اسی طرح مبہوت کر دیا تھا۔ مگر تم تو خود ہی بہت حسین ہو ——!" مسٹر توشیت نے کہا۔ وہ جانتے تھے کہ اپنی بزرگی کی وجہ سے اس لڑکی سے بے تکلفی برت سکتے ہیں۔ ان کے لہجے میں بھونڈے پن کا شائبہ تک نہ تھا۔

وہ ذرا شرما کر کرسی پر سے اٹھ کھڑی ہوئی —— "یہ محل ملکہ الزبتھ کے عہد کا ہے؟"

"اس سے بھی پرانا۔ ہنری ہفتم کے زمانے میں بنا تھا۔" رالف نے جواب دیا۔

"ایسے ایسے تاریخی مکان یہاں پر اور بھی ہوں گے؟"

"بہت سارے ہیں۔"

"غریب خانہ بھی بے انتہا تاریخی ہے!"

لارڈ وار برٹن نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔ وہ اب تک مس آرچر کو بڑی توجہ کے ساتھ دیکھتے رہے تھے۔ اب وہ ذرا آگے کو جھکے اور مسکرائے۔ خواتین سے بات چیت کرنے کے ہنر میں وہ ماہر تھے۔ لڑکی نے ان کی اس خصوصیت کو فی الفور بہت پسند کیا۔ زندہ، سچ مچ کا جیتا جاگتا لارڈ۔ اس نے دل میں کہا۔ "بھئی واہ!" "کسی روز چل کر اسے بھی دیکھ لیجیے۔"

لڑکی ان سے باتیں کرنے لگی۔ رالف جیبوں میں ہاتھ ڈالے موقع کا منتظر رہا کہ پھر اسے اپنی طرف متوجہ کرے۔ "آپ کو کتے بہت پسند ہیں۔" اس نے محض بات شروع کرنے کی غرض سے کہا۔ اور دل میں سوچا کہ ایک ذہین آدمی کے لیے اس طرح کی لایعنی گفتگو کرنا کس قدر بے تکا پن ہے۔ بہرحال۔

"بے انتہا پسند ہیں۔"

"بنچی کو آپ ہی لے لیجیے۔" رالف نے مزید بے تکے پن سے کہا۔ "امید ہے آپ یہاں کافی عرصہ رہیے گا۔"

"یہ تو خالہ ہی طے کریں گی۔"

"میرا خیال تھا آپ اپنے معاملات دوسروں پر نہیں چھوڑتیں۔"

"میرے معاملات میری مرضی کے مطابق طے کیے جائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"آپ کے یہاں قیام کا معاملہ میں اپنی مرضی کے مطابق طے کروں گا۔ بڑے ستم کی بات ہے کہ اب تک ہم لوگ آپ کے وجود ہی سے بے خبر تھے۔"

"کیوں؟ آپ وہیں آ کر مجھ سے مل سکتے تھے۔"

"وہیں کہاں؟"

"ریاست ہائے متحدہ میں۔ نیو یارک، البنی اور دوسری امریکن جگہوں پر۔"

"میں یہ ساری جگہیں گھوم چکا ہوں لیکن آپ کو کبھی نہ دیکھا۔ کتنی عجیب بات ہے۔"

مس آرچر نے لمحے بھر کے لیے تامل کیا۔" اس کی وجہ یہ تھی کہ میری والدہ کے انتقال کے بعد آپ کی ماں اور میرے بابا میں کچھ کشیدگی سی ہوگئی تھی۔ میں اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ لہٰذا بڑے ہو کر ہمیں کبھی یہ توقع ہی نہ ہوئی کہ آپ لوگوں سے بھی کبھی ملاقات ہوگی۔"

"میں اپنی ماں کے جھگڑوں میں شامل نہیں ہوتا پھرتا —— آپ کے والد کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے؟"

"پچھلے سال، ان کے مرنے کے بعد خالہ مجھ سے آن کر بڑی محبت سے ملیں اور تجویز کیا کہ ان کے ساتھ یورپ چلی آؤں۔"

"اوہو —— اتو اماں نے آپ کو گویا اپنی لے پالک بیٹی بنا لیا ہے!"

"لے پالک —؟" لڑکی نے حیرت سے رالف کو دیکھا۔ شرم سے اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔ رالف نے محسوس کیا کہ اس کے فقرے سے لڑکی کو تکلیف پہنچی ہے۔ لارڈ واربرٹن جو اس دوران میں لڑکی کو قریب سے دیکھنے کے بہت متمنی معلوم ہوتے تھے، ٹہلتے ہوئے ان دونوں بہن بھائیوں کے نزدیک آ گئے۔ لڑکی نے آنکھیں پھیلا کر انھیں دیکھا۔" میں اس قسم کے کسی رشتے کی طالب نہیں ہوں۔"

"میرا مطلب تھا — میرا مطلب تھا — دراصل —" رالف کی سمجھ میں نہ آیا کہ بات کو کس طرح سنبھالے۔

"آپ کہنا چاہتے تھے کہ آپ کی ماں نے میری دیکھ بھال اپنے ذمے لے لی ہے۔ یہ بالکل درست ہے۔ آپ کی ماں دوسروں کو اپنے پروں کے نیچے چھپانے کی بہت شوقین ہیں۔ مجھ پر بھی وہ بہت مہربان ہیں۔ لیکن —" وہ اپنے مطلب کو واضح کرنے کی شدت سے خواہش مند نظر آتی تھی —" لیکن مجھے اپنی آزادی زیادہ عزیز ہے۔"

"مسز توشیت کا کیا ذکر ہے —؟" مسٹر توشیت نے اپنی کرسی پر سے اسے

مخاطب کیا۔

"مجھے بھی کچھ بتاؤ۔"

لڑکی جھجکی اور پھر مسکرا کر ان کی طرف مڑ گئی "یہ خالہ بڑی فیاض ہیں۔!!" مسٹر توشیت ہنس پڑے۔

لارڈ وار برٹن رالف کے پاس کھڑے رہ گئے "تم نے کچھ دیر قبل میرے تخیل کو دیکھنے کی تمنا کی تھی۔ یہ لو تمھارے سامنے موجود ہے۔"

(۳)

مسز توشیت کی ادائیں زمانے بھر سے نرالی تھیں۔ کئی ماہ کی غیر حاضری کے بعد اپنے گھر واپس آکر جس طرح کی حرکتیں انھوں نے کیں ان ہی سے ان کے انوکھے پن کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ دل کی اتنی بری نہ تھیں۔ مگر حد سے زیادہ اکھڑ۔ اپنے گھر میں ہی ہر وقت منہ تھتھلائے مہمان طرح ایک طرف کو بیٹھی رہتیں۔ ان کا طرزِ عمل دوسروں کے لیے نقصان دہ نہیں تھا لیکن باتوں میں ان کی دو دھاری تلوار کی ایسی خاصیت تھی۔ یہی دیکھ لیجیے کہ امریکہ سے لوٹنے کے بعد اپنے مریض شوہر اور برسوں کے روگی بیٹے سے ملنے کے بجائے سیدھی اپنے کمرے میں جا گھسیں۔ ادھیڑ عمر اور معمولی شکل و صورت کی بی بی تھیں۔ انھیں اپنے اصولوں اور اپنے رکھ رکھاؤ کا بہت خیال رہتا۔ بہت لیے دیئے رہتیں۔ شوہر سے تقریباً قطع تعلق ہو چکا تھا لیکن اس صورتِ حال میں بھی انھیں کوئی بات حیرت انگیز نہ معلوم ہوتی۔ انھیں اپنی شادی کے شروع زمانے ہی میں پتا چل گیا تھا کہ یہ دونوں میاں بی بی ایک وقت میں کسی ایک بات پر کبھی ایک دوسرے کے ہم خیال نہیں ہو سکتے۔ اس اختلاف رائے کو انھوں نے ازدواجی زندگی کی معمولی اونچ نیچ پر محمول نہیں کیا۔ اسے ایک قانون ایک اہتمام کی شکل دے دی اور فلورنس چلی گئیں۔ وہاں ایک دو محلہ خریدا اور ٹھاٹھ سے اس میں رہنے لگیں۔ اپنے میاں کو بینک کی نگرانی کے لیے

انگلستان میں چھوڑ دیا۔ یہ انتظام مسز توشیت کو بہت بھایا۔ اس کی ایسے خوشگوار طور پر اس قدر قطعی حیثیت تھی۔ لندن کے ایک کہر آلود محلے میں بیٹھے بیٹھے ان کے شوہر کو بھی یہ طرزِ زندگی ایک مکمل اور جامع حقیقت کی طرح نظر آتا۔ مگر وہ سوچا کرتے۔ کاش یہ واقعیت اتنی ٹھوس ہونے کے بجائے ذرا مبہم ہی رہتی۔ ان بچاروں نے کوشش کر کے اختلافِ رائے سے ہم خیال رہنے کا خود کو عادی بنایا۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اقرار یا انکار کی یہ کیفیت اس قدر مبہم اور مستقل کیوں ہو۔ اور مسز توشیت کا یہ تھا کہ ان کے یہاں نہ پشیمانیاں تھیں نہ مستقبل کے لیے توقعات۔ بالکل صوفی منش آدمی تھیں۔ سال میں ایک ماہ وہ اپنے شوہر کے گھر آ کر گزار لیتیں۔ گو انھیں انگریزی رنگ ڈھنگ بے حد ناپسند تھا۔ مثال کے طور پر یہاں کی ڈبل روٹی کی چیتھی ہی کو لیجیے جو مسز توشیت کو مرہم ایسی نظر آتی اور صابن کا ایسا اس کا سواد تھا۔ پھر ان کی نوکرانیاں جو کی شراب میں ڈبکیاں لگائیں۔ اس چیز پر بھی مسز توشیت کو سخت اعتراض تھا۔ علاوہ ازیں ان کی برطانوی دھوبن اپنی ودیا میں ماہر نہ تھی۔ ایک متعینہ مدت کے بعد وہ اپنے وطن بھی ہو آتیں۔ گو اس مرتبہ کافی لمبے عرصے کے بعد امریکہ گئی تھیں۔

آج سے کوئی چار مہینے پہلے، ان کی ایک بھانجی اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی کوئی کتاب پڑھتی تھی۔ بارش ابھی برس کر تھمی تھی اور یہ لڑکی اپنی تنہائی میں مگن اپنی کتابوں اور اپنے تصورات کی دنیا میں کھوئی بیٹھی تھی۔ مدتوں سے زندگی میں کوئی نئی بات ہی نہ ہوئی تھی لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اب جو اس نے کتاب پر سے سر اٹھایا تو اسے برابر والے کمرے میں کسی کی دھرتی دھمک چال کی آواز سنائی دی۔ جانے کون آیا ہے۔ اس نے دل میں کہا۔ ایلفنبی کے اس پرانے مستطیل وضع کے مکان کی نچلی منزل کے ایک دریچے میں "برائے فروخت" کی تختی آویزاں تھی۔ سامنے دو صدر دروازے تھے جن میں سے ایک عرصے سے بند پڑا تھا۔ دونوں دروازے ایک جیسے تھے۔ بڑے بڑے سفید رنگ کے کواڑ۔ اوپر ایک شاندار سی محراب۔ محراب کے دونوں طرف روشندان۔ دہلیز کے نیچے سنگِ سرخ کا چبوترہ تھا جس کے دونوں جانب سے سیڑھیاں نیچے سڑک کے اینٹوں

والے فرش پر اترتی تھیں۔ مکان کے دو حصے تھے۔ درمیانی دیوار گرا کر دونوں طرف کے کمرے ایک دوسرے سے ملا دیئے گئے تھے۔ اوپر کی منزل میں بھی ان گنت کمرے تھے۔ ان کی زرد رنگ کی دیواریں اب مٹیالی ہو چکی تھیں۔ تیسری منزل پر ایک محرابدار گذرگاہ تھی جس نے مکان کے دونوں حصوں کو ایک دوسرے سے متعلق کر دیا تھا۔ آزابل اور اس کی بہنیں بچپن میں اس راستے کو "سرنگ" کہا کرتی تھیں۔ برسات کی دوپہروں میں یہ سرنگ بڑی پُراسرار معلوم ہوتی۔ آزابل چھٹ پنے میں اکثر اس مکان میں آ کر رہی تھی۔ ان دنوں اس کی دادی اماں زندہ تھیں۔ پھر پورے دس سال کا وقفہ گزر گیا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اب یہ دوبارہ ایلیٹی آئی تھی۔ ایک زمانے میں اس کی دادی نے اپنے دم قدم سے یہاں بڑی چہل پہل کر رکھی تھی۔ وہ زمانہ آزابل کی یاد میں اس کی زندگی کا بہترین دور تھا۔ دادی کے یہاں کا چلن اس کے اپنے گھر کے طور طریقوں سے بہت مختلف تھا۔ یہاں بارہ مہینے تہوار کا ایسا سماں نظر آتا۔ دادی کے سارے ناتی پوتوں کا میلہ ایسا لگا رہتا۔ خوب ہڑ بونگ مچتا۔ بچوں کو اکثر بڑوں کی محفل میں بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع بھی ملتا۔ (آزابل کے لیے یہ لمحات بے حد قیمتی تھے)۔ مہمانوں کی آمد و رفت مستقل جاری رہتی۔ دادی امیر نہیں تھیں لیکن ان کا دل بہت بڑا تھا۔ ان کے مختلف بیٹے بیٹیاں اپنے اپنے کنبوں سمیت آن پہنچتے اور مدتوں قیام کرتے۔ ایسا لگتا جیسے یہ نجی مکان نہیں کسی دور افتادہ قصبے کی سرائے ہے جس کی نرم دل مالکہ مسافروں کی میزبانی کرتے کرتے تھک کر آہیں تو ضرور بھرتی ہے لیکن اپنا بل کبھی پیش نہیں کرتی۔ آزابل کو روپے پیسے، لین دین، دنیا کے جھنجھٹوں کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا اسے یہ جگہ بے حد افسانوی نظر آتی۔ پچھواڑے برآمدے میں جھولا بھی پڑا تھا۔ اس کے آگے بہت بڑا باغ تھا جس کی ڈھلوان پر اصطبل تھے اور ناشپاتیوں کے درخت، مختلف موسموں میں آزابل یہاں آن کر رہی لیکن اس کی یاد میں ناشپاتیوں کی مہک ہمیشہ تازہ رہتی۔ سڑک کے اس پار اولین نوآبادیاتی عہد کی بنی ہوئی ایک اور پرانی کوٹھی تھی جو "ڈچ ہاؤس" کہلاتی۔ اس کی دو رخی ڈھلوان چھت کے اوپر کا نوکیلا چھجہ دور سے

نظر آجاتا تھا۔ اس کی اینٹوں پر شاید کسی زمانے میں زرد روغن کیا گیا ہوگا۔ اس کے گرداگرد لکڑی کا ٹوٹا پھوٹا جنگلہ بھی موجود تھا۔ یہاں بچوں کا مدرسہ تھا۔ اس مدرسے کی بدمزاج مالکہ اور استانی کے متعلق آزابل کو محض اتنا یاد رہ گیا تھا کہ وہ اپنے بالوں میں کِن ٹپیوں کے اوپر بڑی بڑی کنگھیاں اُڑسے رہتی تھی۔ پاس پڑوس میں اسے بہت بڑی ہستی سمجھا جاتا تھا۔ اور بیوہ تھی۔ اسی کے وہاں آزابل کو اپنی تعلیم شروع کرنے کا سنہرا موقع عطا کیا گیا تھا۔ لیکن صرف ایک دن گزارنے کے بعد وہ رو پیٹ کر وہاں سے بھاگ آئی۔ اور پھر کبھی نہ گئی۔

اب وہ دن بھر گھر میں چپکی بیٹھی رہتی۔ ستمبر کے دنوں میں، پہاڑ سے دوڑتے بچوں کی آوازوں کا مدھم سا شور "ڈچ ہاؤس" کے دریچوں میں سے تیرتا اس کے کانوں تک پہنچتا۔ ان آوازوں کو سن کر اسے خوشی بھی ہوتی کہ آزاد ہے۔ اور رنج بھی ہوتا کہ ہجوم میں شامل نہیں۔ تنہا ہے۔ دادی اماں کے مکان کی اس سست الوجود زندگی میں اپنی علمیت کی داغ بیل اس نے خود ہی ڈالی۔ یہاں کے مکین پڑھنے لکھنے کے زیادہ شوقین نہیں تھے۔ اسے مکمل آزادی میسر تھی۔ کتب خانہ ایسی کتابوں سے اٹا ٹوٹ بھرا تھا جن میں تصویریں ہی تصویریں ہوتیں۔ وہ کرسی پر چڑھ کر کوئی سی کتاب اتار لیتی اور بڑے اہتمام کے ساتھ اسے ایک اور پراسرار کمرے میں لے جاتی جو روایت کے طور پر "دفتر" کہلاتا تھا۔ اسے یہ کبھی پتہ نہ چلا کہ یہ دفتر کس زمانے میں تھا اور اس میں کیا کام کیا جاتا تھا۔ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ اس میں آواز دو تو خود ہی اس کی گونج بھی سن لو۔ بڑی خوشگوار سی، پرانی چیزوں کی مہک اس میں رچی تھی۔ بہت سا بیکار ساز و سامان اور فرنیچر اس میں ٹھنسا ہوا تھا۔ بچوں کے دستور کے مطابق آزابل نے بھی ان بے جان چیزوں سے بہت دوستانہ اور تقریباً ڈرامائی رشتہ استوار کر لیا تھا۔ مثلاً ایک بوسیدہ روئیں دار کپڑے کا صوفہ تھا جو اس کے سیکڑوں معصوم المیوں کا راز دار بنا۔ یہ کمرہ سدا بند رہتا تھا اسی لیے اور زیادہ پراسرار اور اداس معلوم ہوتا۔ اس میں اسی صدر دروازے سے داخل ہو سکتے تھے جو مقفّل پڑا تھا۔ اس کے بھاری کواڑوں کو کھولنا اس دبلی پتلی چھوٹی سی لڑکی کے

بس کی بات نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ان خاموش غیر متحرک کواڑوں کا رخ باہر سڑک کی سمت ہے۔ روشن دانوں پر اگر سبز رنگ کا کاغذ نہ منڈھا ہوتا تو وہ ان کے شیشوں میں سے نیچے بھورے رنگ کے چبوترے اور گھسی ہوئی اینٹوں والی سڑک کی پٹڑی کو بھی دیکھ سکتی تھی۔ لیکن باہر جھانکنے کی اس نے کبھی خواہش ہی نہیں کی۔ اس نے سطے کر رکھا تھا کہ اس بند دروازے کے آگے ایک عجیب و غریب، ان دیکھی دنیا موجود ہے۔ اس کی کیفیت مزاج کی دھوپ چھاؤں کے ساتھ ساتھ اس کے معصوم تخیل کو کبھی یہ ان دیکھی دنیا بڑی سہانی نظر آتی، کبھی بے حد ہولناک۔

موسم بہار کی اس اداس دوپہر میں بھی آزابل اسی "دفتر" میں بیٹھی تھی۔ سارا گھر سنسان پڑا تھا۔ وہ بڑی ہو چکی تھی لیکن اس بھاری مقفل دروازے کو اس نے آج تک نہ کھولا تھا۔ نہ روشندان کے ہرے کاغذ ہٹائے تھے۔ اس نے اب تک خود کو یہ یقین نہ دلایا تھا کہ اس دروازے کے اس پار محض ایک معمولی سی، واہیات سی سڑک ہے اور بس۔ مینہ موسلا دھار برس رہا۔ بہار کی رت بے حد صبر آزما تھی۔ لیکن آزابل آفاق کی غداریوں اور بے وفائیوں سے بے نیاز کتاب پر نظریں جمائے پڑھنے کی کوشش میں مصروف رہی۔ اسے حال ہی میں یہ احساس ہوا تھا کہ اس کا دماغ اکثر آوارہ گردی پر تلا رہتا ہے۔ اس نے فوجی قواعد پریڈ کے ضابطے کے مطابق دماغ کو متوازن قدم اٹھانے، رکنے، پسپا ہونے، نقل و حرکت کرنے کی تربیت دینے کی پوری سعی کی تھی، اس وقت اس نے دماغ کو جرمن فلسفے کے ریگ زاروں پر مارچ کرنے کا حکم دے رکھا تھا کہ اچانک اسے اپنے ذہن کے قدموں کی رفتار سے مختلف، کسی اور کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دفتر سے ملحق کتب خانے میں کوئی چل پھر رہا تھا۔ شاید اسی آواز کی وہ اب تک متوقع تھی۔ لیکن پھر اس نے اندازہ لگایا کہ نو وارد کوئی اجنبی عورت ہے جس کے قدم متجسس ہیں۔ اور تجربے کے شوقین۔ دوسرے لمحے کمرے کے دروازے میں ایک بی بی نمودار ہوئیں۔ جو آزابل کو بہت غور سے دیکھ رہی تھیں۔ برساتی پہنے تھیں اور چہرے پر درشتی نمایاں تھی۔

"اچھا تم یہاں گھسی رہتی ہو ـــــ" انھوں نے چاروں طرف بھانت بھانت کی میز کرسیوں پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

وہ ان کو کتب خانے میں سے آئی۔

"آپ مکان دیکھنا چاہتی ہیں؟ نوکرانی دکھا دے گی؟"

"میں تمھارے مکان کی خریدار نہیں ہوں۔ نوکرانی شاید تمھیں کو ڈھونڈھتی اوپر گئی ہے۔ مجھے وہ بہت زیادہ ذہین نہیں معلوم ہوتی" لڑکی کو متحیر دیکھ کر انھوں نے دفعتاً کہا "تینوں بیٹیوں میں سے ایک تم ہی ہو گی"

واہ کیا طرزِ گفتگو ہے۔ ازابل نے سوچا "یہ تو اس پر منحصر ہے کہ آپ کی مراد کس کی بیٹیوں سے ہے"

"مسز آرچر مرحومہ، میری دکھیاری بہن کی ـــ اور کس کی ـــ"

"اچھا" ازابل نے آہستہ سے کہا "آپ ہی ہماری وہ خبطی والی خالہ لیڈیا ہیں"

"یہ تمھارے باپ نے سکھایا ہو گا کہ مجھے اس خطاب سے نوازو۔ میں تمھاری خالہ لیڈیا تو ہوں لیکن میرے دماغ میں کوئی فتور نہیں ہے۔ سمجھیں، یہ دوسری بات ہے کہ میں خیالی پلاؤ نہیں پکایا کرتی۔ تم کونسی لڑکی ہو؟"

"سب سے چھوٹی ازابل ـــ"

"معلوم ہے۔ دوسری دونوں لیلین اور ایڈتھ ہیں۔ تم ہی سب میں زیادہ خوب صورت ہو؟"

"اس کا مجھے قطعی علم نہیں"

"لگتا ہے تم ہی سب سے اچھی صورت کی ہو گی ـــ"

اس طرح خالہ بھانجیوں میں دوستی ہوئی۔ خالہ برسوں قبل اپنے بہنوئی سے جھگڑ چکی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ بہن کی موت کے بعد بہنوئی جس طرح سے اپنی لڑکیوں کی تربیت کر رہے تھے اس پر انھیں سخت اعتراض تھا۔ بہنوئی خود ایک جھکی آدمی تھے۔

انھوں نے بھی تاؤ میں آکر سالی سے کہہ دیا کہ انھیں دوسروں کے معاملات میں دخل دینے کی مطلق ضرورت نہیں۔ خالہ نے اس بات پر ایسا عمل کیا کہ پھر بہنوئی مرتے مر گئے اور ان کی شکل تک نہ دیکھی۔ خط و کتابت کی روادار نہ ہوئیں اور ان کے انتقال کے بعد بھانجیوں کو بھی قابلِ اعتنا نہ سمجھا۔ لڑکیاں اپنی ان دیکھی خالہ کو خبطی نہ سمجھتیں تو اور کیا کرتیں۔ مسز توشیت نے اس وقت بہت ناپ تول اور سوچ بچار کے بعد یہ قدم اٹھایا تھا۔ وہ اپنے کاروبار کے سلسلے میں امریکہ آئی ہوئی تھیں (شوہر سے علیحدہ ایک بہت لمبے چوڑے کاروبار کی مالک وہ خود تھیں) سوچا کہ ساتھ ہی ساتھ بھانجیوں کے حال احوال سے بھی آگاہی ہو جائے گی۔ خط لکھنے کی عادی نہ تھیں۔ ہر چیز خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی قائل تھیں۔ انابل کو پتہ چلا کہ یہ تینوں بہنوں کے حالات سے بھی واقفیت حاصل کر چکی تھیں۔ انھیں معلوم تھا کہ بڑی بہنیں اپنے گھر کی ہو چکی ہیں۔ اور یہ کہ باپ بچارے بہت کم اثاثہ چھوڑ کر مرے ہیں۔ اور ایلینی کا یہ مکان جو دادی کے انتقال کے بعد باپ کو ملا تھا اب فروخت کر دیا جائیگا۔ اور اس کی قیمت تینوں لڑکیوں میں تقسیم ہوگی۔ مزید یہ کہ مکان فروخت کرنے کا مرحلہ للین کے شوہر ایڈمنڈ لڈلو نے اپنے ذمّے لے لیا ہے۔ اور یہ بھی کہ مسٹر آرچر مرحوم کی بیماری کے موقعے پر یہ دونوں میاں بیوی یہاں آئے تھے اور تب ہی سے انابل کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔

"تمھیں کیا کیا ملے گا۔۔؟" مسز توشیت نے نشست گاہ میں آکر پوچھا۔

"مجھے قطعی علم نہیں۔"

"دوسری بار یہ فقرہ تم نے میرے سامنے دُہرایا ہے۔ اس کے باوجود تم کودن تو نہیں معلوم ہوتیں۔"

"روپے پیسے کے قصّوں سے مجھے کوئی واقفیت نہیں۔"

"تمھاری پرورش تو ایسے اللّوں تللّوں میں کی گئی تھی جیسے کہیں کی بادشازادی ہو۔ اب باپ چھوڑ کر کیا گئے ہیں؟"

"میں نہیں جانتی۔ آپ ٹلیتن اور ایڈ منڈ سے پوچھیے۔ وہ لوگ ابھی گھنٹے آدھے گھنٹے میں آتے ہوں گے۔"

"فلورنس میں ایسے مکان کو بہت گھٹیا سمجھا جائے گا مگر یہاں تو اس کی قیمت اچھی خاصی لگ جانی چاہیے۔ اس کے علاوہ تمہارے پاس کچھ اور بھی ہے؟ کمال ہے تمہیں کسی بات کا ہوش ہی نہیں۔ شاید اسے گرا کر یہاں دکانیں بنا دی جائیں۔ تم خود ایسا کیوں نہیں کرتیں؟ وہ کانوں سے تم کو بہت آمدنی ہو سکتی ہے۔"

آزابل چونک پڑی۔ یہ سب کیسی اجنبی باتیں تھیں۔ مکان کی قیمت، دکانیں، آمدنی بلکہ گرا دیا جائے گا؟ مجھے تو اس سے بے حد محبت ہے۔"

"یہ محبت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تمہارے تو اس میں باپ مرے ہیں۔"

"جی ہاں۔ لیکن اس کی وجہ سے مجھے اس سے نفرت تو نہیں ہو سکتی۔" آزابل نے خط عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے ایسی جگہیں پسند ہیں جہاں واقعات ہو چکے ہوں۔ خوشی کے —— رنج و الم کے —— اس مکان میں بہت سے لوگ مرے ہیں۔ یہ جگہ زندگی سے بھرپور رہی ہے۔"

"زندگی سے بھرپور ——!"

"میرا مطلب انسانوں کے احساسات اور دکھ کے تجربوں سے ہے۔ محض دکھ ہی نہیں۔ میں نے یہاں بچپنے میں بڑا شادمانی کا زمانہ گزارا ہے۔"

"تمہیں ایسی جگہیں پسند ہیں جہاں واقعات پیش آئے ہوں۔ پھر تو تمہیں فلورنس جانا چاہیے۔ میں ایک ایسی قدیم حویلی میں رہتی ہوں جہاں تین قتل ہوئے تھے۔ تین کا تو مجھے معلوم ہے باقی پتا نہیں اور کیا کیا ہوا ہو گا۔"

"کتنی قدیم —— بہت زیادہ ——؟"

"ہاں۔ اس جگہ سے بے حد مختلف۔ یہ جگہ تو شدید طور پر بدذوق ہے۔"

آزابل کو بڑا رنج ہوا۔ وہ اپنی دادی کے اس مکان کو بہت قابلِ قدر سمجھتی آئی تھی۔ لیکن اس رنج نے اسے یہ کہنے پر مجبور کر دیا ـــ کاش میں بھی کبھی فلورنس جا سکتی!

"اگر تم فرمانبردار بچی بننے کا وعدہ کرو اور میرے کہنے پر چلو تو میں تمھیں اپنے ساتھ وہاں لے جا سکتی ہوں"

ازابل کے دل میں جذبات کا ایک طوفان سا اٹھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اپنی خالہ کو خاموشی سے دیکھا "آپ کے کہنے پر چلوں۔ ایسا وعدہ کرنا میرے لیے بہت مشکل ہوگا"

"ہاں یہ تو کہوگی ہی۔ خاصی خود سر معلوم ہوتی ہو۔ لیکن پوچھو بھلا میں اعتراض کرنے والی کون"

"مگر۔ فلورنس جانے کے لیے" ازابل نے ذرا توقف کے بعد کہا "میں ہر طرح کا وعدہ کر سکتی ہوں"

ایڈمنڈ اور للین نے آنے میں دیر لگا دی۔ اور یوں مسز توشیت کو اپنی بھانجی سے گھنٹہ بھر باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ واقعی بڑی عجیب و غریب ہستی تھیں۔ ازابل آج تک ان کے جیسے کسی انسان سے نہ ملی تھی۔ جس قدر سنکی ازابل انھیں ہمیشہ سے تصور کرتی آئی تھی یہ تو بالکل ویسی ہی نکلیں — ازابل کا خیال تھا کہ ایسے بڑے سودائی عموماً خطرناک، پریشان کن، یا کم از کم مضحکہ خیز ضرور ہوتے ہوں گے لیکن خالہ کی شان نرالی تھی۔ یہ بڑی خوش دلی سے ہر چیز کا مذاق اڑاتی معلوم ہوتی تھیں۔ اس پستہ قد اور باریک لبوں والی، غیر ملکی، سی عورت نے ازابل کو بے حد متاثر کیا۔ یہ عورت جو اپنی معمولی شکل و صورت کی تلافی اپنے شاندار رکھ رکھاؤ سے کرتی تھی اور جو ایک گھسی ہوئی برساتی میں ملفوف اسے بڑے اطمینان سے یوروپ کے شاہی درباروں کے قصے سنا رہی تھی۔ مسز توشیت میں نخوت نہ تھی۔ مگر وہ اپنے سے برتر لوگوں کے رعب میں بھی نہ آتی تھیں۔ انھیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ اس نوجوان لڑکی کے سوچنے والے دماغ کو متاثر کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔ ازابل شروع شروع میں ان کے بہت سے سوالوں کا جواب دے چکی تھی جس سے انھوں نے اس کی غیر معمولی ذہانت کا اندازہ لگایا تھا۔ اب ازابل کی باری تھی۔ اس کے سوالات کے جو جواب مسز توشیت نے دیئے وہ اس کے لیے غور و فکر

کی نئی نئی راہوں کی سمت اشارہ کرتے تھے۔ جب شام کے پانچ بج گئے اور مسز لڈو واپس نہ آئیں تو مسز ڈوشیت نے چلنے کا ارادہ کیا۔

"تمہاری بہن بہت باتونی معلوم ہوتی ہے۔ کہیں سہیلیوں کے ساتھ بیٹھی گپیں ہانکتی ہوگی۔ ہمیشہ اتنی دیر تک گھر سے باہر رہتی ہے؟"

"آپ بھی تو اس وقت اتنی دیر تک اپنے گھر سے باہر رہی ہیں!"

مسز ڈوشیت ناراض نہیں ہوئیں۔ ترکی بہ ترکی جواب ملنے پر وہ ہمیشہ خوش ہوتی تھیں "خیر اچھی۔ بجائے اس کے کہ دنیا اس کم بخت منحوس ہوٹل میں آکر مجھ سے مل جائیں جہاں میں ٹھہری ہوں۔ چاہیں تو اپنے دولہا کو بھی ساتھ لیتی آویں۔ مگر تمہارے آنے کی ضرورت نہیں۔ تم سے تو اب میرا سابقہ پڑا ہی کرے گا۔"

۴

لیلین لڈو تینوں بہنوں میں بڑی تھی۔ اور ان سب سے زیادہ سمجھ دار خیال کی جاتی تھی۔ ایڈتھ تینوں میں زیادہ خوبصورت اور آنابل قوخیر عالم فاضل دانشور مشہور تھی ہی۔ منجھلی بہن ایڈتھ امریکی فوج کے انجینئرز کے دستے کے ایک افسر کی بیوی تھی۔ امریکہ کی دقیانوسی قسم کی مغربی ریاستوں کے فوجی مقامات پر جہاں جہاں اس کے شوہر کا تقرر ہوتا اسے ملکہ حسن پکارا جاتا۔ لیکن اسی بات کا اسے صدمہ تھا کہ ایک سے ایک خوفناک جگہوں پر اپنے میاں کے ساتھ اسے رہنا پڑتا۔ لیلین نے نیویارک کے ایک کامیاب وکیل سے شادی کر رکھی تھی۔ یہ وکیل صاحب اونچی آواز میں دہاڑنے کے عادی تھے۔ اور اپنے پیشے پر عاشق تھے ان کا یہ سنجوگ زیادہ مسرت بخش نہیں تھا۔ یوں تو ایڈتھ کی شادی شدہ زندگی بھی بہت زیادہ تابناک نہ تھی لیکن لیلین کے لیے کہا جاتا تھا کہ یہی غنیمت ہے کہ کسی خدا کے بندے نے اس کے ساتھ دو بول پڑھا تو لیے یہ غریب اپنی بہنوں کے مقابلے میں اچھی خاصی بدشکل تھی۔ مگر نیویارک کی ففٹی تھرڈ اسٹریٹ کے بھورے رنگ کے مکان کی مالکن اور دو صندی لڑکوں کی ماں کی حیثیت سے بے انتہا مسرور۔ اس حیثیت میں اسے

زندگی کی کڑوی حقیقتوں سے مکمل فرار میسر آچکا تھا۔ اسے اپنے شوہر کی قانون دانی اور اپنی بہن آزابل کی لیاقت پر سخت ناز تھا۔ وہ اپنی بہن کی نگرانی اسی طرح کرتی جس طرح ایک مامتا کی ماری اسپنیل کتیا کسی تیز وطرار اور آزاد گرے ہاؤنڈ کو دیکھتی ہے "خدا کرے اس کا رشتہ کسی اچھی جگہ ہو جائے۔" وہ اکثر اپنے شوہر سے کہتی۔

"اپنی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم میں اس سے کبھی شادی نہ کرتا۔" ایڈمنڈ لڈلو آہستہ سے جواب دیتے۔

"نجانے تمھیں اس سے کہاں کی بیر ہے۔ بچاری کا قصور خالی یہی تو ہے کہ عقل میں بہت تیز ہے۔"

"مجھے ذہنوں کا انوکھا پن بالکل پسند نہیں۔ مجھے صرف ترجمے اچھے لگتے ہیں۔" ایڈمنڈ بولے "آزابل کسی غیر ملکی زبان میں لکھی گئی ہے لہٰذا میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اسے کسی آرمنی یا پرتگالی سے بیاہ کرنا چاہیے۔"

"اس سے یہ بھی بعید نہیں —— اسی کا تو مجھے دھڑکا ہے۔" للین کہتی۔

آزابل نے مسز توشیت کے آنے کی داستان گوش گزار کی۔ للین نے ایک ایک لفظ بڑے غور سے سنا اور خالہ کے حسبِ حکم ان سے ملاقات کے لیے جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔ نہ معلوم آزابل نے اسے کیا جواب دیا تھا مگر شام پڑے وہ اپنے میاں سے کہ رہی تھی "خدا کرے خالہ آزابل کے لیے کوئی نیک انتظام کر دیں۔ لگتا ہے وہ اس پر فریفتہ ہو کر گئی ہیں۔"

"کیا چاہتی ہو۔" ایڈمنڈ نے سوال کیا "تمھاری خالہ جان اسے ہنڈیاں بخش دیں گی؟"

"فقط وہی اس قسم کی انسان ہیں جو آزابل کو سمجھ سکتی ہیں۔ اتنی مدت پردیس میں رہی ہیں۔ بدیشی زندگی سے واقف ہیں۔ خود آزابل بھی تو تمھیں ذرا بدیشی سی دکھائی دیتی ہے۔"

"تو تم چاہتی ہو اسے یہ ہمدردی غیر ملکیوں سے حاصل ہو۔ گھر پر اسے کوئی اچھی

طرح نہیں سمجھ سکتا؟"

"بہر حال، ازابل کو سمندر پار قطعی جانا چاہیے۔ غیر ممالک کی سیر اس کے لیے بالکل لازمی ہے۔"

"تمہاری تمنا ہے بڑی بی اسے اپنے ساتھ ہنکائے ہنکائے پھریں۔"

"خود ہی تو خالہ نے کہا ہے۔ ہمارا بھی فرض ہے کہ اسے کوئی موقع دیں۔"

"کاہے کا موقع؟"

"اپنی زندگی سنوارنے کا۔"

"خدایا۔" ایڈمنڈ نے کہا۔ "میرے خیال میں تو صاحبزادی کی زندگی ضرورت سے زیادہ سنور چکی ہے۔"

"مجھے یقین نہ ہوتا کہ تم خالی جھک کرنے کے لیے یہ سب کہ رہے ہو۔ تو میں تمہاری باتوں کا سخت برا مانتی۔ تمہیں خود معلوم ہے کہ تم اسے بہت چاہتے ہو۔"

"پتا ہے تم کو میں کتنا چاہتا ہوں؟" کچھ دیر بعد برش سے اپنی ٹوپی صاف کرتے ہوئے ایڈمنڈ نے اپنی سالی سے مذاقاً کہا۔

"چاہو نہ چاہو میں کون ایسی پروا کرتی ہوں۔"

ازابل نے جواب دیا۔ لیکن اس کی آواز اور اس کے تبسم میں غرور کی جھلک نہیں تھی۔

"مسز توسیٹ سے ملنے کے بعد سے تو لڑکی پھولی نہیں سماتی۔" للین نے کہا۔

"للین یہ نہ کہو۔ میں بھلا کاہے پر اتراؤں گی۔"

ازابل سنجیدگی سے بولی۔ "ان کی وجہ سے مجھے کون ایسے لڈو مل گئے ہیں۔ اگر مجھے کبھی کوئی خوشی حاصل ہوئی تو اس کی کوئی بہتر وجہ ہوگی۔"

اس سمے وہ خوش رہی ہو یا نہیں اسے یہ احساس ضرور تھا کہ کوئی نئی بات ہونے والی ہے۔ وہ شام کی تنہائی میں لیمپ کے نیچے بیٹھی اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔ پھر اٹھی اور کمرے میں ادھر اُدھر گھومنے لگی۔ اضطراب کی اس کیفیت میں وہ غیر محسوس طریقے سے کانپ گئی۔ اس کی زندگی میں واقعی بڑی بھاری تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ یہ

تبدیلی اپنے ساتھ کیا کیا لائے گی۔ اس کا کچھ پتا نہ تھا۔ وہ جس حالت میں جیسے جا رہی تھی اس میں کسی قسم کے تغیر کا ظاہر ہونا ہی بہت بڑی بات تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اپنے ماضی کو پیچھے چھوڑ کر پھر نئے سرے سے زندہ رہنا شروع کرے۔ یہ تمنا بھی اس کے لیے نئی نہ تھی۔ یہ اس کی اتنی ہی جانی پہچانی تمنا تھی جتنی دریچے پر برستی ہوئی بارش کی آواز۔ ایوانِ عشرت کے ایک نیم تاریک کونے میں بیٹھے بیٹھے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سب کچھ بھلا دینے والی غنودگی اس پر طاری نہ ہو سکی۔ اس وقت وہ پوری طرح جاگ رہی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ اتنی ساری چیزیں جو اسے نظر آئے جا رہی ہیں انھیں کسی طرح اپنی آنکھوں سے اوجھل کر دے۔ اس کا تخیل بے انتہا تیز رفتار تھا۔ اگر دروازہ بند ہوتا تو یہ دریچے سے باہر کود کر نکل بھاگتا۔ اس نے کبھی اپنے تخیل کو مقفل رکھنے کی سعی نہیں کی۔ زندگی کے ایسے لمحات میں بھی جب وہ صرف خرد کو استعمال کرنا چاہتی اسے اپنے وجدان کی شدت کی سزا بھگتنا پڑتی۔ اس وقت اسے احساس ہوا کہ زندگی کا دھرا اب بدلنے والا ہے۔ اس تبدیلی کے ساتھ ساتھ جن چیزوں کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ رہی تھی ان کا ایک پورا جلوس اس کے تصور میں چپکے سے داخل ہو گیا۔ زندگی کے سارے بیتے ہوئے لمحے۔ شام کے سناٹے کو ماپنے کے بڑے گھڑیال کی ٹک ٹک منتشر کر رہی تھی۔ اس سناٹے میں وہ اس جلوس کو دیکھتی رہی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی قسمت بری نہیں زندگی کی بہترین نعمتیں اسے میسر رہی تھیں۔ اس دارالمحن میں یہ حقیقت بےحد اہم تھی۔ اسے تلخیوں سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ ادبیات کے مطالعے سے اتنا معلوم ہوا تھا کہ دکھ اٹھانے میں لطف بھی ہے اور تجربہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باپ نے اسے ساری کلفتوں سے علٰحدہ رکھا تھا۔ اس کا خوبصورت، پیارا، لاڈلا باپ۔ جسے آلام سے نفرت تھی۔ ایسے باپ کی بیٹی ہونا کتنی پرسکون بات تھی۔ وہ رحم دل، فیاض، عالی ظرف انسان زندگی کے گھٹیا پن سے کس قدر بے نیاز تھا۔ اس کی بے نیازی نے اسے کیسے کیسے نقصان پہنچائے۔ اس کے قرض خواہ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے۔ یہ آئزابل کو کبھی معلوم نہ ہو سکا۔ پر لوگ یہ ضرور کہتے تھے کہ مسٹر آرچر جیسے وجیہہ

اور دلکش انسان نے اپنی زندگی تباہ کر ڈالی ہے غل و غش روپیہ اڑھایا جی بھر کر رنگ رلیاں منائیں، جوا کھیلا۔ بہت سوں کا تو یہ تک کہنا تھا کہ اپنے عیش میں پڑ کے انھوں نے اپنی بیٹیوں کی طرف بھی توجہ نہیں دی۔ ان کی بے چاریوں کی تربیت بھی قرینے کی نہیں ہوئی۔ نہ ڈھنگ سے تعلیم حاصل کر پائیں۔ نہ ان کا کوئی مستقل ٹھکانا تھا۔ آج یہاں، کل وہاں۔ سیلانی باپ کے ساتھ سارے میں ماری ماری پھرتیں۔ یک وقت انھیں لاڈ پیار میں برباد کیا گیا اور ان کی طرف سے لاپروائی برتی گئی۔ ایک سے ایک جاہل انّاؤں اور کھلائیوں کے بھروسے پر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ ایسے ایسے تھرڈ کلاس کے اسکولوں میں انھیں بھیجا جاتا (جو عموماً فرانسیسیوں نے قائم کر رکھے تھے) جہاں سے مہینے کے آخر میں وہ روتی دھوتی گھر واپس آجاتیں۔ اس قسم کی باتیں اگر ازابل سن پاتی تو اسے سخت غصہ آتا۔ اس کا اپنا خیال تھا کہ ان بہنوں جیسی شاندار اور اعلیٰ درجے کی تعلیم و تربیت کسی کی ہوئی ہی نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے یہ لوگ سوئٹزرلینڈ گئے ہوئے تھے۔ ازابل کے باپ نے نیوشاتل پہنچ کر تینوں لڑکیوں کو ایک فرانسیسی آیا کے حوالے کیا اور وہ خدا کی بندی کسی روسی نواب زادے کے ساتھ بھاگ گئی جو اسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس واقعے میں بھی (ازابل کی عمر اس وقت دس یا گیارہ سال کی تھی)، اسے کوئی انوکھی یا تعجب خیز بات نظر نہ آئی۔ بلکہ جس روشن خیالی کے ساتھ اسے پروان چڑھایا گیا تھا یہ واردات اسی کا ایک رومانوی ساحصہ معلوم ہوئی۔ اسے یاد تھا کہ آیا کے بھاگ جانے کے بعد بھی اسے بالکل ڈر نہیں لگا تھا۔

اس کا باپ نچلا نہ بیٹھ سکتا تھا۔ ابھی اس کی لڑکیاں بہت کم سن تھیں لیکن وہ چاہتا تھا کہ وہ ساری دنیا گھوم لیں۔ چنانچہ ازابل چودہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اپنے باپ کے ہمراہ بحر اوقیانوس کو تین مرتبہ عبور کر چکی تھی۔ لیکن ہر دفعہ چند ماہ کی سیر کے بعد مطمئن ہونے کے بجائے مزید سیاحت کی تمنّا اس کے دل میں دو چند ہو جاتی۔ اس کا باپ جب بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوتا تب بھی محض اسی سے باتیں کرتا۔ مرتے وقت اسے صرف یہی رنج تھا کہ اس کی ایسی صاحبِ دماغ اور

حیرت انگیز بیٹی اس سے چمٹ جائے گی۔ آخر دنوں میں جب پیسے کا توڑا ہو گیا تو اسے یوروپ کی سالانہ سیر کو ختم کر دینا پڑا۔ اس وقت بھی وہ اپنی لڑکیوں کو ہر طرح کا آرام و آسائش بہم پہنچاتا رہا۔ اسے تنگدستی نے بری طرح ستانا شروع کر دیا تھا مگر اپنی اولاد کو اس نے اپنی غربت کا پتا تک نہیں چلنے دیا۔ وہ ہمیشہ اپنی دولت کی فراوانی کے احساس سے مطمئن رہیں۔ آزابل رقص خوب کرتی تھی۔ لیکن نیویارک کے ناچ گھروں میں اس کا بول کبھی بالا نہ ہوا۔ یہ میدان ایڈتھ کے ہاتھ رہا۔ ایڈتھ اس قسم کی کامیابی کا مکمل نمونہ تھی۔ آزابل جانتی تھی کہ اس کامیابی کے لوازمات کیا کیا ہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس معاملے میں اس کی اپنی صلاحیتیں کتنی محدود ہیں۔ مردوں کو اپنی طرف ملتفت کرنے کے جتنے گُر تھے —— چلبلاپن، شوخی، نخرے، بات بے بات اپنے الھڑپن کا اظہار —— وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے وہ بالکل کوری تھی۔ دوسروں کو خوش کرنے کا جذبہ آزابل کی فطرت کی گہرائیوں میں بھی بہت شدت سے موجود تھا۔ لیکن یہ گہرائیاں بہت دور رکھوئی ہوئی تھیں۔ اور ان کے اور سطح کے درمیان اور بہت سی لہریں ناچتی تھیں۔ وسوسے، تلوّن، من کی ترنگ۔ وہ ان نوجوانوں کو دیکھتی جو جوق در جوق ایڈتھ سے ملنے آتے۔ لیکن وہ سب عام طور پہ آزابل سے خائف رہتے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ اس سے گفتگو کرنے کے لیے نہایت اعلیٰ درجے کی دماغی خصوصیات درکار ہیں۔ اس کی دانش مندی کی شہرت نے اسے قدیم داستانوں کی کسی دیبی کی مانند ایک صندوق میں چھپا دیا تھا۔ ان نوجوانوں کے نزدیک آزابل سے باتیں کرنا نہایت دقیق مسئلوں کے حل تلاش کرنے کے مترادف تھا۔ اس لیے بات چیت لامحالا بڑے مدھم درجۂ حرارت پر ٹھہری رہتی۔ آزابل غریب کی یہ آرزو تو ضرور تھی کہ اسے بے حد قابل سمجھا جائے لیکن لوگ تو اسے محض کتابوں کا کیڑا اور استانی سمجھنے پر تلے بیٹھے تھے۔ اس کا جی جل جاتا۔ پھر وہ تنہائی میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتی۔ وہ کتابوں کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی اپنی عقل میں اضافہ کرنا چاہتی تھی۔ اسے اسرارِ حیات کو پا لینے کی بڑی جستجو رہتی۔ اس کے من کے اندر زندگی کا اتھاہ خزانہ چھپا تھا۔ اکثر وہ بے حد مسرت کے

ساتھ محسوس کرتی کہ اس کی روح کا آہنگ اور باہر کی دنیا کی کشمکش ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ چنانچہ وہ بڑے بڑے مجمعوں کو دیکھتی، زمین کی وسعتوں پر نظر ڈالتی انقلابوں اور جنگوں کے متعلق پڑھتی، تاریخی مرقعوں اور تصویروں کا مطالعہ کرتی۔ ان تصویروں کو دیکھتے وقت وہ محض موضوع کی خاطر ان کی واہیات نقاشی کو بھی معاف کر دیتی۔ امریکن خانہ جنگی کے زمانے میں وہ بہت کم سن تھی۔ لیکن یہ زمانہ بھی اس نے شدید اضطراب میں گزارا۔ اکثر ایسا ہوا کہ دونوں طرف کی فوجوں کی بہادری پر وہ یکساں طور پر متاثر اور خوش ہوئی۔ (اس چیز سے اسے اور زیادہ اُلجھن ہوتی)۔ شہر کے بانکے چھیلے لڑکے اسے بڑی رشک وشبہے کی نگاہوں سے دیکھتے۔ لیکن اسے ابھی نمات باہر نہیں کیا گیا تھا۔ اسے ہر وہ چیز حاصل تھی جو ایک لڑکی کو میسر آسکتی ہے۔ لطف وعنایت مٹھائی کے رنگین ڈبے۔ پھولوں کے گلدستے۔ یہ احساس کہ دنیا کے خوش قسمت ترین انسانوں سے وہ علیحدہ نہیں ہے۔ نئے نئے ملبوسات۔ لندن کا رسالہ "تماشائی"۔ فرانس کی موسیقی۔ براؤننگ کی شاعری۔ جارج ایلیٹ کی نثر۔

یہ چیزیں جیسے یادوں کے ریلے میں بہتی ہوئی آکر ان گنت مناظر اور انسانی صورتوں کی شکل میں اس کے چاروں اور بکھر گئیں۔ بھولی بسری باتیں۔ بہت سے ایسے واقعات جنہیں اس نے وقتی طور پر بہت اہم سمجھا تھا اس سمے اسے یاد نہ آئے۔ فانوس خیال اس کے سامنے جھلملا یا گیا۔ اتنے میں ملازمہ نے اندر آکر اطلاع کی کہ ایک صاحب تشریف لائے ہیں۔ کیسپر گڈوڈ ان کا نام تھا۔ بوسٹن کے رہنے والے نہایت صالح نوجوان تھے۔ ایک سال سے ازابل سے واقف تھے۔ کبھی کبھی اسے خط بھی لکھا کرتے تھے ایک یا دو ہفتے قبل نیو یارک سے بھی ان کا خط آیا تھا۔ ازابل کو خیال تھا کہ ممکن ہے یہ ملنے کے لیے چلے آئیں دن بھر بارش ہوتی رہی تھی اور ازابل مبہم طور پر ان کی آمد کی متوقع تھی۔ جب یہ سچ مچ آن پہنچے تو اسے ان سے ملنے کی زیادہ خواہش نہیں ہوئی۔

حالانکہ ازابل کے دل میں کیسپر گڈوڈ کے لیے بہت عزت بھی تھی۔ وہ آج تک

کسی اور شخص سے اس حد تک متاثر نہیں ہوئی تھی۔ اسے یہ لڑکا بہت پسند تھا۔ افواہ تھی کہ کیسپر ازابل سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور اس افواہ کو اس بات سے اور تقویت پہنچتی تھی کہ وہ محض ازابل سے ملنے کی غرض سے نیویارک سے ایلبنی آیا تھا۔ ازابل نے کمرے سے باہر جانے میں ذرا دیر لگائی اور یونہی فرش پر ادھر اُدھر ٹہلتی رہی اسے معلوم تھا کہ اب نئی نئی الجھنیں پیدا ہونے والی ہیں۔ کیسپر دوسرے کمرے میں لیمپ کے نزدیک کھڑا تھا۔ دراز قد، مضبوط، چھریرا جسم، نک سک سے درست، اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ اس کی شخصیت میں بس ذرا سے لوچ کی کمی رہ گئی ہے۔ تمتمائی ہوئی سانولی رنگت تھی۔ حد سے زیادہ خوبصورت نہ تھا لیکن اس کے چہرے میں عجیب طرح کی جاذبیت موجود تھی۔ نیلی آنکھوں میں گہرائی اور گھمبیرتا جھلکتی تھی۔ اس کی سانولی رنگت پر نیلی آنکھیں دیکھ کر ذرا حیرت سی ہوتی کیونکہ اس قسم کی آنکھیں صرف گورے چٹّے لوگوں کے لیے مخصوص سمجھی جاتی ہیں۔ اس کا جبڑا ذرا سا نوکیلا تھا جو بغاوت کی علامت کہلاتا ہے۔ ازابل نے سوچا کہ کم از کم آج کی رات تو یہ یقیناً بغاوت پہ آمادہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود آدھ گھنٹے بعد کیسپر گڈوڈ جو بڑی بڑی امیدیں باندھ کر آیا تھا۔ بہت شکستہ دل ہو کر اُلٹے پاؤں لوٹ گیا۔ گو وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو آسانی سے اپنی ہار مان لیتے ہیں۔

(۵)

رالف توشٹ بڑا جید فلسفی تھا۔ زمان و مکان کی قیود سے بے نیاز۔ لیکن اس کے باوجود اس نے خاصی تندہی سے ٹھیک سوا سات بجے جا کر اپنی ماں کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ فلسفیوں کو بھی چند چیزیں پسند ہوتی ہیں چند ناپسند۔ رالف کو بھی اولاد اور والدین کی باہم وابستگی اچھی لگتی تھی۔ اس تعلق کی شیرینیت کا احساس اسے مسٹر توشٹ نے دے رکھا تھا۔ اس کے باپ میں ماؤں جیسی مامتا تھی اور ماں میں باپوں جیسی درشتی۔ اس کی ماں تو بلکہ اچھی خاصی حاکم ضلع معلوم ہوتی تھیں۔ پھر بھی

وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی بہت دلدادہ تھیں اور مصر رہتی تھیں کہ سال کے تین مہینے وہ ان کے ساتھ بھی بسر کرے۔ رالف اس محبت کا جواب نہایت منصفانہ انداز میں دیتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی ماں کی زندگی میں اس کی اہمیت کا درجہ اتنا مقدم نہیں ہے۔ اس وقت اس نے انھیں رات کے کھانے کے لیے تیار پایا۔ دستانے پہنے پہنے انھوں نے اپنے لڑکے کو گلے لگا کر اپنے پاس صوفے پر بٹھا لیا۔ اس کی اور اس کے باپ کی صحت کے متعلق سوالات کیے جس کے بڑے مبہم سے جواب انھیں ملے۔ جس پر انھوں نے کہا کہ اب انھیں یقین ہوتا جا رہا ہے کہ انگلستان کی آب و ہوا خود ان کے لیے از حد ناقص ہے۔ رالف مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ حالانکہ وہ انھیں یہ بھی بتا سکتا تھا کہ اس کی اپنی بیماری کا اس ناکارہ آب و ہوا سے کوئی واسطہ نہ تھا کیونکہ وہ خود سال کا بڑا حصہ ملک سے باہر بسر کرتا تھا۔

رالف ابھی دس سال ہی کا تھا اس وقت امریکہ کی ریاست ورمونٹ کے شہر رٹ لینڈ کے باشندے مسٹر ڈینیل ٹریسی تو شیت ایک بنک کے جونیر حصہ دار کی حیثیت سے انگلستان آئے۔ دس سال کے اندر اندر بنک کا بیشتر حصہ ان کا اپنا ہو گیا۔ وہ ہمیشہ کہتے رہے کہ اپنے بیٹے کو غیر امریکی نہیں بنانا چاہتے۔ انگلستان میں انگریزیت اختیار کیے بغیر رہنا انھیں بہت مشکل نہ معلوم ہوتا تھا۔ اسی طرح انھیں یقین تھا کہ ان کی موت کے بعد ان کا با اثر قانونی وارث ان کے ٹمیلے رنگ کے بنک کے کاروبار کو امریکن روایات کے احیاء میں جاری رکھے گا۔ لہٰذا انھوں نے لڑکے کو وطن بھیج دیا۔ رالف نے کافی عرصہ ایک امریکن درس گاہ میں گزارنے کے علاوہ ایک امریکن یونیورسٹی سے سند بھی حاصل کی اور انگلستان لوٹ آیا۔ اس کی واپسی پر اس کے باپ نے اندازہ لگا لیا کہ اب وہ سو فیصد امریکن بن چکا ہے۔ تب اسے بڑے اطمینان سے اوکسفرڈ میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن صد افسوس کہ اوکسفرڈ نے ہارورڈ کا خاتمہ بالخیر کر دیا اور آخر کار رالف نے خالص انگریز بن کر ہی دم لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی گو ظاہری طور پر وہ اس ملک کے رسم و رواج کا پابند تھا لیکن اس کے ذہن کو

اب بھی اپنی آزادی زیادہ پسند تھی۔ کوئی چیز رالف پر اپنا دیرپا تاثر نہ چھوڑتی۔ فطرتاً مہم جو تھا۔ زندگی اس نے ایک ایسے نوجوان کی حیثیت سے شروع کی جس کا مستقبل بعید امید افزا سمجھا رہا تھا۔ اوکسفرڈ میں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ لوگ کہتے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک صاحب نظر نوجوان امریکا اپنے لیے کوئی علٰحدہ راستہ اختیار نہیں کر سکتا۔ شاید وطن میں یہ ممکن ہو سکتا۔ (یہ نکتہ بھی خاصا پُراسرار تھا کہ اگر یوں ہوتا تو کیا ہوتا) مسٹر ٹوشٹت رالف کو امریکہ بھیجنے کے لیے رضامند ہو بھی جاتے وہ رضامند قطعی نہیں تھے، اب بھی باپ سے یہ ہزاروں میل کی دوری رالف کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ اپنے بابا کو اپنا بہترین دوست سمجھتا تھا۔ ان کا مداح تھا اور ان کا مطالعہ کرنے میں اسے لطف آتا تھا۔ ڈینیل ٹوشٹت اس کے نزدیک ایک بےحد غیر معمولی ذہن و دماغ کے انسان تھے۔ بنک کی تجارت کے اسرار و رموز سمجھنا اس کے بس کا روگ نہ تھا لیکن اس میدان میں وہ اپنے باپ کو یکتائے روزگار خیال کرتا تھا۔ مسٹر ٹوشٹت نے خود کو اس ملک میں مدغم ہو جانے سے بچائے رکھا تھا۔ وہ ہارورڈ اور اوکسفرڈ میں سے کسی ایک جگہ بھی نہ گئے تھے اور یہ ان کا اپنا قصور تھا کہ انھوں نے اپنے بیٹے کے ہاتھ میں جدید تنقید کی کنجی تھما دی تھی۔ امریکیوں کی جا بجا اس لیے تعریف کی جاتی ہے کہ یہ لوگ دوسرے ملکوں کے طور طریقوں کے ساتھ بڑی آسانی سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ لیکن مسٹر ٹوشٹت نے اپنی قومیت کی خوبُو اب تک نہ چھوڑی تھی۔ رالف یہ دیکھ کر خوش ہوتا کہ ان کے لب و لہجے میں سرسبز و شاداب نیو انگلینڈ کا اثر اب بھی باقی ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے غیر ملکیوں سے بھائی چارہ بھی قائم رکھا تھا۔ ان کی سماجی حیثیت، جس کی انھوں نے کبھی زیادہ پروا نہ کی، اپنی جگہ پر مسلّم تھی۔ لیکن ان کے پاس تصور اور تاریخی شعور دونوں کا فقدان تھا۔ وہ مختلف النوع تاثرات جو ہر اجنبی انگلستان سے حاصل کرتا ہے، ان کے ذہن پر کبھی مرتسم نہ ہوئے۔ امریکہ اور انگلستان کے بہت سے اختلافات ایسے تھے جو انھیں کبھی نظر نہ آئے۔ بہت سی عادتیں تھیں جو انھوں نے اختیار نہیں کیں۔ بہت سے ابہام تھے جن کی

وضاحت کا انھیں خیال ہی نہیں آیا۔ لیکن کبھی وہ ان اسرار کی ٹوہ میں لگ جاتے تو ان کا بیٹا انھیں اتنے لاڈ سے نہ دیکھتا۔

اوکسفرڈ کے بعد چند سال رالف نے سیاحت میں تبائے۔ پھر اپنے باپ کے بنک کی ایک اونچی تپائی پر جا بیٹھا۔ اس کی ٹانگیں بہت لمبی تھیں اس لیے کھڑے کھڑے یا ٹہل ٹہل کر کام کرنا اسے زیادہ اچھا لگتا۔ لیکن صرف اٹھارہ مہینے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ اس کی صحت جواب دے رہی ہے۔ تپ دق کے اس اچانک حملے کی وجہ سے اسے سارا کام چھوڑ چھاڑ اپنی صحت کی دیکھ بھال میں لگ جانا پڑا۔ اس بیماری نے اسے شدید ترین دماغی الجھنوں میں مبتلا کر دیا۔ پہلے پہل اس نے اپنے مرض کا مذاق اڑایا۔ گویا وہ خود وہ انسان نہیں جو علیل ہے۔ یہ کوئی دوسرا شخص ہے جس کی تندرستی کی طرف سے وہ فکر مند رہتا ہے۔ کوئی اور اجنبی، جس کے اور خود اس کے درمیان کوئی چیز بھی مشترک نہیں۔ یہ دوسرا شخص مزید ملاقاتوں کے بعد اس کا شناسا بن گیا۔ اور رفتہ رفتہ آخر رالف کے دل میں اس کے لیے ایک نوع کی مخاصمت آمیز رواداری اور خاموش سی تکریم کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ بدقسمتی انوکھی، متضاد شخصیتوں کو یکجا کر دیتی ہے۔ رالف نے بھی زیادہ توجہ سے اس دوسرے بیمار آدمی کی تیمارداری شروع کر دی تاکہ یہ بے چارہ کم از کم زندہ ہی رہ سکے۔ اب اس کے ایک پھیپھڑے کا زخم مندمل ہو رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اگر وہ بھی ان صحت بخش مقامات پر جا جا کر رہا جہاں مدقوق انسان عموماً جمع ہوا کرتے ہیں تو دو جن بھر جاڑے اس دنیا میں شاید اور گزار دے۔ اسے لندن سے بڑی محبت تھی اور اس جلاوطنی پر اسے شدید غصہ آیا۔ لیکن پھر اپنے نئے حالات سے بھی اس نے سمجھوتہ کر لیا۔ اب وہ موسم سرما دوسرے دیسوں میں بسر کرتا۔ دن بھر دھوپ سینکا کرتا۔ تیز ہوائیں چلتیں تو کمرے کے اندر محصور ہو جاتا۔ بارش ہوتی بستر میں جا چھپتا۔ ایک دو بار جب کئی روز تک مسلسل برفباری ہوتی رہی تو وہ ایک سرے سے پلنگ پر سے اٹھا ہی نہیں۔ خاموش بے تعلقی کا زاد راہ —— ایک ایسے کیک کے مانند جو بچپن میں آیا نے پہلے روز مدرسے جاتے وقت اس کے بستے میں چھپا رکھا تھا۔ اس کا معاون و مددگار ثابت ہوا۔ اس بے تعلقی نے اسے

قربانی سے مفاہمت کرنے کا سبق سکھایا۔ اس کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس نے خود سے کہا کہ بہر حال اسے زندگی میں ایسے کون سے تیر مارنے تھے لیکن اس نے ہمت تو نہ ہاری تھی۔ پھر شجرِ ممنوعہ کی خوشبو کی لپٹ اس کے پاس سے ہو کر گزر جاتی اور اسے یاد دلاتی کہ عمل کی گہما گہمی اور سرگرمی کتنی عظیم مسرت ہے۔ اس کی موجودہ زندگی تو کسی کتاب کا خراب ترجمہ پڑھنے کے برابر تھی ـــ کہاں وہ ایک زمانے میں ایک زبردست ہفت زبان بننا چاہتا تھا ـــ اس کے لیے اکثر جاڑے بہت خوشگوار ثابت ہوتے اکثر بے حد تکلیف دہ۔ کبھی کبھی وہ یہ تصور کر کے بھی خوش ہو لیا کرتا کہ اب اچھا ہوتا جا رہا ہے۔ جن واقعات کے تذکرے کے ساتھ یہ کہانی شروع ہوئی ہے ان سے کوئی تین برس قبل یہ خوش آئند تصور بھی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گیا۔ ان دنوں وہ انگلستان میں خلافِ معمول زیادہ عرصے تک ٹھہرا رہا تھا۔ الجزائر جاتے ہوئے راستے میں اسے بے حد خوفناک موسم سے دوچار ہونا پڑا۔ الجزائر وہ بہت بری حالت میں پہنچا اور کئی ہفتے اس نے موت و زندگی کی سرحد پر گزارے ـ اس خطرناک علالت سے افاقہ بھی ایک معجزہ تھا۔ لیکن ایسے معجزے اس نے سوچا کہ زندگی میں خالی ایک بار ہوتے ہیں۔ اسے لگا اب کہ بالآخر وقتِ رخصت آن پہنچا ہے اب اسے اپنی آنکھیں پوری طرح کھلی رکھنا چاہئیں۔ موت تک کا یہ وقفہ ہنس بول کر گزار دینا چاہیے ـــ اس کی دماغی صلاحیتوں، حسیات اور ادراک کا اب خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس احساس سے اس نے عجیب و غریب طور پر لطف اندوز ہونا شروع کیا۔ اس نے سوچا غور و فکر کی مسرت کا آج تک کسی نے اندازہ ہی نہ لگایا تھا۔ ایک زمانہ تھا جب اسے خیال آتا کہ اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کی خواہش کو ترک کرنا اس کے لیے بے حد دشوار ہے۔ یہ خواہش بہت مبہم اور کیف انگیز تھی لہٰذا کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتی۔ وجدانی طور پر اپنے احتساب کی عادت ڈالنے کے لیے اسے بڑی جد و جہد کرنا پڑی تھی لیکن اب وہ اپنے دوستوں کو زیادہ ہشاش بشاش نظر آتا۔ وہ عقلمندی سے سر ہلا کر کہتے، دیکھ لینا رالف اب بہت جلد اچھا ہو جائے گا۔

اپنے نئے مشہود کی اس جاذبیت نے اسے چونکا دیا۔ محبت کرنے کا تصوّر۔ کسی کا محبوب بننے کے تصوّر سے علیحدہ ــــ اس کی کائنات کے مختصر سے نقاکے میں اب بھی کافی اہمیت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو اظہار خیال کی افراتفری سے بچائے رکھا۔ اس نے طے کیا کہ اپنی خالہ زاد بہن کے دل میں اسے کسی طرح کی لگن نہ لگانا چاہیے۔ نہ خود وہ کوشش کے باوجود بھی اس کے من میں کوئی جوت جگا سکے گی۔

"اب اس لڑکی کے متعلق بتائیے۔ آپ اس کے ساتھ کیا کرنے والی ہیں" اس نے ماں سے سوال کیا۔

"میں تمہارے باپ سے کہوں گی کہ تین چار ہفتوں کے واسطے اسے "گارڈن کورٹ" میں ٹھہرالیں۔"

"اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ بابا اسے لامحالہ خود ہی مدعو کریں گے۔"

"پتا نہیں۔ کریں نہ کریں۔ وہ میری بھانجی ہے۔ ان کی نہیں۔"

"خدایا! یہ احساسِ ملکیت بھی کس قدر زوردار چیز ہے! اچھا پھر اس کے بعد آپ اس کا کیا کیجیے گا؟"

"اسے پیرس لے جاؤں گی وہاں اس کے لیے کپڑے خریدوں گی۔"

"خوب۔ پھر ـــ؟"

"پھر فلورنس میں اپنے ساتھ موسم خزاں بسر کرنے کی دعوت دوں گی۔"

"غیر ضروری تفصیلات سے آگے آپ کبھی نہیں جاتیں: میں پوچھ رہا ہوں آپ اس کا کریں گی کیا؟"

"اپنا فرض ادا کروں گی اور کیا کروں گی۔ غالباً تمھیں اس پر ترس آرہا ہے۔"

"قطعی نہیں۔ وہ دوسروں کا ترحم حاصل کرنے کی خواہشمند بالکل نظر نہیں آتی مجھے تو اس پر رشک آرہا ہے۔ بہر حال۔ خدارا یہ بتائیے کہ آپ کے فرائض اس سلسلے میں کیا ہیں؟"

"پہلے چار یورپین ممالک کی سیر کرا ؤں گی۔ ان میں سے دو کا انتخاب اس کی مرضی پر چھوڑ دی ہوں۔ علاوہ ازیں اسے فرانسیسی میں مہارت حاصل کرنا ہے۔ گو فرانسیسی

اسے پہلے ہی بہت آتی ہے۔"

"آپ دونوں کی کیسی گزر رہی ہے؟"

"تمہارے نزدیک میں بہت روکھی پھیکی آدمی ہوں لیکن آزابل مجھے ایسا نہیں سمجھتی ہم دونوں کو معلوم ہے کہ ایک دوسرے سے ہماری توقعات کیا ہونا چاہئیں۔"

"اوہ،" رالف نے کہا "یہ تو سب جانتے ہیں کہ آپ سے کس قسم کی توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ مجھے زندگی بھر آپ کی کسی بات پر تعجب نہیں ہوا۔ سوا آج کے۔ آپ نے ایک پیاری سی لڑکی سامنے لا کر کھڑی کر دی۔ اور میں اب تک اس کے وجود ہی سے لاعلم تھا۔ یہ کون انوکھی ہستی ہے۔ کس ان دیکھی دنیا سے نکل کر آئی ہے آپ کو کہاں سے مل گئی۔ آپ اس سے کس طرح ملیں ---"

"یہ داستان ایسے شروع ہوتی ہے کہ ملک امریکہ میں ایک شہر ہے البینی وہاں پر ایک شکستہ سے مکان میں میں نے اسے بیٹھا پایا۔ ایک اندھیرے کمرے میں چھپی، کتاب پڑھتی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ باہر بارش ہو رہی تھی اور یہ لڑکی اکتاہٹ کی وجہ سے بالکل نیم جان نظر آتی تھی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اسے خود معلوم نہ تھا کہ اس وقت وہ زندگی سے کس قدر بیزار تھی۔ اب تم کہو گے کہ مجھے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ لیکن میں نے اپنے ضمیر کی آواز پر عمل کیا۔ میں نے سوچا یہ لونڈیا اس لائق ہے کہ اسے باہر لے جا کر دنیا سے متعارف کرایا جائے۔ ایک امریکن لڑکی کی حیثیت سے یہ دنیا کی بہت سی باتوں سے واقف ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ دوسری امریکن لڑکیوں کی طرح یہ بھی مسخرے پن کی حد تک غلط فہمیوں اور مغالطوں میں مبتلا ہے اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ میں اسے ہمراہ کیوں لائی ہوں تو سنو --- اس کی وجہ سے میری اپنی توقیر میں چار چاند لگیں گے۔ اب تو یہی میرا نام روشن کرے گی۔ میرا سہارا بنے گی۔ میں نے اپنی بہن کی اولاد کو مدتوں سے نہیں دیکھا تھا۔ مجھے ان بچیوں کا باپ سخت ناپسند تھا۔ لیکن میں جانتی تھی کہ یہ لوگ یتیم رہ جائیں گی تو میں ہی ان کی دستگیری کروں گی۔ دو بہنیں اور ہیں۔ میں نے خالی بڑی والی کو دیکھا ہے۔ وہ تو اس خیال ہی سے اچھل پڑی

کہ میں از ابل میں دلچسپی لے رہی ہوں۔ کہنے لگی کہ صرف اسی ہمدردی کی اس کی بہن کو حاجت ہے۔ وہ از ابل کا ذکر اس طرح کرتی ہے جیسے یہ بڑی گیانی، خاص الخاص حکیم جالینوس کی بیٹی ہے۔ بلی کی شدید تمنا تھی کہ میں اسے اپنے ساتھ یورپ لے آؤں۔ امریکہ میں تو ایسا لگتا ہے کہ سب کے سب یہاں ہجرت کر آنے کے لیے مرے جا رہے ہیں۔ از ابل خود یہاں آنے کی بہت مشتاق تھی۔ اس کا انتظام بھی آسانی سے ہو گیا۔ روپے کا سوال ذرا ٹیڑھا تھا۔ اسے کسی کا احسان لینے سے سخت نفرت ہے۔ اپنی تھوڑی سی مستقل آمدنی ہے اور یہی تصور کر رہی ہے کہ اپنے خرچ پہ سیاحت میں مصروف ہے۔"

رائف بڑے غور سے سنتا رہا۔

"یہ ایسی گیانی ہے تو عشق و مشق بھی اس کے گیان میں آ سکتا ہو گا۔"

"شروع میں میرا بھی خیال تھا کہ یہ اس میدان میں بڑی ہوشیار ہو گی۔ لیکن اندازہ غلط نکلا۔ دراصل تم آسانی سے اس کے لیے کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے۔"

"گویا وار برٹن بھی غلطی پہ ہے۔" رائف نے مسرت سے کہا۔

مسز توشیت نے سر ہلایا۔ "لارڈ وار برٹن اسے کبھی نہ سمجھ پائیں گے۔ انھیں اس کی کوشش کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔"

"وار برٹن بڑا ٹیڑھا جن ہے۔ لیکن کبھی کبھی تو اسے بھی چکر میں پڑنا چاہیے۔" پھر رائف دریچے سے باہر دیکھنے لگا۔ "آپ بابا سے ملنے نیچے نہیں آئیں گی؟"

"ابھی پونے آٹھ نہیں بجا۔"

رائف نے گھڑی دیکھی۔ "از ابل کے متعلق کچھ اور بتائیے۔"

"باقی تحقیق و تفتیش اب تم خود کر و۔"

رائف کچھ دیر سوچتا رہا۔ "یہ آپ کا نام تو یقیناً روشن کر سکتی ہے لیکن آپ کو اس کی وجہ سے پریشانیاں تو نہ اٹھانا پڑیں گی؟"

"اس کی امید تو نہیں ہے۔ بہر صورت میں اس کی ذمہ داری سے دست بردار نہ ہوں گی۔ میں ایسا کبھی نہیں کرتی۔"

"اس لڑکی میں نخوت بالکل نہیں ہے"۔
"ایسے لوگ پریشان کن نہیں ہوتے"۔
"نہیں۔ نخوت خود آپ میں نہیں ہے اور آپ نے آج تک کسی کو پریشان نہیں کیا۔ دوسروں کو تنگ کرنا بذاتِ خود بڑی صعوبت کا کام ہے۔ مگر آپ نے یہ اب تک نہ بتایا کہ آپ اس کا بنائیں گی کیا؟"
"تم تو یوں کہہ رہے ہو گویا لڑکی نہیں گز بھر چھینٹ کا کپڑا ہے۔ میں اس کا کچھ بھی نہیں بناؤں گی، وہ خود جو اس کے جی میں آئے گا کرے گی۔ اس نے پہلے ہی مجھے مطلع کر دیا ہے۔ اپنے بابا کے پاس چلو"۔
رائف نے سہارے کے لیے اپنا بازو پیش کیا۔ دونوں ماں بیٹے زینے پر آگئے۔ گھسے ہوئے سیاہ شاہ بلوط کی نیچی اور چوڑی چوڑی سیڑھیوں والے اس زینے کی وجہ سے بھی گارڈن کورٹ بہت مشہور تھا "اُس کی شادی کر دینے کا آپ کا ارادہ نہیں؟"
رائف نے ٹھٹھک کر مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔
"شادی — ؟ اس کے ساتھ ایسی ستم ظریفی میں تو کر نہیں سکتی۔ اس کے علاوہ اسے ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ اپنی شادی خود کر سکتی ہے"۔
"یعنی اپنے شوہر کا انتخاب کر چکی ہے؟"
"معلوم نہیں۔ بوسٹن میں ایک ڈھنگا تھا تو سہی"۔
مسز ٹوشیت پہلے ہی کہہ چکی تھیں کہ باقی تحقیق و تفتیش اسے براہِ راست خود کرنا چاہیے۔ اس کا موقع بھی رائف کو جلد ہی مل گیا۔ کھانے کے بعد وہ ایوانِ نشست میں اکیلے رہ گئے تو اس نے اپنی اس رشتے دار لڑکی سے باتیں شروع کیں۔ لارڈ وار برٹن کا گھر یہاں سے دس میل کے فاصلے پر تھا۔ اور انھیں اپنے گھوڑے پر جانا تھا۔ لہٰذا وہ رات کے کھانے سے پہلے ہی واپس لوٹ چکے تھے۔ مسٹر و مسز ٹوشیت بھی اس اثنا میں اپنی رسمی بات چیت ختم کرنے کے بعد اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔ ازابل نے دن بھر سفر کیا تھا لیکن اسے تکان محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تھک کے چُند چُند

ہو جاتی تب بھی یہی ظاہر کرتی کہ بے حد تر و تازہ ہے)۔میں اس سمے بہہ رہی ہوں۔لہروں پر محض بہے جا رہی ہوں۔اس نے دل میں کہا اور بآوازِ بلند رآلف سے تصویریں دکھانے کی فرمائش کی۔سارا مکان تصویروں سے ٹپا ٹپ تھا۔بہت سارے شاہکار شاہ بلوط کی ایک غلام گردش میں آویزاں تھے۔ان میں سے بیشتر کا انتخاب رآلف کا اپنا تھا۔شام کی روشنی ان کے مطالعے کے لیے ناکافی تھی۔رآلف نے یہ مشغلہ دوسرے روز پر اٹھا رکھنا چاہا۔

"میں تو ابھی دیکھوں گی۔"

"تم دوسروں کی تجویزیں کبھی بھی منظور نہیں کرتیں!" رآلف نے دل میں سوچا لیکن ازابل کے اس انہماک سے وہ محظوظ ہو رہا تھا۔طاقچوں میں جو کنول روشن تھے ان کا دھندلا اجالا گہرے رنگوں اور مدھم سنہرے چوکھٹوں کے مبہم سے تسلسل پر بکھر رہا۔غلام گردش کا روغنی فرش اس دھندلکے میں دھیما دھیما جھلملا رہا تھا۔شمعدان ہاتھ میں اٹھائے رآلف ادھر ادھر گھومتا رہا۔ازابل اکثر تصویروں کے سامنے ٹھٹھک کر بے ساختگی سے تعریف کر اٹھتی۔رآلف نے محسوس کیا کہ وہ فطرتاً نقاد ہے اور خوش ذوق۔پھر اس نے ایک موم بتی خود اٹھا لی اور اسے اونچا اٹھا کر اِدھر اُدھر گھماتی رہی۔اور اس سمے رآلف کو دفعتاً یہ احساس ہوا کہ تصویروں کے بجائے گیلری کے وسط میں کھڑی ہوئی یہ لڑکی اس کی توجہ کا سارا مرکز ہے۔ان خوب صورت فن پاروں سے زیادہ قابلِ ذکر ہے۔دبلی پتلی، ہلکی پھلکی، سرو قد۔لوگ اسے اپنی دونوں بہنوں سے علاحدہ شناخت کرنے کی غرض سے عشق پیچاں کی بیل سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔اس کے بال تقریباً سیاہ تھے۔آنکھوں کی پتلیوں کا رنگ گہرا سرمئی۔اور ان میں نرمی اور فراخدلی جھلکتی تھی۔وہ دونوں تصویر خانے کے ایک سرے سے دوسرے تک ٹہلنے میں مشغول رہے۔

"اس وقت مجھے آرٹ کے متعلق بڑی نئی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔" ازابل نے کہا۔

"علم کی اتھاہ پیاس۔!!"

"شاید۔ عموماً لڑکیاں اس قدر خوفناک طور پر جاہل ہوتی ہیں۔"

"تم مجھے دوسری لڑکیوں سے بہت مختلف معلوم ہوتی ہو۔"

"اچھا۔" آزابل نے زیرِ لب کہا۔ وہ اس وقت اپنے متعلق مزید گفتگو نہ کرنا چاہتی تھی۔ موضوع تبدیل کرنے کی غرض سے اس نے پوچھا۔ "اچھا یہ تو بتائیے یہاں کوئی بھوت بھی رہتا ہے؟"

"بھوت؟"

"ہاں۔ آسیب، جو قلعوں اور محلوں میں رہتے ہیں۔ امریکہ میں انھیں بھوت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"یہاں بھی ہم انھیں اسی لقب سے یاد کرتے ہیں۔"

"ایسے رومانوی سے مکان میں تو بھوت ضرور بالضرور نظر آنے چاہئیں۔"

"اس مکان میں رومان کا گزر کہاں۔ اپنے ساتھ جو رومان تم لائی ہو اس کے علاوہ یہاں کچھ موجود نہیں۔ میرے اور میرے والد کے علاوہ یہاں کوئی تیسرا شخص نہیں رہتا۔ اپنی رومانیت کو یہاں بے حد محفوظ سمجھو۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

آزابل نے ایک لمحے کے لیے اسے غور سے دیکھا۔ "آپ کے اور آپ کے بابا کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں؟"

"اماں ہیں۔"

"ان کو میں جانتی ہوں۔ اور کوئی عزیز و اقارب؟"

"بہت تھوڑے سے۔"

"میں تو بہت سارے لوگوں سے ملنا اور انھیں جاننا چاہتی ہوں۔"

"تمھیں محظوظ کرنے کے واسطے ہم قصبے کے معززین کو بلایا کریں گے۔"

"میرا مذاق نہ اڑائیے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ صاحب کون تھے جب

میں آئی تھی وہ سبزے پر ٹہلتے تھے۔"

"وہ اسی قصبے میں رہتے ہیں۔ وہ بھی ہمارے یہاں کبھی کبھار ہی چلے آتے ہیں۔"

"مجھے تو وہ بہت اچھے لگے۔"

"واقعی ؛ لیکن تمھیں ان سے کوئی بات کرنے کا وقت ہی کہاں ملا۔۔۔"

رآلف نے اعتراضاً کہا۔

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ مجھے وہ بنا بات کیے ہی بہت اچھے لگے۔ آپ کے بابا بھی مجھے پسند آئے۔ بچارے اتنے بیمار ہیں۔"

"ان کی دیکھ بھال میں مدد کرو۔ مجھے یقین ہے تم بہت اچھی تیمار دار ہو۔"

"پتا نہیں، کہا جاتا ہے میں اس سلسلے میں بالکل کوری ہوں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے بلا ضرورت بے انتہا خیالات الم غلم اپنے دماغ میں ٹھونس رکھے ہیں۔ آپ نے بھوت کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

رآلف نے اس کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ "تمھیں بابا اور آربرٹن پسند آئے۔ اماں کیسی لگتی ہیں؟"

"آپ کی ماں مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔ کیونکہ۔۔" اس نے کوئی معقول سبب تلاش کرنے کی کوشش کی۔۔ "کیونکہ نہ وہ یہ توقع کرتی ہیں کہ ان کو سراہا جائے نہ ان کو اس کی پروا ہے کہ لوگ انھیں کیسا سمجھتے ہیں۔"

"چنانچہ اماں کا یہ انوکھا پن آپ کو بھایا ہے! اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں عین مین اپنی ماں کی طرح ہوں!"

"غلط، آپ تو برابر کوشاں رہتے ہیں کہ آپ کو پسند کیا جائے۔"

"واقعی تم بڑی گیانی ہو!"

"لیکن اس کے باوجود آپ بھی مجھے بہت اچھے معلوم ہوئے۔ اب اس بحث کو ختم کرنے کے لیے لازم آیا کہ آپ مجھے ایک عدد بھوت کے درشن کرا دیجیے۔"

رآلف نے افسردگی سے سر ہلایا۔ "میں تو تمھیں دکھلا سکتا ہوں لیکن خود تمھیں

یہ کبھی نظر نہیں آئے گا۔ یہ اجارہ ہر ایک کو حاصل نہیں۔ اور یہ اجارہ بہت زیادہ قابلِ رشک بھی نہیں۔ تمھاری ایسی کم عمر، مسرور اور معصوم ہستیوں نے یہ بھوت آج تک نہیں دیکھا۔ اسے دیکھنے کے لیے تمھیں بہت سی تکلیفیں اٹھانا پڑیں گی۔ شدید کرب، تلخ تجربے۔ تب کہیں جاکر تمھاری آنکھیں اس کے درشن کے لیے وا ہو سکیں گی۔ میں عرصہ ہوا اسے دیکھ چکا ہوں۔"

"میں نے ابھی آپ سے کہا تھا کہ میں بھی اپنے تجربوں میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"خدا نے تمھاری تخلیق رنج اٹھانے کے لیے نہیں کی۔ تم نے دکھ نہیں سہے ہیں کاش یہ بھوت تمھیں کبھی نظر نہ آئے۔"

وہ دھیان سے راألف کی باتیں سنتی رہی۔ راألف نے دیکھا کہ اس لڑکی کی دلکشی اور تمکنت میں تھوڑا سا تکبر بھی شامل ہے۔ اس کے ہونٹوں پر تبسم تھا لیکن اس کی آنکھوں میں سنجیدگی جھلک رہی تھی۔ دراصل یہی خصوصیت اس کی کشش کا ایک جزو تھی۔

"میں خائف نہیں ہوں۔" اس نے کہا۔ اس نے کہا۔ اس بات سے بھی غرور ٹپکتا تھا۔

"تمھیں مصیبتوں سے ڈر نہیں لگتا؟"

"لگتا ہے لیکن میں وا ہموں، دماغ کے بھوتوں سے نہیں ڈرتی۔ میں سمجھتی ہوں لوگ کرب میں مبتلا ہونے کے لیے بڑی آسانی سے تیار ہو جاتے ہیں۔"

"تم غم سے واقف نہیں ہو۔" راألف نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔"

"نہیں۔ یہ قصور نہیں ہے۔" راألف نے کہا۔ "یہ مضبوطی تو ایک وصف ہے۔"

"فرق صرف یہی ہے کہ کوئی مضبوط ہو تو اسے سخت دل کہا جاتا ہے۔"

وہ چھوٹی نشست گاہ میں سے گزرتے ہوئے دیوان خانے میں آئے اور زینے کے نیچے پہنچ کر ٹھٹھک گئے۔ یہاں راألف نے ہاتھ بڑھا کر طاقچے میں سے ایک شمعدان

اتارا اور آزابل کے ہاتھ میں دے دیا۔

"دوسروں کی کبھی پرواہ نہ کرنا۔ دکھ اٹھانے والوں کو اس دنیا میں احمق سمجھا جاتا ہے۔ انسان کو ہمیشہ خوش و خرم رہنا چاہیے۔"

وہ شمعدان اٹھا کر ایک قدم شاہ بلوط کی سیڑھی پر رکھ چکی تھی۔

"میں اسی خوشی کی تلاش میں یورپ آئی ہوں۔ شب بخیر۔"

"شب بخیر۔ میں بھی تمھاری کامیابی کے لیے دعا کیا کروں گا۔"

وہ مڑی اور آہستہ آہستہ زینے پر چڑھنے لگی۔ رالف اسے دیکھتا رہا۔ اور پھر ہاتھ جیبوں میں ڈال کے سنسان نشست گاہ کی طرف لوٹ گیا۔

(۶)

آزابل آرچر کے پاس بھانت بھانت کے نظریوں کی افراط تھی۔ اس کا تخیل ہمیشہ سرپٹ دوڑتا۔ خوش قسمتی سے جن لوگوں کے درمیان وہ پیدا ہوئی تھی ان کے مقابلے میں اس کا اپنا دماغ بہت بہتر تھا۔ یہ لوگ اپنے سے برتر ذہن کے ہمیشہ معترف رہتے۔ آزابل کو ایک ایسی غیر معمولی ہستی سمجھا جاتا جس نے ساری ادبیات عالیہ ترجموں کے ذریعے گھول کر پی ڈالی تھیں۔ اس کی پھوپھی مسز ویرین نے ایک بار یہ افواہ پھیلا دی کہ آزابل ایک کتاب لکھ رہی ہے۔ مسز ویرین کو کتابوں سے بڑی عقیدت تھی۔ اور انھوں نے حلفیہ بیان دیا کہ ان کی بھتیجی بھی اب بس "چھپنے" ہی والی ہے۔ یہ بی بی ادبیات کو بہت سراہتی تھیں۔ اس جذبے میں خود ان کی اپنی ذہنی کم مائیگی کا احساس کارفرما تھا۔ ان کا عظیم الشان مکان نقشیں چھتوں اور رنگ برنگے پتھروں والی میزوں سے آراستہ تھا لیکن اس میں کتب خانے کے نام کی کوٹھریا تک نہ تھی۔ ان کی ایک بیٹی کے کمرے میں البتہ چار پانچ غیر مجلد ناول ایک الماری میں پڑے ہوئے تھے۔ عملی طور پر مسز ویرین کی ادب نوازی نیویارک کے رسالے "تماشاگر" کے صفحات تک محدود تھی۔ ان کا یہ کہنا کچھ غلط بھی نہ تھا کہ اس رسالے کو پڑھنے کے بعد تہذیب و تمدن کے مستقبل پر سے سارا بھروسا اٹھ جاتا

تھا۔ چنانچہ وہ اس پرچے کو اپنی لڑکیوں کی پہنچ سے باہر رکھتیں۔ ان کا مصمم ارادہ تھا کہ بیٹیوں کی تربیت نہایت صالح اصولوں پر کی جائے۔ لہٰذا یہ لڑکیاں پڑھنے لکھنے کی طرف سے بالکل بے نیاز تھیں رہیں آزابل تو اس نے کتاب لکھنے یا مصنف بننے کی کوشش کبھی نہ کی تھی۔ اس کے پاس اظہارِ خیال کی قدرت نہ تھی۔ مگر یہ ضرور سوچتی تھی کہ لوگ جو اسے اس قدر اعلیٰ وارفع سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہی سمجھتے ہیں۔ اس کا ذہن جس تیزی سے کام کرتا تھا اس سے ایک طرح کی بے صبری سی پیدا ہوتی تھی اور اس بے صبری کو گڑبڑا کر احساس برتری کا نام بھی دیا جا سکتا تھا۔ آزابل کافی خود پسند تھی۔ اپنی رائے کو ہمیشہ صحیح سمجھتی، اپنی ذات سے اسے جو عقیدت سی تھی اس کا اسے اکثر احساس بھی ہوا۔ سوانح نگار کا فرض ہے کہ اپنے موضوع کا وقار قائم رکھنے کے لیے اس کی غلطیوں اور خامیوں کی طرف سے چشم پوشی کرے۔ لیکن یہ کہئے بنا نہیں رہا جا سکتا کہ آزابل کے خیالات بہت سے دھندلے دھندلے خاکوں کا ایک اُلجھا ہوا مجموعہ تھے۔ کسی ایک صاحب نظر انسان نے انھیں اب تک نہ سلجھایا تھا۔ دنیا کی ہر چیز پر اس کی اپنی رائے موجود تھی جو اکثر خاصی مضحکہ خیز ہوتی۔ اکثر اسے خود پتہ چل جاتا کہ غلطی اسی کی تھی۔ تب وہ بڑے عجز کے ساتھ اس کا پرایشچت کرتی اور اس کے بعد اپنا سر پہلے سے زیادہ اونچا اٹھا لیتی۔ وہ اپنے بارے میں حد سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رہنے سے باز آ ہی نہ سکتی تھی۔ اس کا نظریہ تھا کہ زندگی اسی حالت میں قابلِ اعتنا ہے اگر انسان روشنی، قدرتی سمجھ بوجھ، دل کی ترنگ اور مستقل وجدان کی کیفیت میں زندہ رہے۔ اپنے متعلق شک وشبہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے انسان اپنے بہترین دوست کی طرف سے بدظن ہو جائے۔ انسان کو خود اپنا دوست بننا چاہیے تاکہ اس طرح وہ ہمیشہ اعلیٰ درجے کی صحبت اٹھا سکے۔ وہ عموماً حسن، بہادری اور فیاضی کے متعلق سوچا کرتی۔ اس نے طے کر رکھا تھا کہ دنیا کو ایک ایسی جگہ تصور کرے گی جہاں ہر طرف روشنی تھی۔ وسعت اور عمل کی ہنگامہ آرائی، خوف اور ندامت کے جذبات کس قدر قابلِ نفرت ہوتے ہونگے۔ اسے کامل یقین تھا کہ وہ خود کبھی کوئی غلطی نہ کرے گی۔ کبھی خوفزدہ یا شرمسار نہ ہوگی۔

کمینہ پن، حسد، ریاکاری، بے رحمی، یہ سب چیزیں غالباً بہت بُری تھیں۔ وہ ان سے کبھی متعارف ہی نہ ہوئی تھی۔ اس نے دنیا کا بُرا پہلو بہت کم دیکھا تھا۔ لیکن وہ ان عورتوں سے مل چکی تھی جو جھوٹ بولتی تھیں اور ایک دوسرے کو آزار پہنچانے کی کوشش میں جُٹی رہتی تھیں۔ یہ سب دیکھ کر اسے بڑا غصہ آتا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ بیچاری عورتوں کے خلاف کس طرح کے حربے استعمال کیے جاتے ہیں اور انھیں کس طور کی جوابی کارروائی کرنا پڑتی ہے۔ وہ یہ سوچ کر خوش ہوتی کہ زندگی کے یہ تضاد خود اس کے رویے میں کبھی نظر نہ آئیں گے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں طور پر خوشگوار رہے گا۔ کاش اس پر کوئی ایسی افتاد آن پڑے جس میں وہ اپنے کردار کی ساری بہادری ساری عظمت کا مظاہرہ کر سکے۔ اس کے غلو آمیز خیالات، اس کا اعتماد جو بیک وقت معصوم اور غیر استدلالی تھا، اس کا مزاج جو نرم بھی تھا اور درشت بھی، اس کا تجسس، اس کی نکتہ آفرینی، اس کی بشاشت اور بے نیازی۔ اس کی خوبصورت اور برتر نظر آنے کی تمنا، اس کا دیکھنے، کوشش کرنے، جاننے کا اٹل انداز، اس کی شعلہ خو روح، وقتی حالات سے بُری طرح متاثر ہو جانے کی عادت —— ان سب باتوں کی بنا پر وہ بڑی آسانی سے سائنٹیفک تنقید کا شکار ہو سکتی ہے۔ اسی لیے میری کوشش یہ رہے گی کہ پڑھنے والے اس لڑکی کے کردار کو زیادہ ہمدردی سے دیکھیں۔

آزاد زندگی اس کے نزدیک بڑی نعمت تھی۔ تنہائی یا اکیلے پن کا اسے احساس تک نہ ہوتا تھا۔ یہ الفاظ اس کے خیال میں کمزوری کی دلیل تھے۔ کیسی تنہائی، کہاں کا اکیلا پن۔ وہ اسی میں خوش تھی۔ اکثر اس کی بہن اسے اپنے یہاں بلا بھیجتی۔ اپنے باپ کی موت سے کچھ عرصہ قبل اس نے ایک اور لڑکی سے واقفیت حاصل کی۔ یہ لڑکی اس قدر عمل پرست تھی کہ ازابل نے فوراً اسے اپنا آدرش بنا لیا۔ اس کی یہ نئی سہیلی ہنری اٹیا اسٹیک پول میدانِ صحافت میں اپنے قدم اچھی طرح جما چکی تھی۔ اس کے مکتوب جو وہ واشنگٹن، نیوپورٹ اور وائٹ ماؤنٹین سے لکھ لکھ کر بھیجا کرتی۔ رسالہ "عکاس" میں دھوم دھام سے چھپتے اور بڑے شوق سے پڑھے جاتے۔ ازابل ہنری اٹیا کے ادب کو

بے حد ناپائیدار سمجھتی لیکن ساتھ ہی وہ لکھنے والی کہ ہمت، سرگرمی اور خوش مزاجی کی بڑی مداح تھی۔ ہنری اٹیا کے ماں باپ مرچکے تھے۔ غریب لڑکی تھی۔ اپنی بیمار اور بیوہ بہن کے تین بچوں کو اس نے گود لے رکھا تھا۔ اخباروں میں لکھ کر جو پیسہ کماتی ان بچوں کی تعلیم پر خرچ کرتی۔ بڑی ترقی پسند لڑکی تھی۔ اس کی تمنا تھی کہ یورپ جاکر "عکاس" کے لیے انتہا پسند نقطۂ نظر سے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کرے۔ اسے پہلے سے معلوم تھا کہ یورپ کی کن کن چیزوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنائے گی۔ جب اس نے سنا کہ ازابل یورپ جارہی ہے تو اس نے بھی چلنے کی ٹھانی۔ ازابل کی معیت میں ظاہر ہے۔ یہ سفر بہت خوشگوار رہتا لیکن پھر اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ ازابل کو وہ بہت سراہتی تھی اور اس کا تذکرہ بھی اپنے مضامین میں کرچکی تھی۔ ازابل کو اس تذکرے کی کوئی خاص خوشی نہیں تھی کیونکہ "عکاس" اس کی نظر سے کم ہی گزرتا تھا۔ ازابل کے نزدیک ہنری اٹیا اس حقیقت کا جیتا جاگتا ثبوت تھی کہ عورتیں اپنے پیروں پر کھڑی ہوکر اور اکیلے پن میں بھی خوش باش رہ سکتی ہیں۔ اگر آپ اخبار نویس نہیں بن سکتیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی دوسرا پیشہ بھی اختیار نہ کیجیے اور خالی بیٹھی ایک سطحی اور نکمی زندگی بسر کرتی رہیے۔ انسان ذرا سا صبر کرے تو کوئی نہ کوئی کام ہاتھ میں آہی سکتا ہے۔ ازابل کے دماغ کے اس بھانتی کے بارے میں شادی بیاہ کے متعلق بھی چند اٹل نظریے موجود تھے۔ پہلا تو یہ کہ شادی کو اتنی اہمیت دینا ہی سخت گھٹیا اور پوچ بات ہے۔ جب کبھی اس نے اس مسئلے کے متعلق ذرا دھیان سے سوچا فوراً ہڑبڑا کر خدا سے دعا مانگی کہ اسے اس سوچ بچار سے جلد از جلد نجات ملے۔ شادی کرنا سخت چھچھوراپن ہے۔ جنسِ مخالف سے تعلق رکھنے والے تقریباً سب کے سب ایسے اکھڑ اجڈ ہوتے ہیں۔ ذہن ان کے کھردرے، رعنائی خیال سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔ بھلا اس مخلوق کے ساتھ کوئی کیسے خوش رہ سکتا ہے۔ ازابل کی دعائیں ایک حد تک قبول ہوتی رہیں۔ اس کے ناکام خواستگار جنھیں تجزیے کا ذرا سا بھی شوق ہوتا، اس کی اس ذہنی پاکیزگی اور غرور کو سرد مزاجی اور اکل کھرے پن سے تعبیر کرتے۔ اسی وجہ سے وہ کسی ممکن شوہر کے متعلق

مزید بیاس آرائی کرنے سے باز رہی۔ بہت کم مرد اسے ایسے نظر آئے جن کی خاطر شادی جیسی تباہ کن مہم شروع کی جاتی۔ اکثر وہ یہ سوچ کر مسکرا اٹھتی کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو اس کے امیدوں کے چراغ اور اس کے صبر کے میٹھے پھل کے روپ میں پیش کرنا چاہے گا۔ کہیں دور اس کے دل کی گہرائیوں میں ایک یقین چھپا بیٹھا تھا کہ کبھی نہ کبھی ایک خاص طرح کا اجالا اسے چاروں طرف سے گھیر لے گا اور اس کے دھندلکے میں وہ خود سپردگی پر آمادہ ہو جائے گی۔ اس اجالے کا تصور اس قدر طاقتور اور مہیب تھا کہ اس میں سے ساری دلکشی غائب ہو گئی تھی۔ اس کے خیالات اس مخصوص تصور کے چاروں طرف منڈلاتے لیکن دیر تک اس کے سامنے نہ ٹھہر سکتے اور خطرے کی گھنٹیوں کے شور میں غائب ہو جاتے۔ اکثر اسے خیال آتا وہ اپنی ذات کو بے حد اہمیت دے رہی ہے۔ اگر کوئی اسے خود پرست کہہ کر پکارتا تو اسے سخت غصہ آتا۔ لیکن وہ پہروں اپنے مستقبل، اپنی تکمیل کے متعلق منصوبے بنایا کرتی۔ اس کی خود بینی میں ایک باغیچے کی سی کیفیت تھی۔ جہاں پھولوں کی ہلکی سی مہک تھی اور سایہ دار درختوں کی سرسراتی شاخیں، اور دور دور تک پھیلی ہوئی روشیں۔ اپنے خیالات کی دنیا میں کھو جانے کا مطلب تھا گویا بس چھتری اٹھائی اور ہوا خوری کے لیے نکل گئے۔ روح کی ان انجانی گہرائیوں اور کونوں کھدروں میں اتر جانے میں کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ واپسی پر دامن گلاب کے پھولوں سے پُر ہوتا تھا لیکن پھر اسے یہ بھی یاد آتا کہ اس کی آتما کے اس قابلِ تعریف گلستان کے علاوہ اور مرغزار بھی ہیں۔ بہت سی ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں کبھی پھول نہیں کھلتے جہاں صرف اندھیرا ہے اور بیہڑ ہیں۔ جہاں نقطۂ مجبوری اور دکھوں کا ہجوم ہے۔ انگلستان سے اس خوبصورت پرانے دیس میں وہ خود موجود تھی۔ جستجو اور اشتیاق کی دھارا اپنی لہروں پر بہا کر اسے بہت دور لے جا سکتی تھی۔ اس پر بہتے بہتے اسے اکثر اپنے آپ کو یاد دلانا پڑتا کہ ہزاروں انسان ایسے بھی ہیں جو بہت دکھی ہیں۔ اپنے ذہن کی آسائش اور آسودگی کے حصار میں محفوظ رہتے ہوئے باہر کی دنیا کے دکھوں کا کیا کرنا چاہیے۔ اس خیال نے اسے

زیادہ نہ ستایا کیونکہ وہ ابھی بہت کم عمر تھی۔ زندہ رہنے کے لیے بے قرار۔ اور غم و آلام سے یکسر ناواقف۔ گھوم پھر کر وہ اس نظریے پر واپس لوٹ آئی کہ زندگی کے مجموعی تاثرات کے زادِ راہ کو ساتھ لے کر اسے اپنا سفر شروع کرنا چاہیے۔ غلطیوں کے ازالے کے لیے ایک مجموعی تاثر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد جب وہ خود چاروں طرف سے محفوظ ہو بیٹھے تب دوسروں کی بدقسمتیوں پر بھی دھیان دے گی۔ پہلے تو ان مسائل کو حل کرنا ہے۔

انگلستان اس کے لیے گویا ایک انکشاف تھا۔ جس طرح بچے نوٹنکی کا تماشا مبہوت ہو کر دیکھتے ہیں اسی طرح وہ اس ملک کے نظارے میں محو ہو گئی۔ لڑکپن میں اس نے صرف یوروپ کو دیکھا تھا۔ اور وہ بھی اپنی نرسری کے دریچے میں سے۔ لندن کے بجائے اس کے باپ کا تیرتھ استھان پیرس تھا۔ اور اس کی دلچسپی کے ٹھکانوں پر ظاہر ہے کہ بچے اس کے ساتھ نہ جا سکتے تھے۔ اس زمانے کی یاد بھی اب دھندلا چکی تھی۔ انگلستان، اس پرانی دنیا کی ہر کیفیت، ہر خصوصیت اسے بے پناہ کشش کی حامل نظر آتی۔ اس کے خالو کے دیہاتی محل میں یوں لگتا جیسے کسی تصویر میں سچ مچ داخل ہو گئی ہے۔ گارڈن کورٹ کی بھرپور فضا نے ایک نئے عالم رنگ و بو سے اسے متعارف کیا۔ ایک انوکھی آسودگی سے روشناس ہوئی۔ وسیع نیچے کمرے، جن کی چھتیں گھٹی ہوئی اور کونے تاریک تھے۔ عمیق موکھے، طرح طرح کی کھڑکیاں، دیواروں کی چوبی سطح کے روغن پر پھیلی ہوئی خاموش روشنی۔ باہر کی ہری بھری فضا کے رنگوں کی گہرائی۔ یہ جگہ جہاں آوازیں محض اتفاقی معلوم ہوتیں۔ جہاں قدموں کی چاپ زمین کے سکون میں گھل مل کر رہ جاتی۔ جہاں لمس کا سارا بھدا اور کھردرا پن، بات چیت کا کرخت شور ہوا کی نرمی میں گم ہو جاتا۔ اپنے خالو سے ازابل کی بہت پکی دوستی ہو گئی۔ وہ اکثر سبزے پر ان کے پاس جا بیٹھتی۔ مسٹر ٹو شٹ کسی خانہ زاد دیوتا کی طرح سکون سے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے بیٹھے تازہ ہوا کھاتے رہتے۔ اس سمے وہ اس قسم کا خدا اٹے محنت نظر آتے جو اپنا کام ختم کر چکا تھا۔ جسے مہینے کے مہینے تنخواہ مل جاتی

تھی اور جو مکمل فرصت اور چھٹی کے اس احساس کا عادی ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ گھنٹوں آزابل کو چہچہاتے سنتے (آزابل کی گفتگو انھیں چڑیوں کی چہکار ایسی معلوم ہوتی) بیشتر امریکن لڑکیوں کی طرح آزابل کو بھی اظہار خیال کی مکمل آزادی حاصل تھی۔ مسٹر تو شیت اس کی باتیں بڑے دھیان سے سنتے۔ اس کی رائیں معلوم کرتے۔ اس کے جذبات کا اندازہ لگاتے، گو یہ دوسری بات تھی کہ اس کی اکثر رائیں خاصی بے وقعت ہوتیں اور اس کے جذبات اظہار کی سرحد تک پہنچتے ہی ہوا میں منتشر ہو جاتے تھے۔ اسے دیکھ کر مسٹر تو شیت کو اپنی بیوی کی نوجوانی کا زمانہ یاد آجاتا۔ مسز تو شیت بشاش غیر مصنوعی، معاملہ فہم اور حاضر جواب تھیں۔ انھیں خصوصیات کی وجہ سے مسٹر تو شیت ان کے عشق میں مبتلا ہوئے تھے۔ یہی سارے اوصاف ان کی بھانجی میں موجود تھے۔ اس مشابہت کا ذکر انھوں نے آزابل سے کبھی نہیں کیا۔ کیونکہ گو مسز تو شیت کسی زمانے میں آزابل کی ایسی رہی ہوں گی لیکن آزابل کسی حالت میں بھی اپنی خالہ کی مانند نہ تھی۔ مدتوں سے اس مکان نے نوجوانی کی جھلک نہ دیکھی تھی۔ اور اب آزابل کی موجودگی ندی کے بہتے ہوئے سریلے پانی کی طرح آرام دہ اور بھلی معلوم ہوتی۔ مسٹر تو شیت آزابل کے لیے کچھ کرنا چاہتے تھے۔ ان کی بڑی تمنا تھی کہ وہ ان سے کوئی فرمائش کرے۔ لیکن یہ لڑکی تھی کہ اپنے پیہم سوالات کے جوابوں کے علاوہ اور کسی چیز کی خواہاں ہی نہ معلوم ہوتی۔ اس کے استفسارات مسٹر تو شیت کو اکثر بڑے اچنبھے میں ڈال دیتے۔ انگلستان کے سلسلے میں تو اس نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ برطانوی دستور، انگریزی کردار، سیاست حاضرہ، شاہی خاندان کی عادات، امراء کے رسوم و رواج، عوام کے سوچنے اور رہن سہن کے طریقے۔ پھر وہ پوچھتی جو کچھ ان کے بارے میں میں نے کتابوں میں پڑھا ہے وہ صحیح ہے؟ "کتابیں؟" مسٹر تو شیت گھٹنوں پر پڑی ہوئی شال کی سلوٹ نکالتے ہوئے کہتے۔ "مجھے کتابوں کا پتا نہیں۔ یہ سب تو رالف سے پوچھو۔ میں نے اپنا علم براہ راست حاصل کیا ہے۔ میں نے سوال کبھی نہیں کیے۔ چپکا بیٹھا رہا۔ اور دیکھنے میں مصروف رہا۔ مجھے اچھے سے اچھے مواقع ملے

جو ظاہر ہے ایک لڑکی کو میسر نہیں آ سکتے۔ میں بھی ہمیشہ گرید میں لگا رہتا ہوں۔ گو تم کو کبھی اس کا اندازہ نہ ہو گا۔ تم مجھے کتنے ہی دھیان سے دیکھنے کی کوشش کرو۔ در اصل اس وقت بھی الٹا میں ہی تمہارے مطالعے میں مصروف ہوں گا —— ان لوگوں کا میں پچھلے پینتیس سال سے جائزہ لے رہا ہوں۔ مجموعی طور پر یہ بہت عمدہ ملک ہے۔ گو وطن میں ہم ان لوگوں کو اتنا اچھا نہیں سمجھتے۔ انگریز برے نہیں۔ بہت بڑھیا قوم ہے۔ بہت سی اصلاحات میں چاہتا ہوں جہاں نافذ ہوں، یہ لوگ بھی ترقی کریں لیکن خود انھیں اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ کسی نئی چیز کی حاجت ہو یہ اسے فوراً تیار کر لیں گے لیکن اس کے حصول یا تیاری میں دوڑ بھاگ نہیں مچاتے۔ مزے مزے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ یا اس کے انتظار میں بڑے آرام سے وقت گزارتے ہیں۔ ان کے ساتھ میری خوب پرگت ملی ہے۔ شروع میں مجھے اس کی امید نہیں تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ کامیابی مجھے یہیں آ کر ملی۔ خوشحالی اور جی کا چین میسر ہو تو انسان ہر جگہ مطمئن رہ سکتا ہے۔"

"میں زندگی میں کامیاب رہی تو مجھے بھی یہی سب محسوس ہو گا؟"

"بہت ممکن ہے اور مجھے یقین ہے تم بہت خوش رہو گی۔ یہاں امریکن لڑکیوں کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ لیکن اس ملک کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اپنائیت نہ برتنے لگنا۔"

"مجھے یہ ملک اچھا لگا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کے باسیوں کو بھی اتنا ہی پسند کروں گی۔"

نہیں، یہ بہت بھلے لوگ ہیں۔ شرط یہی ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ۔"

"یقیناً بھلے لوگ ہوں گے۔ مگر ملنے جلنے میں کیسے ہیں؟ ظاہر ہے کہ میرے یہاں اگر ڈاکہ تو ڈالنے سے رہے۔ نہ پکڑ کر مجھے مارنا شروع کر دیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ میرے ساتھ ان کا رویہ کیسا ہو گا؟ مجھے لگتا ہے یہ انگریز لوگ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے۔ کم از کم ناولوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

ناولوں کی بات میں نہیں جانتا۔ ناول دلچسپ ضرور ہوتے ہوں گے لیکن ان میں اصلیت اور سچائی کا عنصر بہت کم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک ناول نویس بی بی ہمارے یہاں مہمان آئیں۔ رآلف کی واقف کار تھیں اور اس نے ہی انھیں مدعو کیا تھا۔ اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھتی تھیں۔ ہر چیز میں پیش پیش۔ بڑی دھپڑ قسم کی خاتون تھیں۔ ان کا تخیل ان کے قابو سے باہر تھا۔ یہاں سے جاکر انھوں نے ایک ناول لکھا جس میں مجھ غریب کا نہایت مضحکہ خیز خاکہ انھوں نے کھینچا۔ میں نے اسے پڑھا تو نہیں لیکن رآلف نے ان صفحوں پر نشان لگا کر وہ کتاب مجھے دی تھی۔ اس خاکے میں انھوں نے اپنی دانست میں میری امریکن خصوصیات کا مرقع اتارا تھا۔ ناک میں بولنے کی عادت، امریکی خیالات نساووں اور دھاریوں والا پرچم۔ اور ان میں سے بہت سی باتیں صحیح نہ تھیں۔ انھوں نے میری گفتگو کو حسبانِ سے مناہی نہیں تھا مجھے اس پر اعتراض نہیں کہ انھوں نے میری خصلتوں یا میرے اندازِ گفتگو کا ناول میں تذکرہ کیا۔ مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ کردار کے مطالعے کی زحمت گوارا کیے بغیر محض لکھنے کی خاطر انھوں نے وہ سب لکھ مارا بظاہر ہے کہ میں امریکنوں کے لب ولہجے میں بات کر سکتا ہوں، افریقیوں کے نہیں۔ اور بہرحال میں جس لب ولہجے میں بھی بولوں اس ملک کے باشندے میری زبان خوب سمجھتے ہیں۔ لیکن ان خاتون کے ناول میں جن بڑے میاں کا نقشہ پیش کیا گیا ہے وہ امریکن نہیں تھے۔ میں کسی قیمت پر بھی یہ گوارا نہ کروں گا کہ ان کی طرح کا کوئی امریکن انگلستان میں آن کر رہے۔ تو قصہ مختصر کہ ناولوں کو کبھی سچ نہ جانو۔ میرے ہاں بیٹیاں نہیں ہیں مسز ٹوشیت فلورنس میں رہتی ہیں۔ اس لیے یہاں کی لڑکیوں کے متعلق میرا مشاہدہ بہت محدود ہے۔ نچلے طبقے میں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جاتا لیکن میرا قیاس ہے کہ متوسط اور اونچے طبقے کی خواتین کی حالت ان سے بہتر ہے۔"

"خداوندا ۔۔ یہاں کتنے طبقے ہیں؟ کم از کم پچاس ساٹھ تو ضرور ہوں گے!" ازابل نے کہا۔

"میں نے معاشرتی درجے بندی کی کبھی پروا نہیں کی۔ یہاں امریکن ہونے کا بڑا

فائدہ یہ ہے کہ کسی طبقے سے منسلک ہو کر زندہ رہنا نہیں پڑتا۔"

"واقعی۔ انگریزی معاشرے کے کسی ایک طبقے سے تعلق رکھنا کتنی ہولناک بات ہوتی ہوگی!!"

"نہیں تو۔ ان کے یہاں کی سماج کے بعض خانے خاصے آرام دہ ہیں۔ خصوصاً اوپر والے۔ لیکن میرے نزدیک انسانیت کے صرف دو طبقے ہیں — وہ لوگ جن پر میں اعتماد کرتا ہوں۔ اور وہ لوگ جو اس اعتماد کے اہل نہیں۔ اور آزابل بیٹی۔ تم اس پہلے طبقے میں شامل ہو۔"

"آپ کی ذرہ نوازی ہے۔" آزابل نے جلدی سے جواب دیا۔ اس کی تعریف کی جاتی تو وہ ہمیشہ مُنہ تھتھا لیتی۔ اکثر یہ سمجھا جاتا کہ آزابل اپنی تعریف سن کر خوش نہیں ہوتی۔ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ وہ صرف یہ چھپانا چاہتی تھی کہ دوسروں کو کہیں یہ پتا نہ چل جائے کہ وہ اپنی مدح سے کس قدر بے انتہا مسرور ہوتی ہے۔ اگر کہیں یہ ظاہر ہو گیا تو بہت کچھ ظاہر ہو گیا۔ "انگریز قدامت پرست بھی تو بہت ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ ان کے یہاں ہر چیز اپنی اپنی جگہ مضبوطی سے قائم ہے۔ ہر بات طے شدہ ہے۔ بے صبری سے یہ لوگ واقف نہیں۔"

"طے شدہ باتیں تو مجھے پسند نہیں۔ مجھے اچانک پن — یعنی کہ — اچانک پن اچھا لگتا ہے —"

یہ ترجیح اور اس کی یہ صراحت مسٹر توشیت کو بہت دلچسپ معلوم ہوئی۔

"خیر۔ یہ طے ہے کہ تم یہاں پر کامران رہو گی اور اپنی کامرانی پر نازاں بھی۔"

"یہ لوگ اگر اس قدر مضحکہ خیز حد تک دقیانوسی ہیں تو میری کامرانی کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ میرا نیا پن انھیں ایک آنکھ نہ بھائے گا۔"

"اس کے متعلق بھی تم کوئی قطعی حکم نہیں لگا سکتیں۔ انگریز قوم قدامت پرست تو ہے لیکن دلچسپ یقین بھی بن سکتی ہے۔ یہ ان کی ایک اور دلچسپ خصوصیت ہے۔ بڑے اہلِ دل لوگ ہیں۔"!!

"خوب — دیکھتی ہوں آگے آگے کیا ہوتا ہے!" اپنے سیاہ لباس کی پیٹی پر ہاتھ رکھ کر مسز بے پر نظریں دوڑاتے ہوئے آزابل نے جواب دیا۔

(۷)

اکثر وہ دونوں خالہ بھانجیاں برطانوی سماج کے بارے میں یوں باتیں کرتے گویا آزابل آرچر اس موضوع پر رائے زنی کرنے کی پوری طرح اہل تھی۔ یہ دوسری بات تھی کہ برطانوی سماج آزابل آرچر کی طرف سے بالکل بے نیاز رہا۔ بقول رالف مس آرچر کو قسمت نے انگلستان کے غیر دلچسپ ترین گھرانے میں لا اتارا تھا۔ اس کے خالو گٹھیا کے مریض تھے۔ اور مدتوں سے گوشہ نشینی اختیار کیے تھے۔ مسز ٹوشیت نے شوہر کے پڑوسیوں سے کبھی دوستی بڑھا ہی کر نہ دی۔ "گارڈن کورٹ" کی مالکن کی حیثیت سے انھوں نے ضلعے کی مجلسی زندگی میں کوئی اہم حصہ نہ لیا تھا۔ لہٰذا ان کے پڑوسیوں نے بھی ان کا خیال کرنا چھوڑ دیا۔ انھیں کبھی کبھی افسوس تو ضرور ہوتا ہوگا کہ عمائدین قصبہ ان کی طرف سے لاپرواہی برتتے تھے۔ مگر قصور ان کا اپنا تھا۔ اپنی بھانجی سے ان کی بھی خوب خوب بحث ہوتی۔ آزابل برطانوی دستور کی پرزور حمایت کرتی۔ وہ اس میں کیڑے ڈالتیں۔ آزابل اکثر سوچتی کہ خالہ اپنی جودتِ طبع کو کسی بہتر کام میں لگائیں تو کتنا اچھا ہوتا۔ وہ خود ہر چیز کو بڑی ناقدانہ نظروں سے دیکھتی تھی۔ یہ اس کی عمر، اس کی صنف اور اس کی قومیت کا لازمی وصف تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ بہت جذباتی بھی تھی اور اپنی خالہ کی خشک طبعی کا سامنا کرتے ہوئے اس کے کردار کے سارے اخلاقی خوابیدہ اُبل پڑتے۔ وہ مسز ٹوشیت سے کہتی۔ "آپ یہاں کی ہر چیز پر اعتراض کرتی ہیں اس کے لیے آپ کا کوئی مخصوص نقطۂ نظر بھی تو ہونا چاہیے۔ آپ کا نقطۂ نظر امریکن نہیں ہے۔ وہاں کی بھی ہر بات آپ کو بری معلوم ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر مجھے ہی لیجیے۔ میں خالص امریکن زاویے سے تنقید کرتی رہوں۔"

"امریکن —!! ان سے زیادہ تنگ نظر اور متعصب رویّہ کس کا ہوگا۔ خدا کا

شکر ہے کہ میرا نقطۂ نظر خالص میرا اپنا ہے۔ میں نے کسی سے اُدھار نہیں مانگا۔"

آزابل کو یہ جواب بہت مناسب معلوم ہوا۔ لیکن وہ اس کا اعتراف نہ کرنا چاہتی تھی۔ رالف سے باتیں کرتے وقت اسے نامعقول قسم کی دلیلوں کے استعمال کی پوری پوری آزادی رہتی لیکن رالف اسے بہت تنگ کرتا اور اس کی ہر بات مذاق میں اڑا دیتا۔ خالہ زاد بھائی کے رشتے میں جو فائدے ملحوظ تھے انھیں اس نے نظرانداز نہ کیا تھا۔ ویسے وہ دنیا کی کسی چیز کے بارے میں بھی سنجیدہ نہ رہ سکتا تھا۔ تعظیم کا جذبہ جو تھوڑا بہت اس کے دل میں تھا وہ سارا کا سارا اپنے باپ کے لیے وقف ہو چکا تھا۔ باقی دنیا کے لیے اس کے پاس صرف استہزا تھا۔ اپنے باپ کا بیٹا یعنی وہ شخص جس کے پھیپھڑے کمزور تھے اپنی ناکارہ زندگی، اپنی انوکھی ماں، اپنے دوست (بالخصوص لارڈ وار برٹن) اپنے نئے دیس انگلستان، اپنے وطن مالوف، اپنی خوبصورت خالہ زاد بہن — ان سب چیزوں کو وہ اپنی حاضر جوابی اور بذلہ سنجی کا تختۂ مشق بنائے رکھتا۔

"میں نے اپنی خواب گاہ کے برابر والے کمرے میں سازندوں کا ایک دستہ متعیّن کر رکھا ہے۔" اس نے ایک بار آزابل سے کہا "میرا حکم ہے کہ بغیر رکے مستقل اپنے اپنے باجے بجاتے رہیں۔ اس کے مجھے دو فائدے ہیں۔ باہر کی دنیا کا شوروغل میرے کمرے تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسرے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میرے ہاں ہر وقت ناچ رنگ رہتا ہے۔" یہ درست تھا۔ رالف کے موسیقار ہر وقت رقص کی دھنیں بجاتے رہتے۔ فضا میں بڑے نشاط انگیز والتس تیرا کرتے۔ وائلن کی مسلسل آواز سے آزابل کا اور دم الجھتا۔ لیکن رالف اسے اپنے نجی کمروں میں نہ آنے دیتا تھا۔ "میرے غم خانے میں کیا کرو گی آ کر۔" وہ منہ لٹکا کر کہتا۔

آزابل کی وطن پرستی پر بھی اسے بہت ہنسی آتی۔ اس نے آزابل کو "کولمبیا" کا خطاب دے رکھا تھا۔ اپنی زندگی کے اس دور میں آزابل کو اس خیال سے بڑی وحشت ہوتی کہ کہیں اسے تنگ نظر نہ سمجھ لیا جائے۔ کہیں وہ سچ مچ تنگ نظر نہ ہو۔ پھر بھی وہ رالف کی مزاحی حس پر بھروسا کرتے ہوئے اپنے وطن کے لیے آہیں بھرا کرتی۔

وہ ہنسنا چاہتا تھا تو وہ کیوں نہ اسے ہنسائے۔ وہ اس کی ماں کے سامنے انگلستان کی طرفداری کرتی لیکن جب رالف اسے چھیڑنے کے لیے انگلستان کی مدح سرائی کرتا تو وہ فوراً اس کی مخالفت پر اتر آتی۔ دراصل یہ چھوٹا سارا سین کہوت کو پہنچا ہوا دیس اسے اکتوبر کے مہینے کی پکی ناشپاتی کا ایسا معلوم ہوتا۔ اکثر وہ اس مذاق سے اُکتا جاتی اور اسے رالف کی حالت پر بڑا افسوس ہوتا۔ ایسے لگتا جیسے وہ اتھاہ تاریکی میں گھرا ہے۔ کسی بات میں اسے یقین نہیں۔ کسی عقیدے کا سہارا، کسی چیز کا آسرا نہیں۔

"تم میری سمجھ میں نہیں آتے" ایک دفعہ اس نے رالف سے کہا۔ "مجھے شبہ ہے تم اچھے خاصے بگلا بھگت ہو۔ رنگے سیار"

"جس نام سے چاہو پکارو۔ تمہیں حق ہے"

رالف نے جواب دیا۔ ایسے بھونڈے پن سے مخاطب کیے جانے کی اسے عادت نہیں تھی۔

"تم کو کسی کی بھی پروا نہیں۔ نہ انگلستان کی۔ نہ امریکہ کی — نہ کسی اور چیز کی —"

"جانِ برادر —— مجھے صرف تمہاری پروا ہے"

"میں تمہاری اس بات کا یقین کر سکتی تو کتنی خوش ہوتی"

"کاش تم اسی ایک بات کو سچ سمجھ لو" یہ واقعہ تھا کہ وہ برابر اس کے متعلق سوچتا رہتا تھا۔ اس وقت جبکہ وہ اپنے خیالات کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا یہ لڑکی تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح اس کی دنیا میں داخل ہو گئی تھی۔ اس نے رالف کے خیالات کو طاقتِ پرواز عطا کی تھی۔ کسی چیز کے تعاقب میں اڑنا سکھلایا تھا۔ وہ کئی ہفتوں سے شدید طور پر افسردہ تھا۔ اس کے خیالات جو ہمیشہ سیاہ لبادے میں ملفوف رہتے اب ایک گہری گھٹا کے سائے میں چھپ گئے تھے۔ وہ اپنے باپ کی فکر میں گھلا جا رہا تھا۔ ان کی گنٹھیا جو اب تک پیروں تک محدود تھی اب جسم کے دوسرے حصّوں میں بھی سرایت کر چکی تھی۔ موسم بہار میں وہ بہت زیادہ بیمار رہے تھے۔ اب کچھ عرصے سے بہتر تھے لیکن رالف کو مستقل یہ خیال

تھا کہ یہ محض وقتی افاقہ ہے۔ دشمن گھات میں بیٹھا ہے۔ کسی وقت بھی دوبارہ حملہ کر دیگا۔
وہ سدا یہ سوچتا آیا تھا کہ باپ سے پہلے مرے گا۔ باپ بیٹے ایک دوسرے کے ساتھی تھے
اور ایک اجاڑ زندگی بسر کرنے کے لیے دنیا میں تنہا رہ جانے کے خیال سے رالف کو بڑی
وحشت ہوئی۔ اس بے رنگ و بو وجود کی صعوبتوں کو بہادری سے جھیل لے جانے کی ہمت
اس کی بہ نسبت اس کے باپ میں کہیں زیادہ تھی۔ اگر دونوں اکٹھے مرتے تو کتنا اچھا
ہوتا۔ لیکن اب بہادری کے ساتھ اسے اپنی باری کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اسے یہ بھی معلوم
تھا کہ اس کی زندگی اس کی ماں کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کی ماں کو کبھی کسی بات
کا افسوس ہی نہیں ہوتا۔ وہ اکثر اپنی موت کی پیش گوئی کیا کرتا اور اس کی پیش گوئی کو غلط
ثابت کرنے کے لیے مسٹر توشیت اب خود مرنے والے تھے۔ موت کے بارے میں اس
طرح کی الجھنیں ازابل کے آنے سے ختم ہو گئیں۔ اسے فکر ہوئی کہ دور دیس سے آنے والی
اس نوجوان عورت سے اسے کہیں محبت تو نہیں ہو گئی۔ بعد میں اس نے اندازہ لگایا کہ
یہ بات نہیں ہے۔ ہفتہ بھر کے بعد تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ مرض عشق نہیں ہے۔ لارڈ
وار برٹن نے ٹھیک تھا۔ ازابل واقعی بے انتہا دلچسپ لڑکی تھی۔ رالف کو حیرت
تھی کہ اس کے دوست نے یہ بات اتنی جلدی کیسے معلوم کر لی تھی۔ یہ وار برٹن کی غیر معمولی
ذکاوت کا ایک اور ثبوت تھا۔ ازابل کا کردار، اس نے خود کو بتایا، ایک عظیم الشان
قوت، فطرت کا حسین ترین مظہر تھا۔ فن کے لطیف ترین نمونوں سے زیادہ مدھر۔ یونانی
کے سبک مرمریں نقوش، نشاۃ ثانیہ کے کسی شاہکار، بارھویں صدی کے کسی کلیسا سے
زیادہ متناسب اور جمیل اور نفیس ایک ہفتہ قبل میں کتنا غم زدہ تھا۔ کتنی اکتاہٹ
کتنے حزن میں مبتلا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یوں دفعتاً ایک واقعہ پیش آنے والا ہے۔
ڈاک کے ذریعے ایک روز اچانک مجھے تن تورتیو[1] کی ایک تصویر کا تحفہ موصول ہوتا
ہے تاکہ اپنے ظلمت کدے کی دیوار کو اس سے مزین کر دوں۔ یونان کا ایک نقشیں پیالہ

---

[1] سولہویں صدی کا ایک عظیم مصور۔ وینس کا باشندہ (مترجم)

مجھے ملتا ہے کہ اسے اپنے آتشدان پر سجاؤں۔ ایک خوبصورت عمارت کی کنجی میری مٹھی میں تھما دی جاتی ہے تاکہ اندر جا کر اس جگہ کے حسن کا لطف اٹھاؤں۔ بے چارے لڑکے! تم کتنے ناشکرے ہو۔ اب تم اپنی بدنصیبوں پر کبھی آنسو نہ بہانا ——— یہ جذبات اپنی جگہ پر ٹھیک تھے لیکن یہ صحیح نہ تھا کہ راقف کو طلسمی کنجی بھی مل گئی تھی۔ ازابل کو سمجھنا اتنا آسان نہ تھا۔ اس نے عمارت کے حسن کو باہر سے دیکھا اور پسند کیا لیکن اسے معلوم تھا کہ ابھی اس نے محض جھلکیاں ہی دیکھی ہیں — دروازہ بند تھا۔ اور کنجیاں گو اس کی جیب میں موجود تھیں مگر اسے یقین تھا کہ ان میں سے کسی ایک کنجی کے ذریعے بھی وہ "کھل جا سم سم" نہیں کہہ سکے گا۔ ازابل آخر اپنے ساتھ کرنے کیا والی تھی؟ یہ ٹیڑھا سوال عورتوں سے ہرگز دریافت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لوگ اپنے لیے کچھ بھی نہیں کرتیں۔ اپنے دلکش اور متحمل انداز میں بس منتظر بیٹھی رہتی ہیں کہ کوئی آئے اور انھیں ان کے مقدر کے صلے سے نواز دے۔ ازابل نرالی عورت تھی۔ اپنی تقدیر کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی۔ اپنے ارادوں کا تذکرہ کرتی تھی۔ وہ ان ارادوں کو عملی جامہ کب پہنائے گی۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں اور نتیجہ دیکھ سکوں۔

وہ میزبانی کے فرائض بڑی تندہی سے انجام دیتا۔ مسز توشیت اپنی آرام کرسی میں مقید تھی۔ اماں ناک بھوں چڑھائے ایک طرف کو بیٹھی رہتیں۔ وہ چہل قدمی کا عادی نہ تھا۔ لیکن ازابل کو اپنے ساتھ اپنے باغوں میں گھماتا۔ موسم ان دنوں بہت سہانا ہو رہا تھا۔ دوپہر کے طویل وقفوں میں یہ دونوں کشتی رانی کے لیے دریا پر چلے جاتے۔ دریا کا دوسرا کنارہ بھی اسی منظر کا ایک حصہ معلوم ہوتا۔ اکثر وہ بگھی میں بیٹھ کر قصبے کی سیر کرتے۔ ازابل کبھی کبھی گھوڑے کی باگیں بڑے ماہرانہ انداز میں خود سنبھال لیتی۔ گاڑی گاؤں کی تنگ تنگ گلیوں میں سے گزرتی۔ راہ میں پھوس اور لکڑی کی چھتوں کے جھونپڑے اور کاٹج ملتے اور دہری بھری بیلوں میں چھپے ہوئے شراب خانے۔ پرانے وقتوں کے بازار اور چوک۔ موسم گرما کے پھولوں سے لدی ہوئی جھاڑیاں۔ گھر واپس پہنچ کر منبرے پر چائے انکی منتظر رہتی۔ اور مسز توشیت اپنے شوہر کو ٹرا سا پیالہ تھماتی نظر آتیں۔ دونوں میاں بیوی چپکے بیٹھے ہوتے۔ بابا مرتھے چھوڑ والے

آنکھیں بند کیے رہتے۔ مسز توشیت اپنی اُون اور سلائیوں میں مصروف ہوتیں۔ سلائیوں کے ساتھ اس شدید انہماک اور شغف کا اظہار بھی اکثر خواتین کا خاصہ ہے۔

ایک روز راَلف اور ازابل گھنٹہ بھر دریا پر گزارنے کے بعد ٹہلتے ہوئے گھر لوٹے تو انھوں نے دیکھا کہ سبزے پر درختوں کے سائے میں لارڈ وار برٹن بھی موجود ہیں۔ مسز توشیت اتنے فاصلے سے بڑی غیر متعلق سی دکھلائی دے رہی تھیں۔ لارڈ وار برٹن کے ساتھ ان کا چرمی بیگ بھی تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ رات یہیں بسر کریں گے۔ باپ اور بیٹے کے اصرار پر بیا اکثر رات کو یہیں ٹھہر جاتے تھے۔ ازابل کو انھوں نے اوّل دن ہی بڑی شدّت سے متاثر کیا تھا۔ اس کی تمنّا تھی کہ اسے ان سے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ملنے کا زیادہ موقع ملے تو کتنا اچھا ہو۔ "گارڈن کورٹ" میں جی اچاٹ نہ ہوتا تھا پھر بھی اپنے کنبے کے علاوہ باہر والوں سے بھی تو ملتے جلتے رہنا چاہیے۔ خالو اتنے گڈو تھے۔ راَلف بھی اس قدر پیارا انسان تھا۔ رشتے کے بھائی عمومًا بڑے بے تکے ہوتے ہیں لیکن یہ اس کے سارے رشتے کے بھائیوں سے بیحد مختلف تھا۔ ابھی ازابل کے دماغ میں اتنے بہت سے تاثرات کا ہجوم تھا کہ فی الحال کسی خلا کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں تھا۔ لیکن وہ ہمیشہ سے خود کو یہ سمجھاتی آئی تھی کہ چونکہ اسے فطرتِ انسانی کے مطالعے کا شوق ہے لہٰذا بہت سارے لوگوں سے ملنا اور انھیں پرکھنا لازمی ہے۔ راَلف جب اسے انگریزی سوسائٹی سے متعارف کرانے کا ارادہ ظاہر کرتا وہ فورًا طے کر لیتی کہ بس اب سرگرمی کے ساتھ اس نئے شغلے میں منہمک ہو جائے گی۔ لیکن راَلف اب تک اپنے اس ارادے کی تکمیل نہ کر سکا تھا۔ اس کے جیسے کاہل آدمی کے لیے یہ بھی بڑا مشکل کام تھا کہ ازابل کو لوگوں سے ملواتا پھرے۔ ازابل نے اس سے کہہ رکھا تھا کہ یہاں کے سماج کا مطالعہ چند خاص الخاص نمائندہ ہستیوں کے ذریعے کرنا چاہتی ہے۔ ایسے لوگ جو اس معاشرے کے نمونے کے طور پر پیش کیے جا سکیں۔

"چلو دیکھ لو۔ یہ رہا ایک نمونہ" دریا کے کنارے پر سے لارڈ وار برٹن کو دیکھ کر راَلف نے اس سے کہا۔ "انگریزی تہذیب و اخلاق کا اس سے بہتر نمائندہ تمھیں کہیں

نہ ملے گا۔"

لارڈ وار برٹن نے آگے بڑھ کر ازابل سے ہاتھ ملایا اور اس کی خیریت دریافت کی۔"گو مجھے یہ سوال کرنا نہ چاہیے۔ میں دیکھتا ہوں آپ تیوار چلا کر آ رہی ہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔؟"

"کیونکہ رالف اس قدر کاہل ہے کہ کبھی کشتی رانی تک کی تکلیف بھی گوارا نہیں کر سکتا۔" لارڈ وار برٹن نے قہقہہ لگا کر جواب دیا۔

"اپنی کاہلی کے لیے ان کے پاس ایک قابلِ اعتنا عذر موجود ہے۔" ازابل نے نیچی آواز میں کہا۔

"دنیا کی ہر چیز کے لیے اس کے پاس کوئی نہ کوئی قابلِ اعتنا عذر موجود ہے۔" لارڈ وار برٹن نے اسی طرح ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"کشتی نہ کھینے کے سلسلے میں تو میرا بہانہ یہ ہے کہ میری ہر فن مولا بہن اس قدر عمدہ ملاح ہے کہ میں اس کے ہوتے ہوئے تیوار اٹھا ہی نہیں سکتا۔!" رالف نے کہا۔

لارڈ وار برٹن نے اس رات گارڈن کورٹ ہی میں قیام کیا۔ صبح کو ان سے اصرار کیا گیا کہ ایک روز اور ٹھہر جائیں اور اس کے بعد ان کی روانگی تیسرے دن پر ملتوی ہو گئی۔ اگلی شام تک وہ ازابل کو کسی رومانی داستان کے ہیرو کی مانند نظر آنے لگے۔ سوتے وقت اسے اپنی خوش قسمتی کا احساس ہوا۔ زندگی کی ممکنات کتنی خوش گوار ہو سکتی ہیں۔ وہ ایسے دلکش انسان ۔۔۔ لارڈ وار برٹن اور رالف ۔۔۔ اس کی دنیا میں چپکے سے داخل ہو گئے تھے۔ مسز ٹوشیٹ ساڑھے نو بجے سونے کے لیے چلے گئے مگر ان کی بیوی مہمانوں کے پاس ایوانِ نشست میں موجود رہیں۔ ایک گھنٹے تک تو وہ اپنی دانست میں ازابل کی چوکیداری کرتی رہیں اور پھر اٹھتے ہوئے بولیں ۔۔۔ "اب ان لوگوں کو شب بخیر کہو اور سونے کے لیے چلو۔" ازابل کا دل ابھی سونے کو کہاں چاہتا تھا۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے سادگی سے کہہ دیا۔ "اتنی جلدی کیا ہے ۔۔۔ میں آدھ گھنٹے بعد اوپر آ جاؤں گی۔"

"اور اتنی دیر بیٹھنا میرے لیے ناممکن ہے۔"

"آپ کو بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے۔ رالف موم بتی جلا کر مجھے میرے کمرے تک پہنچا دیں گے۔" ازابل نے اسی بشاشت سے کہا۔

"اپنے واسطے شمع روشن کرنے کی خدمت مجھ سے لیجیے۔" لارڈ وار برٹن بولے۔ "مگر صرف ایک التجا ہے کہ آدھی رات سے پہلے آپ یہاں سے نہیں اٹھیں گی!"

مسز ٹوشیت نے اپنی چھوٹی چھوٹی عقابی آنکھیں پہلے لارڈ وار برٹن پر جمائیں پھر اپنی بھانجی کو گھورا۔

"تم ان صاحبان کے ساتھ تنہا نہیں بیٹھ سکتیں — تم اس وقت ایلبنی میں نہیں ہو۔"

ازابل شرم سے سرخ ہو گئی۔ "کاش میں وہیں ہوتی۔" اس نے کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کے ملک کے قاعدے قانون میں نے نہیں بنائے ہیں لارڈ وار برٹن۔" مسز ٹوشیت نے بڑی شان کے ساتھ کہا۔ "لیکن ان کی پاسداری بہر حال ضروری ہے۔ جیسا دیس ویسا بھیس۔"

"کیا میں اپنے بھائی کے ساتھ یہاں نہیں بیٹھ سکتی؟"

"مجھے معلوم نہ تھا کہ رالف کے علاوہ لارڈ وار برٹن بھی تمھارے بھائی ہیں۔"

"میں تو جاتا ہوں سونے۔ اس طرح یہ قصہ ختم ہو جائے گا۔" لارڈ وار برٹن نے کہا۔

مسز ٹوشیت نے الجھ کر سب پر نظر ڈالی۔ اور پھر بیٹھ گئیں۔ "اگر یہ رت جگا اتنا ضروری ہے تو یہ لو میں بیٹھے جاتی ہوں۔"

رالف نے ازابل کے ہاتھ میں لیمپ تھما دیا۔ وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ ابھی ابھی اس نے جس تند مزاجی کا ثبوت دیا تھا یہ گویا ایک اور دلچسپ انکشاف تھا۔ اب وہ مزید زوردار جھڑپ کا منتظر تھا۔ لیکن اسے بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ ازابل ہلکی سی ہنسی اور شب بخیر کہنے کے بعد اپنی خالہ کے ساتھ اوپر چلی گئی۔ رالف کو ماں پر غصہ آ رہا تھا پر وہ

یہ بھی جانتا تھا کہ وہ حق بجانب تھیں۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کر مسز توشیت اپنے کمرے کے دروازے کے آگے ٹھٹک گئیں۔ ازابل اس دوران میں خاموش رہی۔

"ظاہر ہے کہ تم میری اس دخل در معقولات سے خفا ہو" مسز توشیت نے کہا

ازابل سوچتی رہی "خفا تو نہیں لیکن متعجب ضرور ہوں۔ یہ امر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میرے وہاں بیٹھے رہنے میں کیا قباحت تھی؟"

"بہت سخت قباحت تھی۔ اس ملک میں شریف گھرانوں کی لڑکیاں آدھی آدھی رات تک مردوں کے ساتھ اکیلی نہیں بیٹھی رہتیں۔"

"آپ نے ٹھیک کیا جو مجھے بتلا دیا۔ گو یہ بات میری سمجھ میں آئی نہیں۔ لیکن یہ اچھا ہوا کہ مجھے معلوم ہو گیا۔"

"جب کبھی مجھے یہ خیال ہوا کہ تم ضرورت سے زیادہ آزادی کی طرف بڑھ رہی ہو میں اسی طرح تنبیہ کرتی رہوں گی۔"

"ضرور کیجیے گا۔ مگر یہ لازم نہیں کہ میں آپ کی اس تنبیہ کو حق بجانب بھی سمجھوں۔"

"مت سمجھنا۔ تمہاری خودسری میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔"

"لیکن جو باتیں معیوب خیال کی جاتی ہیں ان کے متعلق بھی میں جاننا ضرور چاہتی ہوں۔"

"تاکہ ان کو اختیار کر سکو۔؟"

"تاکہ ان میں سے انتخاب کر سکوں" ازابل نے جواب دیا۔ اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

(۸)

ازابل رومانیت کی دلدادہ سمجھی جاتی تھی اس لیے لارڈ واربرٹن نے درخواست کی کہ وہ ان کا مکان بھی کسی روز دیکھے۔ انھوں نے مسز توشیت سے وعدہ لے لیا کہ وہ اپنی بھانجی کے ساتھ "لوخ لیہہ" آئیں گی۔ رالف نے کہا اگر اس کے بابا کو اس کی عدم موجودگی سے کوئی زحمت نہ ہو تو وہ بھی خواتین کے ہمراہ چلا چلے گا۔ لارڈ واربرٹن کے "گارڈن کورٹ"

کے دورانِ قیام میں آزابل ان کی بہنوں اور ان کے خاندان کے متعلق واقفیت حاصل کر چکی تھی۔ اس کا یہ تھا کہ جہاں کسی بات میں اسے دلچسپی ہوئی۔ خود گیتے نکان سوالات کیے چلی جاتی۔ لارڈ وار برٹن پہلے ہی فن گفتگو میں ماہر تھے۔ انھوں نے تبلایا ان کی چار بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ بہن بھائی گو غیر معمولی طور پر ذہین نہیں، مگر بڑے خوش مزاج، بڑے شریف لوگ ہیں۔ ایک بھائی پادری ہے اسی قصبے کے گرجا گھر میں رہتا ہے۔ دونوں بھائیوں میں دنیا کے ہر موضوع پر اختلاف رائے ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا بھائی بہت بھلا آدمی ہے۔ اپنے بھائی کے جن خیالات کا تذکرہ لارڈ وار برٹن نے کیا وہ آزابل پہلے بھی سن چکی تھی دنیا کے بہت سے انسان اسی طریقے سے سوچتے تھے۔ اس کے اپنے خیالات بھی بہت سے اسی قسم کے تھے۔ مگر لارڈ وار برٹن نے کہا وہ غلطی پر ہے۔ اگر وہ ذرا غور و فکر سے کام لے تو اسے پتہ چلے گا کہ ان خیالات میں دراصل کچھ نہیں دھرا۔ آزابل نے کہا فلسفۂ حیات کے سلسلے میں وہ کافی سوچ بچار کر چکی ہے۔ لارڈ وار برٹن نے جواب دیا کہ اب تو انھیں پکا یقین ہو گیا کہ امریکن شدید طور پر توہم پرست، دقیانوسی، رجعت پسند اور متعصب ہیں۔ سب کے سب، ایک ایک، امریکن قدامت پرستوں سے زیادہ قدامت پرست اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے اپنے خالو اور خالہ زاد بھائی اس خصوصیت کا مکمل نمونہ موجود ہیں۔ بالکل قرونِ وسطیٰ کے انسان۔ وہ تو ایسے وچاروں کے مالک ہیں کہ انگلستان کے باشندوں کو ان کا ذکر کرتے بھی لاج آئے۔ اور طرہ یہ، لارڈ وار برٹن نے ہنستے ہوئے کہا، کہ امریکنوں کا کہنا ہے کہ بیچارے حماقت زدہ بوڑھے انگلستان کی ضروریات اور خطرات کو وہ مجھ سے زیادہ بہتر طریقے پر سمجھتے ہیں — مجھ سے یہ امریکن لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں جو اس زمین پر پیدا ہوا۔ پلا بڑھا۔ اور جو اس زمین کے بیشتر حصے کا مالک ہوں!!

ان باتوں سے آزابل نے اندازہ لگایا کہ لارڈ وار برٹن نئی روشنی کے آدمی ہیں۔ مصلح، ترقی یافتہ، انتہا پسند۔ پرانے طور طریقوں کے دشمن۔ ان کا دوسرا بھائی اپنی فوج کے ساتھ ہندوستان میں رہتا تھا۔ خاصا اجڈ اور احمق انسان تھا۔ سوا اس کے کہ خاندان پر اپنے

قرضوں کا بوجھ لادتا چلا جائے اس کا اور کوئی مصرف نہ تھا۔ بڑے بھائی کی حیثیت سے بچارے لارڈ وار برٹن بیٹھے اس کے قرضے چکایا کرتے تھے۔ لیکن میں آئندہ اس کی طرف سے کسی کی ایک پائی ادا نہ کروں گا۔ خود تو ٹھاٹھ کرتا ہے۔ ہندوستان میں ایسے عیش و آرام سے رہتا ہے جو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے۔ خود کو مجھ سے زیادہ شاندار اور بہت بڑا آدمی سمجھتا ہے۔ میں مستقل مزاج قسم کا انتہا پسند ہوں اس لیے مساوات کا حامی ہوں اور چھوٹے بھائیوں کی برتری ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ ان کی چار بہنوں میں سے دوسری اور چوتھی کا بیاہ ہو چکا تھا۔ ایک کی شادی بے حد کامیاب رہی تھی۔ ایک کی یونہی لشتم پشتم گاڑی چل رہی تھی۔ بڑی والی کے میاں لارڈ ہیے کاک یوں تو ٹھکانے کے آدمی تھے لیکن بدقسمتی سے نہایت خوفناک قسم کے قدامت پسند، ٹوری واقع ہوئے تھے۔ اور ساری انگریز شریف بیبیوں کی طرح ان کی بی بی بھی اس معاملے میں ان سے دو قدم آگے تھیں۔ دوسری بہن کا میاں نورفوک کا ایک اوسط درجے کا زمیندار تھا۔ شادی کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن اب تک پانچ بچے ہو چکے تھے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری تفصیلات لارڈ وار برٹن اپنی نئی امریکن دوست کے گوش گزار کرتے رہتے تاکہ انگریزی طرز زندگی کی ساری خصوصیات اس کے سامنے واضح ہو جائیں اس قدر تفصیلی گفتگو سے ازابل خوب محظوظ ہوتی۔ کیونکہ لارڈ وار برٹن اس انداز میں بات کرتے گویا کسی بچے کو سمجھا رہے ہوں۔ گویا ازابل کے پاس خود نہ کوئی تجربہ تھا اور نہ سوچنے اور تصور کرنے کی صلاحیت۔ لارڈ وار برٹن کا خیال ہے میں ابھی تازہ تازہ جنگل سے پکڑ کر لائی گئی ہوں۔ شاید میں نے چھری کانٹے دیکھے تک نہیں۔ انھیں استعمال کرنا تو در کنار۔ وہ جان جان کر بڑے بھولے پن سے ان سے سوالات کرتی۔ اور جب لارڈ وار برٹن نہایت سنجیدگی سے اس کے سوالوں کا جواب دیتے تو اسے بڑا مزا آتا۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ ایک روز ازابل نے بڑی معصومیت سے کہا: کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہاں آپ مجھے میرے پروں والے لڑائی کے لباس اور جسم پر لگانے والے رنگوں سے مزین نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے اگر یہ معلوم ہوتا کہ آپ وحشیوں کے ساتھ اس مہربانی سے

پیش آئیں گے تو میں اپنی پوشاک بھی وہاں سے ساتھ لیتی آتی۔ لارڈ وار برٹن امریکہ کی سیاحت کر چکے تھے۔ اس سے ملک سے خوب واقف تھے۔ بلکہ انھوں نے تو یہاں تک کہا کہ امریکہ دنیا کا حسین ترین ملک ہے۔ پھر بھی ان کے لہجے سے یہی ظاہر ہوتا کہ انگلستان آنے والے امریکیوں کو ابھی کافی عقل سکھلانے کی ضرورت ہے۔ کاش آپ مجھے امریکہ میں ملتیں اور وہاں کی باتیں مجھے سمجھاتیں۔ وہاں پہنچ کر تو میری سٹی ہی گم ہو گئی۔ اور جب وہاں کی چیزوں کی توضیح کی جاتی تو میرے اوسان اور زیادہ خطا ہوتے۔ مجھے تو لگتا ہے امریکیوں نے ہمیشہ غلط سلط باتیں مجھے بتلائیں اپنے متعلق اس معاملے میں آپ لوگ بہت تیز ہیں۔ لیکن انگلستان کے متعلق جو کچھ میں آپ کو بتلاؤں اس پر آپ یقین کیجیے گا۔ گپ مارنے کی میری عادت نہیں۔ لارڈ وار برٹن بڑے ذہین بحد مہذب، دنیا دیکھے ہوئے تھے۔ بہت پڑھے لکھے۔ لیکن اپنے علم و فضیلت کی نمائش انھوں نے کبھی نہیں کی۔ انھوں نے بڑی ٹھاٹھ کی زندگی گزاری تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنا احساس توازن بھی برقرار رکھا تھا۔ ان کے انداز میں تجربہ کاری اور تقریباً لڑکوں کے ایسے شرمیلے پن اور منکسر المزاجی کا امتزاج نظر آتا تھا۔ ذمہ دار، خوش اخلاق، جھک کر ملنے والے۔

"تمھاری انگریزی تہذیب و اخلاق کا یہ نمونہ مجھے بہت پسند آیا۔" ان کے جانے کے بعد ازابل نے رالف سے کہا۔

"مجھے بھی اس سے بہت محبت ہے۔" رالف نے جواب دیا۔ "لیکن مجھے بچارے پر بڑا ترس معلوم ہوتا ہے۔"

ازابل نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "اچھا، کمال ہے! ان میں مجھے صرف یہی ایک نقص نظر آیا کہ ان پر کسی طریقے سے ترس کھایا ہی نہیں جا سکتا۔ ان کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ خود سب کچھ ہیں۔"

"ارے تم کیا جانو غریب کن مصیبتوں میں گرفتار ہے۔" رالف اپنی بات پر اڑا رہا۔

"کیا ہؤا — معدہ خراب رہتا ہو گا؟"

"نہیں بھئی۔ پہلوان آدمی ہے۔ بے تحاشا تندرست۔ اس کی مصیبت یہ ہے کہ سماجی طور پر ایک بہت ہی اعلیٰ حیثیت کا مالک ہے۔ اور ہمیشہ اپنی اس حیثیت کا مذاق اڑاتا رہتا ہے۔ اپنے متعلق کبھی سنجیدہ رہ ہی نہیں سکتا۔"

"اپنی ذات انھیں لطیفہ نظر آتی ہے؟"

"اس سے بھی بدتر — وہ سمجھتا ہے کہ اس کی ذات ایک زبردست محصول ہے جو اس ملک کے عوام پر عائد کر دیا گیا ہے۔ اپنے آپ کو ایک بہت بڑی گالی سمجھتا ہے۔ غریب۔"

"غالباً ان کا یہ خیال صحیح بھی ہے۔" آنابل نے کہا۔

"غالباً۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو اپنے متعلق اس کی یہ رائے اتنی درست بھی نہیں۔ لیکن اس سے بڑھ کر قابلِ رحم بات اور کیا ہو گی کہ ایک انسان کے ذہن میں یہ جاگزیں کر دیا جائے کہ اس کا وجود ایک مستقل لعنت ہے۔ اس خیال کی جڑیں اس کے لاشعور میں اتنی گہری اتر گئی ہوں یہ خلش بھی موجود رہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ اور اس ناانصافی کا احساس ایک مسلسل کرب کی صورت اختیار کرے؟ میں اگر اس کی جگہ ہوتا تو مہاتما بدھ کی مورتی کی طرح سکون کے ساتھ بیٹھا رہتا۔ اس کا یہ حالِ زار دیکھ کر مجھے بہت لطف آتا ہے۔ عظیم ذمّے داریاں، کامیابی کے زبردست مواقع۔ بے انتہا دولت، زبردست اقتدار، ایک عظیم ملک کی سیاست میں بے اندازہ رسوخ اور اثر اور ان سب چیزوں کی وجہ سے غریب کس قدر الجھ کر رہ گیا ہے۔ کیا کرے۔ کیا نہ کرے — موجودہ زمانے کا شیوہ محض تنقید اور نکتہ چینی ہے — وہ اس نکتہ چینی کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ اس نے اپنے آپ میں یقین کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور اب یہ نہیں جانتا کہ کاہے کا سہارا ڈھونڈے۔ جب میں اسے بتلانے کی کوشش کرتا ہوں (اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو مجھے اچھی طرح معلوم رہتا کہ کاہے میں یقین کرنا چاہیے) تو وہ مجھے ایک بر خود غلط تنگ نظر مادہ پرست سمجھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں، رالف تو شیت،

اپنے دور کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ میں اس سے بہتر طریقے پر اس زمانے کی نظریں پہچان سکتا ہوں، کیونکہ وہ اپنے آپ کا، ان ساری چیزوں کا جن کی نمائندگی اس کا وجود کرتا ہے اور جو اس عہد کے لیے وبال جان بنی ہوئی ہیں خاتمہ نہیں کرسکتا۔ نہ اپنے آپ کو بحیثیت ایک مستقل ادارے کے زندہ رکھنے کی سکت اس میں ہے۔ ہائے۔ بچارہ وار برٹن۔"

"مجھے تو وہ اتنے پریشان حال نظر نہیں آئے" آزابل بولی۔

"اگر نہیں ہے تو میں کہتا ہوں ان سارے مصائب کو دیکھتے ہوئے اسے ہونا چاہیے۔ پریشان حال۔ اے وائے بچارے وار برٹن۔ میرے مظلوم دوست ــــ"

سہ پہر کے وقت وہ اپنے خالو کے ساتھ سبزے پر بیٹھی رہی۔ جہاں وہ حسب معمول کمبل میں لپٹے چائے پی رہے تھے ــــ باتوں باتوں میں انھوں نے سوال کیا۔
"وار برٹن کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟"

"میں تو سمجھتی ہوں بڑے دلکش آدمی ہیں۔" اس نے فوراً جواب دیا۔

"ہیں تو سہی۔ لیکن میں تم کو یہ مشورہ دوں گا کہ اس سے محبت نہ شروع کر دینا۔"

"جو حکم۔ میں صرف آپ کے مشورے کے مطابق محبت کیا کروں گی۔ علاوہ ازیں" آزابل نے کہا "میرے بھائی صاحب نے ان کی حالت کا بڑے افسوس ناک پیرائے میں نقشہ کھینچا ہے۔"

"واقعی ــــ؟ مگر یہ نہ بھولنا کہ رالف باتیں بنانے کا بہت شوقین ہے۔ ہمیشہ دور کی کوڑی لاتا ہے۔"

"رالف کا کہنا ہے لارڈ وار برٹن بہت تخریب پسند ہیں۔ یا شاید نہیں ہیں۔ میری سمجھ میں اچھی طرح نہیں آیا۔"

مسٹر توشیت نے آہستہ سے سر ہلایا اور چائے کا پیالہ میز پر رکھ دیا۔ "میں بھی نہیں کہہ سکتا کہ دونوں باتوں میں سے کون صحیح ہے۔ وہ بہت سی چیزوں کی بیخ کنی

کر دینا چاہتا ہے پھر بھی اپنی حیثیت اپنے وجود کو باقی رکھنے کا خواہش مند ہے۔ غالباً یہ بڑی فطری خواہش ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس میں تضاد بھی نظر آتا ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں کہ خدا کرے وہ یونہی زندہ سلامت چین کی بنسی بجاتے رہیں اگر کہیں انھوں نے خود کو ختم کر دیا تو ان کے دوستوں کو بہت رنج ہوگا۔"

"اپنے دوستوں کو محفوظ کرنے کے لیے وہ اسی طرح جیتے جائے گا ورنہ کم از کم مجھے تو گارڈن کورٹ میں اس کی عدم موجودگی بہت کھلے گی! اس کی طرح کے بہت سے افراد اس معاشرے میں موجود ہیں۔ دراصل آج کل اس قسم کے خیالات والے لوگوں کا فیشن بہت چل نکلا ہے۔ جانے یہ سب کیا کرنے میں جٹے ہیں۔ انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں یا کیا۔ بہرکیف، خدا کرے میرے مرنے کے وقت تک کے لیے تو وہ اس انقلاب کو ملتوی کر دیں۔ دیکھو قصہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہر چیز کو تہس نہس کر ڈالنے کے متمنی ہیں۔ میں یہاں کا خاصا بڑا زمیندار ہوں۔ اور اپنی تاراجی کا مطلق خواہش مند نہیں! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ سر پھرے اس قسم کی حرکتیں کرنے پر تلے بیٹھے ہیں تو میں اس ملک میں کبھی نہ آتا۔" مسٹر ٹوشیت نے بڑی سنگینی سے اپنی بات جاری رکھی "یہ میرا خیال تھا کہ انگلستان بے حد محفوظ قسم کا ملک ہے۔ ذرا ان کی دھوکا بازی تو دیکھو۔ اس میں بھی تبدیلیاں پیدا کرنے کے درپے ہیں!"

"مجھے تو انقلاب کا نظارہ کرنے میں بڑا مزہ آئے گا!" آزابل نے کہا۔

"اب پتا نہیں تم پرانے خیالات والوں کی حامی ہو یا نئی روشنی والوں کی۔ میں نے تم کو اکثر بڑی متضاد باتیں کرتے سنا ہے۔"

"مجھے تو دونوں کا طرفدار سمجھیے۔ میں ہر نقطۂ نظر کا ساتھ دیتی ہوں۔ انقلاب آیا تو میں بڑی کٹر، نہایت بد دماغ قسم کی رجعت پسند بن جاؤں گی۔ ان رجعت پسندوں سے خواہ مخواہ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ ایسے سلیقے اتنی خوبصورتی کے ساتھ زندہ رہتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ زندگی کے متعلق ان کا رویہ اس قدر افسانوی سا ہے۔"

"اس لفظ سے جانے تمھاری مراد کیا ہے۔ سچ پوچھو تو مجھے خود تمھارے رویّے میں سخت افسانویت نظر آتی ہے اور وہ کون سا لفظ ہے ـــ رومانیت!"

"ہائے ہے! کاش میں آپ کی بات کا یقین کر سکتی۔"

"لیکن صد افسوس ابھی فی الحال تو تمھیں نزاکت سے ٹھمک ٹھمک چلتے ہوئے گلوٹین پر جا کر اپنا سر کٹوانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اگر واقعی تم کوئی عظیم تبدیلی دیکھنا چاہتی ہو تو ہمارے ساتھ زیادہ عرصے کے لیے یہاں رہو۔ ان لوگوں کا وطیرہ یہ ہے کہ جب تم خود انقلاب کی تمنا کرو گی تو یہ سارے انقلابی اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے صاف کترا جائیں گے۔"

"کون انقلابی ـــ؟"

"لارڈ وآربرٹن اور ان کے ساتھی۔ یہ اوپری طبقے کے انتہا پسند۔ یہ تبدیلی کی باتیں کرتے ہیں لیکن انھیں خود پتا نہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ تمھیں اور مجھے علم ہے کہ جمہوری طرزِ زندگی کیا ہے۔ جمہوریت مجھے ہمیشہ بڑی آرام دہ معلوم ہوتی۔ کیونکہ ہم شروع سے اس کے عادی رہے ہیں اور پھر نہ میں کہیں کا لارڈ ہوں نہ تم کہیں کی نواب بیگم۔ اب یہاں یہ بات ان لوگوں کی عقل میں نہیں آتی۔ تم بیگم صاحبہ بن سکتی ہو لیکن میں لارڈ نہیں ہوں مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ اپنی موجودہ طرزِ زندگی کے مقابلے میں جمہوریت کو قطعی پسند نہ کریں گے۔ بہر حال یہ اسے بھی آزما دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی مرضی۔ لیکن میں یہی کہتا ہوں کہ یہ حضرات اس آزمائش میں زیادہ زور نہ لگائیں۔"

"آپ کا خیال ہے ان کے اس جذبے میں خلوص نہیں ہے؟"

"یہ لوگ تصور یہی کرتے ہیں کہ بڑے صدقِ دل سے یہ سب سوچ رہے ہیں۔ لیکن مجھے تو یہی لگتا ہے کہ ان کا یہ سارا جوش و خروش محض زبانی جمع خرچ ہے خالی نظریاتی تگ و دو۔ ان کے یہ انتہا پسندانہ خیالات ایک ذریعۂ تفریح ہیں۔ آخر ان کے لیے دل بستگی کا سامان بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ لوگ سیاست کے بجائے زیادہ پوچ قسم کی تفریحوں میں پڑ جاتے۔ حد سے زیادہ عیش پرست واقع ہوئے

ہیں۔ ترقی پسندانہ خیالات ان کی سب سے بڑی عشرت ہے۔ ان نظریات کی بنا پر یہ اپنی اخلاقی بلندی کا احساس کر کر کے خوش ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ہوائی قلعے انھیں کوئی نقصان بھی تو نہیں پہنچا سکتے۔ انھیں اپنے اعلیٰ مرتبوں کا بہت خیال رہتا ہے۔ ان میں سے کسی کے بہکائے میں آ کر یہ نہ سوچ بیٹھنا کہ اونچے طبقے کے ان انقلابیوں کو اپنے رتبے کی پروا نہیں۔"

آزابل بڑے غور سے اپنے خالہ کی باتیں سنتی رہی۔ برطانیہ کے طبقۂ امراء سے وہ بالکل ناواقف تھی۔ اس نے سوچا فطرتِ انسانی کے مطالعے سے جو نتائج اس نے اخذ کیے تھے یہ باتیں ان سے بہت ہم آہنگ ہیں۔ اس نے لارڈ وار برٹن کی طرفداری کرنا چاہی "یہ بزرگ تو مجھے ریاکار معلوم نہیں ہوتے۔ اوروں سے مجھے مطلب نہیں۔ میں صرف انھیں ذرا آزمائشوں میں مبتلا ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"وار برٹن کا کیا کہنا۔ ایک لاکھ پونڈ سالانہ کی اس کی آمدنی ہے۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں وہ فقط پچاس ہزار ایکڑ زمین کا بلاشرکتِ غیرے مالک و مختار ہے۔ دوسرا دھن دولت اس کے علاوہ آدھی درجن کے قریب تو اس کے پاس صرف محلات ہی ہیں۔ جس طرح کھانے کے کمرے میں اپنی کرسی پر بیٹھتا ہوں اسی آسانی اور اطمینان کے ساتھ یہ مردِ خدا پارلیمنٹ میں اپنی نشست پر براجتا ہے۔ ادبیات۔ فنونِ لطیفہ۔ سائنس، حسین و جمیل خواتین ـــ ان سب چیزوں کے لیے ان کا ذوق نہایت اعلیٰ ہے لیکن اپنا شستہ ترین ذوق اس نے انتہا پسندی کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ نوجوان خواتین کے علاوہ جو شے اسے سب سے زیادہ مرغوب ہے وہ یہی سیاسی فلسفہ ہے اس کے خیالات خود اس کے لیے یا دوسروں کے لیے مطلق ضرر رساں نہیں۔ اگر انقلاب آیا تو بھی اسے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ اسے کوئی چھوئے گا بھی نہیں۔ بے حد ہر دلعزیز انسان ہے۔"

"بے چارے اگر چاہیں بھی تو درجۂ شہادت حاصل نہیں کر سکتے۔" آزابل نے آہ بھری۔ "واقعی بڑی افسوسناک حالت ہے!"

"یہ درجہ تو اسے کبھی حاصل نہ ہوگا۔ تم البتہ اسے شہید کر سکتی ہو۔"!

آزابل نے سر ہلایا۔ یہ بات ہنسی کی ہو سکتی تھی۔ لیکن اس نے اداسی سے کہا۔

"میں کسی کو شہید ویہید نہیں کر سکتی۔"

"اور نہ خود ہوگی!"

"لیکن آپ کو لاڈ وار برٹن پر ترس نہیں آتا۔ رالف تو ان کے لیے مارے ہمدردی کے بیحال ہوئے جا رہے ہیں۔"

مسٹر تورشیت نے بڑے پیار اور بڑے دھیان سے اسے دیکھا "ہاں۔ اب تو مجھے بھی اس غریب پر ترس آرہا ہے۔" انھوں نے کہا

(۹)

چند روز بعد لارڈ وار برٹن کی دونوں بن بیاہی بہنیں آزابل سے ملنے کے لیے آئیں۔ آزابل کو ان کا انوکھا پن بہت بھایا یہی بات جب اس نے رالف سے کہی تو اس نے بڑے پرزور طریقے سے اس کی تردید کی "انوکھا پن ایک ایسا لفظ ہے جو دو مردوں ان کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ بالکل ان کی طرح کی پچاس ہزار دو تمند لڑکیاں اسی ملک انگلستان میں زندہ ہیں۔ تم بھی کیا اڑاتی ہو!" بہرکیف یہ لڑکیاں تو بہت ہی پیاری تھیں۔ ان کی آنکھیں آزابل کو پھولوں سے گھری ہوئی جھیلوں کی ایسی معلوم ہوئیں" اور کچھ نہیں یہ قنوطی تو نہیں ہیں۔ آزابل نے سوچا۔ اس کی کئی سہیلیوں کی یہی خاصیت تھی۔ بلکہ اکثر اسے شبہ ہوتا کہ وہ خود بھی خاصی یاس پسند ہے۔ یہ دونوں بہنیں کم عمر نہ تھیں لیکن ان کا رنگ روپ تازہ اور نکھرا ہوا تھا۔ بچوں کی سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر کھیلتی۔ آنکھیں ان کی خاموش، بڑی بڑی اور پرسکون تھیں۔ جسم بہت خوبصورت تھے ان کی طبیعت میں اخلاص اور دوستی کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کے بھرا تھا لیکن شرمیلے پن کی وجہ سے اس کا اظہار نہ کر پاتی تھیں۔ وہ دونوں سمندر پار کی اس نئی دنیا سے آئی ہوئی اس اجنبی لڑکی کے سامنے ذرا گھبرائی ہوئی نظر آتی تھیں۔ انھوں نے آزابل کو اپنے یہاں کھانے

پر بلایا۔ "ہم ایسے بہت زیادہ دلچسپ لوگ نہیں۔" بڑی بہن نے کہا۔ "لیکن جیسے بھی ہیں آپ کو ہمیں اسی طرح قبول کرنا ہوگا۔"

"تم دونوں تو بہت ہی پیاری ہو ـــ سحر انگیز ـــ" آزابل جب کسی کی تعریف کرنے پر آتی تو خوب مبالغہ کرتی۔ بڑے ثقیل الفاظ استعمال کرتی۔ یہ سحر انگیز اچھا شاعرانہ لفظ تھا۔ اس نے سوچا۔

مہمان لڑکیاں اور زیادہ شرما گئیں۔ ان کے جانے کے بعد رالف نے آزابل کو آڑے ہاتھوں لیا۔ یہ کونسی ادا تھی تمھاری؟ کیا وہ سمجھتی نہ ہوں گی کہ تم انھیں بنا رہی ہو سحر انگیز نہیں کچھ اور۔ بچاریوں کو آج تک یہ لقب نہ ملا ہوگا۔ مبالغے کی بھی حد ہوتی ہے۔"

"وہ لوگ ہیں ہی اس قسم کی خاموش، قانع، معقولیت پسند، مطمئن۔ کاش میں بھی ان جیسی بن سکتی۔"

خدا نہ کرے۔" رالف نے کہا

"ان کی تقلید کی کوشش تو میں ضرور کروں گی۔ کیسا پرسکون وجود ہوگا ان کا۔"

کچھ دن بعد وہ مسز ٹوشیت اور رالف کے ہمراہ "لوخ لیہہ" گئی۔ دونوں لڑکیاں ایک تق ودق دیوان خانے میں بیٹھی تھیں۔ اس طرح کے کمرے وہاں کئی تھے، گھسے ہوئے رنگوں والے پھولدار پردوں اور گشتوں کا ایک وحشتناک صحرا ان کے چاروں طرف دُور دُور تک پھیلا تھا۔ ان کے اپنے کپڑے سیاہ مخمل کے تھے۔ اپنے اس پس منظر میں وہ آزابل کو اور زیادہ اچھی لگیں۔ یہ لوگ قنوطی نہیں ہیں۔ اس نے دل میں دہرایا۔ کھانے کے بعد وہ کمرے کے سرے پر ان کے ساتھ بیٹھی رہی۔ لارڈ واربرٹن دوسری جانب مسز ٹوشیت سے باتوں میں مصروف تھے۔

"تمھارے بھیا کیا واقعی اتنے زبردست انتہا پسند ہیں؟" اسے یہ پہلے ہی سے معلوم تھا لیکن اب لڑکیوں سے بھی کچھ سن گن لینا چاہتی تھی۔

"بھیا تو اس قدر پکے انقلابی ہیں کہ جس کی حد نہیں۔" چھوٹی بہن ملڈرڈ نے کہا۔

"لیکن ساتھ ہی واربرٹن بہت معقول انسان بھی ہے۔" بڑی بہن بولیں

ازابل نے ان کے بھائی پر نظر ڈالی۔ وہ کمرے کے دوسرے کونے میں بیٹھے تھے اور صاف ظاہر تھا کہ مسز توشیت کو رام کرنے کی سعی میں بڑی تندہی سے مصروف ہیں۔ رالف آتشدان کے پاس بیٹھا کتوں سے دوستی کر رہا تھا۔

"تمھارے بھائی یونہی خالی زبانی جمع خرچ ہی کرتے ہیں یا اپنے عقاید پر خلوص سے کاربند بھی ہیں؟" ازابل نے تبسم کے ساتھ دریافت کیا۔ لڑکیاں خاموشی سے اسے دیکھتی رہیں۔

"یہ آزمائشوں کا مقابلہ کرسکیں گے؟" ازابل نے دوسرا سوال کیا۔

"آزمائشیں؟"

"ہاں۔ فرض کرو انھیں یہ سارا ٹھاٹھ باٹ تج دینا پڑے —"

"یہ — یہ — یعنی "لوخ لیہہ؟" ایک بہن نے بے حد حیرت زدہ آواز میں پوچھا۔

"یہ اور دوسرے محلات۔ ان کے نام کیا کیا ہیں؟"

دونوں لڑکیوں نے خوفزدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"بھیا بیٹھے بٹھائے بلاوجہ اپنی جائداد کو کیوں تجنے لگے بھلا؟"

"خوب۔ تو یہ حضرت بھی بگلا بھگت ہیں۔ منہ پر کچھ۔ دل میں کچھ۔ واقعی کتنی مضحکہ خیز حیثیت ہے۔"

دونوں بہنیں اب بالکل چکرا چکی تھیں "یعنی بھائی صاحب کی حیثیت؟" چھوٹی بہن نے پوچھا۔

"ان کی تو بہت بڑی حیثیت ہے۔" بڑی والی بولیں۔ "اس ضلع میں سب سے اونچا مرتبہ ہے ان کا۔"

"تم مجھے بہت بدتمیز سمجھتی ہو گی!" ازابل نے کہا۔ "تم اپنے بھائی کی بے حد عزت کرتی ہو۔ اور تم کو ان سے جو شہ لگتا ہے وہ الگ!"

"ظاہر ہے اپنے بھائی کی عزت کی ہی جاتی ہے۔" بڑی بہن نے سادگی سے جواب دیا۔

"یقیناً تمہارے بھائی بہت ہی قابلِ احترام ہوں گے جبھی تم ان کا ادب کرتی ہو۔ تم خود تقدیس کی حد تک پاکیزہ ہو۔"

"بھائی صاحب بے حد نرم دل ہیں۔ جتنے فائدے وہ چپکے چپکے دوسروں کو پہنچاتے رہتے ہیں ان کی کسی کو خبر تک نہیں ہو سکتی۔"

"ان کی قابلیت سارے زمانے میں مشہور ہے۔" ملڈرڈ نے کہا۔ "ہر شخص جانتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" آزابل نے کہا۔ "پر اگر میں ان کی جگہ ہوتی تو ماضی کے ورثے کے لیے لڑتے لڑتے مر جاتی۔ ایک یہ ہیں کہ اسے نیست و نابود کرنے پر تُلے بیٹھے ہیں۔ یہ اچھا فلسفۂ انقلاب ہے!"

"اصلاح پسندی بھی تو ضروری ہے۔" ملڈرڈ نے رسان سے کہا۔ "ہم لوگ صدیوں سے اصلاح پسند رہے ہیں۔"

"تم نے اپنے سیاسی مسلک کو بھی ایک قسم کی عشرت میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم کو موٹے دھاگے کی کرتھت کا بہت شوق ہے۔" اس نے موضوعِ گفتگو بدلا۔ لارڈ وارڈ برٹن نے کھانے کے بعد اسے محل کی سیر کرانی شروع کی۔ اس نے پہلے ہی سے طے کر رکھا تھا کہ یہ مقام بھی حد سے زیادہ افسانوی ہو گا۔ محل کے اندر کے حصے میں جدید تقاضوں کے لحاظ سے تبدیلیاں کر دی گئی تھیں۔ باغ میں کھڑے ہو کر دیکھو تو پانی کی چوڑی خندق سے گھری ہوئی، قدیم داستانوں والے قلعوں کی ایسی بھورے رنگ کی یہ فلک بوس عمارت بے حد دلآویز نظر آتی۔ اس رتہ موسم میں خنکی تھی۔ خزاں کی آمد آمد تھی۔ دھوپ کی مدھم لہریں پرانی فصیلوں پر اپنا دھندلکا بکھیر رہی تھیں۔ لارڈ وار برٹن کے بھائی پادری صاحب بھی کھانے پر آئے تھے۔ پورے پانچ منٹ تک آزابل نے ان سے گفتگو کی۔ کلیسائیت کے انمول موتی چننا چاہے لیکن ناکام رہی۔ پادری صاحب کا کھلاڑیوں کا ایسا جسم تھا۔ دل کی صفائی چہرے سے عیاں تھی۔ خوب کھاتے اور بات بے بات قہقہے لگاتے۔ بعد میں رالف نے آزابل کو بتایا کہ حضرت عیسیٰ کی بھیڑ بننے سے

پہلے یہ پہلوانی کرتے تھے۔ اور اب بھی اکثر نجی محفلوں میں اپنے دوستوں کو فرش پر پچھاڑ دیا کرتے ہیں۔ آزابل کو یہ بھی بہت اچھے لگے۔ اس وقت وہ ساری دنیا کو پسند کرنے کو تیار تھی۔ لیکن اپنی روحانی امداد اور نجات کا وسیلہ ان صاحب کو سمجھا جاتا ہے۔ یہ سوچنے کے لیے اسے اپنے تصور پر زور ڈالنا پڑا۔ کھانے کے بعد سب لوگ باغ میں ٹہلنے کے لیے چلے۔ لارڈ وار برٹن بڑی مہارت سے آزابل کو ایک طرف ہٹا لے گئے اور سب سے علٰحدہ اس کے ساتھ ساتھ چہل قدمی کرتے رہے۔

"میری تمنا ہے کہ آپ اس جگہ کو زیادہ فرصت سے دیکھیں۔ ادھر ادھر کی باتوں میں لگ کر آپ کو اس کا موقع نہیں مل سکتا۔" لیکن ان کی اپنی گفتگو اس وقت بہت زیادہ معلومات افزا نہ تھی۔ وہ پھر پھر کر اپنی اور آزابل کی ذات کی طرف لوٹ آتے۔ "بہر کیف" انھوں نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ غریب خانہ آپ کو پسند آیا۔ کاش آپ یہاں کچھ عرصہ قیام بھی کرتیں۔ میری بہنیں آپ کی گرویدہ ہو گئی ہیں۔ ممکن ہے ان کی ہی خاطر سے آپ یہاں ٹھہرنے پر آمادہ ہو جائیں۔"

"مجھے کسی ترغیب کی ضرورت نہیں ہے۔" آزابل نے جواب دیا۔ "لیکن میں خود کچھ نہیں کر سکتی۔ اپنی خالہ کے ہاتھوں میں ہوں۔"

"معاف فرمائیے گا۔ میں سمجھتا تھا آپ اپنی من مانی کرنے کی عادی ہیں۔"

"افسوس کہ آپ نے میرے متعلق ایسی رائے قائم کی۔ یہ تو کوئی اچھی رائے نہیں ہے۔"

"میں نے تو آپ کی آزاد خیالی سے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئے۔

"کاہے کی امیدیں؟"

"کہ آئندہ بھی آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"آپ سے ملاقات کرنے کے لیے تو مجھے بے تحاشا آزاد خیال بننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"درست۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ آپ کے خالو مجھے پسند نہیں کرتے۔"

"خالو تو آپ کے بہت مدّاح ہیں۔"

"آپ ان سے میرا تذکرہ کرتی رہی ہیں۔ زہے نصیب! پھر بھی، میرا یہی خیال ہے کہ انھیں میرا گارڈن کوٹ آتے رہنا ناگوار گزرتا ہے۔"

"خالو کی پسند ناپسند کی ذمّہ دار میں نہیں ہوں۔ حالانکہ مجھے ان کے خیالات کا زیادہ احترام کرنا چاہیے۔ ویسے، آپ سے دوبارہ مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔"

"میں صرف یہی سننا چاہتا تھا۔ آپ کے ان الفاظ نے مجھ پر جادو سا کر دیا!"

"آپ پر جادو بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔"

"مس آرچر میرا دل اب میرے بس میں نہیں ہے۔"

انھوں نے یہ بات اس انداز میں کہی کہ آزابل چونک اٹھی۔ اپنی گھبراہٹ کو چھپاتے ہوئے اس نے بڑی خوش دلی سے کہا۔ "میرا آپ کے دولت کدے پر دوبارہ آنا ممکن نہیں۔"

"کبھی بھی —؟"

"کبھی کا تو میں نہیں کہہ سکتی۔ ایسے الفاظ مجھے بہت ڈرامائی معلوم ہوتے ہیں۔"

"اگلے ہفتے کسی روز حاضر ہو سکتا ہوں؟"

"یقیناً۔ آپ کی راہ میں کون ایسے پہاڑ حائل ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ البتہ آپ کے سامنے میں اپنے آپ کو محفوظ نہیں محسوس کرتا۔ آپ مستقل دوسروں کا تجزیہ کرتی رہتی ہیں۔"

"اس میں آپ کا کون نقصان ہے؟"

"اپنی اتنی کڑی جانچ پڑتال سے مجھے بہت گھبراہٹ ہوتی ہے — سنا ہے مسز ٹوشیت آپ کو سیاحت کے لیے ہمراہ لیے جاتی ہیں؟"

"میں تو یہی دعا مانگ رہی ہوں۔"

"کیوں۔ کیا انگلستان آپ کے رہنے کے لائق جگہ نہیں۔؟"

"اب آپ فساد پر آمادہ ہیں! میں ملکوں ملکوں گھوم کر بقول آپ کے اپنی

" جانچ پڑتال، جاری رکھنا چاہتی ہوں۔ اس میں بہت لطف آتا ہے۔"

"دوسروں کے متعلق فیصلے کرنا آپ کی بڑی تفریح ہے۔ خوب۔ کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔ آپ کے ارادے سخت پر اسرار معلوم ہوتے ہیں۔ جانے آپ کیا کچھ کرنے والی ہیں۔"

"اس حسن ظن کا شکریہ! میرے پچاس ہزار ہم وطن جو ہر سال یورپ آتے ہیں ان کے ارادوں میں کیا اسرار ہو سکتا ہے؟ سوا اس کے کہ سیر و سیاحت کے ذریعے اپنی سمجھ بوجھ میں تھوڑا سا اضافہ کریں۔"

"آپ کی سمجھ بوجھ میں مزید اضافے کی گنجائش ہی کہاں ہے۔ آپ پہلے ہی بہت برگزیدہ ہیں۔ ہم پستی کے باسیوں کو اپنی بلندی پر سے دیکھتی ہیں۔ ہم بے چارے آپ کو کیسے کیسے مسخرے نظر آتے ہونگے۔! آپ دور سے، باہر سے کھڑے کھڑے ہمارا معاینہ کر رہی ہیں۔ آپ کو مطلق کوئی پروا نہیں۔ صرف اپنی دلچسپی سے غرض ہے۔ آپ کی تفریح جو ٹھہری۔" اس کی آواز میں جو گمک اس نے پہلے سنی تھی وہ پھر ظاہر ہو گئی۔ اب اس میں تلخی کی جھلک بھی موجود تھی۔ یہ تلخی ایسی اچانک اور اتنی بے ربط سی تھی کہ آنابل کو خدشہ ہوا۔ شاید اس نے لارڈ وار برٹن کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ وہ ہمیشہ سے سنتی آئی تھی کہ انگریز خاصے سنکی ہوتے ہیں۔ کسی مصنف نے تو یہ بھی لکھا تھا کہ حقیقت میں یہ انتہائی رومان پرست عاشق مزاج قوم ہے۔ تو گویا لارڈ وار برٹن پر بھی بیٹھے بٹھائے رومان سوار ہو گیا تھا؟ کیا یہ بھی محض تیسری ملاقات میں، خود اپنے ہی گھر میں اس کے سامنے ایک جذباتی ناٹک کھیلنے پر تلے ہوئے تھے۔ لیکن پھر ان کے کڑھے ہوئے اخلاق اور شائستگی نے آنابل کا یہ شک دور کر دیا۔ گو ابھی ابھی وہ تہذیب و تکلف کے سارے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کے اس لڑکی سے جس نے ان کی میزبانی قبول کی تھی۔ اظہار عشق کر چکے تھے۔ لارڈ وار برٹن کی شرافت پر اس کا اعتماد صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ اس لہجے کی جھلک کے بغیر جس نے آنابل کو اتنا چونکا کر دیا تھا۔ انھوں نے ہنستے ہوئے کہا "میرا مطلب یہ نہیں کہ خدانخواستہ آپ کو محض

فروعات سے دلچسپی ہے۔ آپ نے تو اپنے مطالعے کے لیے بڑے عظیم موضوع چن رکھے ہیں۔ اخلاقی کمزوریاں انسانیت کے المیے۔ قوموں کی خصوصیات ۔"

"جہاں تک اس کا تعلق ہے ۔" آزابل نے کہا: "میری اپنی قوم کی خصلتیں مجھے زندگی بھر اچھی طرح محظوظ کر سکتی ہیں۔ لیکن فی الحال تو ہمیں دس میل کا راستہ طے کرنا ہے۔ ادھر چلیے۔ خالہ میری منتظر ہوں گی۔" وہ دوسرے لوگوں کی طرف مڑ گئی۔ لارڈ وار برٹن چُپ چاپ اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ "اگلے ہفتے میں آپ سے ملنے آؤں گا۔" دوسروں کے نزدیک پہنچنے سے پہلے پہلے انھوں نے دوبارہ کہا۔

وہ اب خود کو سنبھال چکی تھی۔ یہ ذہنی دھچکہ اتنا تکلیف دہ نہ تھا جیسا اس نے ابھی ابھی فرض کیا تھا۔ پھر بھی اس نے بہت سرد مہری سے جواب دیا۔ "آپ کی مرضی۔" یہ اکل کھرا انداز اس نے جان بوجھ کر اختیار نہیں کیا۔ اس میں ایک اَن دیکھے خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔

(۱۰)

لوخ لیھ سے لوٹنے کے دوسرے دن اسے اپنی دوست مس آسٹیک پول کا خط ملا۔ لفافے پر لیورپول کی مہر اور ہنری اٹیا کی تحریر دیکھ کر وہ خوش ہوئی۔

"اے لوئیا بھی پہنچ گئی۔" ہنری اٹیا نے لکھا تھا۔ "نیو یارک میں جیوں ہی مجھے عکاس کی جانب سے روانگی کے لیے کہا گیا۔ میں نے ایک بڑے کہنہ مشق صحافی کی طرح تھوڑا سا سامان بکس میں ڈالا اور ٹرام میں بیٹھ کر بندرگاہ پر جا پہنچی۔ اب بتلاؤ تم سے کہاں ملا جائے۔ سنا ہے تم آج کل کسی برطانوی قلعے میں مہمان ہو۔ خاص انگریزی لہجے میں انگریزی بولتی ہو گی۔ کسی لارڈ سے بیاہ بھی رچا لیا ہو گا۔ اگر یہ بات ہے تو میرے ٹھاٹھ ہو گئے۔ پھر میں اس ملک کی چند اہم شخصیتوں سے تمھارے ذریعے تعارف حاصل کروں گی۔ عکاس برطانیہ کے اعلیٰ طبقے پر روشنی ڈالنا چاہتا ہے۔ اچھا تمھیں ایک خاص بات بھی بتانی ہے۔ ملاقات کی فوراً کوئی صورت نکالو۔ لندن آجاؤ۔ ورنہ

جہاں کہیں بھی ہو وہیں مجھے بھی بلا بھیجو۔ میں یہاں کی اصل زندگی دیکھنے کے لیے سخت بے چین ہوں۔
تمہاری گویاں ہنری اٹیا۔"

از ابل نے اپنے خالو سے اس خط کا ذکر کیا۔ مسٹر توشیت نے بڑی گرم جوشی سے کہا ان بی بی سے درخواست کرو کہ فی الفور گارڈن کورٹ چلی آویں۔" یہ بڑی پڑھی لکھی صاحبزادی معلوم ہوتی ہیں۔" انھوں نے کہا " لیکن ان دوسری لیکھکا کی طرح یہ میرا خاکہ اپنے مضمون میں اس انداز سے نہ کھینچیں گی انھوں نے میری طرح کے اور بہت سے لوگ بھی دیکھ رکھے ہوں گے۔"

"ہنری اٹیا آپ جیسی دلچسپ ہستی سے آج تک نہیں ملی۔" از ابل نے جواب دیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہنری اٹیا کی ادبی صلاحیتوں کی طرف سے مطمئن نہ تھی۔ اس نے مسٹر توشیت کی جانب سے اسے دعوت نامہ بھیج دیا۔

بی ہنری اٹیا لندن سے ٹرین میں سوار ہو کر گارڈن کورٹ کے قریب ترین اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئیں۔ از ابل اور رالف اسٹیشن پر ان کے منتظر تھے۔

"کیسی لڑکی ہے؟ مجھے اچھی لگے گی یا بری ۔۔؟" رالف نے پلیٹ فارم پر ٹہلتے ہوئے سوال کیا ۔۔۔

"برا سمجھو چاہے اچھا۔ اسے ان باتوں کی مطلق فکر نہیں۔" از ابل نے کہا " اپنے بارے میں مردوں کی رائے کی وہ رتی بھر پروا نہیں کرتی۔"

"پھر تو بحیثیت ایک مرد کے مجھ پر لازم آیا کہ اسے بالکل ناپسند کر دوں۔ قسم خدا کی کیا دبنگ لونڈیا ہو گی۔ خوفناک ۔۔ بدشکل بھی ہے؟"

"قطعی نہیں۔ ہنری اٹیا بے انتہا حسین ہے۔"

"خاتون نامہ نگار۔ گھگھریا پہننے والی رپورٹر ۔۔ واہ واہ ۔۔ اسے دیکھنے کا اب تو مجھے بھی شوق ہو رہا ہے۔" رالف نے گویا بڑی فراخدلی سے کہا۔

"اس کا مذاق اڑا لینا بہت آسان ہے۔ اس جیسا بہادر ہونا اتنا آسان نہیں۔" ظاہر ہے۔ مار دھاڑ، فوجداری اور گدم ٹھنی کی وارداتوں کو قلمبند کرنے کے لیے

تو واقعی بڑے دل گردے کی ضرورت ہے ۔ لگے ہاتھوں میرا انٹرویو بھی کرڈالے گی؟"

"منہ دھو رکھو۔ اتنی اہمیت وہ نہیں دے سکتی تمہیں۔"

"دیکھتی جاؤ۔ یہ تمہاری گوئیاں تنجی سمیت ہم سب کا مربع کھینچ کر اپنے اخبار میں نہ چھپوا دیئے تو میرا نام بدل دینا۔"

"اس کے لیے میں اسے منع کر دوں گی۔"

"بالکل۔"

"اور اس کے باوجود تم نے اسے اپنی ایسی چہیتی سہیلی بنا رکھا ہے؟"

"غریب میری چہیتی کہاں سے آئی۔ البتہ اپنی کمزوریوں کے باوجود یہ مجھے اچھی بہت لگتی ہے۔"

"اور میں اس کے اوصاف حمیدہ کے باوجود اسے ناپسند کروں گا۔"

"تم تین دن کے اندر اندر اس پر عاشق ہو جاؤ گے میاں صاحبزادے!"

"تاکہ میرے محبت نامے بھی عکاس میں شائع ہو جائیں ۔۔۔ ہوش کی دوا کرو۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔" رائف نے جوش میں آکر کہا۔

ٹرین آن پہنچی اور سنہری اٹھا اسٹک پول اس میں سے برآمد ہوئیں۔ آنابل بےچاری نے کیا غلط کہا تھا۔ اچھی خاصی خوش شکل لڑکی تھی۔ صاف ستھری، گداز جسم، میانہ قد، کتابی چہرہ۔ چھوٹے چھوٹے ہونٹ۔ بے حد نازک سی جلد۔ اس کے سراپا میں سب سے زیادہ قابل توجہ اس کی آنکھیں تھیں۔ ان آنکھوں میں ٹرائمفنٹ سکون جھلکتا تھا۔ وہ چیزوں کو ٹکٹکی لگا کر غور سے دیکھتی تھی۔ اس انداز سے سرکشی اور دیدہ دلیری ٹپکتی گویا کہتی ہو دیکھتے کیا ہو۔ آؤ مقابلے پر ــــــــ ذرا میدان میں آؤ تو جانیں۔ اسی طرح ان آنکھوں نے رائف کو دیکھا۔ جو اس لڑکی کے خوشگوار، دلفریب سراپا میں لحظہ بھر کے لیے محو ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ آنکھیں گویا کہہ رہی تھیں کہ اے حضور ہمیں ناپسند کرنا اتنا آسان نہیں جتنا آپ نے سوچ رکھا ہے۔ فاختئی رنگ کے چمکیلے سرسراتے لباس میں وہ بہت نکھری ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ پہلی جھلک میں رائف کو لگا جیسے وہ روزانہ اخبار کا ایسا نیا، تازہ ضخیم، جامع اور

کرکرا پرچہ تھی جسے ابھی پڑھنے کے بعد تہہ کر کے نہ رکھا گیا تھا۔ اوّل سے آخر تک اس میں کتابت اور طباعت کی غالباً ایک بھی غلطی موجود نہ تھی۔ بڑی صاف اور اونچی آواز میں باتیں کرتی۔ اس کے باوجود، جب وہ ان دونوں کے ساتھ گھی میں بیٹھی تو رالف کو احساس ہوا کہ اس کی طباعت جلی حروف میں نہیں ہوئی ہے (ایسے جلی حروف جن میں سنسنی خیز دہشتناک سرخیاں شائع کی جاتی ہیں) وہ آزابل کے سوالات کے جواب دیتی رہی۔ کبھی کبھی رالف بھی گفتگو میں شامل ہو جاتا۔ "گارڈن کورٹ" پہنچ کر کتب خانے میں مسٹر تو شیت سے اس کا تعارف کروایا گیا۔ (مسز تو شیت نے اپنے کمرے سے باہر آکر اس سے ملنا ضروری نہ سمجھا تھا۔)

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آپ خود کو امریکن تصور کرتے ہیں یا انگریز۔" اس نے دفعتاً رالف سے سوال کیا "تاکہ میں اسی لحاظ سے آپ سے گفتگو کروں۔"

"آپ جس لحاظ سے بھی گفتگو کریں، ہم بہرصورت آپ کے ممنون رہیں گے۔" رالف نے بڑی فیاضدلی سے جواب دیا۔

اس نے اپنی نظریں رالف پر جما دیں۔ رالف کو خواہ مخواہ دو بڑے بڑے چمکدار بٹن یاد آئے۔ آس پاس کی چیزوں کا عکس تک ان پتلیوں میں دکھلائی دے رہا تھا۔ رالف کافی شرمیلا لڑکا تھا۔ ہنری ایٹا کی نگاہوں کی اس ٹکٹکی سے فوراً سٹ پٹا گیا۔

"اب آپ مجھے یقین دلانے کی کوشش تو فرمائیں گے نہیں کہ آپ بھی امریکن ہیں۔" وہ کہہ رہی تھی۔

"آپ کو خوش کرنے کے لیے مجھے میں انگریز ہوا جاتا ہوں۔ حکم ہو تو ترک بن جاؤں۔"

"آپ اتنی آسانی سے اپنی جون بدل سکتے ہیں۔ چہ خوب!" ہنری ایٹا نے جواب دیا۔

"آپ تو وسیع النظر ہیں۔ ہر چیز سمجھتی ہیں۔ قومیت کا اختلاف اور تفریق آپ کی راہ میں حائل نہ ہونی چاہیے۔"

ہنری ایٹا اسے بڑے غور سے دیکھتی رہی "آپ کی مراد غیر ملکی زبانوں سے ہے؟"

"زبانیں بکواس ہیں۔ میرا مطلب ہے روح — آتما — دماغ — جی ہاں"۔

"میں سمجھی نہیں"۔ "عکاس" کی نامہ نگار خصوصی نے کہا "لیکن یہاں سے روانگی سے پہلے پہلے مجھے قوی امید ہے کہ آپ بھی میرے پلّے پڑنے لگیں گے"۔

"راکف ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں بین الاقوامی کہا جاتا ہے"۔ آزابل بولی

"گویا تھوڑی تھوڑی ہر چیز ہیں۔ مکمل طور پر کچھ بھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ خیرات کی طرح وطن پرستی بھی اپنے گھر سے شروع کرنی چاہیے"۔

"لیکن گھر کہاں سے شروع ہوتا ہے؟" راکف نے دریافت کیا۔

"یہ میں نہیں جانتی کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ یہ جانتی ہوں کہاں پر آن کر ختم ہوتا ہے۔ ابھی میں اس ملک کے راستے ہی میں تھی لیکن گھر بہت پیچھے رہ گیا تھا"۔

"آپ کو یہ جگہ پسند نہیں آئی؟" مسٹر توشیت نے بڑی معصومیت سے اپنی بوڑھی آواز میں پوچھا۔

"دراصل میں ابھی تک یہ طے نہیں کر پائی کہ اس ملک کے لیے کس قسم کا رویہ اختیار کروں۔ یہاں پر تو میرا دم سا گھٹا جا رہا ہے۔ لورپول سے لندن تک کے سفر میں یہی گھٹن کا احساس مجھ پر شدت سے حاوی رہا"۔

"شاید آپ کے ڈبے میں مسافروں کا ہجوم زیادہ رہا ہوگا"۔ راکف نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں۔ لیکن دوستوں کا ہجوم تھا۔ امریکیوں کا ایک گروہ تھا جن سے میں جہاز پر مل چکی تھی۔ لِٹل روک، ارکنساس کے باشندے۔ بڑے پیارے لوگ تھے۔ لیکن اس کے باوجود لگتا تھا میں کسی بوجھ تلے دبی جا رہی ہوں۔ نجانے یہ کاہے کا بوجھ تھا۔ مجھے یہ شروع ہی سے معلوم ہو گیا تھا کہ اپنے آپ کو اس ماحول کے مطابق ہرگز نہ ڈھال سکوں گی۔ غالباً مجھے اپنا ماحول خود تخلیق کرنا پڑے گا"۔

"ہم بھی بہت پیارے لوگ ہیں" راکف نے کہا۔ "ذرا ٹک کر دم لیجیے اور پھر دیکھیے"۔

ہنری ایٹا دم لینے کے لیے پہلے ہی آمادہ معلوم ہوتی تھیں۔ چنانچہ وہ بھی گارڈن کورٹ" میں ٹھہر گئیں۔ صبح کے اوقات میں وہ اپنی ادب نوازی میں مصروف رہتیں۔ اس کے باوجود آزابل کافی وقت ان کے ساتھ گزار لیتی۔ اپنا کام ختم کرلے کے بعد ہنری ایٹا چپکی نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ بہت جلد آزابل کو یہ موقع بھی مل گیا کہ وہ ہنری ایٹا کو اس خاندان اور اس گھر کے دلکش حالات اخبار کے لیے رقم کرنے سے باز رکھے۔ ہنری ایٹا اپنے آنے کے دوسرے روز ہی تعکاس کے لیے "مکتوب انگلستان" لکھنے میں جُٹ گئیں۔ عنوان تھا — امریکن اور ٹیوڈر — گارڈن کورٹ" کی چند جھلکیاں — آزابل کو انھوں نے یہ مضمون پڑھ کر سنایا۔

"تمھیں یہاں کا نقشہ ہرگز نہ کھینچنا چاہیے تھا" آزابل نے احتجاج کیا۔

"کیوں؟ کیا حرج ہے" ہنری ایٹا نے حسبِ عادت اسے بڑے غور سے دیکھنے کے بعد کہا "اسی طرح کی چیزوں پر تو پڑھنے والے عاشق ہیں۔ اور پھر یہ ایسی دلنواز جگہ ہے"

"خالو کو یہ بات بہت ناپسند ہے"

"اجی رہنے دو" ہنری ایٹا نے کہا "ایک بار مضمون چھپ جائے سب ہی بڑے شوق سے پڑھتے ہیں"

"میرے خالو اتنے شوقین نہیں ہیں۔ نہ میرا بھائی۔ یہ بڑی غداری کی بات ہے۔ کسی کے یہاں جا کر مہمان ٹھہرو اور پھر اپنے میزبانوں کے متعلق لکھ لکھ اخباروں میں چھپوا دو۔ بھئی واہ"

ہنری ایٹا نے اطمینان سے اپنا خوبصورت قلم ایک نفیس سے جاذب پر رکھ دیا اور مسودہ ایک طرف کو ڈال کر بولیں "اگر تم نہیں چاہتیں تو یہی سہی۔ مگر میں ایک بڑے دلکش موضوع کی قربانی دے رہی ہوں"

"اور بہتیرے موضوع تمھارے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں۔ ان پر لکھو۔ ہم لوگ سیر کے لیے باہر جایا کریں گے۔ میں تمھیں دیہات کے خوبصورت مناظر دکھلاؤں گی"

"مناظرِ فطرت میرا مضمون نہیں۔ مجھے تو انسانوں سے دلچسپی ہے۔ تم کو پتا ہے ازابل میں بہت سخت انسان دوست ہوں" لیلیبیشیہ تھی" ہنری اٹیانے کہا۔ "اس مضمون میں میں تمہارے خالہ زاد بھائی کا تذکرہ کرنے والی تھی: قافلے سے بھٹکا ہوا بیگانہ امریکن —— آج کل اس موضوع کا بہت زبردست مطالبہ ہے۔ تمہارا بھائی اس کی بہترین مثال ہے۔ میں تو خوب خوب اس کی خبر لیتی۔"

"ادھ مُوا ہو جاتا غریب۔ تمہاری اس کڑی تنقید کی وجہ سے نہیں مگر اپنی اس نشر و اشاعت سے اس کے حواس باختہ ہو جائیں گے۔"

"مجھے اسی طرح ادھ موا کرنے میں تو مزا آتا ہے۔ اور پھر میں تمہارے خالو کا نقشہ کھینچتی۔ یہ بہت بڑے آدمی ہیں۔ بہت بڑھیا، وفادار قسم کے امریکن میں تو ان کی ثناخوانی ہی کرتی۔ اس میں انھیں کیا اعتراض تھا؟"

"لیکن بٹیا ——" ازابل نے رسان سے کہا۔ "انسان کی نجی زندگی بھی ایک چیز ہوتی ہے۔ اس کے احترام کا تمہارے دماغ میں کوئی تصور ہی نہیں۔"

ہنری اٹیا کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اس کی چمکدار آنکھیں دھندلا گئیں۔ اور ازابل کو وہ ہمیشہ سے زیادہ فضول نظر آئی۔ "تم زیادتی کر رہی ہو۔" اس نے بڑے وقار سے جواب دیا۔ "میں نے آج تک اپنے متعلق ایک لفظ نہیں لکھا۔"

"یقیناً۔ لیکن دوسروں کے متعلق بھی انسان کو اتنا ہی محتاط رہنا چاہیے۔"

"کیا خوب کہا ہے —— واہ وا ——" ہنری اٹیا نے فوراً قلم اٹھا لیا۔ "میں اس جملے کو کہیں نہ کہیں ضرور چپکاؤں گی ——" یہ لڑکی طبیعت کی بہت بھلی تھی۔ آدھ گھنٹے بعد یہ اتنی ہی بشاش نظر آئی جتنی بشاش ایک ایسی اخبار نویس خاتون ہو سکتی ہیں جن کے پاس لکھنے کے لیے موضوعات کا فقدان ہو۔ "میں نے معاشرتی زندگی پر لکھنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔" اس نے ازابل سے کہا۔ "بنا کچھ دیکھے بھالے لکھوں گی کیا خاک؟ اچھا اگر میں اس گھرانے کا تذکرہ نہیں کر سکتی تو پھر کوئی اور جگہ بتلاؤ۔" لہٰذا بیچاری ازابل نے لارڈ وار برٹن کے محل کا قصہ کیا۔ "مجھے وہاں فوراً لے چلو۔ اسی وقت۔ اونچے طبقے

کی جھلک بھی مجھے دیکھنی ہے۔" ہنری ایٹانے کہا۔

"میں تو تمھیں نہیں لے جا سکتی۔ لیکن لارڈ داربرٹن خود آج یہاں آنے والے ہیں۔ تم جی بھر کے ان کا مطالعہ کرنا۔ مگر تم نے ان کی گفتگو کو بھی قلمبند کرنے کا ارادہ کیا تو یاد رکھو میں انھیں پہلے سے خبردار کر دوں گی۔"

"ہائے یہ نہ کرنا۔" ہنری ایٹانے التجا کی۔ "میں انھیں بالکل ان کے اصلی انداز میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"جب کسی انگریز کو خاموش صمّ بکم" بیٹھا دیکھو فوراً جان لو کہ یہی اس کا اصلی انداز ہے۔"

لیکن آزابل کی پیش گوئی کے برخلاف، تین دن کے اندر اندر رالف اس نئی مہمان پر عاشق نہ ہوا۔ گو کافی وقت وہ اس کے ساتھ گزارتا۔ دونوں باغ میں ٹہلتے۔ درختوں کے سائے میں اکٹھے بیٹھتے۔ تیسرے پہر کو ٹیمز پر کشتی رانی کرتے۔ اس لڑکی کو دیکھ کر رالف کی مزاحی حس پوری طرح جاگ اٹھتی۔ اس نے پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ اس کی زندگی کی آخری گھڑیاں مذاق اور قہقہے کے شور میں ختم ہونی چاہئیں۔

دوسری طرف، ہنری ایٹانے آزابل کی اس اطلاع کو کہ وہ مردوں کی طرف سے بالکل بے نیاز ہے، زیادہ صحیح ثابت کر کے نہیں دکھایا۔ کیونکہ بیچارہ رالف اسے ایک ایسا جھنجھلا دینے والا مسئلہ دکھلائی دیا جس کا حل تلاش کرنا اشد ضروری تھا۔

"ان کا ذریعۂ معاش کیا ہے؟" ہنری ایٹانے پہلے روز آزابل سے پوچھا تھا۔ "یہ دن بھر اسی طرح جیبوں میں ہاتھ ڈالے اِدھر اُدھر گھوما کرتے ہیں؟"۔

"انھیں معاش کی فکر نہیں۔" آزابل نے ہنس کر جواب دیا تھا۔ "یہ بڑوں کے رئیس ہیں۔"

"کتنے شرم کی بات ہے جبکہ مجھے روزی کمانے کے لیے دن بھر ٹرام کے کنڈکٹر کی طرح مشقت کرنا پڑتی ہے۔"

"رالف کی صحت بہت خراب ہے ہنری ایٹا۔" آزابل نے کہا۔ "یہ محنت کرنے کے قابل نہیں۔"

"ہُشت۔ تم بھی کس کی گپ کا یقین کرتی ہو۔ مجھے دیکھو۔ میں دکھ بیماری میں بھی کام میں لگی رہتی ہوں۔"

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہونے لگی تو اس نے رالف سے کہا۔ "آپ کو تو میں بہت بُری لگتی ہوں گی؟ آپ کا بس چلے تو مجھے پانی میں ڈبو دیں۔"

"ہرگز نہیں۔" رالف نے جواب دیا۔ "میں اپنے شکاروں کو مزید آزار پہنچانے کے لیے تڑپا تڑپا کر زندہ رکھتا ہوں۔ اور آپ تو بہت دلچسپ قسم کا شکار ہیں۔ آپ کو اتنی جلدی کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔"

"اوہو — یہ ٹھاٹھ ہیں — اے جناب آپ ہیں کس خیال میں۔ آپ کو بھی میں ایسے ایسے کوچے دوں گی کہ آپ یاد کریں گے۔ میرے نظریے آپ کو بے حد تہلکہ خیز معلوم ہوں گے اور آپ کے تعصبات اور —"

"میرے کیا —؟ بیگم صاحبہ میں تو کسی ایک اکلوتے تعصب کا بھی مالک نہیں۔ دیکھا آپ نے۔ ذہنی افلاس اس کو کہتے ہیں!!"

"اور بھی شرم کی بات — ظاہر ہے کہ اپنی خالہ زاد بہن کے ساتھ یہ ہلکا پھلکا عشق جو آپ چلا رہے ہیں اسے میں اپنی مداخلت سے برباد کیے ڈال رہی ہوں اس کی مجھے پروا نہیں۔ کیونکہ اس طرح میں آپ کو آپ کے خول سے باہر کھینچ نکالوں گی۔ اور آزابل کو یہ فائدہ ہوگا کہ آپ کی حقیقت اس پر کھل جائے گی۔ اسے معلوم ہو جائیگا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔"

"ضرور — للہ مجھے اپنے خول سے باہر کھینچ لیجیے۔" رالف نے کہا۔ "بہت کم لوگ میرے لیے اتنی زحمت گوارا کریں گے۔"

ہنرئی اٹیا اسٹیک پول نہایت تندہی سے اس فریضے کی ادائیگی میں منہمک ہو گئیں۔ طریقہ کار سوالات پر مبنی تھا۔ دوسرے دن موسم نہایت واہیات ہو رہا تھا۔ رالف ان کی دل بستگی کے خیال سے انھیں اپنے تصویر خانے میں لے گیا۔

ہنرئی اٹیا اس کے ساتھ ساتھ گیلری میں ٹہلتی رہی۔ اظہار رائے کے بغیر خاموشی

سے تصویریں دیکھنے میں مصروف تھی۔ رالف کو یہ دیکھ کر بڑی طمانیت ہوئی کہ جن سپتے تلے بنے بنائے توصیفی کلمات سے "گارڈن کورٹ" آنے والے دوسرے مہمان ان تصویروں کو نوازتے تھے ہنری ایٹیا نے اس قسم کا کوئی ایک جملہ بھی ادا نہیں کیا۔ یہ لڑکی رسمی اصطلاحات استعمال کرنے کی عادی نہ تھی۔ اس کے لہجے میں خلوص بھی تھا اور طبیعت کی اپج بھی ظاہر ہوتی تھی۔ اکثر یوں معلوم ہوتا کوئی بہت پڑھا لکھا انسان ایک غیر ملکی زبان میں گفتگو کر رہا ہے۔ رالف کو بعد میں پتا چلا کہ آرٹ کے نقاد کی حیثیت سے بھی یہ کسی امریکن رسالے میں کام کر چکی تھی۔ اس کے باوجود وہ تعریف کی بٹی ہوئی اصطلاحات استعمال کرنے کی شوقین نہ تھی۔ وہ اسے کانسٹیبل[1] کی ایک تصویر دکھلا رہا تھا۔ یک لخت ٹھٹک کر ہنری ایٹیا نے اسے اس طرح دیکھا گویا وہ خود بھی مصوری کا کوئی انوکھا نمونہ تھا ——— "آپ اپنا سارا وقت اسی طرح گزارتے ہیں؟" اس نے مطالبہ کیا۔

"ایسے خوشگوار طریقے سے تو بہت کم میرا وقت کٹتا ہے۔"

"میرا مطلب ہے ——— بغیر کسی مستقل مصروفیت کے؟"

"میں دنیا کا کاہل ترین انسان ہوں۔"

ہنری ایٹیا پھر کانسٹیبل کی طرف متوجہ ہو گئی۔ رالف نے اسے لانکرے کی ایک تصویر دکھلائی جس میں گلابی صدری، لمبے لمبے موزوں اور جھنٹوں اور جھالروں میں ملبوس ایک صاحب ایک اپسرا کے مجسمے سے ٹیک لگائے، گھاس پر بیٹھی ہوئی دو خواتین کو ستار بجا کر سنا رہے تھے۔

"میری مستقل مصروفیت کے سلسلے میں میرا آدرش یہ ہے۔" رالف نے کہا۔

ہنری ایٹیا پھر اس کی طرف مڑی۔ رالف نے دیکھا کہ اس نے تصویر کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ "یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے اپنے ضمیر کے ساتھ کس طرح کا سمجھوتا کر رکھا ہے۔"

---

[1] جان کانسٹیبل آر۔ اے برطانوی فنکار۔ مناظر قدرت کی تصویر کشی کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ مترجم

رکھا ہے ۔"

"محترمہ میرے پاس یہ شے ایک سرے سے ہے ہی نہیں ۔"

"میرا مشورہ ہے کہ کہیں سے ایک عدد ضمیر حاصل کرنے کا انتظام کیجیے۔ اب کے سے آپ امریکہ گئے تو آپ کو اس کی ضرورت پڑے گی ۔"

"میں غالباً دوبارہ امریکہ جاؤں گا ہی نہیں ۔"

"وہاں جا کر آپ کو اپنے آپ سے شرم آتی ہے ؟"

رالف نے دھیمے سے تبسم کے ساتھ کچھ دیر سوچا۔ "اگر ضمیر غائب ہو تو شرم کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا ۔"

"خود اعتمادی آپ میں بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اپنے وطن کو اس طرح ترک کر دینا آپ کے نزدیک بڑی مناسب بات ہے ۔"

"کوئی اپنے وطن کو ترک نہیں کر سکتا۔ اپنی دادی کو چھوڑا جا سکتا ہے ؟ وطن کا رشتہ بھی اسی قسم کا ہے۔ اپنا وطن، اور اپنی دادی اماں، ان دونوں کے سلسلے میں انتخاب کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ انسان کی ساخت میں شامل ہیں۔ انھیں کسی طرح علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ۔"

"گویا آپ نے اس قطع تعلق کی کوشش تو کی تھی لیکن اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اچھا امریکہ میں لوگوں کا آپ کے متعلق کیا خیال ہے ؟"

"عاشق ہیں مجھ پر ۔"

"کیونکہ آپ ان سے دب گئے ہوں گے ۔"

"میری خداداد دلکشی کی بھی تو کچھ داد ملنی چاہیے صاحب ۔" رالف نے آہ بھری۔

"اگر آپ میں کسی قسم کی دلکشی ہے بھی تو قطعی مصنوعی ہے۔ آپ نے اس ملک میں رہ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں یا نہیں۔ اس قسم کی دلنوازی میں قابل تعریف نہیں سمجھتی۔ اپنے آپ کو فائدہ مند بنائیے پھر دلوں کو لبھانے کی بات کی جائے گی ۔"

"اچھا تو بتلائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"پہلا کام تو یہ کیجیے کہ سیدھے وطن کا ٹکٹ کٹائیے۔"

"خوب۔ پھر؟"

"پھر کسی چیز کو اپنی گرفت میں لے لیجیے۔"

"کس قسم کی چیز ــــ؟"

"کوئی بھی سہی۔ بس گرفت میں لینا اصل بات ہے۔ کوئی نیا خیال۔ کوئی عظیم کام۔"

"یہ گرفت میں لینا بہت مشکل ہوتا ہوگا؟" رالف نے معصومیت سے دریافت کیا۔

"دل میں لگن ہو تو ہر مشکل آسان سمجھیے۔"

"دل ــــ ارے ہائے میرا دل ــــ!"

"کیوں۔ دل بھی نہیں ہے آپ کے پاس؟"

"کچھ دن پہلے تک تو تھا۔ لیکن حال ہی میں اسے بھی کھو بیٹھا ہوں۔"

"آپ سنجیدہ نہیں ہیں۔" ہنریٹا نے کہا "یہی آپ کے ساتھ ساری مصیبت ہے۔"

لیکن اس مشاہدے کے باوجود چند روز بعد اس نے رالف کو دوبارہ مخاطب کیا۔

"اب میں جان گئی۔ آپ کے ساتھ ساری گڑبڑ جو ہے میری سمجھ میں آگئی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ آپ اتنی اعلیٰ وارفع ہستی ہیں کہ آپ کی شادی نہیں ہو سکتی۔"

"جب تک آپ سے نیاز حاصل نہیں ہوا تھا واللہ میرا یہی خیال تھا۔" رالف نے جواب دیا "لیکن پھر دفعتاً میں نے اس خیال کو بدل دیا۔"

"توبہ ــــ!" وہ جھنجھلا گئی۔

"پھر مجھے معلوم ہوا کہ میں اس قدر نالائق ہوں کہ میری شادی ہرگز نہیں ہو سکتی۔"

"لیکن شادی سے آپ کی اصلاح ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں یہ آپ کا فرض بھی ہے۔"

"واقعی ــــ؟"

"اور کیا۔ آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم؟ ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنا گھر بسائے۔"

رالف خاموش ہو گیا۔ اسے بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ ہنری اٹیا میں کوئی بات ایسی تھی جسے وہ پسند کرنے لگا تھا۔ اس کے کردار میں زیادہ دلکشی نہ تھی لیکن بھلی عورت تھی۔ اس کی شخصیت اوروں سے ممتاز نہیں سمجھی جا سکتی تھی۔ لیکن بقول آزابل اس میں بہادری کی شان موجود تھی۔ وہ شیروں کے پنجرے میں جا کر سدھانے والوں کی سی مہارت کے ساتھ شیروں کو کوڑے لگاتی تھی۔ کیا وہ بھی ایسے واہیات نسوانی حربے استعمال کر سکتی ہے؟ اس کے آخری جملے نے رالف کو چونکا دیا۔ جب کوئی کنواری لڑکی کسی بن بیاہے نوجوان سے کہتی ہے کہ گھر بسانا نہایت ضروری فریضہ ہے تو سمجھ لیجیے کہ انداز گفتگو خالص نظریاتی نہیں رہا۔

"ہاں آں۔ اس سلسلے میں بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔" رالف نے جواب دیا۔

"اصل چیز یہی ہے۔ یوں اکیلے اکیلے گھومنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خود کو بہت ہی مخصوص ہستی سمجھتے ہیں۔ گویا کوئی لڑکی آپ کے لائق ہی نہیں۔ کیا آپ خود کو دنیا کے دوسرے انسانوں سے بہت افضل گردانتے ہیں؟ امریکہ میں عام قاعدہ یہ ہے کہ لوگ شادی کر لیتے ہیں۔"

"چلیے مان لیا میرا فرض ہے۔" رالف نے سوال کیا "تو اسی طرح یہ آپ کا بھی تو فرض ہے۔"

ہنری اٹیا پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتی رہی۔ "آپ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ میری منطق میں نقص نکال سکیں گے۔ ظاہر ہے کہ مجھے بھی شادی کرنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا دوسروں کو ــــــ"

"خوب۔" رالف بولا۔ "اب میں یہ تو نہ کہوں گا کہ آپ کو تنہا دیکھ کر مجھے الجھن ہوتی ہے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو آپ کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے بے حد لطف آتا ہے۔"

"آپ پھر مذاق پر اتر آئے۔"

"آپ باور نہ کیجیے گا ایک روز میں آپ سے کہنے والا ہوں کہ میں اکیلے اکیلے گھومنے کا مشغلہ ترک کر دینا چاہتا ہوں۔"

ہنری ایٹا نے اسے ایک لمحے کے لیے اس انداز سے دیکھا جسے ہمت افزائی پر محمول کیا جا سکتا تھا۔ لیکن دفعتاً یہ انداز شدید غصے اور جھنجھلاہٹ میں تبدیل ہو گیا "میں ہرگز یہ باور نہیں کر سکتی۔" اس نے خشکی سے کہا دوسری طرف چلی گئی۔

"صد افسوس کہ میں تمھاری سہیلی پر ہزار جان سے عاشق نہ ہو سکا۔" شام کو رالف نے ازابل سے کہا "حالانکہ آج ہم دونوں نے اس سلسلے میں تبادلۂ خیالات کیا تھا۔"

"تم اس سے کوئی ایسی بات کہہ گئے جو اسے سخت ناگوار گزری ہے" آزابل نے جواب دیا۔

وہ چونکا "اس نے تم سے شکایت کی؟"

"وہ کہہ رہی تھی کہ یوروپین مردوں کا رویہ عورتوں کے معاملے میں بہت گھٹیا ہے۔"

"مجھے یوروپین کہتی ہے؟"

"بدترین قسم کا یوروپین۔ کہتی تھی کہ تم نے اس سے ایسی بات کی جو ایک امریکن ہرگز نہ کہتا۔ اس نے وہ بات دہرائی نہیں۔"

رالف نے زوردار قہقہہ لگایا "عجیب لڑکی ہے! اس کا خیال ہے میں اس سے اظہارِ محبت کر رہا تھا؟"

"نہیں۔ اظہارِ محبت تو غالباً امریکن بھی کرنا جانتے ہیں۔ اس کا خیال ہے اس نے کوئی ایسی بات کہی تھی جس کے تم نے غلط معنی پہنائے اور پھر بڑے کمینے پن سے اس کا جواب دیا۔"

"میں سمجھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اور میں نے اسے منظور بھی کر لیا۔ اس میں کیا کمینہ پن تھا؟"

"یہ تم میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔" آزابل نے کہا ــ "میں نہیں چاہتی کہ تم کسی سے بھی شادی کرو۔"

"تم لڑکیوں سے خدا بچائے۔ آخر چاہتی کیا ہو؟ تم لوگوں کے نرغے میں گھر کے

یری تو جان آفت میں آگئی۔ مس آسٹیک پول کا فرمان ہے کہ سراسر مجھ پر لازم آتا ہے کہ شادی کروں اور ان کا فرض ہے کہ مجھ سے میرا فرض پورا کروائیں۔"

"بڑی فرض شناس لڑکی ہے۔" آزابل نے متانت سے کہا۔ "اور اس کی یہی بات مجھے پسند ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اپنی خصوصیات کو اپنی ذات تک محدود رکھنا کوئی قابلِ تعریف بات نہیں۔ وہ یہی کہنا چاہتی تھی۔ مگر حضور سمجھ بیٹھے کہ آپ کے اوپر ڈورے ڈال رہی ہے۔"

"ممکن ہے یہی بات رہی ہو۔ پھر بھی میں جانتا ہوں وہ مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی۔ میری اس لغو ذہنیت کو معاف کرنا۔"

"تمہیں اتنا زبردست حسنِ ظن کیوں ہے؟ اسے تم سے مطلق کوئی دلچسپی نہیں۔ اسے کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا کہ تم اس کے لیے یہ باتیں سوچو گے۔"

"ہنری ایٹا اسٹیک پول کی ایسی لڑکیوں سے ملتے وقت ذرا انکسار سے کام لینا چاہیے۔" رالف نے بڑے عجز سے اعتراف کیا۔ "مگر صاحب مانتا ہوں۔ بڑی بے ڈھب لونڈیا ہے۔ خود تو مستقل ذاتیات پر اتر آتی ہے۔ اور چاہتی یہ ہے کہ دوسرے اس کے ساتھ سخت غیر شخصی قسم کا رویّہ رکھیں۔ جب نہ تب دروازے پر دستک دیئے بغیر ذاتی زندگی میں اچانک داخل ہو جانے پر تیار اور اوپر سے یہ دھونس الگ۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ ہنری ایٹا دروازے کی کنڈیوں کو بالکل غیر ضروری خیال کرتی ہے۔ اس کا کہنا ہے انسان کو دروازے کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔ اس کے باوجود مجھے اچھی لگتی ہے بچاری۔"

"اور اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ بے تکلف ہیں آپ کی یہ سہیلی صاحبہ۔ ہونہہ، بڑی آئی ہیں۔ وہاں سے اخبار نویس بن کر۔" رالف نے کہا۔ اسے سخت کوفت ہو رہی تھی کہ ہنری ایٹا کے متعلق اس نے دوبارہ دھوکا کھایا۔

"اس کا یہ ہلکا سا عامیانہ پن ہی تو مجھے پسند ہے۔"

"یہ معلوم کر کے کہ تم اس کے عامیانہ پن کی وجہ سے اسے پسند کرتی ہو وہ تو یقیناً باغ باغ ہو جائے گی۔"

"میں اسے یہ بتانے ہی کیوں لگی۔ لیکن اس میں عوام کی خصوصیات کی ایک جھلک قطعی موجود ہے — جنتا کی بیٹی سمجھو اس کو۔"

"تم جنتا کو کہاں سے جانتی ہو۔ اور خود ہنری ایٹا ان سے کتنی واقف ہے؟"

"خوب واقف ہے۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ ایک عظیم جمہوریت — ایک برِاعظم۔ ایک ملک، ایک پوری قوم کی نمائندہ ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گی کہ ہنری ایٹا ان سب چیزوں کی مکمل نمائندگی کر سکتی ہے۔ یہ تو خیر ایک بہت بڑا کام ہے لیکن اس میں اس پس منظر کی ایک روشن سی جھلک ضرور دکھائی دیتی ہے۔"

"گویا ملک و قوم کے جوش میں آپ اس کو سراہتی ہیں۔ اور میں محض اسی بنا پر اسے پسند نہیں کر سکتا۔"

"ارے میری کیا پوچھتے ہو۔ میں تو اتنی بہت ساری چیزوں کو بیٹھی سراہا کرتی ہوں۔ مجھے مبالغہ اچھا نہیں لگتا لیکن شاید تنوع کی قائل ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ لوگ ایک دوسرے سے بے انتہا مختلف ہوں۔ مثال کے طور پر لارڈ وار برٹن کی بہنیں۔ مجھے تو یہ دونوں بھی ایک طرح کا آدرش دکھلائی دیتی ہیں۔ پھر ہنری ایٹا آتی ہے۔ میں اسے بھی قبول کر لیتی ہوں۔ اسے اور اس کے سارے پس منظر کو۔"

"آج تم یہ لفظ بہت استعمال کر رہی ہو — ہنری ایٹا کا پس منظر — یعنی فراک کا پیچھے کا گھیر وغیرہ —؟"

"تمہاری بیہودگی کا واقعی جواب نہیں! — لیکن وہ عظیم الشان ملک جس کے بل کھاتے دریا اور سمندر اتنے ہنرہ زار سے بحرالکاہل تک پھیلے ہیں۔ ایک طاقتور، تازہ، میٹھی خوشبو اس سرزمین میں سے اٹھتی ہے، اور ہنری ایٹا کے کپڑوں میں وہ خوشبو رچی ہوئی ہے۔" پھر آزابل اپنی اس جوشیلی اور شاعرانہ گفتگو سے خود ہی شرما گئی۔

یہ رالف کو اور زیادہ اچھا لگا۔ یہ بحرالکاہل تو ایسا ہرا نہیں ہے لیکن تمہارا تخیل

بے انتہا سرسبز ہے۔ اور ہنری ایٹا میں آنے والے دور کی جھلک بھی یقیناً موجود ہے۔ یہ جھلک تو اچھے خاصے معقول آدمیوں کے ہوش اڑا کر رکھ دے" اس نے کہا۔

۱۱

اس کے بعد سے رالف نے طے کر لیا کہ ہنری ایٹا خواہ کتنی ہی ذاتی قسم کی باتیں کیوں نہ کرے وہ ان کے الفاظ کو دوسرے معنی کبھی نہ پہنائے گا۔ اس کا خیال تھا کہ ہنری ایٹا انسان کو ایک سیدھی سیدھی غیر پیچیدہ سی مخلوق سمجھتی ہے۔ اور وہ خود انسانی فطرت کا ایک ایسا اوندھا نمونہ تھا کہ ہنری ایٹا کو اسی سیدھے سادے انداز میں دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اب وہ بڑا محتاط ہو گیا اور ہنری ایٹا کو اپنا تحقیق و تفتیش کا سلسلہ جاری رکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ آزابل اور مسٹر تو شیت کی معیت میں وہ گارڈن کورٹ میں بیحد خوش تھی۔ گھر کی "مالکن" سے البتہ وہ کھٹکتی تھی۔ جلد ہی اسے پتا چل گیا کہ مسز تو شیت اس کی ہستی کو اتنا اہم ہی نہ سمجھتی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ ہنری ایٹا بڑی زبردست قطامہ ہے۔ انھیں تعجب تھا کہ ان کی بھانجی نے ایسی دوست اپنے لیے کیوں منتخب کی "لیکن خیر، دوستوں کا انتخاب تمھارا ذاتی معاملہ ہے پوچھو میں بیچ میں بولنے والی کون؟ اگر تم صرف انہی لوگوں سے ملو جو میرے پسندیدہ ہیں تو تمھارا حلقۂ احباب بے انتہا مختصر ہو کر رہ جائے" مسز تو شیت نے بڑی صاف گوئی سے کام لے کر کہا "میں دنیا میں کسی بھی مرد یا عورت کو اس حد تک پسند ہی نہیں کرتی کہ تم کو اس سے ملنے کے لیے کہوں۔ اور یہ ہنری ایٹا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اس کی ہر بات مجھے زہر لگتی ہے۔ ہر وقت ٹراتی ہے۔ دوسروں کو اس طرح دیکھتی ہے گویا ساری دنیا اس پر عاشق ہے۔ ہو نہ ہو اس کی ساری عمر کسی بورڈنگ ہاؤس میں کٹی ہے۔ اور مجھے ان جگہوں کے طور طریقوں اور آزادیوں سے نفرت ہے۔ میں تو اپنا چلن سب سے افضل سمجھتی ہوں حالانکہ تمھاری نظروں میں مجھ سے زیادہ بداخلاق دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا۔ لیکن یقین جانو۔ مجھ سے بہتر چلن تمھیں اور کسی کا ملے گا بھی نہیں۔ اس تمھاری ہنری ایٹا کو معلوم ہو گیا ہے کہ مجھے بورڈنگ ہاؤس کے تمدن سے

نفرت ہے اور اسی وجہ میں اسے بہت بُری لگتی ہوں۔ کیونکہ اس کے نزدیک یہی دنیا کا اعلیٰ ترین تمدن ہے۔ اگر "گارڈن کورٹ" کو بورڈنگ ہاؤس میں تبدیل کر دیا جائے تو اسے زیادہ اچھا لگنے لگا۔"

مسز تو شیت کا یہ قیاس صحیح تھا کہ ہنری اٹیا انھیں ناپسند کرتی ہے۔ لیکن اس کی اصل وجہ انھیں معلوم نہ تھی۔ ہُوا یہ کہ جس روز ہنری اٹیا یہاں پہنچی ہے اس کے اگلے دن کچھ ذکر نکلا اور مسز تو شنت نے امریکن ہوٹلوں کی برائیاں گنوانا شروع کر دیں۔ "عکاس" کی برنامہ نگار اپنی صحافتی سرگرمیوں کے سلسلے میں امریکہ کے ہوٹلوں کی دنیا سے اچھی طرح واقف ہو چکی تھی۔ اس نے جم کے ان اعتراضات کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس نے کہا کہ دنیا کے بہترین ہوٹل ملکِ امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔ مسز تو شیت حال ہی میں ان سے نپٹ کر آرہی تھیں لہٰذا وہ مُصر رہیں کہ جہنم میں نہ گئے امریکن ہوٹل میں چلے گئے۔ جھگڑا چکانے کے لیے رالف نے کہا یہ ہوٹل نہ اتنے اچھے ہیں اور نہ اتنے خراب، چلیے اوسط درجے کے مان لیجیے۔ ہنری اٹیا نے نہایت حقارت اور طنز کے ساتھ یہ تجویز مسترد کر دی۔ "ہونہہ — اگر بہترین نہیں ہیں تو بدترین ہی سہی۔ لیکن امریکہ کے ہوٹلوں کے لیے اوسط درجہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔"

"ظاہر ہے کہ ہمارا نقطۂ نظر مختلف ہے۔" مسز تو شیت نے کہا "میں 'فرد' کو بہت اہمیت دیتی ہوں۔ تم فرد کے بجائے محض غیر شخصی فرقی کی قائل ہو۔"

"فرد سے جانے آپ کا مطلب کیا ہے — میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ امریکن خاتون کی حیثیت سے میرے ساتھ برتاؤ کیا جائے اور یہی اہمیت مجھ کو دی جائے۔"

"امریکن خواتین!" مسز تو شیت زور سے ہنسیں "غلاموں کی غلام — نوکر کی چوکر بچاریاں۔"

"امریکن عورتیں آزاد انسانوں کی رفیق ہیں۔" ہنری اٹیا نے تیزی سے جواب دیا۔

"کیا کہنے! بیچاریاں اپنے ملازموں کی رفیق البتہ ہیں۔ آئرش نوکرانیوں اور حبشی خادموں کی ساتھنیں۔ ان کی محنت میں حصہ بٹاتی ہیں چوبیس گھنٹے ٹہل کرتی ہیں۔"

"آپ امریکن گھرانوں میں کام کرنے والے ملازموں کو غلام سمجھتی ہیں؟" ہنری اٹیا نے سوال کیا۔ "آپ انھیں غلام سمجھنا چاہتی ہیں۔ اسی لیے امریکہ میں رہ نہیں پاتیں۔"

"نوکروں کا ڈھنگ کا ہونا مقدم ہے ورنہ بڑی مصیبت ہوتی ہے۔" مسز توشیت نے سکون سے جواب دیا۔ "فلورنس میں میرے پانچ ملازم ہیں۔ سب ایک سے ایک اچھے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اکٹھے پانچ پانچ نوکروں کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ میں تو پانچ انسانوں کو ہر وقت اپنی خدمت میں جُٹا نہیں دیکھ سکتی۔ گوارا ہی نہیں کر سکتی۔"

"مجھے کسی اور حیثیت کے بجائے انھیں خدمت کرتے ہوئے دیکھنا زیادہ پسند ہے۔" مسز توشیت نے بڑے ذو معنی انداز میں کہا۔

"اگر میں تمھارا خانساماں ہوتا تو شاید تمھیں زیادہ اچھا معلوم ہوتا۔" ان کے شوہر نے دریافت کیا۔

"تم میں اتنی تمیزداری ہی نہ ہوتی۔"

"آزاد انسانوں کی رفیق — واہ — مجھے یہ جملہ بہت پسند آیا۔" رالف نے کہا۔ "بڑی خوبصورت تشریح ہے۔"

"آزاد انسان سے میرا مطلب حضور نہیں تھے۔" ہنری اٹیا نے کہا۔

چنانچہ رالف کو تعریف کرنے کا یہ صلہ ملا۔

ہنری اٹیا بڑے اچنبھے میں تھی۔ اسے حیرت تھی کہ مسز توشیت انسانیت کے ایک پورے طبقے کی تذلیل کی حامی ہیں۔ محنت کش طبقے کا اس طرح جیسے جانا جاگیردارانہ دور کی بقا کا ایک پُر اسرار اور زندہ ثبوت تھا۔ ایک روز اس نے آزابل سے پوچھا — "تم بھی بے وفائی پر اتر آئی ہو؟"

"بے وفائی — کاہے سے — تم سے؟"

"اپنے وطن سے۔ لیورپول سے میں نے تمھیں لکھا تھا کہ ایک بے حد ضروری بات تم سے کہنا ہے۔ تم نے مجھ سے آج تک نہ پوچھا کہ وہ بات کیا تھی۔ تمھیں خود

کچھ شبہ ہو گیا ہے شاید؟"

"کا ہے کا شبہ؟ میں اصولاً شبہوں میں پڑا نہیں کرتی۔"

ہنری ایٹا کو بہت مایوسی ہوئی۔ "تمھارے لہجے سے لگتا ہے کہ تمھیں اس بات کے جاننے کی بھی کوئی پروا نہیں۔ تم بدل گئی ہو۔ تم دوسری باتیں سوچ رہی ہو۔"

"کچھ منہ سے پھوٹو تو سہی۔ تب ہی میں اس کے متعلق بھی سوچوں گی۔"

"سوچو گی — ؟ واقعی؟ میں اس کا پکا یقین کر لینا چاہتی ہوں۔"

مجھے اپنے خیالات پر زیادہ قابو نہیں ہے۔ لیکن کوشش ضرور کروں گی۔" ہنری ایٹا نے ٹکٹکی باندھ کر اسے تکنا شروع کر دیا۔ ازابل عاجز آ گئی۔ "آخر تم کیا ہے بیاہ رچا رہی ہو؟"

"جب تک جی بھر کر یورپ کی سیر نہ کر لوں میں تو بیاہ کرتی نہیں۔ ہنستی کیوں ہو؟ میں یہ بتلانا چاہتی تھی۔ مسٹر گڈوڈ بھی جہاز پر میرے ساتھ تھے۔ تمھارے پیچھے پیچھے آئے ہیں"

"تم سے انھوں نے یہی کہا ہو گا۔"

"انھوں نے مجھ سے ایک لفظ نہیں کہا لیکن ان کی خاموشی یہ بتلاتی تھی۔ وہ تمھارا ذکر بالکل نہیں کرتے تھے۔ میں ہی ٹاپ ٹ بولے چلی جاتی تھی۔"

ازابل مسٹر گڈوڈ کا نام سنتے ہی دفعتاً زرد پڑ گئی تھی۔ "تمھیں بولنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟ مجھے تو بڑا مزا آتا تھا۔ اور جس طرح ڈوب کے وہ تمھارا ذکر سنتے تھے وہ مجھے اور بھی اچھا لگتا۔ ایسے آدمی سے تو میں گھنٹوں باتیں کر سکتی ہوں۔ وہ ایسے خاموش اتنے حساس سے ہیں غریب۔ بنے بنائے مجنوں۔"

"تم نے کیا کیا بکا؟"

"میں نے یہ بکا کہ تم دنیا کی بہترین لڑکی ہو —"

"غضب خدا کا۔ وہ پہلے ہی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ تم نے مارے کو اور مار دیا۔"

"ہائے میں ان کی شکل نہیں بھول سکتی۔ ایسی لگن سے وہ تمھاری باتیں سنتا تھا۔

میں نے کسی بد صورت آدمی کو اتنا حسین نظر آتے آج تک نہیں دیکھا۔ یہ سب دل کی لگن کے کرشمے ہیں پیاری بہن!"

"کیسپر بہت صاف طبیعت کا آدمی ہے۔ اور اتنا بد صورت بھی نہیں۔"

"عشق صادق ساری طبیعت صاف کر کے تو رکھ ہی دیتا ہے۔"

"یہ تم سچے دل سے کہہ رہی ہو؟ کھاؤ قسم۔"

آزابل رکھائی سے مسکرائی۔ "جو کچھ مجھے کہنا ہو گا اس سے خود کہہ لوں گی۔"

"اس کا موقع بھی تمہیں جلد ہی مل جائے گا۔" ہنری ایبا نے کہا۔ آزابل چپ رہی

"وہ تمہیں کافی بدلا ہوا پائیں گے۔ تمہارے نئے ماحول نے تمہیں بہت متاثر کیا ہے۔"

"ممکن ہے۔ میں تو ہر چیز سے متاثر ہوتی ہوں۔"

"کیسپر گڈوڈ کے سوا ہر چیز سے۔"

"کیا کیسپر نے تمہیں اپنی وکالت کے لیے مقرر کیا ہے؟"

"صاف صاف تو نہیں —— مگر خدا حافظ کہتے وقت ان کے ہاتھ ملانے کے انداز اور ان کی آنکھوں میں یہی التجا تھی۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔" آزابل نے کہا اور دوسری طرف مڑ گئی۔

"ٹھیک ہے۔ تم بدل گئی ہو۔ یہاں آ کر تمہارے خیالات بھی دوسرے ہو گئے ہیں۔" ہنری ایبا نے بات جاری رکھی۔

"آدمی ہمیشہ نئے نئے خیالات کو اپناتا رہتا ہے۔" آزابل نے خشکی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے لیکن ان کی وجہ سے پرانے خیالات کو دیس نکالا نہیں ملنا چاہیے۔"

"تم سمجھتی ہو میں نے کیسپر کے متعلق بھی کوئی خیال قائم کر لیا تھا—" لیکن وہ اپنی بات پوری نہ کر سکی اور ہنری ایبا کی نگاہوں کی ٹکٹکی کے سامنے لڑکھڑا کر رہ گئی۔

"بی بی بنو۔ تم نے اسے سبز باغ تو دکھلائے تھے۔"

آزابل نے پہلے تو اس الزام کو رد کرنا چاہا لیکن پھر سادگی سے بولی "ٹھیک کہتی ہو

میں نے اسے سبز باغ دکھلائے تھے۔" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا "کیسپر یہاں کیا کرنے آیا ہے۔ محض تجسس کے جذبے کے تحت اس نے یہ سوال کیا۔ اسے کیسپر کا ذکر بہت ناگوار گزرتا تھا۔ خصوصاً ہنری ایٹا جیسی منہ پھٹ لڑکی سے تو وہ اس کا ذکر بالکل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں نے پوچھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ وہ کچھ بھی نہیں کریں گے۔ لیکن یہ غلط ہے وہ بیکار بیٹھنے والا انسان نہیں۔ اس کے ساتھ جو بھی بیتے وہ کچھ نہ کچھ کرتا رہے گا۔ اور جو کچھ بھی کرے گا ٹھیک ہی کرے گا۔"

"واقعی — ؟؟" آزابل نے کہا۔ ہنری ایٹا منہ پھٹ ضرور تھی لیکن اس سلسلے میں اس کے اس جوش و خروش نے آزابل کو بہت متاثر کیا۔

"تمھیں اب بھی اس کی پرواہ ہے۔" ہنری ایٹا نے تقریباً چلا کر کہا۔

"وہ جو کچھ بھی کرتا ہے ٹھیک ہی کرتا ہے ہمیشہ۔" آزابل نے دہرایا۔ "ایسے سادہ ہوتا تما آدمی کو دوسروں کی غلطیوں کا برا نہ ماننا چاہیے۔"

"چلو وہ برا نہ مانے۔ لیکن تم تو اس کے جذبات کی قدر کرو۔"

"میری فکر نہ کرو۔ اس وقت میرا ذکر نہیں ہو رہا ہے۔"

اب ہنری ایٹا سنجیدہ ہو گئی۔ "نہیں۔ میں تمھاری فکر نہیں کروں گی۔ تم بدل گئی ہو۔ چند ہفتوں قبل تم جو تھیں وہ نہیں رہیں۔ کوئی دوسری لڑکی ہو۔ کیسپر خود ہی یہ دیکھ لیں گے۔ وہ آج یا کل میں یہاں آنے ہی والے ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ پھر بھی تمھیں اسی طرح چاہے جائیں گے۔"

آزابل اس اطلاع سے بوکھلا گئی کہ اور تو اور اب کیسپر بھی "گارڈن کورٹ" میں نازل ہونے والا ہے۔ اس کی آمد کا احساس اس پر حاوی ہو گیا۔ اس احساس نے فضاؤں کو بوجھل کر دیا۔ ایسے لگا جیسے موسم تبدیل ہونے والا ہے۔ ان دنوں موسم کتنا سہانا تھا۔ اور اب جانے کیسا ہو جائے گا۔ امید و بیم کی اس کیفیت کا اگلے روز ہی خاتمہ ہو گیا۔ وہ تنچی کے ساتھ باغ میں ٹہل رہی تھی۔ پھر وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے

ایک بنچ پر بیٹھ گئی۔ سفید کپڑوں میں ملبوس، جن میں سیاہ ریشمی فیتے لگے تھے، آتشوں کی سر سراتی چھایا میں گھری وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ بیٹھی ٹیریزسے باتیں کرتی رہی اس ٹیریز کے متعلق مالکوف سے ساجھے داری کا جو معاہدہ ہوا تھا اس پر بڑے انصاف سے برابر عمل کیا جارہا تھا۔ مگر تنہی خود کافی ہرجائی طبیعت کا مالک تھا۔ اکتا کر اس نے ایک کتاب کھول لی پہلے جب بھی وہ رنجیدہ ہوتی اپنی محسوسات کو خالص منطق کے دائرے میں منتقل کر کے آرام سے بیٹھ جاتی تھی۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے ادب کی روشنیاں بھی مدھم ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کے خالو کے کتب خانے میں ایک سے ایک اچھی کتابیں موجود تھیں لیکن وہ پہروں خالی ہاتھ ساکت وصامت بیٹھی ٹھنڈی، سکون بخش گھاس کو تکا کرتی۔ کچھ دیر بعد ملازم نے اسے ایک خط لاکر دیا۔ اس پر لندن کی مہر تھی، اور اس تحریر کو وہ پہچانتی تھی۔ لکھنے والے کی آواز اور اس کا چہرہ اس کی نظروں میں گھوم گیا۔ لکھا تھا:

"محترمہ: جانے میرے انگلستان آنے کی اطلاع آپ تک پہنچی ہے یا نہیں۔ آپ میری آمد سے متعجب تو نہ ہوں گی۔ آپ کو شاید یاد ہو۔ تین ماہ گزرے، ایلیکنی میں آپ نے میری درخواست کو ٹھکرا دیا تھا۔ لیکن میں نے ہار نہیں مانی۔ اور مجھے ایسا لگا کہ آپ نے بھی میرے احتجاج کو حق بجانب سمجھ کر منظور کر لیا ہے۔ میں یہ سوچ کر آپ کے پاس آیا تھا کہ شاید آپ میری بات مان لیں، لیکن افسوس کہ مجھے ناکامی ہوئی۔ مَیں نے آپ کو بدلا ہوا پایا۔ اس تبدیلی کی وجہ آپ نے مجھے نہیں بتلائی۔ آپ نے یہ تو کہا تھا کہ آپ منطق پر ہمیشہ عمل نہیں کرتیں۔ مگر یہ عذر بہت گھٹیا سا تھا اور آپ کے کردار سے لگا نہیں کھاتا —— آپ میں بے اصول پن اور تلوّن نہیں ہے۔ اسی لیے میں دوبارہ آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔ میں انہیں الفاظ کے سہارے اب تک زندہ ہوں۔ میں

کسی اور کا خیال تک اپنے دل میں نہیں لاسکتا۔ میں انگلستان آن پہنچا محض اس لیے کہ آپ یہاں پر ہیں۔ مجھے اس ملک سے نفرت تھی کیونکہ یہاں آپ نہیں تھیں اب مجھے یہ ملک بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ آپ یہاں موجود ہیں۔ میں یہاں پہلے بھی آچکا ہوں لیکن اب کے اس پر بالکل عاشق ہو گیا ہوں۔ کیا آدھ گھنٹے کے لیے بھی آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔

آپ کا کیسپر گڈ وڈ"

ازابل اسے پڑھنے میں اتنی محو تھی کہ اسے گھاس پر قدموں کی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ اُدھر اسی سے پرچے کو تہ کرتے ہوئے سر اٹھا کر اس نے دیکھا کہ لارڈ واربرٹن سامنے کھڑے ہیں۔

—— (۱۲) ——

اس نے خط جیب میں رکھ لیا اور اپنے مہمان کو دیکھ کر خوش خلقی سے مسکرائی۔ اپنے اضطراب کو چھپا کر اتنے سکون کے ساتھ مسکرانے پر اسے خود بڑی حیرت ہوئی۔

"مجھے بتایا گیا کہ آپ یہاں تشریف رکھتی ہیں۔" لارڈ وار برٹن نے کہا۔ "دراصل میں آپ ہی کی خاطر آیا ہوں۔ اس لیے بلا تکلف سیدھا ادھر آگیا۔"

ازابل اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دعا مانگی خدا کرے یہ اس کے برابر بنچ پر نہ بیٹھ جائیں۔

"میں ابھی اندر جانے والی تھی۔"

"نہیں نہیں بیٹھی رہیے۔ میں اپنے گھر سے گھوڑے پر آرہا ہوں۔ موسم بے حد پیارا ہو رہا ہے۔" ان کا تبسم بے انتہا دوستانہ اور فرحت بخش تھا۔ ان کے سراپا میں سے اپنائیت اور ملنساری کی کرنیں سی پھوٹ رہی تھیں۔ اسی خصوصیت نے ازابل کو پہلے روز متاثر کیا تھا۔ ان کی اس دلسوزی نے جون کے مہینے کے سہانے پن کی مانند ازابل کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"آیئے پھر ٹہل لیں" وہ اپنے ملاحاتی کے ارادوں کو نظر انداز کرنا چاہتی تھی لیکن اس کی کھوج لگانے کے درپے بھی تھی۔ کوندے کی لپک کی طرح اسے معاً یہ خیال آیا کہ یہ کچھ کہنے والے ہیں۔ آنے والے خطرے کے احساس میں کئی عناصر شامل تھے۔ خوشگوار تکلیف دہ۔ اس نے پہروں ان کا تجزیہ کیا تھا۔ اور لارڈ وار برٹن کے معاشقہ لڑانے کے اس ارادے کو اچھی طرح ٹھونک بجا کر دیکھ چکی تھی۔ اسے اب بھی یقین نہ آتا تھا کہ لارڈ وار برٹن جیسا جید خوفناک جاگیردار اس کی ایک نظر سے گھائل ہو سکتا ہے۔ اسے مستقل یہ احساس تھا کہ لارڈ وار برٹن انسان کے بجائے ایک "شخصیت" ہے۔ ڈرامے کا ایک باجبروت کردار۔ اور یہ کردار اپنی ساری دھوم دھام سمیت اس سے محبت کرنے پر تُل گیا تھا۔ اسے لگا ایک فوج بگل بجاتی اس کی طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ لارڈ وار برٹن کے اس جارحانہ اقدام میں عجیب طور پر اسے اپنی اہانت سی نظر آئی۔ وہ آج تک کسی "بڑے آدمی" سے واقف نہ ہوئی تھی۔ اس کے دیس میں انسانوں کی یہ قسم ایک سرے سے ناپید تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ذاتی فوقیت کو کردار اور طبیعت کی بلندی پر منحصر ہونا چاہیے۔ یعنی برتری ایک ایسا وصف تھا جو انسان کے ذہن اور گفتگو سے آشکارہ ہو۔ جاہ و حشم سے نہیں۔ ازابل کو یہ بھی احساس تھا کہ وہ بذاتِ خود ایک کردار ہے۔ ایک تکمیل شدہ شعور کے اس تصور میں اس نے اخلاقی بلندی اور روح کی پاکیزگی کو شامل کر رکھا تھا۔ اور اب لارڈ وار برٹن ایک بہت بڑے، اور سورج کی کرنوں سے منور بادل کی مانند اس کے سامنے افق پر چھا گئے تھے۔ ان کی ہستی میں جو اوصاف اور جو طاقتیں پوشیدہ تھیں اخلاق اور روحانی پاکیزگی کے ان سیدھے سادے اصولوں سے انھیں نہیں ناپا جا سکتا تھا۔ ان کی پرکھ اور جانچ کے لیے دوسری طرح کے پیمانے درکار تھے۔ وہ جو فیصلے کرنے میں اتنی جلد بازی سے کام لیتی تھی۔ اس میں اتنا صبر کہاں تھا کہ ان نئے پیمانوں کو استعمال کرے۔ یہ آدمی ازابل سے ایسے مطالبے کر رہا تھا جن کی آج تک کسی اور نے ہمت نہ کی تھی۔ جاگیردارانہ نظام کا یہ زبردست ستون، اسے اپنی اس دنیا کی اور کھینچنا چاہتا تھا جس میں وہ

خود خاصی کرب کی حالت میں زندہ تھا۔ کسی چھٹے ساتویں حس نے آزابل کو بتلایا کہ اس سے بچنا چاہیے کہ اس کا اپنا دائرہ اپنا نظام کہیں اور موجود ہے وہی اس کے لیے بہت ٹھیک ہے۔ اس حس نے اسے اور بہت سی باتیں بھی سمجھائیں۔ یہ باتیں بیک وقت متضاد تھیں اور ایک دوسرے کی تصدیق بھی کرتی تھیں۔ مثلاً یہ کہ ایک لڑکی خود کو ایسے شخص کے سپرد کر دینے سے زیادہ بڑی حماقتیں بھی کر سکتی ہے۔ اور یہ کہ لارڈ وار برٹن کے نظام کو خود ان کے نقطۂ نظر سے دیکھنا بھی خاصا دلچسپ رہیگا۔ لیکن اس حس نے یہ بھی کہا کہ یہ نظام ایسا احمقانہ، ایسا بے لوچ اور پر تصنع تھا کہ اس میں زندہ رہنا بذاتِ خود ایک عذاب بن سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ابھی ایک نوجوان امریکہ سے آیا تھا۔ اور اس کے پاس مرے سے کوئی نظام وظام تھا ہی نہیں۔ اس نوجوان کو وہ بہت ہلکا پھلکا یونہی سا سمجھتی آئی تھی لیکن ایک خط جو اس کی جیب میں رکھا تھا اس سے اس نوجوان کے کردار کی گہرائی عیاں تھی۔ میرے عزیز پڑھنے والو! اس سیدھی سادی امریکن لڑکی کی حالت پر تم مسکراتے ہو! یہ لڑکی جو خود سے بحث کر رہی تھی کہ اس انگریز نوابی کو قبول کرے یا ٹھکرا دے اسے یقین تھا کہ یہ آدمی اس کی معراج نہیں۔ وہ دنیا میں اور بہت کچھ کر سکتی ہے۔ اس کے مزاج کی اس رجائیت اور خوش فہمی میں تھوڑی سی بیوقوفی بھی شامل تھی۔ گو ایک ہولناک غلطی کے بعد اس کے ہوش ٹھکانے لگے لارڈ وار برٹن ٹہلنے، بیٹھنے، سر کے بل چلنے کے لیے بھی تیار تھے۔ صرف آزابل کے حکم کی دیر تھی۔ لہٰذا جب آزابل نے کہا "آئیے پھر ٹہل لیں" تو انھوں نے بے چون و چرا اس کے ساتھ چہل قدمی شروع کر دی۔ گاہے گاہے نظر چرا کر وہ آزابل کو دیکھ لیتے، گھبرائے ہوئے انداز میں قہقہے لگاتے۔ اس سے ان کے اضطراب کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ یہ ٹھیک نکلا کہ انگریز دنیا کی سب سے زیادہ عشق پیشہ رومان پرست قوم ہے۔ لارڈ وار برٹن اس وارفتہ مزاجی کا ایک نمونہ خود اپنی حرکت سے پیش کرنے والے تھے۔ ان کا یہ اقدام ان کے سارے دوستوں کو بوکھلا کے رکھ دیتا۔ یہ لڑکی جو گھاس پر ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی ایک ایسے پرائے ملک سے آئی تھی جس کے متعلق وہ بہت کچھ جانتے تھے لیکن خود اس لڑکی کے خاندانی حالات، اس کے متعلقین، اس کے پس منظر کا انہیں کوئی علم نہ تھا۔ دنیا والے اس بے جوڑ رشتے کے لیے کیا کیا کہیں گے اس کا بھی انہیں خوب

احساس تھا لیکن عشق کے اس اوندھے پن پر انہیں اختیار نہ تھا۔ میاں جب کہیں طبیعت آجائے تو یہی حال ہُوا کرتا ہے۔

"آپ کا راستہ اچھا کٹا" آزابل نے پوچھا اس نے لارڈ وار برٹن کی ان اُلجھنوں کا کچھ اندازہ کر لیا تھا۔

"یہاں پہنچنے کی لگن میں سفر کی دقتوں کا خیال کس مردود کو ہو سکتا ہے؟"

"گارڈن کورٹ اتنا پسند ہے آپ کو؟" اب اسے کامل یقین ہو گیا کہ لارڈ وار برٹن اظہار عشق کرنے کے درپے ہیں۔ اس نے طے کیا کہ اگر یہ جھلپاٹے تو انہیں ٹالا دے گی نہیں لیکن اگر آگے بڑھے تو اپنا سکون برقرار رکھے گی۔ دفعتاً اسے خیال آیا کہ اس صورتِ حال کو وہ صرف چند ہفتے قبل بعید رومانوی تصور کرتی۔ انگریزوں کے دیہاتی محل کا پائیں باغ۔۔۔ اس میں ایک شاندار نوابزادہ ایک نوجوان لڑکی سے پیار کی باتیں کرنے میں مصروف (یہ لڑکی دوبارہ دیکھا خود آزابل سے مشابہ نظر آتی)، لیکن اس سے تو وہ خود اس منظر کا مرکزی کردار بن چکی تھی۔ اور اب ایک فاصلے پر کھڑی اس کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

"مجھے گارڈن کورٹ کی پروا نہیں۔ صرف آپ کی پروا ہے۔"

"مجھے جانے بغیر اس طرح کی باتیں کرنے کا حق آپ کو کیسے حاصل ہو گیا۔ مجھ سے ملتے ہوئے آپ کو اتنا کم عرصہ ہُوا ہے۔ آپ سنجیدہ نہیں ہیں" حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ لارڈ وار برٹن اس وقت بےحد سنجیدہ تھے۔ اور بڑے خلوص سے اسے چاہ رہے تھے۔

"جذبات کو وقت کے پیمانے سے نہیں ناپا جا سکتا۔ اگر میں تین مہینے اور انتظار کروں تب بھی میرے جذبات یہی رہیں گے۔ میں نے آپ کو بہت کم دیکھا ہے لیکن وقت ضائع نہیں کیا۔ پہلے روز سے ہی آپ مجھے پسند آگئیں جیسے ناولوں میں لکھا ہوتا ہے۔ یہ پہلی نظر کی محبت ہے۔ اور اب مجھے معلوم ہُوا کہ یہ فقرہ مہمل نہیں۔ اب ناولوں کی وقعت میرے دل میں بڑھ گئی ہے پھر جب میں دو روز یہاں ٹھہرا تب تو گویا میری قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ نجانے آپ نے اسے محسوس کیا یا نہیں لیکن میں سارے وقت صرف آپ کو دیکھ رہا تھا۔ آپ کا خیال کر رہا تھا۔ جو کچھ آپ نے کہا، جو کچھ آپ نے کیا، ایک ایک چیز مجھے متاثر کرتی رہی۔ جب آپ لوک لیہہ تشریف لائیں تو اس وقت اپنے جذبے کی صداقت کا مجھے پکا یقین ہو گیا۔ اس کے باوجود اس مسئلے پر غور کرتے میں نے اپنے آپ سے بہت سے سوالات کیے پچھلے دنوں میں محض اسی کشمکش اسی احتساب میں مصروف رہا ہوں۔

میں ایسی باتوں میں غلطی کرنے کا عادی نہیں۔ بہت سمجھ بوجھ کر قدم اٹھاتا ہوں۔ میرے من کے تاروں کو آسانی سے نہیں چھیڑا جا سکتا۔ لیکن اگر ایک بار کسی کی مضراب کی چوٹ ان پر لگ گئی تو سمجھ لیجیے یہ نغمہ میرے لیے ابدی ثابت ہوگا۔ یہ عمر بھر کی بات ہے۔ مس آرچر۔ ساری زندگی کا سوال ہے۔" لارڈ وار برٹن نے اپنی نرم ترین، شیریں ترین، خوشگوار ترین آواز میں کہا۔ ایسی آواز ازابل نے آج تک نہ سنی تھی۔ وہ ازابل کو دیکھتے رہے۔ ان کی نظروں میں جو روشنی تھی اس کی تپش بڑی پاک صاف سی معلوم ہو رہی تھی۔ یہ نظریں چراغ کی لَو کی طرح سکون سے جلتی رہیں۔

ٹہلتے ٹہلتے وہ ٹھٹھک گئے۔ اور ازابل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "لارڈ واربرٹن آپ مجھے واقعی کتنا کم جانتے ہیں!" ازابل نے کہا۔ اور رسان سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"مجھے اس بات کا طعنہ نہ دیجیے۔ مجھے پہلے ہی اس کا افسوس ہے کہ آپ سے میں اچھی طرح واقف نہیں۔ لیکن آپ کو جاننا تو چاہتا ہوں۔ اگر آپ میری بیوی بن گئیں تو آپ کو جان جاؤں گا۔ اور پھر جب میں آپ کی تعریف کروں گا تو آپ یہ نہ کہہ سکیں گی کہ جھوٹ بولتا ہوں۔"

"آپ نے یہ غور نہیں فرمایا کہ اگر آپ مجھے اتنا کم جانتے ہیں تو میں آپ سے تقریباً بالکل ہی واقف نہیں۔"

"یعنی مزید ملاقاتوں کے باوجود بھی آپ کی رائے میرے لیے نہ بدلے گی؟ لیکن میں تو ٹھان چکا ہوں کہ آپ کو اپنے بارے میں مطمئن کر دوں۔ آپ مجھے تھوڑا بہت تو پسند کرتی ہی ہیں نا؟"

"میں آپ کو بہت پسند کرتی ہوں لارڈ واربرٹن۔" ازابل نے کہا اس لمحے وہ ازابل کو بہت اچھے لگے۔

"خوشا نصیب! گویا آپ مجھے اجنبی نہیں سمجھتیں۔ میں نے اپنی زندگی کی ساری ذمہ داریاں پوری طرح نباہی ہیں، اور آپ کے لیے جس ذمہ داری کو اپنانے کی میں نے درخواست کی ہے اس میں بھی کامیاب رہوں گا۔ کیونکہ اس کی مجھے سب سے زیادہ تمنا ہے۔ میرے دوستوں سے پوچھیے۔ وہ مجھے جانتے ہیں اور۔۔"

"مجھے آپ کے دوستوں کی سفارش کی حاجت نہیں۔"

"آپ کو خود مجھ پر یقین آگیا ہے؟"

"جی ہاں۔" اس نے ایک عجیب و غریب مسرت کے ساتھ کہا۔

لارڈ وار برٹن کی نظروں کی تمازت ایک خنک سے تبسم میں تبدیل ہو گئی۔ انھوں نے بڑے انبساط کے ساتھ کہا: "اگر میں آپ کو دھوکا دیتا ہوں تو خدا مجھ سے میرا سب کچھ چھین لے۔"

ازابل سوچتی رہی کہ شاید ان کا اشارہ اپنے دھن دولت کی طرف تھا، لیکن ایک

لمحے کے لیے اسے یقین ہو گیا کہ ان کا یہ مطلب نہ تھا۔ آزابل نے دعا مانگی تھی کہ اس سے وہ اپنا سکون برقرار رکھ سکے۔ اب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بات کرے۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اسی نرمی سے انھیں جواب دے جس نرمی سے وہ یہ باتیں کہ رہے تھے۔ اسے لارڈ وار برٹن کے خلوص کا یقین ہو چلا تھا۔ "میں آپکی اس پیشکش کی اتنی ممنون ہوں کہ اس کے اظہار کے لیے مجھے الفاظ نہیں مل رہے۔" بالآخر اس نے بہت سوچ کر کہنا شروع کیا۔ "آپ نے میری عزت افزائی کی ہے۔"

"خدارا یہ نہ کہیے —" لارڈ وار برٹن نے جواب دیا۔ "مجھے ڈر تھا کہ آپ اسی قسم کی کوئی بات کہیں گی۔ آپ بھلا میری ممنون کیوں ہوں۔ احسان مند تو مجھے الٹا آپ کا ہونا چاہیے۔ کہ آپ نے میری عرض تمنا کو سن لیا۔ ایک تقریباً اجنبی شخص نے یوں یکایک آپکے سامنے آکر یہ بکواس شروع کر دی۔ ظاہر ہے یہ بڑا نازک سوال ہے اگر سچ پوچھیے ایسا سوال مجھ سے کیا جاتا تو خود مجھ سے کوئی جواب بن پڑیگا لیکن آپ نے جس طرح میری باتوں کو سنا اس سے میری کچھ آس بندھتی نظر آتی ہے۔

"زیادہ آس بھی نہ لگائیے گا۔"

"مس آرچر!" لارڈ وار برٹن نے مسرت سے کھل کر کہا

"اگر میں یہ کہہ دوں کہ آپ کو مجھ سے کوئی امید رکھنا ہی نہ چاہیے تو آپ کو بہت تعجب ہو گا؟"

"تعجب — ؟ تعجب کیا معنی۔ شدید صدمہ ہو گا۔"

آزابل کچھ دیر خاموش رہی۔ "آپ کو زیادہ بہتر طور پر جاننے کے بعد آپ کی عزت تو میری نظروں میں پہلے سے دوچند ہو جائے گی لیکن خود آپ کو میری طرف سے مایوسی ہو گی۔ میں انکسار میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں۔ خلوص سے آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔"

"میں اس جوکھم میں پڑنے کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"بقول آپ کے یہ بڑا نازک سوال ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بہت بے ڈھب سوال بھی ہے۔"

"میں آپ سے یہ کب کہتا ہوں کہ فوراً جواب دیجیے! اچھی طرح سوچ سمجھ لیجیے میں انتظار کرتا رہونگا۔ یہ نہ بھولیے کہ میری قسمت کے بننے یا بگڑنے کا سارا دارومدار محض آپ کی ہاں یا نہ پر ہے۔"

"لیکن آپ کو دھوکے میں رکھنا بھی تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"آپ کی ایک ہاں سننے کے لیے میں چھ مہینے تک تپسیا کرنے کو تیار ہوں۔"

"لیکن ممکن ہے چھ مہینے بعد بھی میں آپ کو کوئی اطمینان بخش جواب نہ دے سکوں۔"

"کیوں — ؟ آپ مجھے پسند تو کرتی ہیں ؟"

"یقیناً"

"پھر — اور کیا چاہتی ہیں آپ ؟"

"میرے چاہنے کا سوال نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ میں خود کیا دے سکتی ہوں۔ میرا آپ کا کوئی جوڑ نہیں۔ میری آپ کے ساتھ کبھی گزر نہ ہو سکے گی۔"

"اس کی فکر آپ کو کیوں ہو۔ یہ خالص میرا اپنا معاملہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کی زندگی میرے ساتھ کیسی گزرے گی۔"

"محض یہی بات نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں میں کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتی۔"

"بہت سی لڑکیاں شروع میں یہی سوچتی ہیں۔ لیکن انھیں بڑی آسانی سے راضی کر لیا جاتا ہے۔"

"میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ؟" آزابل ہنسی۔

لارڈ وار برٹن کا چہرہ اُتر سا گیا۔ "غالباً آپ میرے انگریز ہونے کے سبب سے ہچکچاتی ہیں۔" انھوں نے کہا۔ "مجھے معلوم ہے آپ کے خالو چاہتے ہیں کہ آپ اپنے دیس ہی میں شادی کریں۔"

آزابل نے کان کھڑے کیے۔ اسے یہ کبھی خیال نہ آیا تھا کہ مسٹر ٹوشیت اس کے رشتے ناطے کے بارے میں بھی لارڈ وار برٹن سے تبادلۂ خیالات کر سکتے تھے۔ "آپ سے انھوں نے کچھ کہا تھا اس کے متعلق ؟"

"مجھے یاد پڑتا ہے ایک دفعہ امریکنوں کے ذکر پر بات میں بات نکل آئی تھی۔"

"خود انھیں تو انگلستان بہت بھایا ہے۔" آزابل نے کہا۔

اس جواب سے لارڈ وار برٹن کی پھر ہمت بندھی۔ انھوں نے بڑی گرم جوشی سے کہا۔ "مس آرچر، بچارا انگلستان تو بڑا پیارا دیس ہے۔ ہم لوگ اب اس کا زنگ دور کرکے ذرا سی جلا دینی چاہتے ہیں پھر دیکھیے گا!"

"اس کا زنگ دور نہ کیجیے۔ مجھے یہ اسی حالت میں بھلا لگتا ہے!"

"اگر بھلا لگتا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری درخواست منظور کرنے میں آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

"افسوس کہ میں آپ کو کسی طرح سے نہیں سمجھا سکتی۔"

"کوشش تو کیجیے۔ میں خاصا ذہین ہوں۔ ممکن ہے سمجھ جاؤں۔ یہاں کی آب و ہوا آپ کو بُری لگتی ہے؟ ہم کہیں اور جا کر رہ سکتے ہیں۔ اتنی بڑی دنیا پڑی ہے۔ کوئی اور ملک چُن لیجیے — وہیں چلے چلیں گے۔"

یہ الفاظ بڑی صاف دلی اور خلوص سے کہے گئے تھے۔ گویا وہ ایک مضبوط بازو

ازابل کی سمت پھیلا رہا تھا۔ اس کے صاف ستھرے ہونٹوں کی ایسی مہک ازابل کے چہرے پر پڑی جو بڑے پُرفسوں، ان دیکھے کنجوں کی طرف سے آ رہی تھی بے اختیار اس نے کہنا چاہا میں آپ کے قدموں میں اپنی ساری عمر بِتا دوں گی ——— لیکن اس نے خود کو سنبھالا۔ وہ اس افسوں کے گہرے پانیوں میں اُتر گئی تھی لیکن پھر دفعتاً اس کو محسوس ہُوا کہ ان قدموں میں اپنی زندگی گزار دینا کوئی بہت بڑی خوش نصیبی کی بات نہیں ——— اس نے ایک مختلف بات کہنی چاہی اُس نے کہا "میری آپ سے صرف ایک درخواست ہے آج اس کے متعلق اور کچھ نہ کہیے۔"
ایک مختلف بات کہنی چاہی۔ اس نے کہا "میری آپ سے صرف ایک درخواست ہے آج اس کے متعلق اور کچھ نہ کہیے۔"

"جو حکم ——— جو حکم ———" لارڈ وار برٹن نے بڑے مضطرب انداز میں جواب دیا۔

"میں آپ کی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کروں گی لیکن یہ میں آپ کو ابھی سے بتلا دوں کہ میں کوئی ایسا طریقہ سوچنے والی ہوں یا ایسے الفاظ جن سے آپ کو رنج بھی کم ہو اور میرا مطلب بھی واضح ہو جائے ——— یہ مطلب کہ ——— کہ یہ شادی بالکل ناممکن ہے۔"

"ایسے الفاظ آپ کو کہیں سے نہ ملیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کے انکار سے میری موت واقع ہو جائیگی۔ میں مروں گا نہیں لیکن اس سے زیادہ تکلیف وہ حالت میری ہو گی۔ میں اپنی بقیہ زندگی بغیر کسی مقصد کے گذاروں گا۔"

"مجھ سے بہتر لڑکی سے شادی کر لیجیے گا۔ بقیہ زندگی بہت اچھی گزرے گی۔"

"ایسے ظلم کی بات نہ کہیے۔"

"اچھا تو پھر مجھ سے بدتر لڑکی سے بیاہ کر لیجیے گا!"

"آپ سے بہتر کسی لڑکی کا وجود اس دنیا میں ممکن ہے؟ اگر ہے تو میں کسی کم تر ہی کو ترجیح دونگا۔ اپنی خفت کم میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ پسند ناپسند کا معاملہ بڑا بے ڈھب ہوتا ہے۔"

ازابل چپ ہو رہی "میں جلد ہی آپکو جواب دونگی۔ شاید خط لکھ دوں۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

لارڈ وار برٹن نے اُداسی سے ایک آہ بھری اور بے چینی کے ساتھ اپنی چمڑے کی بید کو انگلیوں میں گھماتے رہے۔ "آپ کو معلوم ہے مجھے آپکے دماغ سے ڈر لگتا ہے۔" انھوں نے کہا۔

ازابل کا چہرہ دفعتاً بیر بہوٹی کی طرح سرخ ہو گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے لارڈ وار برٹن کو دیکھا۔ "مجھے بھی اس سے ڈر لگتا ہے لارڈ وار برٹن ———" اس نے عجیب سے

لہجے میں کہا۔اس کے اس انداز سے ہر ایک کا دل پسیج سکتا تھا۔

لیکن لارڈ وار برٹن اپنی جگہ کھڑے عرف بڑبڑاتے رہے "مجھ پر رحم کرو، مجھ پر رحم کرو۔"

"اب آپ جائیے۔میں نے کہہ جو دیا آپ کو خط لکھ بھیجوں گی۔"

"خط میں آپ جو بھی لکھیے۔میں آپ سے ملنے کے لیے پھر بھی آؤں گا۔" وہ گہری سوچ میں ڈوبے ننچی کو دیکھتے رہے۔ننچی کی شکل سے لگتا تھا۔جیسے وہ سارے معاملے کو خوب سمجھتا تھا۔اور اب بات ٹالنے کے لیے وہ شاہ بلوط کی جڑوں میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرنے لگا گویا فکر نہ کرو۔میں نے تم لوگوں کی باتیں نہیں سنیں۔

"ایک بات اور —" انھوں نے دوبارہ کہا

"اگر آپ کو "لوک لیہہ" پسند نہ آئے — اگر آپ کو یہ بہت سیلی ہوئی اور بوسیدہ جگہ معلوم ہوتی ہو آپ کو اس کے قریب بھی پھٹکنے کی ضرورت نہیں۔حالانکہ میں آپ کو یہ بتلادوں کہ سیلن اس میں بالکل نہیں ہے۔بہر حال، آپ کو اچھا نہیں لگتا تو آپ اس میں ہرگز نہ رہیے گا۔اور بہت سے مکانات ہیں ان میں کوئی ایک اپنے لیے چن لیجیے میں نے یونہی برسبیل تذکرہ بتلادیا۔کیونکہ اکثر لوگوں کو پانی کی خندق سے گھرے ہوئے قلعے پسند نہیں۔خدا حافظ"

"مجھے تو خندقوں والے قلعوں سے عشق ہے۔خدا حافظ ناصر" آنابل نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا کر جواب دیا۔لارڈ وار برٹن نے اپنا خوبصورت سر جھکا کر اس کے ہاتھ کو چوما اور تیز تیز قدم اٹھاتے واپس لوٹ گئے۔

آنابل بھی بہت بے چین تھی۔لیکن اتنی نہیں جتنی اسے شروع میں توقع ہوئی تھی۔انتخاب کی عظیم ذمے داری کتنی کٹھن شے ہے۔لیکن اسے اس کا احساس نہیں تھا۔وہ سوچ رہی تھی کہ انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔وہ لارڈ وار برٹن سے شادی نہیں کرسکتی۔اسے تو زندگی کی وسعتوں کی آزادانہ سیاحت کرنا ہے۔وہ انھیں خط لکھ دے گی۔اس کا فرض ہے کہ انھیں آگاہ کردے۔بڑی آسان سی بات تھی۔لیکن اسے حیرت ہوئی کہ اس "عظیم الشان" موقع کو رد کرنے میں اس کا اپنا نقصان کتنا کم تھا۔لارڈ وار برٹن نے یقیناً بہت بڑی پیشکش اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ممکن ہے اس زندگی میں جبر اور گھٹن ہوتی۔یہ بھی ممکن تھا کہ اس وجود میں خواب آور دوا کی سی تاثیر ہوتی۔ہو سکتا ہے اس پرانی دنیا میں صرف راحت ہی راحت ہو شاید یہ راحت دماغ کو بالکل مختل کرکے رکھ دیے۔لیکن دوسری

لڑکیاں دوڑ کر اس پیش کش کو قبول کر لیتیں ۔ وہ اس کی طرف کیوں نہیں کھنچی؟ وہ کون تھی۔ کیا تھی کہ خود کو ایسی بلند و برتر ہستی سمجھے؟ وہ کیسا نظریۂ حیات تھا، مقدر کا کون نقشہ تھا، مسرت کا کس طرح کا تصور تھا جس کے بھروسے پر اس نے لارڈ وار برٹن کی پیش کردہ جگمگاتی جھلملاتی زندگی کو ٹھکرا دیا؟ وہ تصور اس سے وسیع تر اس سے زیادہ بلند تھا؟ اگر وہ اس زندگی کو اپنانا نہیں چاہتی تو اسے عظیم تر کارنامے انجام دینے ہونگے۔ زبردست معرکے سر کرنا ہوں گے وہ اکثر بڑے خلوص سے دعا مانگا کرتی کہ خدا اسے غرور کے گناہ سے بچائے رکھے۔ اسے معلوم تھا کہ پُر غرور دماغ کس طرح اپنی علیحدگی اور تنہائی کے صحرا میں مقید ہو جاتا ہے۔ تو کیا اس تکبر نے اسے لارڈ وار برٹن کی درخواست منظور کرنے سے مانع رکھا؟ اس سے بڑھ کر بے موقع حماقت اور کیا ہو سکتی تھی؟ لیکن اس نے سوچا، کہ وہ لارڈ وار برٹن کو اس قدر پسند کرتی تھی کہ ان سے شادی نہ کر سکتی تھی۔ (اس ـــ؟ یہ کیا بات ہوئی) یہ اصلیت تھی اور پھر لارڈ وار برٹن کی درخواست کی خیرہ کن منطق میں بھی کہیں نہ کہیں کوئی جھول ضرور موجود تھا۔ یہ کون قابلِ تعریف بات ہے کہ وہ جو اس قدر مین میخ نکالنے اور نکتہ چینی کرنے کی عادی ہے کسی ایسے شخص کی بیوی بن جائے جو اس پر اتنا بہت کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس سوال پر غور کرے گی۔ لہٰذا اب وہ ٹہلتی ہوئی جا کر بنچ پر بیٹھ گئی اور سوچنے میں محو ہو گئی۔ ایسا لگتا تھا گویا وہ اپنا وعدہ نبھا رہی ہے۔ لیکن دراصل وہ محض یہ سوچنے میں مصروف تھی کہ شاید وہ حد سے زیادہ سرد مزاج، انتہائی محتاط اور خود بین ہے۔ جلدی سے اٹھ کر مکان کی سمت جاتے ہوئے اس نے خیال کیا کہ وہ سچ مچ اپنے آپ سے خوفزدہ ہے۔

(۱۳)

خوف کے اس احساس نے اسے اپنے خالو سے بات کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ کسی کو اپنے دل کا حال سنانا چاہتی تھی تاکہ خود کو جیتے جاگتے عام انسانوں کے زمرے میں شمار کر سکے۔ اس سلسلے میں خالو اسے مسز توشیت اور ہنری اٹیا سے بہتر نظر آئے۔ وہ اسے سمجھ سکتے تھے۔ یوں تو رالف بھی اس کا رازداں بن سکتا تھا لیکن اس سے کچھ کہنے کے لیے آزابل کو اپنے اوپر بڑا جبر کرنا پڑتا۔ دوسرے دن، صبح کے ناشتے کے بعد اس نے

خالو کو تلاش کیا۔ وہ دوپہر تک اپنے کمرے سے باہر نہ آتے تھے۔ اور اپنے لواحقین سے اپنے سنگھار کمرے میں ملاقات کرنے کے عادی تھے۔ آزابل عرصہ ہوا " لواحقین " کے دائرے میں شامل ہو چکی تھی۔ رالف، مسٹر توشیت کا طبیب، ان کا ذاتی ملازم، اور اب ہنری ایاب بھی اس مخصوص حلقے میں شامل تھی۔ مسز توشیت اس فہرست میں نہ آتی تھیں۔ لہٰذا آزابل کو ان سے تنہائی میں گفتگو کرنے کی اور زیادہ آسانی رہی۔ خالو دریچے کے پاس ایک آرام کرسی پر بیٹھے تھے۔ دریچہ باغات اور دریا کی سمت کھلتا تھا۔ اخباروں اور خطوط کا ایک انبار ان کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ وہ نہا دھو کر فارغ ہو چکے تھے اور بڑی خوشگوار توقعات، نرم دلی اور دردمندی کی کیفیت ان کے چہرے سے عیاں تھی۔

وہ فوراً اپنے موضوع پر آ گئی " لارڈ وار برٹن نے مجھ سے شادی کی درخواست کی ہے۔ غالباً مجھے خالہ کو مطلع کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے بہتر یہی سمجھا کہ پہلے آپ کو بتلا دوں۔"

مسٹر توشیت نے تعجب کا مطلق اظہار نہ کیا۔ لیکن اس اعتماد کے لیے آزابل کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس سے پوچھا " اگر مناسب سمجھو تو یہ بھی بتلا دو کہ تم نے انھیں کیا جواب دیا؟"

" میں نے ابھی کوئی قطعی جواب نہیں دیا ہے۔ کچھ عرصہ اس پر غور کرنا زیادہ باعزت طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں ان سے شادی نہیں کرنے کی۔"

مسٹر توشیت نے کوئی رائے زنی نہیں کی۔ لگتا تھا کہ وہ سوچ رہے ہیں کہ اس سلسلے میں معاشرتی نقطۂ نظر سے ان کی جو بھی رائے ہو اس کی آزابل کے نزدیک کوئی وقعت نہ ہوگی " دیکھ لو، میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم یہاں بے حد کامیاب رہو گی۔ امریکنوں کا بھاؤ یہاں بہت بڑھا ہوا ہے۔"

" اس کے باوجود کہ مجھے بہت ناشکرا اور بدذوق سمجھا جائیگا میں لارڈ وار برٹن کی بیوی بننے کے لیے تیار نہیں۔"

" ایک بوڑھا آدمی کسی نوجوان لڑکی کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے فیصلہ کرنے سے پہلے مجھ سے صلاح نہیں لی۔ میں تمھیں یہ بتا دوں۔" انھوں نے آہستہ آہستہ اس طرح کہا گویا یہ کوئی اہم بات ہی نہ تھی " کہ مجھے پچھلے تین دن سے لارڈ وار برٹن کے ارادوں کا علم ہے۔ " ارادہ " ایک خاص لفظ ہے جو اس سلسلے میں اس ملک میں استعمال کیا جاتا ہے۔ انھوں نے ایک بڑا پیارا خط مجھے لکھا تھا

جس میں اس ارادے کا تذکرہ تھا۔ دیکھو گی وہ خط؟"

"شکریہ مجھے اس خط کی زیادہ فکر نہیں۔ انھوں نے بہت اچھا کیا کہ آپ کو لکھا۔ وہ ہمیشہ بڑی مناسب بات کرتے ہیں۔ شریفانہ اور باقاعدہ"

"مجھے معلوم ہے کہ تم انھیں پسند کرتی ہو۔ا ترانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ظاہر نہ کرو کہ تم ان کی طرف سے بالکل ہی بے نیاز ہو"

"میں مانتی ہوں کہ وہ مجھے بے انتہا اچھے لگتے ہیں۔ لیکن فی الحال میں شادی کسی سے بھی نہیں کرنا چاہتی"

"اب تمھارے لیے ان سے بھی بہتر کوئی اور شخص آسمان سے اترے گا؟" وہ ازابل کی الجھن دور کرنے کے لیے رسان رسان بڑے ہلکے پھلکے انداز میں باتیں کر رہے تھے۔

"نہیں۔ مجھے کسی آسمانی دیوتا کی تمنا نہیں۔ لارڈ واربرٹن ہی خاصے پسند ہیں" یہ اس نے دفعتاً ایسے بدلے ہوئے لہجے میں کہا کہ مسٹر توشیت چونک اٹھے اور ذرا ناخوش بھی ہوئے لیکن وہ لوہے کے بنے ہوئے انسان تھے۔ ان پر اس دھوپ چھاؤں کا کیا اثر ہوتا۔ چنانچہ انھوں نے بھی ذرا حوصلہ افزا انداز میں کہا "لارڈ واربرٹن بہت اچھے آدمی ہیں ہفتوں سے میں نے ایسا نفیس، پیارا پیارا خط موصول نہیں کیا۔ غالباً اس خط کو پسند کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ سارا کا سارا تمھارے بارے میں تھا یعنی اس حصے کے علاوہ جس میں انھوں نے خود اپنا تذکرہ کیا تھا۔ شاید انھوں نے تمھیں خود یہ سب بتلا دیا ہوگا"

"نہیں میں نے کچھ پوچھا ہی نہیں ورنہ وہ ضرور بتاتے"

"تمھیں جستجو بھی نہ ہوئی؟"

"میں نے انھیں قبول نہ کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ لہٰذا یہ جستجو بیکار تھی"

"تمھیں وہ اتنے پرکشش نظر نہ آئے کہ ان سے شادی کر سکو؟"

ازابل کچھ دیر چپ رہی "شاید یہی وجہ رہی ہو" اس نے کہا "مجھے کچھ پتا نہیں"

"خوش قسمتی سے خواتین پر یہ عائد نہیں ہوتا کہ وہ اپنی وجہ بھی بیان کریں۔ نجانے یہ انگریز لوگ۔ امریکیوں کو رِجھا کر ان سے ان کا دیس کیوں چھڑوانا چاہتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کو اپنے ملک کی طرف کھینچتے ہیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری اپنی آبادی ناکافی ہے۔ لیکن یہاں تو پہلے ہی سے یہ لوگ کھچا کھچ بھرے ہیں۔ بہر حال، خوبصورت لڑکیوں کے لیے بھیڑ بھڑکتے میں بھی جگہ نکل ہی آتی ہے ــــ" آپ کے لیے بھی تو جگہ نکل آئی ہے آزابل نے دریچے سے باہر باغات کی وسعت پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

مسٹر تورشیت مسکرائے "پیسے سے خرید سکو تو ہر مقام تمھارا ہے۔ ہر ملک میں تمھاری گنجائش ہے بعض دفعہ خیال آتا ہے یہ گنجائش حاصل کرنے کے لیے میں نے ذرا زیادہ قیمت ادا کی۔ ممکن ہے تمہیں بھی اپنی جگہ بہت مہنگی پڑے"

"عین ممکن ہے" آزابل نے کہا۔ اس خیال سے اسے ایک سہارا سا مل گیا۔ اپنے خالو کی معاملہ فہمی اور اپنی ذہنی کشمکش کے اس باہم ربط نے اسے یہ سوچنے پر آمادہ کر دیا کہ وہ زندگی کے سادہ، منطقی جذبات اور مسائل سے دوچار ہے محض ذہنی بے قراری اور الٹی سیدھی آرزوؤں کے جال میں گرفتار نہیں۔ اس کی آرزوئیں جو لارڈ وار برٹن کی حسین استدعا اور ان کی ذاتی دلکشی کی حدوں کو چھوڑ کر بہت آگے نکل چکی تھیں۔ کسی ایسی شے کو چھوتی تھیں جو بڑی غیر متعین، ناقابلِ تشریح اور غالباً لائق تحسین بھی نہ تھی۔ یہ شے کیسپر گڈووڈ کا تصور تو نہ تھا۔ اس نے ابھی ابھی اپنے آپ کو اس انگریز رئیس زادے کے بڑے بڑے، خاموش بازوؤں کی گرفت سے بچایا تھا۔ لیکن وہ بوسٹن کے اس نوجوان کو بھی اپنا خدائے مجازی بنانے کے لیے ہرگز تیار نہ تھی۔ یہ انسان، کیسپر گڈووڈ اس کے دل و دماغ اور حواس پر اس طرح چھا جاتا تھا گویا اس کی ساری ذہنی آزادی سلب کر لیگا۔ ایک ناگوار سے جھٹکے کے ساتھ وہ اس کے تصور میں داخل ہو جاتا۔ اس تصور نے پہروں اسے ستایا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ کیسپر اس کی حرکتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ کسی اور شخص کی طرف سے آزابل کو کبھی یہ تشویش نہ ہوئی۔ مگر کیسپر کے لیے وہ اکثر سوچتی۔ نجانے جو کچھ میں کر رہی ہوں

کیسپر اسے پسند کرے گا یا نہیں۔ کیسپر گڈوڈ اس کے لیے ایک قسم کی قوت کا مظہر تھا۔ (بچارے لارڈ وار برٹن تک ایسی قوت نہ تھے) کیسپر کی اپنی فطرت، اس کا مزاج اسی قوت کا دوسرا نام تھا۔ یہ اس کی روح تھی جو دریچے میں بیٹھے ہوئے ان تھک چوکیدار کی طرح اس کی شفاف جلتی ہوئی آنکھوں میں سے جھانکتی تھی۔ ازابل اسے پسند کرتی یا نہ کرتی یہ قوت ایک حقیقت تھی۔ آزادی کے سلب ہونے کا خیال اسے بُرا لگا خصوصاً اس سمے جبکہ اس نے لارڈ وار برٹن کی اس زبردست رشوت کو نظر بھر کر دیکھنے کے بعد اس کی طرف سے منہ موڑ کے اپنی خود مختاری کا ثبوت دیا تھا۔ کبھی کبھی کیسپر اسے اپنی تقدیر کا خاموش ساتھی نظر آتا۔ اس کا وجود ایک انتہائی اٹل اور خود سر واقعیت کی طرح اس کے دماغ میں موجود رہتا۔ وہ چاہتی کہ اس حقیقت سے فرار حاصل کرے اس کے ساتھ ایسا سمجھوتا کرے جس میں خود کیسپر کا کوئی نقصان نہ ہو۔ وہ اپنی خالہ کے ساتھ انگلستان اسی لیے بھاگ آئی تھی۔ وہ اس سے بچنا چاہتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ اس سے کوئی ایسی بات کہنے والا ہے جس کا جواب اسے تیار رکھنا ہو گا۔ خالہ کے جانے کے بعد اس روز ایلبنی میں وہ اس کے گھر پر آیا تھا۔ ازابل نے اس سے کہا تھا کہ ابھی تو یورپ جانے کے خیال نے اسی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی ہے۔ کیسپر نے کہا تھا کہ یہ تو کوئی جواب نہ ہوا۔ اور اب وہ اپنا جواب حاصل کرنے کے لیے بحر اوقیانوس عبور کر کے یہاں آن پہنچا تھا۔

ایک تخیل پرست لڑکی کا اس نوجوان کو اپنی قسمت کا منڈلاتا ہوا سایہ تصور کرنا دوسری بات ہے مگر اسی لیے کیسپر گڈوڈ کے اصل حالات کا تذکرہ کر دینا اب مناسب ہو گا۔ کیسپر گڈوڈ میسا چوسٹس کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ بھی اپنے زمانے کا نامی گرامی آدمی گزرا تھا۔ کیسپر کپڑے کے بہت سارے کارخانوں کا واحد مالک تھا اور نہایت ہوشیاری سے اپنے کارخانوں اور فیکٹریوں کی نگرانی کرتا۔ ہارورڈ کالج میں اس نے خالص علمیت کے بجائے کشتی رانی اور کھیل کود میں زیادہ جوہر دکھلائے۔ بعد میں اس نے سوچا کہ ذہن بھی خاصی کارآمد چیز ہے لہٰذا اس نے گھٹے ہاتھوں کپڑا بُننے کی

ایک نئی کل ایجاد کر ڈالی۔ جو اب ساری دنیا میں اس کے نام سے مشہور تھی اور ہر جگہ استعمال کی جاتی تھی۔ آپ نے بھی اخباروں میں اس کا ذکر پڑھا ہوگا۔ اس نے ایک بار ازابل کو نیویارک کے "عکاس" کا وہ پرچہ دکھلایا تھا جس میں اس کی ایجاد کے متعلق ایک سیر حاصل مضمون چھپا تھا۔ (یہ مضمون مس اسٹیک پول نے تیار نہیں کیا تھا۔ حالانکہ وہ کیسپر گڈووڈ کے جذباتی معاملات کے سلسلے میں اس کی بہت قابلِ قدر معاون ثابت ہوئی تھیں) اسے جدوجہد میں لطف آتا تھا۔ وہ بڑا اچھا منتظم تھا۔ اور کاروبار کے انصرام میں ماہر۔ وہ دوسروں سے اپنے لیے کام کروانے کا بادشاہ تھا۔ دوسروں کو اپنی مرضی پر چلاتا تھا۔ خود کو ہمیشہ حق بجانب ثابت کر سکتا تھا۔ لوگ اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ اس کی تمنائیں بڑی بے خوف تھیں۔ گو ان میں ایک طرح کے حزن کا عنصر بھی شامل تھا بہت سوں کا عقیدہ تھا کہ کیسپر کی صلاحیتیں تو ایسی ہیں کہ وہ کپڑے کا کارخانہ چلانے سے زیادہ اونچے معرکے سر کرتا۔ ویسے بھی اس کی طبیعت میں سوت کپاس والی کوئی خاصیت نہ تھی۔ اس کے دوست سمجھتے تھے کہ ایک نہ ایک روز وہ اپنے آپ کو زیادہ جلی حروف میں لکھ سکے گا لیکن اس کے لیے پہلے اسے کسی عظیم تر، زیادہ الجھے ہوئے، تاریک اور بدصورت واقعے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ لالچ، نفع خوری، اور چھچھے سکون کے اس نظامِ زندگی کا شوقین نہ تھا جس کی بنیادیں عالمگیر اشتہار بازی پر رکھی گئی تھیں۔ ازابل کو یہ سوچ کر مسرت ہوئی کہ یہ انسان ایک صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر گھمسان کے رن میں کود سکتا ہے۔ امریکی خانہ جنگی کی قسم کا کوئی رن جس کا احساس بچپنے اور اوائل جوانی میں اس کے شعور پر کالی گھٹاؤں کی طرح چھایا رہا تھا۔

ازابل کو یہ تصور بہت بھاتا کہ کیسپر اپنے کردار اور اپنے افعال کے لحاظ سے انسانوں کا محرک اور پیشوا ہے۔ ازابل کو گڈووڈ کارخانے یا گڈووڈ ایجاد کی مطلق کوئی پروا نہ تھی۔ لیکن کاش اس کی شکل ذرا مختلف نظر آتی۔ اس کے جبڑے چوکور اور مضبوط تھے۔ اس کا جسم بے انتہا سیدھا اور بے لوچ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زندگی کی

گہری موسیقی اس نے کبھی نہیں سنی۔ اس کے مزاج کا یہ سپاٹ پن اس کے لباس سے بھی ظاہر ہوتا۔ یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ ایک ہی پوشاک میں ملبوس رہتا ہو۔ ہمیشہ نئے نئے کپڑے پہنتا لیکن وہ کپڑے ایک ہی تھان سے اتارے معلوم ہوتے تھے۔ اس کی وضع قطع میں اتنی تکلیف دہ یکسانیت تھی۔ وہ سوچتی کہ اس جیسی اہم ہستی کے کپڑوں میں عیب نکالنا سخت لغویت ہے۔ لیکن پھر اسے خیال آتا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہوتی تو شاید یہ اعتراض غیرضروری اور لغو ہوتا لیکن چونکہ وہ اس پر عاشق نہ تھی۔ لہٰذا اس کی ہر چھوٹی بڑی خامی پر نکتہ چینی کرنے کی مستحق تھی۔ اس کی بڑی خامیاں یہ تھیں —— حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ یا یوں کہیے کہ وہ اتنا سنجیدہ اور بربادنہ تھا کوئی بھی نہیں ہو سکتا، جتنا نظر آتا تھا۔ اس کے رجحان اور اس کے منصوبے سب بڑی سادگی سے ظاہر ہو جاتے تھے۔ اکیلے میں وہ برابر ایک موضوع پر بولتا چلا جاتا۔ مجمع میں زبان ہی نہ کھولتا۔ اس کے باوجود اس کی ہستی ایک طرح کی طاقت اور پاکیزگی کی علامت کی مانند آزابل کو نظر آتی۔ وہ کیسپر کی شخصیت کے عناصر کو اس طرح دیکھتی تھی جیسے بہادر سورماؤں کے زرہ بکتروں کے مختلف حصّے، لوہے میں ڈھلے اور منقش۔ عجائب خانوں میں رکھے دکھلائی دیتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات تھی۔ کہیں بھی آزابل کے تاثرات اور انفعال میں کوئی ربط تھا؟ ایک دلچسپ انسان کا جو تصور اس کے دماغ میں محفوظ تھا کیسپر اس پر پورا نہ اترتا تھا۔ چنانچہ وہ اس پر کڑی تنقید کرتی۔ اس کے برعکس لارڈ وار برٹن اس کے تصور کے عین مطابق ہی نہیں بلکہ اس سے کچھ بڑھ چڑھ کر ہی تھے۔ وہ ان سے بھی مطلق نہ ہو سکی۔ سچ مچ یہ بڑی انوکھی بات تھی۔

اپنی ذہنی بے ربطی کے اس احساس نے اسے کیسپر کے خط کا جواب دینے سے باز رکھا۔ اس نے طے کر لیا کہ کیسپر نے اسے اگر پھر اذیت دینی چاہی تو اسے نتائج کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ ایک نتیجہ تو یہ تھا کہ آزابل اس کے گارڈن کورٹ آنے کی اطلاع سے بالکل خوش نہ ہوئی تھی۔ یہاں پر ایک خواستگار نے پہلے ہی اودھم مچا رکھی تھی۔ کئی جاں نثاروں کی پرستش راحت بخش تو ضرور ہے لیکن دو دو سورماؤں کی بیک وقت خاطر مدارات تو بڑی گھٹیا اور بھونڈی بات تھی۔ خواہ اس مہمان نوازی کا مطلب ان کو ٹھکرا دینا ہی کیوں نہ ہو۔

اس نے کیسپر کو تو کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن تین دن بعد لارڈ ماربرٹن کو لکھا:-

"محترمی - سوچ بچار کے بعد بھی آپ کی تجویز کے متعلق اپنے فیصلے میں کوئی ردو بدل نہیں کر سکی - میں سچ مچ خود کو آپ کی رفیقِ زندگی کی حیثیت میں تصوّر نہیں کر سکتی۔ آپ کے محل ---- یا آپ کے مختلف محلات میں اپنی بقیہ عمر بتاتے میں اپنے آپ کو نہیں دیکھ پاتی۔ اس انکار کی کوئی معقول وجہ تلاش نہیں کی جا سکتی۔ مَیں بڑے خلوص سے ملتجی ہوں کہ اس مضمون کو جس پر ہم پہلے ہی اس قدر مفصل گفتگو کر چکے ہیں، اب بالکل بھول جائیے۔ ہم اپنی زندگیوں کو اپنے اپنے زاویۂ نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ہم میں سے ادنیٰ ترین انسانوں کا بھی پیدائشی حق ہے۔ اور میں اپنے مستقبل کو آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کے زاویۂ نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ یقین جانیے میں نے آپ کی بات پر اسی ادب اور تکریم سے دھیان دیا ہے جس کی یہ مستحق تھی۔

ناچیز آزابل آرچر"

وہ یہ خط لکھنے میں جُتی تھی کہ اتنے میں ہنری ایٹا نے بھی کوئی ارادہ باندھ لیا۔ اس نے رالف سے فرمائش کی باغ میں چلا جائے۔ رالف حسبِ معمول بڑی تندہی سے تیار ہو گیا۔ تب ہنری ایٹا نے کہا کہ وہ اس کا ایک احسان چاہتی ہے۔ اس جملے سے رالف چونکا۔ وہ جان گیا تھا کہ یہ لڑکی اپنا مطلب حاصل کرنے میں بڑی استاد ہے۔ لیکن اسے ہنری ایٹا کی نافہمی کا بھی کچھ کچھ اندازہ ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس نے بڑی شائستگی کے ساتھ اپنی خدمات پیش کر دیں۔ اسے ہنری ایٹا سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ "جب تم مجھے اس طرح دیکھتی ہو میری ٹانگیں لرزنے لگتی ہیں۔ زمین میرے پیروں کے نیچے سے سرک جاتی ہے۔ میرے ہوش و حواس جواب دے جاتے ہیں۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں۔ تمھاری تعمیلِ حکم کے لیے مجھے ہمت کی ضرورت ہے۔ تمھارے جیسا دبدبہ میں نے کسی اور لڑکی میں نہیں دیکھا۔ میں تھر تھر کانپ رہا ہوں۔"

"خوب!" ہنری اٹیا نے بشاشت سے جواب دیا۔ "اب تو میں اچھی طرح جان گئی ہوں کہ تم مجھے بالکل کنفیوز ڈالنا چاہتے ہو۔ میرے جیسے شکار تمہیں روز روز کہاں ملتے ہیں۔ میری پرورش بڑی مختلف فضاؤں میں ہوئی ہے تمہارے یہاں کی بے ساختیوں کی میں عادی نہیں جس طرح تم مجھے مخاطب کرتے ہو امریکہ میں آج تک کسی نے مجھ سے اس انداز میں بات نہیں کی۔ اگر کوئی صاحب یہ طرز گفتگو وطن میں میرے ساتھ اختیار کرتے تو میری سمجھ میں نہ آتا کہ اس کا کیا مطلب نکالوں۔ وہاں کے لوگ لاگ لپیٹ نہیں رکھتے۔ لسانی اور چرب زبانی کے قائل نہیں ہیں میں مانتی ہوں کہ میں خود بہت سادہ لوح ہوں۔ اس وجہ سے تم مجھ پر ہنسنا چاہتے ہو تو جاؤ ہنس لو۔ لیکن میں تو تم جیسا بننے کے بجائے اپنی اسی حالت کو ترجیح دوں گی۔ میں اپنی حالت پر قانع ہوں۔ اپنے آپ کو بدلنا نہیں چاہتی۔ بہت سارے لوگ مجھے اسی طرح پسند کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے تازہ بتازہ نو بہ نو آزاد حریت پسند امریکن بھی ہیں ——" ہنری اٹیا نے حال میں ایک بڑی معصوم لاچاری اور فراخدلی کا رویہ اختیار کر لیا تھا۔ "میں تو صرف تمہاری امداد چاہتی ہوں تمہیں محظوظ کرتی ہوں یا نہیں اس کی مجھے پروا نہیں ہے —— آزابل کے معاملے میں میری مدد کرو ——"

"اس کی طرف سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اس کی فکر نہیں۔ اور نہ میں اس کا دکھڑا تمہارے آگے روتی ہے مجھے یہ پریشانی ہے کہ کہیں وہ اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچا بیٹھے۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے۔"

ٹہلتے ٹہلتے آپ ٹھٹک گئیں اور رالف پر اس طرح نظریں جما دیں جس سے اس غریب کی حالت تباہ ہو جاتی تھی۔ "شاید تم کو یہ بھی کوئی بڑے لطیفے کی بات لگے گی قسم خدا کی میں نے آج تک ایسا بے پروا مردوا۔ نہیں دیکھا۔"

"میں آزابل کی طرف سے بے پروا نہیں ہوں۔"

"تم اس سے محبت تو نہیں کرتے؟"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ میرا محبوب تو کوئی اور ہے؟"

"وہ کوئی اور، تم خود ہو۔ تم اپنے آپ پر عاشق ہو۔ اس عشق سے تم کو بہت آرام مل جائیں گے نا! پر تم اگر جنم بھر میں ایک بار سنجیدہ ہونا چاہتے ہو تو یہ تمہارے لیے نادر موقع ہے۔ اپنی بہن کی بھلائی کے ذرا سے بھی خواہاں ہو تو اس کا ثبوت دینے کا وقت آپہنچا ہے۔ تم آزابل کو خیر سمجھ تو سکتے نہیں۔ یہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے لیکن اس کام میں اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ ضروری معلومات میں بہم پہنچا دوں گی۔"

"بڑا مزا آئے گا۔ میں شیکسپیئر والا کے بن بنوں گا۔ تم آیریل کا کام کرنا۔"

"تم کیلی بن نہیں ہو۔ تم حد سے زیادہ شائستہ ہو۔ وہ خالص وحشی، بانگڑو تھا۔ لیکن میں تمثیلوں کے فرضی کرداروں کی بات نہیں کر رہی۔ یہ آزابل کا معاملہ ہے اور آزابل بڑی شدت سے حقیقی ہے۔ میں دراصل تم کو بتانا یہ چاہتی تھی کہ اس لڑکی میں بے انتہا تغیر آگیا ہے۔"

"یعنی جب سے تم آئی ہو؟"

"اس سے بھی پہلے سے۔ جتنی پیاری سی لڑکی پہلے تھی اب نہیں رہی۔"

"گویا جیسی وہ امریکہ میں تھی؟"

"ہاں۔ غالباً تم کو علم ہے کہ وہ امریکہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ مگر کیا کیا جائے کہ غریب امریکن ہے۔"

"تم چاہتی ہو وہ پھر پہلے جیسی ہو جائے۔"

"ہاں۔ اور اس کام میں تم میرا ہاتھ بٹاؤ۔"

"ہائے افسوس۔ میں محض لے بی بن ہوں، پروسپرو نہیں۔"

"تم اس کے لیے پروسپرو ہی ثابت ہوتے ہو۔ جب سے وہ یہاں آئی ہے تم نے اپنے سحر سے آزابل کی کایا پلٹ کر کے رکھ دی ہے۔ تم اس کے دل و دماغ پر

لے شیکسپیئر کے ڈرامے طوفان کا مشہور کردار جو ایک ساحر تھا۔

چھا گئے ہو۔"

"میں نے — ؟ مس اسٹیک پول — ؟ غضب خدا کا - سرکار آپ بھی حد کرتی ہیں - اصل واقعہ تو یہ ہے کہ ازابل آرچر نے الٹا مجھ پر اپنا جادو چلا رکھا ہے - وہ ہر ایک کو مسحور کرتی پھرتی ہے - اور مجھے تو اس نے بالکل ہی جادو کا ڈنڈا سونگھا دیا ہے۔"

"اچھا تو اب بھگیے اور ہوش میں آئیے - ازابل روز بروز بدلتی جا رہی ہے - بہتے بہتے وہ اتھاہ سمندر میں جا گرے گی - ازابل وہ تر و تازہ تیز و طرار ہشاش بشاش امریکن لڑکی نہیں رہی - اس کے خیالات پر دوسرا رنگ چڑھ گیا ہے - وہ اپنے پرانے آدرشوں کو بیکار سمجھتی ہے - میں اس کے ان آدرشوں کو بچانا چاہتی ہوں، اور یہیں پر آپ تمثیل میں داخل ہوتے ہیں۔"

"خدانخواستہ کسی آدرش کے روپ میں تو نہیں ؟"

"بالکل نہیں" ہنری ایٹا نے فوراً جواب دیا "مجھے خدشہ ہے کہ وہ ان کٹھور، مہلک یوروپینوں میں سے کسی ایک سے شادی کرے گی۔"

"خوب — تو آپ کی خواہش ہے کہ میں درمیان میں کود پڑوں اور اسے ایک المیے سے بچانے کے لیے اس سے خود بیاہ کر لوں ؟"

"نہیں - یہ تو بذات خود ایک اور ٹریجیڈی ہوگی - کیونکہ آپ خود ان مثالی بیہودہ خطرناک یوروپینوں میں سے ہیں جن کے چنگل سے میں ازابل کو بچانا چاہتی ہوں - میری آرزو ہے کہ تم اسے ایک اور نوجوان کی طرف مائل کر دو - ایک زمانے میں ازابل نے اسے کافی سر چڑھا یا تھا اور اب کی اس کی پروا نہیں کرتی - یہ نوجوان بڑا شاندار آدمی ہے - بہت باکمال، شکیل، نیک سیرت - ازابل جانتی ہے۔"

"ازابل کو بھی اس سے کوئی لگاؤ ہے ؟"

"اگر نہیں ہے تو ہونا چاہیے - وہ تو اس کے پیچھے دیوانہ ہے۔"

"اور تم چاہتی ہو کہ میں اسے یہاں بلا بھیجوں" رالف نے سوچتے ہوئے کہا "کیسپر گڈ ووڈ — خاصا مفرح نام ہے۔"

"مجھے ناموں سے غرض نہیں۔ اس کا نام اززکیل جکلنز بھی ہو سکتا تھا میں تب بھی یہی کہتی کہ ازابل کے لیے اس سے بہتر شوہر ملنا ناممکن ہے۔"

"تمہیں اپنی سہیلی کا بڑا خیال ہے۔"

"اور کیا مسٹر —— آپ نے اپنے حساب بڑی بھاری چوٹ کی۔"

"خدا نہ کرے جو میں آپ پر چوٹ کروں —— مجھے تمہارے اس لگاؤ نے بہت متاثر کیا ہے۔"

"خیر رہنے دو۔ میں تمہارے اس لہجے کو بھی خوب سمجھتی ہوں۔ لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ مسٹر گڈووڈ کا مذاق نہ اڑانا۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ اس وقت میں بے حد سنجیدہ ہوں۔"

ہنری اٹیا کو یقین آگیا "تم بہت زیادہ سنجیدہ ہو۔ تم کیسپر کو یہاں مدعو نہ کرو گے۔"

"ہنری اٹیا ——" رالف نے کہا "تمہیں معلوم نہیں ہے۔ میں عجیب وغریب حرکتیں کر سکتا ہوں۔ میں اسے بھی یہاں بلا سکتا ہوں۔ تم مجھے جانتی نہیں۔ کچھ ان صاحبزادے کے بارے میں بتلاؤ۔ کیسے ہیں۔ کیا ہیں" "تم سے بالکل برعکس۔"

"خوش اخلاق —— ؟"

"بہترین —— امریکن طرز کا اخلاق ——"

"ہمارے اس چھوٹے سے حلقے میں خوشی سے شامل ہو جائیں گے ؟"

"اسے ہمارے اس حلقے کی بالکل پروا نہ ہو گی۔ اس کی توجہ کا سارا مرکز صرف ازابل ہے ——"

"اور میری بہن کو یہ سلسلہ کیسا لگے گا ؟"

"بہت ممکن ہے اسے بالکل پسند نہ کرے لیکن اس میں اسی کا فائدہ ہے۔ اس کے گمشدہ خیالات اس کے پاس واپس لوٹ آئیں گے ——"

"کہاں سے واپس لوٹ آئیں گے ؟"

اجنبی، بدیشی جگہوں سے۔ ان مقامات سے جو اس کی فطرت سے لگا نہیں کھاتے۔

تین ماہ قبل اس نے کیسپر پر یہ ظاہر کیا تھا کہ اسے قبول کرے گی۔ اور اب یہ اس کی شایانِ شان نہیں کہ ایک سچے دوست کے ساتھ یوں اپنے وعدے سے پھر جائے۔ محض اس لیے کہ پیشِ منظر تبدیل ہو گیا ہے۔ میں بھی پردیس میں آئی ہوئی ہوں۔ لیکن اس وجہ سے میں اپنی وفاداریوں اور اپنی پرانی یادوں کی زیادہ تندہی سے حفاظت کر رہی ہوں۔ آزابل بھی جس قدر جلد واپس لوٹ آئے تو بہتر ہے۔ اسے میں اچھی طرح جانتی ہوں مجھے معلوم ہے وہ یہاں کبھی خوش نہ رہ سکے گی۔ اسے اپنے تحفظ کی خاطر امریکہ سے ایک مضبوط بندھن میں بندھ جانا چاہیے۔"

"اتنی جلد بازی سے کام نہ لو۔ آخر بچارے انگلستان نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟ یہاں بھی تو اسے ذرا سانس لینے دو، ذرا سا موقع دو۔"

"اس کی نوجوان، جگمگاتی زندگی کو برباد کرنے کا موقع؟ کوئی اپنا چہیتا پانی میں ڈوب رہا ہو تو اسے بچانے کے لیے دوڑنا جلد بازی کہلائے گا؟"

"چنانچہ تم چاہتی ہو کہ آزابل کے پیچھے پیچھے مسٹر گڈ وڈ کو بھی پانی میں دھکیل دوں تم کو معلوم ہے کہ میں نے آج تک آزابل کی زبان سے ان کا نام تک نہیں سنا۔"

ہنریٹا اٹیا بڑی شگفتگی سے مسکرائی "اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ برابر اس کے متعلق سوچتی رہتی ہے۔"

رالف چپ ہو گیا "اگر میں نے مسٹر گڈ وڈ کو یہاں بلا لیا۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا "تو میں ان سے لڑ بیٹھوں گا۔"

"کہیں ایسا سوچنا بھی نہیں۔ لڑو گے بھی تو جیت انہی کی ہو گی۔"

"تم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہی ہو کہ میں اس شخص سے دلی نفرت کرنے لگوں۔ میں سچ مچ اسے یہاں بلانے سے معذور ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آؤں گا۔"

"تمہاری مرضی" ہنریٹا اٹیا نے کہا "مجھے کیا معلوم تھا کہ تم خود آزابل پر مر رہے ہو۔"

"تم یہی سمجھتی ہو؟" رالف نے بھویں اٹھا کر دریافت کیا۔

"جتنی بے ساختگی اور جوش سے تم نے ابھی گڈووڈ کے سلسلے میں باتیں کی ہیں ان سے تمھارے عشق کا خوب پتا چلتا ہے ۔"

"بہت اچھا" رالف نے بحث ختم کرتے ہوئے کہا "محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ تم غلط فہمی میں مبتلا ہو، میں اس آدمی کو یہاں مدعو کیے لیتا ہوں لیکن یہ بزرگوار آپ کے دوست کی حیثیت سے تشریف لائیں گے ۔"

"میرے دوست کی حیثیت سے نہیں آئیں گے ۔ اور آپ بھی یہ ثابت کرنے کے لیے ان کو نہیں بلا رہے کہ مجھے آپ کے عشق کے سلسلے میں غلط فہمی ہے ۔ بلکہ انھیں یہ بلا کر آپ خود اپنے آپ کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ آپ کو آزابل سے محبت نہیں۔"

ان الفاظ میں رالف کو سچائی کی مدھم سی جھلک دکھلائی دی لیکن وہ کیسپر کو بلانے کا وعدہ کر چکا تھا ۔ اس نے چھ سطروں کا ایک خط انھیں لکھ بھیجا ۔ یہ کہ اس کے والد کو بہت مسرت ہو گی اگر وہ بھی "گارڈن کورٹ" کے اس چھوٹے سے گروہ میں آ کر شامل ہو جائیں جس کی ایک قابل قدر رکن مس اسٹیک پول بھی ہیں ۔ ہنری اٹیا کی تجویز کے مطابق لندن کے ایک بنک کی معرفت یہ خط روانہ کر دینے کے بعد وہ ذرا تذبذب کے ساتھ اس کے جواب کا منتظر رہا ۔ اس ڈراؤنے خونخوار آدمی کا نام اس نے پہلی بار سنا تھا ۔ اپنی ماں سے وہ سن چکا تھا کہ آزابل کا ایک خواستگار وطن میں بھی موجود ہے ۔ لیکن یہ بڑی مبہم سی بات تھی ۔ لہذا اس وقت اتنی ناخوشگوار نہ معلوم ہوئی تھی لیکن دھندلی سی شخصیت اب ایک ٹھوس واضح صورت اختیار کر چکی تھی ۔ اس ٹھوس حقیقت نے لندن تک آزابل کا تعاقب کیا تھا ۔ یہ ایک کارخانے کا مالک تھا ۔ اور اس کا امریکن طرز کا نہایت اعلیٰ اخلاق اور بڑے بزتر طور طریقے تھے ۔ یا تو اس کیسپر گڈوڈ کا عشق ہنری اٹیا کی ایک من گھڑت جذباتی داستان تھی (لڑکیوں میں ہمیشہ آپس میں سمجھوتہ رہتا ہے کہ ایک دوسرے کے لیے عاشق تلاش یا ایجاد کرتی رہیں) لہذا اس سے خار کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ وہ خود ہی یہ دعوت نامہ قبول نہ کرے گا ۔ لیکن فرض کیجیے یہ داستان صحیح ہے اور کیسپر "گارڈن کورٹ" آنے کے لیے تیار ہو گیا تو اس سے بھی یہی ثابت ہو گا

کہ انتہائی نامعقول شخص ہے۔ اور اس کے متعلق الجھن میں پڑنا بیکار ہے۔ راٹف کی دلیل کا یہ دوسرا حصہ شاید بے ربط سا معلوم ہو لیکن بہر حال، راٹف نے سوچا کہ مسٹر گڈوڈ اگر اگر ہنری اٹیا کے بیان کے مطابق آزابل پر یوں بری طرح ریجھے ہوئے ہیں تو وہ بوخیز اڈکر خاتون کے کہنے پر ایسے سرپٹ دوڑے نہ چلے آئیں گے۔ بلکہ وہ تو ہنری اٹیا کو گلاب کا کانٹا سمجھتے ہونگے جو اپنی دخل در معقولات سے ان کو عاجز کر دیتی ہوگی۔ مشاطہ کی حیثیت میں وہ بہت ناکام رہتی تھی۔

دو دن بعد اسے کیسپر کا جواب موصول ہوا۔ انھوں نے دعوت کا شکریہ ادا کیا تھا اور معذرت چاہی تھی کہ دوسری مصروفیات کی بنا پر ان کا "گارڈن کورٹ" آنا ممکن نہیں۔ ساتھ ہی انھوں نے مس اسٹیک پول کو سلام مسنون بھی لکھا تھا۔

راٹف نے یہ پرچہ ہنری اٹیا کے ہاتھ میں تھما دیا۔ "حد ہے بھئی۔ میں نے اپنی عمر میں آج تک ایسا روکھا پھیکا خط نہیں دیکھا۔" ہنری اٹیا نے کہا۔

"غالباً وہ میری بہن پر اتنے عاشق نہیں جیسا تم نے تصور کر رکھا ہے۔"

"نہیں، اس کے درپردہ کوئی بات اور ہے۔ کیسپر بہت گہرا آدمی ہے۔ لیکن میں بھی اس کی گہرائی کا پتا چلا کر رہوں گی۔ میں ابھی اسے خط لکھتی ہوں۔"

کیسپر کے اس انکار پر راٹف کو اور زیادہ حیرت اور الجھن ہوئی۔ اب راٹف کی نظروں میں اس کی اہمیت بڑھ گئی۔ اس نے خود سے سوال کیا۔ آزابل کے عشاق خواہ جان پر کھیل جانے والے سورما ہوں خواہ لاپروا بے فکرے۔ اسے کاہے کی فکر ہے۔ وہ اس کے رقیب نہیں۔ جو چاہیں کریں۔ آئیں یا نہ آئیں۔ وہ کیوں اتنا پریشان ہے۔ پھر بھی اسے جستجو رہی کہ ہنری اٹیا نے کیا خط لکھا ہے۔ تین چار روز بعد اس نے ہنری اٹیا سے پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ وہ لندن خط بھیج چکی ہے مگر مسٹر گڈوڈ نے جواب سے سرفراز نہیں کیا۔

"شاید وہ ابھی سوچ بچار ہی میں بیٹھے ہیں۔" ہنری اٹیا نے کہا۔ "وہ ہر چیز پر سوچ بچار کرتے ہیں بے صبرے کبھی نہیں ہوتے۔" پھر آزابل سے جا کر بولی۔ "چلو جی لندن چلیں۔ سچ پوچھو تو اب تک میں نے اس ملک کا کچھ بھی نہیں دیکھا۔ تم بھی یہاں آکر کرنے گھُس ہوگئی ہو۔

میں نے تو اب تک تمہارے اس نواب نادے کے درشن بھی نہیں کیے۔ کیا نام ہے اس کا۔ لارڈ وار برٹن۔ لگتا ہے تم نے اسے بالکل ہی بھلا دیا۔ بچارے کو۔"

"لارڈ وار برٹن کل تشریف لا رہے ہیں۔"

آزابل نے کہا۔ "اس کے خط کے جواب میں لارڈ وار برٹن نے اسے مطلع کیا تھا۔ کل تم جی بھر کے ان کا معاینہ کر لینا۔"

"وہ ایک مضمون کے لیے تو کافی ہوں گے۔ لیکن میں اپنے اخبار کے لیے کم از کم پچاس مکتوب لکھنا چاہتی ہوں۔ اب تک میں نے یہاں کے قدرتی مناظر، بوڑھی عورتوں اور خچروں کے متعلق وہ وہ قصیدے لکھے ہیں کہ جن کا جواب نہیں۔ تم جو چاہو کہو میں تو یہ جانتی ہوں کہ دریاؤں اور کھیتوں کے اوپر زوردار مضمون تیار ہو ہی نہیں سکتا بات نہیں بنتی۔ اب تو میں نے یہی ٹھانی ہے کہ لندن جا کر وہاں کے "تاثرات" جمع کروں۔ پچھلی دفعہ میں صرف تین روز وہاں ٹھہری تھی۔ اتنی سی مدت میں انسان بھلا کیا لکھ سکتا ہے۔"

نیویارک سے گارڈن کورٹ آنے میں آزابل تو برطانیہ کے دارالسلطنت میں تین دن بھی نہیں ٹھہر سکی تھی۔ لہٰذا اس نے ہنریٹا کی اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ لندن سے اس نے بہت سے دلآویز تصورات وابستہ کر رکھے تھے۔ دونوں لڑکیوں نے بڑی تندہی سے وہاں کی سیر کے منصوبے بنانا شروع کیے۔ وہاں کی رومانیت سے بھرپور زندگی کا تصور کیا۔ وہ دونوں کسی دلفریب افسانوی سی سرائے میں ٹھہریں گی۔ کوئی اس قسم کی سرائے جس کا تذکرہ چارلس ڈکنز اپنے ناولوں میں کیا کرتے ہیں۔ پیاری پیاری گھوڑا گاڑیوں میں بیٹھ کر شہر کی سیر کیا کریں گی۔ ہنریٹا ویسے ہی بہت ادبی قسم کی لڑکی تھی۔ انشاپرداز ہونے کا یہ فائدہ تھا کہ آپ ہر جگہ جا سکتی ہیں جو دل چاہے کر سکتی ہیں۔ سب ادب نوازی میں شامل ہے۔ وہ قہوہ خانوں میں کھانا کھانے کے بعد تھیٹر دیکھا کریں گی۔ ویسٹ منسٹر ایبے اور برٹش میوزیم میں وقت گزاریں گی۔ ڈاکٹر جانسن اور اولیور گولڈ اسمتھ اور ایڈیسن کے مکانوں کی زیارت کریں گی۔ آزابل نے بڑے جوش سے رالف کو ان ارادوں کی اطلاع دی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ ذرا جو وہ آزابل کے اس جوش و خروش پر

سنجیدہ ہوتا ہو۔

"بڑا مبارک خیال ہے۔" اس نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ کوونٹ گارڈن میں "ویڈیکس ہیڈ" بھی جانا۔ بڑا خوبصورت، بے تکلف پرانی طرز کا شراب خانہ ہے۔ میں اپنے کلب میں تمہارا بندوست کیے دیتا ہوں۔"

"ہمارا لندن جانا نامناسب بات ہے؟" آزایل نے پوچھا۔ "غضب خدا کا۔ اس ملک میں کوئی چیز بھی مناسب بھی جاتی ہے؟ بہرحال، میں تو ہنری اٹیا کے ساتھ ہر جگہ جاسکتی ہوں۔ پورے امریکہ کی تو یہ لڑکی سیر کر چکی ہے۔ اس چھوٹے سارے جزیرے میں گھومنا اس کے لیے کونسی بڑی بات ہے۔"

"پھر تو ——" ریاکف نے کہا۔ "مجھے بھی اس کی نگرانی میں لندن کی سیر کر لینا چاہیے۔ کیا پتا ایسے محفوظ سفر کا پھر کبھی مجھے موقع ملے نہ ملے!!"

(۱۶)

ہنری اٹیا تو روانگی کے لیے پر تولے بیٹھی تھی۔ لیکن لارڈ وآربرٹن آنے والے تھے۔ آزایل نے اپنا اخلاقی فرض سمجھا کہ ان سے ملنے کے لیے ٹھہری رہے۔ اس کے خط کے جواب میں پہلے چار پانچ دن وہ خاموش رہے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے مختصراً اتنا لکھ بھیجا تھا: "پرسوں دوپہر کو آرہا ہوں۔ کھانا آپ لوگوں کے ساتھ کھاؤں گا۔" لارڈ وابرٹن کی طرف سے اس تاخیر میں کوئی بات ایسی تھی جس نے آزایل کو متاثر کیا۔ ان کی پاسداری اور صبر کا احساس دلایا۔ وہ دوسروں کے جذبات کا کتنا لحاظ کرتے ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم ہے ان کی جلد بازی اور بے صبراپن بہت بھونڈا لگے گا۔ گویا ان کی محبت کا ایک اور ثبوت تھا۔ آزایل نے خالہ کو تبلایا کہ وہ انھیں خط لکھ چکی ہے جس کے جواب میں خود تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر مسٹر تو شیت خلاف معمول اپنے کمرے سے جلد ہی باہر آگئے۔ تاکہ دوپہر کے کھانے میں شامل ہو سکیں۔ اس سے ان کی غرض یہ نہ تھی کہ کھانے کی میز پر آزایل کی چوکیداری کریں گے۔ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ اگر آزایل نے

اپنے معزز مہمان کو اپنا معاملہ پیش کرنے ایک موقع اور دیا اور دوران گفتگو میں کوئی
نازک مقام پھر آگیا تو وہ اپنی موجودگی سے اسے سنبھال لے جائیں گے۔ حفظ ماتقدم
کا جو خیال مسٹر تونشت کو آیا تھا غالباً اسی خیال کے تحت لارڈ وار برٹن اپنی بہن کو اپنے
ساتھ لے کر آئے۔ ہنری ایٹا سے دونوں مہمان کا تعارف کرایا گیا۔ میز پر وہ لارڈ
وار برٹن کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ آزابل کافی پریشان نظر آرہی تھی۔ اگر کہیں انھوں نے
اپنی داستان پھر سے شروع کر دی تو اسے دوبارہ ان سے بحث کرنا پڑے گی۔ کیا
مصیبت ہے۔ پھر بھی وہ ان کی خوش خلقی اور ان کے ضبط کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکی۔
انھوں نے نہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور نہ اس سے کوئی بات کی۔ ان کی اضطراری
کیفیت کا اندازہ محض اس طرح ہوتا تھا کہ وہ آزابل سے نگاہیں ملاتے ہوئے گھبرا
رہے تھے۔ دوسروں سے خوب بے تکلفی سے باتیں کرتے رہے اور کھانا بھی انھوں
نے جی بھر کر کھایا۔ ان کی بہن مس مولی نو جن کی پیشانی کسی راہبہ کی پیشانی کی طرح شفاف
اور ہموار تھی۔ اور جنھوں نے ایک بڑی سی نقرئی صلیب گلے میں پہن رکھی تھی، ہنری ایٹا
کے ساتھ نہایت تندہی سے تبادلۂ خیالات میں مصروف تھیں۔ ہنری ایٹا کو وہ
جس انداز سے دیکھتی تھیں اس سے بیک وقت ایک طرح کی بیگانگی، اشتیاق، تحیر
اور بڑے گہرے تجسس کی باہم کشمکش کا اظہار ہوتا تھا۔ لوکلیھر کی دونوں نواب
زادیوں میں سے یہ بڑی والی آزابل کو زیادہ اچھی لگی تھیں۔ ایک پوری تاریخ، ایک
عظیم ورثہ خاموشی سے ان کی شخصیت میں پنہاں تھا۔ ان کے مزاج کی حلیمی اور طمانیت
ان کی آنکھوں سے ٹپکتی تھی۔ ان کا یہ سپید ماتھا اور اس نقرئی صلیب کو دیکھ کر قدیم
انگلستان کے کسی لرزہ خیز اسرار کا خیال آتا۔ ہزار ڈیڑھ ہزار برس پہلے کی اینگلو سیکسن
راہبات ایسی ہی رہی ہوں گی۔ وہ سوچتی رہی اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ اس نے
ان کے چھوٹے بھائی کو ٹھکرا دیا ہے تو جانے یہ اس کے متعلق کیا خیال کریں۔ لیکن اسے
ایسا لگا کہ یہ بات مس مولی نو کو کبھی معلوم نہ ہو سکے گی۔ لارڈ وار برٹن اپنی بہن کو بھلا
یہ سب کہاں بتلاتے ہوں گے۔ وہ اپنی بہن کو چاہتے بہت تھے لیکن انھیں اپنا ہمراز تو

کم ہی بناتے ہوں گے۔ کم از کم ازابل نے یہی نظریہ قائم کیا۔ جب وہ کھانے کی میز پر باتوں میں مصروف نہ ہوتی تو آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کے متعلق قسم قسم کے نظریے بنانے میں لگی رہتی۔ اس نے سوچا اگر مس موبلی نو کو ان باتوں کا پتہ چل جائے جو اس کے اور ان کے بھائی کے درمیان ہوئیں تو انھیں شدید تعجب ہو کہ یہ امریکن لڑکی اپنی اوقات سے آگے بڑھنے میں کس بری طرح ناکام رہی۔ وہ یہ سوچیں گی کہ اپنے احساس کمتری کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئی۔ یوں بھی امریکنوں کو انگریزوں سے ٹکر لینے کی جرأت نہ کرنا چاہیے۔

بہر حال، ازابل نے انگلستان کے اعلیٰ طبقے میں داخل ہونے کا سنہرا موقع جیسے بھی گنوایا ہو ہنری ایٹا تو اس وقت پورے انہماک کے ساتھ اس طبقے سے مستفید ہونے کے درپے تھی ”آپ کو معلوم ہے میں نے آج تک کوئی لارڈ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا“ وہ میز پر اپنے پڑوسی سے کہہ رہی تھی ”آپ سوچتے ہونگے میں اب تک بڑی تاریکی میں رہی ہوں“

”اجی نہیں۔ آپ تو چندا تنہائی کہ بہہ المنظر افسانوں کو دیکھنے سے بچی رہی ہیں“ انھوں نے میز پر چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے بے دھیانی سے جواب دیا۔

”اچھا؛ کیا یہ لارڈ لوگ بدصورت بھی ہوتے ہیں۔ امریکہ میں تو ہمارا خیال ہے کہ یہ سب کے سب ایک سے ایک شاندار، پری زاد بڑھیا بڑھیا خلعتیں اور ہیرے جواہرات کے تاج پہنے گھوما کرتے ہیں“

”خلعتیں اور تاج پہننے کے زمانے گذر گئے“ لارڈ وار برٹن نے کہا ”جس طرح آپ کے یہاں اب فولادی تبروں اور طمنچوں کا رواج نہیں رہا“

”ہائے یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے“ ہنری ایٹا نے جواب دیا ”رئیسوں کو تو بہت ٹھسّے سے زندہ رہنا چاہیے۔ اگر شان و شوکت بھی گئی تو پھر ان کے پاس باقی کیا بچا؟“

”کچھ بھی نہیں —“ لارڈ وار برٹن نے کہا ”یہ آلو نوش کیجیے“

"مجھے یورپین آلو پسند نہیں۔ اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ آپ لارڈ ہیں تو میں آپ میں اور کسی معمولی امریکن میں تفریق نہ کر سکتی۔"

"للہ آپ مجھے ایک معمولی امریکن تصور کر کے مجھ سے اسی طرح باتیں کیجیے۔" لارڈ واربرٹن نے کہا۔ "آپ آلو کے بغیر کیسے گزر کر لیتی ہیں۔ اس ملک میں یوں ہی آپ کو بہت کم چیزیں کھانے کو ملتی ہوں گی۔"

ہنریٹا اٹیا خاموش رہی۔ ہو سکتا ہے یہ آدمی پر خلوص نہ ہو۔ محض تصنع کی باتیں کر رہا ہو۔ "یہاں آن کر میری بھوک غائب ہو گئی ہے۔" آخر اس نے دوبارہ بات شروع کی۔ "لہٰذا مجھے کھانے کے متعلق زیادہ فکر نہیں۔ میں آپ کو پسند نہیں کرتی۔ میں یہ آپ کو بتلا دینا چاہتی ہوں۔"

"مجھے پسند نہیں کرتیں؟"

"ہاں۔ شاید آج تک کسی نے آپ سے ایسی بات نہ کہی ہو گی۔ میں نوابوں کے وجود کی قائل نہیں۔ دنیا ان سے بہت آگے نکل چکی ہے۔"

"میں خود اپنے آپ کو بہت کھٹکتا ہوں۔ آپ کو یہ معلوم نہیں؟"

"پھر اس سارے کھڑاگ کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیتے"

"کونسا کھڑاگ؟"

"یہی سارا لارڈ وارڈ ہونے کا گورکھ دھندا۔"

"لیکن میں تو ایسا لمبا چوڑا نواب اپنے آپ کو نہیں سمجھتا۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ کمبخت امریکن ـــــ معاف کیجیے گا، آپ لوگ اگر ہر وقت اس کی یاد نہ دلاتے رہیں تو اس حقیقت کا خیال بھی دماغ سے اتر جاتا ہے۔ پھر بھی جو کچھ بچا کھچا یہ کھڑاگ ہے بقول آپ کے اسے بھی میں جلد ہی خدا حافظ کہنے والا ہوں۔"

"میں بھی دیکھوں گی آپ اتنی بڑی قربانی کیسے دیتے ہیں۔"

"میں آپ کو اس قربانی کی تقریب میں بلاؤں گا۔ اس کی خوشی میں میں آپ کے ساتھ ناچوں گا۔"

"بہرحال، میں جاگیردار طبقے کو کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ طبقہ اپنی حمایت میں کس طرح کی صفائی پیش کرنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ اپنے لیے کیا کہہ سکتے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں کہہ سکتے غریب۔"

"میں آپ کو آپ کے خول سے باہر کھینچنا چاہ رہی ہوں۔ لیکن آپ ہیں کہ اپنا دامن بچا رہے ہیں مجھ سے نظریں ملا کر بات کیجیے۔ کتنی کیوں کتراتے ہیں۔ اِدھر اُدھر کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"جی وہ دراصل میں ذرا ان بیہودہ آلوئوں کی رکابی تلاش کر رہا تھا۔"

"اچھا تو ذرا اپنی بہن کی تشریح کیجیے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ کیا یہ بھی راجکاری ہیں؟"

"میری بہن بڑی پیاری لڑکی ہے۔"

"اچھا اب بات کو ٹالیے نہیں۔ ان کی سماجی حیثیت آپ سے کم تر ہے؟"

"ہم دونوں میں سے کسی کی بھی سماجی حیثیت کوئی ایسی زیادہ قابلِ ذکر نہیں ہے۔ محترمہ۔ لیکن میری بہن اس لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے کہ میری طرح کی فکروں اور پریشانیوں سے آزاد ہے۔"

"مجھے بھی خاصی بے فکر معلوم ہوتی ہیں۔ کاش میں بھی ایسی ہو سکتی۔ اور جو کچھ بھی ہو، بڑے خاموش طبیعت لوگ آپ کے یہاں پیدا ہوتے ہیں!"

"ہم بہت زیادہ تن آسان ہیں۔ اور بے حد غیر دلچسپ۔ اگر چاہیں تو اس سے بھی زیادہ غیر دلچسپ بن سکتے ہیں!"

"اپنے لیے کوئی مشغلہ ڈھونڈ لیے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی بہن سے باتیں کیا کروں۔ وہ ایسی مختلف سی نظر آتی ہیں۔ یہ صلیب کوئی امتیازی نشان ہے؟"

"امتیازی نشان؟"

"اونچے مرتبے کی کوئی علامت ـــ"

لارڈ واربرٹن کی نظریں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ "جی ہاں" انھوں نے لحظہ بھر

بعد کہا "عورتوں کو اس طرح کی چیزوں کا بہت شوق ہوتا ہے۔ دراصل یہ جو وائی کاؤنٹ لوگ ہوتے ہیں نا، ان کی بڑی بیٹیاں یہ نقرئی صلیب پہنتی ہیں۔" انھیں امریکہ میں اکثر خوب خوب بنایا گیا تھا۔ اس کا اس وقت انھوں نے انتقام لے لیا۔ کھانے کے بعد انھوں نے آنابل سے چل کر گیلری کی تصویریں دیکھنے کے لیے کہا۔ یہ تصویریں وہ اب تک بیسیوں مرتبہ دیکھ چکی تھی۔ لیکن اس نے انکار مناسب نہ سمجھا۔ انھیں خط لکھ دینے کے بعد سے اب وہ اپنے ضمیر کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

لارڈ وار برٹن تصویر خانے میں خاموشی سے ٹہلتے رہے۔ پھر دفعتاً بولے "کاش آپ نے مجھے وہ خط نہ لکھا ہوتا۔"

"آپ کو سمجھانے کا محض یہی ایک طریقہ تھا۔ یقین فرمائیے ——"

"اگر مجھے اس آسانی سے یقین آجاتا تو میں آپ کو یوں تنگ نہ کرتا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ آپ اگر کہہ دیتیں کہ مجھے ناپسند کرتی ہیں تو میں یہ مان سکتا تھا۔ لیکن آپ یہ اعتراف کرتی ہیں کہ ——"

"مَیں نے کاہے کا اعتراف کیا ہے ——؟" آنابل نے زرد پڑتے ہوئے پوچھا۔

"کہ —— کہ آپ مجھے بُرا نہیں سمجھتیں۔ مگر اپنے انکار کی وجہ بھی نہیں بتلاتیں۔ یہ بڑی زیادتی ہے۔"

"وجہ تو ہے۔" آنابل نے کہا۔ لیکن اس کا دل ڈوب سا رہا تھا۔

"تبلائیے تو سہی ——؟"

"کبھی نہ کبھی ضرور تبلاؤں گی ——"

"لیکن میں اس وقت تک شبہوں میں گرفتار رہوں گا۔"

"آپ مجھے بہت پریشان کر رہے ہیں۔"

"اس کا مجھے بالکل افسوس نہیں۔ اس سے شاید آپ کو اندازہ ہو کہ میری اپنی کیا کیفیت ہے۔ جواب دیجیے۔ آپ کو کوئی اور صاحب پسند ہیں؟"

"میں اس کا جواب نہیں دینا چاہتی۔"

"اچھا تو اس کا مطلب ہے کہ میرا قیاس صحیح ہے" لارڈ وار برٹن نے ذرا تلخی سے کہا۔

انابل نے اس تلخی کو محسوس کیا "آپ کا قیاس بالکل غلط ہے۔ میں کسی کو پسند نہیں کرتی"

وہ کسی تھکا ہارے انسان کی مانند بنچ پر بیٹھ گئے۔ اور کہنیاں گھٹنوں پر رکھ کر فرش کو تکنے لگے۔

"مجھے اس کی کوئی خوشی نہیں" انھوں نے دیوار سے سہارا لگا کر کہا "یہ بھی ایک عذر ہے!"

"مجھے عذر خواہی کی کیا ضرورت ہے؟" ازابل نے بھویں اٹھا کر دریافت کیا۔

لارڈ وار برٹن اس کی بات کی سنی اَن سنی کرتے رہے۔

"کیا آپ کو میرے سیاسی خیالات اچھے نہیں لگتے؟ میری انتہا پسندی وغیرہ۔؟

"آپ کے سیاسی خیالات پر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں انھیں سمجھنے ہی سے قاصر ہوں"

"چنانچہ آپ کو اس کی بھی پروا نہیں کہ میں کس طور پر سوچتا ہوں" انھوں نے بنچ پر سے اٹھتے ہوئے کہا "آپ کے لیے کسی بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا"

وہ گیلری کے سرے پر ایک تصویر کے سامنے جا کھڑی ہوئی — نوجوان، آزاد، حسین۔ اس کا یہ لچکیلا پن تک لارڈ وار برٹن کا مذاق اڑاتا معلوم ہو رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں نے تصویر کو نہیں دیکھا کیونکہ ان میں آنسو بھر آئے تھے۔

لارڈ وار برٹن اس کے پیچھے پیچھے آ گئے۔ اس نے جلدی سے آنسو پونچھے اور ان کی طرف مڑ کر پیلے چہرے اور خالی خالی نظروں سے انھیں دیکھا — "وجہ جو میں آپ کو نہ بتلانا چاہتی تھی، یہ ہے کہ — میں اپنی تقدیر سے بچ کر نہیں جا سکتی —"

"تقدیر —؟؟"

"میں نے آپ سے شادی کر لی تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ میں اپنی قسمت سے

گویا فرار حاصل کر رہی ہوں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آیا — شادی بذات خود قسمت کا نوشتہ نہیں ہے؟"

"کیونکہ" آزابل نے بڑی شائستگی سے جواب دیا "میری قسمت میں یہ نہیں لکھا کہ میں شادی کر کے اپنے آپ کو تج دوں۔ ختم کر دوں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔"

بچارے لارڈ وار برٹن نے حیرت سے اسے دیکھا "مجھ سے شادی کرنے کا مطلب خود کو تج دینا ہے؟"

"عام معنوں میں نہیں۔ آپ کی ہمراہی سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گا لیکن بہت کچھ چھوڑنا بھی پڑے گا — زندگی کی ساری وسعتیں — دوسرے مواقع —"

"کا ہے کے —؟"

"میرا مطلب شادی کے بہتر موقعوں سے نہیں —" آزابل نے شرم سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔ مزید تشریح فضول تھی۔

"میں یہ خود غلط نہیں ہوں لیکن اتنا عرض کر دوں کہ مجھ سے بیاہ کر کے آپ کھونے سے زیادہ پائیں گی۔"

"میں غم سے بچ نہیں سکتی۔ آپ سے شادی کا مطلب گویا فرار کی کوشش ہے۔"

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ آپ کوشش کریں گی یا نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ آپ کو غم سے واقعتاً نجات حاصل ہو جائے گی" لارڈ وار برٹن نے ذرا متفکر سی ہنسی ہنس کر کہا۔

"نہیں — نہیں — نہیں —"

"آپ خود کو دکھی رکھنے پر اڑی ہوئی ہیں۔ لیکن مجھے دکھی کیوں بنا رہی ہیں۔ میں غموں کا اتنا شوقین نہیں۔"

"میں دکھی رہنے پر مصر نہیں ہوں۔ میں نے اکثر خوش رہنے کا پکا ارادہ کیا ہے۔ اور اکثر یہ یقین بھی کیا ہے کہ میں خوش رہ سکتی ہوں۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ کسی غیر معمولی طریقے سے کبھی سکھی نہ ہوں گی — راستے سے مڑ کر — خود کو علیحدہ کر کے —"

"کا ہے سے علیحدہ کر کے —؟"

"زندگی سے، اس کے معمولی واقعات اور خطرات سے، دوسرے انسانوں کے تجربوں اور تکلیفوں سے ــــ میں اپنے آپ کو ان چیزوں سے کس طرح الگ کر سکتی ہوں؟"

لارڈ وار برٹن مسکرا دیئے "مس آرچر، میں آپ کو زندگی یا اس کے معمولی واقعات اور خطروں سے کہیں الگ دور نہیں لیے جا رہا۔ گو، کاش میں ایسا کر سکتا! نجانے آپ مجھے کیا سمجھتی ہیں۔ میں فغفور چین تو ہوں نہیں۔ میں بھی تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ آپ روزمرہ کے دکھ سکھ کو ایک آرام دہ طریقے سے میرے ساتھ گزار لیں۔ آپ کو اپنی کسی چیز کو بھی تجنا نہیں پڑے گا ــــ حتیٰ کہ اپنی مس اسٹیک پول کو بھی ــــ"

"ہنرئی ایٹا اسے ہرگز پسند نہ کرے گی" اپنی سہیلی کے تذکرے کی آڑ لے کر اس نے بات ٹالنا چاہی۔

"ہم لوگ مس آسٹیک پول کا ذکر تو نہیں کر رہے ــــ" لارڈ وار برٹن نے کہا "میں نے کسی کو محض نظریوں کی بنا پر ایسے دو ٹوک فیصلے کرتے نہیں دیکھا"

"اب آپ شاید میری بات کر رہے ہیں" اس نے بڑے انکسار سے کہا اور دوسری طرف مڑ گئی جدھر سے مس مولی نو، ہنرئی ایٹا اور رالف گیلری میں داخل ہو رہے تھے۔

لارڈ وار برٹن کی بہن نے ذرا سہمے ہوئے سے لہجے میں ان کو مخاطب کر کے کہا کہ اب گھر واپس چلنا چاہیے۔ کیونکہ چائے پر کچھ لوگ آ رہے ہیں لارڈ وار برٹن نے کوئی دھیان نہیں دیا اور اپنی سوچ میں ڈوبے رہے۔ مس مولی نو جواب کی منتظر ان کے سامنے اس طرح کھڑی تھیں گویا وہ کہیں کے بادشاہ تھے اور یہ ان کی کنیز۔

"حد ہو گئی مس مولی نو ــــ" ہنرئی ایٹا نے بآوازِ بلند کہا "اگر اس طرح مجھے جانا ہوتا تو میرے بھائی کا فرض تھا کہ میرے حکم کی تعمیل کرے"

"لارڈ وار برٹن بھی ہمیشہ دوسروں کی مرضی پوری کرتے ہیں" مس مولی نو نے شرمیلی سی ہنسی ہنس کر جواب دیا "اوہ کتنی بہت سی تصویریں ہیں" وہ رالف کی طرف مڑ گئیں اور تصویروں کے بارے میں جلدی جلدی باتیں کرنے لگیں گویا ہنرئی ایٹا سے بچنا چاہتی تھیں۔ ہنرئی ایٹا نے انھیں بیک وقت مسحور اور خائف کر دیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ اتنی جلدی جا رہے ہیں۔ لارڈ وار برٹن۔ ورنہ ذرا آپ کا انٹرویو کرتی۔"

"میں تو ابھی نہیں جا رہا ہوں۔"

"آپ کی بہن چلنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔ آپ کو جانا پڑے گا۔ امریکہ میں مرد ہمیشہ خواتین کا حکم مانتے ہیں۔"

"بھیا۔ وہ دراصل ——— کچھ مہمان آ رہے تھے چائے پر ———"

"بہت اچھا۔" "ابھی چلتے ہیں۔"

"میں چاہتی تھی کہ آپ انکار کر دیتے۔ اور پھر میں دیکھتی کہ مس مولی نو کیا کہتی ہیں۔"

"میں کچھ بھی نہیں کرتی۔"

"آپ کی حیثیت میں یہی بہت کافی ہے کہ بس زندہ رہے جائیں۔ میں آپ کو آپ کے گھر کے پس منظر میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"آپ ہمارے یہاں پھر آیئے نا ———" مس مولی نو نے ہنری ایٹا کے فقرے کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑے اخلاق کے ساتھ آنابل کو مخاطب کیا۔

آنابل نے ایک لمحے بھر کے لیے مس مولی نو کی آنکھوں کی سرمئی گہرائیوں میں جھانکا۔ اور ان میں اسے ان ساری چیزوں کی ایک جھلک دکھلائی دے گئی جن کو لارڈ وار برٹن کی درخواست مسترد کر کے وہ ٹھکرا چکی تھی ——— امن، شفقت، عزت، دولت حفاظت، ملنساری، برتری۔ "پر میں تو اب کبھی بھی آپ کے یہاں حاضر نہ ہو سکوں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"ہائے یہ کیوں؟"

"میں یہاں سے جا رہی ہوں۔"

"سچ سچ ——— یہ تو آپ ظلم کر رہی ہیں!" مس مولی نو نے کہا

لارڈ وار برٹن نے یہ مکالمہ سنا اور مڑ کر ایک تصویر میں منہمک ہو گئے۔ رالف جیبوں میں ہاتھ ڈالے جنگلے کے سہارے کھڑا کچھ دیر سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ کے دولت خانے پر آپ کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔" ہنری ایٹا نے

جھک کر لارڈ وار برٹن سے کہا۔

"زہے نصیب ——!" انھوں نے جواب دیا۔ "گو میں آپ کے بہت سے سوالوں کا جواب تو ظاہر ہے ہرگز نہ دے پاؤں گا تو کب تشریف لا رہی ہیں جناب ——؟"

"یہ میری کزنیاں پر منحصر ہے۔ ابھی تو ہم لوگ لندن جا رہے ہیں، لیکن اس سے پہلے ہی میں آپ کے یہاں دھلوا بولوں گی۔ میں نے ٹھان لی ہے کہ آپ پر ایک عدد مضمون ہو جائے۔"

"اپنی کزنیاں پر آپ بھروسا نہ کیجیے۔ انھوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ آئندہ لوک لیہہ کی طرف رُخ نہ کریں گی۔ انھیں میرا غریب خانہ ایک آنکھ نہیں بھاتا!"

"اچھا؟ مجھ سے تو وہ "لوک لیہہ" کے قلعے کی تعریفیں کرتے کرتے دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔"

"سراسر غلط۔ آزابل اب میرے یہاں آئیں گی ہی نہیں۔ چاہے پوچھ کے دیکھ لیجیے۔ آپ تو اب ہمت کر کے اکیلی ہی چلی آئیے ——"

ہنری ایٹا تن کے کھڑی ہو گئی اور اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کے بولی —— "آپ کسی انگریز خاتون سے ایسی بات کہہ سکتے تھے کہ اکیلی ہی چلی جائیے؟"

لارڈ وار برٹن اسے دیکھتے رہ گئے۔ "ہاں اگر کوئی مجھے پسند آ جائے تو میں اس سے قطعاً یہ درخواست بھی کر سکتا ہوں!"

"تو ذرا ہوشیار رہیے گا۔ یہ پسند آنے کا معاملہ بڑا بے ڈھب ہوا کرتا ہے! آزابل آپ کے وہاں جانے کے لیے تیار نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میرا وہاں پہنچنا نہیں چاہتی۔ اس کا خیال ہے اور آپ کی بھی شاید یہی رائے ہو گی کہ شخصیت نگاری بڑی غیر مناسب حرکت ہے۔"

لارڈ وار برٹن کے پلّے کچھ نہ پڑا۔ وہ ہنری ایٹا کی صحافتی زندگی اور ادبی کارناموں کے بارے میں بالکل لاعلم تھے۔ چنانچہ اس اشارے کو نہ سمجھ پائے۔ "آزابل آپ کو مستقل میری طرف سے خبردار کرتی رہی ہے۔" وہ کہتی گئی۔

"خبردار کاہے کے لیے؟"

اسی لیے وہ آپ کو ادھر گیلری کی طرف لے آئی تھی تاکہ میری طرف سے چوکس کر دے۔"

"خداوندا ــ" لارڈ وار برٹن نے ذرا خوش طبعی سے کام لینے کی سعی کی "میں اور آزابل اس قدر اہم معاملات پر گفتگو نہیں کر رہے تھے!"

"بہر حال۔ آپ برابر میری طرف سے چوکنا ہیں۔ یہ چوکسی غالباً آپ کی عادت ہی میں داخل ہے۔ اسی کا میں مطالعہ کرنا چاہتی ہوں۔ یہی مس مولی نو کی عادت ہے۔ وہ کسی بات پر کوئی قطعی حکم نہیں لگاتیں" اب اس نے لارڈ وار برٹن کی بہن کو مخاطب کیا۔ "حالانکہ آپ کو اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں تھی"

"ہاں ہاں ٹھیک تو ہے ــ" مس مولی نو بیچاری نے بغیر کچھ سمجھے جواب دیا۔

"مس اسٹیک پول دراصل مضمون لکھتی ہیں" رالف نے رسان سے تشریح کی۔ "یہ طنز نگار ہیں بڑی بھاری۔ ہر چیز کو سخت گہری نظر سے پرکھتی ہیں۔ ہم لوگوں کے تو یہ مجھے کہ یہ ہر وقت مطالعے میں مصروف ہیں"

"جی ہاں۔ اور سچ پوچھیے تو آپ کے ایسے ردی موضوعات کا انبار مجھے آج تک کہیں نہیں ملا تھا" ہنریٔ ایٹا نے لارڈ وار برٹن۔ ان کی بہن اور رالف پر نظر دوڑاتے ہوئے ارشاد کیا "آپ حضرات عجب چوں چوں کا مربہ ہیں۔ ایسے دل گرفتہ نظر آتے ہیں جیسے ابھی ابھی آپ کو کسی بری خبر کا تار ملا ہو"

"آپ واقعی بڑی دور رس ہیں محترمہ!" مہمانوں کو تصویر خانے سے باہر لاتے ہوئے رالف نے نیچی آواز میں کہا "ہم سب واقعی چوں چوں کا مربہ بھی ہیں اور سخت دل گرفتہ بھی"

آزابل سب کے پیچھے آرہی تھی۔ وہ مس مولی نو کو بہت اچھی لگتی تھی۔ مس مولی نو اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے لکڑی کے روغنی فرش پر اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ لارڈ وار برٹن اپنے ہاتھ اپنی کمر کے پیچھے باندھے نظریں جھکائے دوسری طرف چل رہے تھے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد انھوں نے پوچھا "آپ سچ مچ لندن جا رہی ہیں؟"

"جی ہاں"

"واپس کب تک آئیے گا؟"

"پانچ چھ روز میں — لیکن اس کے بعد جلد ہی خالہ کے ہمراہ پیرس چلی جاؤں گی۔"

"پھر آپ کے درشن کب ہوں گے؟"

"پتہ نہیں۔ لیکن کبھی نہ کبھی تو ضرور ہی دوبارہ آپ سے ملاقات ہوگی۔ امید تو مجھے یہی ہے۔"

"واقعی — ؟ آپ دوبارہ ملنا پسند کریں گی؟"

"کیوں نہیں؟"

وہ چپ ہو گئے۔ پھر چلتے چلتے ٹھٹک کر انھوں نے ہاتھ بڑھایا "خدا حافظ"

"خدا حافظ و ناصر" آزابل نے جواب دیا

مس مورکی نو نے اسے دوبارہ پیار کیا اور ان بہن بھائیوں کے جانے کے بعد وہ ہنری اٹیا اور الف کے پاس بیٹھنے کے بجائے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

رات کے کھانے کے کچھ دیر پہلے مسز تھوشیت دیوان خانے کی طرف جاتے ہوئے اس کے کمرے میں آئیں "لڑکی کان کھول کر سن لو۔ تمھارے خالو میاں نے مجھے تمھارے اور لارڈ وار برٹن کے تعلقات کے متعلق رتی رتی سب تبلا دیا ہے" انھوں نے کہا۔

آزابل کچھ دیر سوچتی رہی "تعلقات — اس لفظ کا استعمال قدرے بے محل ہے۔ لارڈ وار برٹن سے میری ملاقات اب تک صرف چار یا پانچ مرتبہ ہوئی ہے" اس نے جواب دیا۔

"تم نے میرے بجائے اپنے خالو کو کیوں تبلایا؟" مسز تھوشیت نے بڑے سکون سے دریافت کیا۔

آزابل پھر ہچکچائی "کیونکہ — کیونکہ وہ لارڈ وار برٹن سے بہت اچھی طرح واقف ہیں"

"لیکن میں تم کو زیادہ بہتر طور پر جانتی ہوں!"

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتی" آزابل نے ذرا مسکرا کر کہا

"واقعی۔ شاید میں بھی تم سے واقف نہیں۔ خصوصاً جب تم اس طنطنے کے ساتھ

مجھ پر نظر ڈالتی ہو — تم تو ایسی باغ باغ ہو گئیں گویا کوئی گڑھ جیت لیا ہے۔ لارڈ وار برٹن جیسے انسان کو ٹھکرا دینے کا مطلب یہی ہوا کہ تم کسی ان سے بھی بڑے آدمی سے شادی رچانے کے خواب دیکھ رہی ہو۔"

"خالہ مجھ سے ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ یہ محض آپ کا حسنِ ظن ہے!!" آزابل نے تبسم کے ساتھ جواب دیا۔

(۱۵)

بالآخر یہ طے کیا گیا کہ دونوں لڑکیاں رالف کی نگرانی میں لندن کا سفر کریں۔ گو مسز تو شیت کو یہ انتظام بھی ایک آنکھ نہ بھایا۔ کہنے لگیں کہ مس اسٹیک پول سے یہی امید کی جا سکتی تھی کہ یوں ہُر دنگیوں کی طرح سیر سپاٹے کے لیے نکل کھڑی ہو گی۔ پھر انھوں نے مزید استفسار یہ کیا کہ آیا یہ بیگم صاحبہ اپنے ہم سفروں کو کسی اپنی پسندیدہ سرائے میں لے جا کر ٹھہرائیں گی کیا کریں گی؟"

"مجھے اس سے غرض نہیں کہ ہنرئی ایٹا ہمیں لے جا کر کہاں پہنچاتی ہے۔ میں تو صرف مقامی رنگ دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسی کی خاطر تو ہم لوگ لندن جا رہے ہیں۔"

"جو لڑکی ایک انگریز لارڈ کا پیغام نامنظور کر دے وہ تو سبھی کچھ کر سکتی ہے۔ اس سے کوئی بات بعید نہیں۔" مسز تو شیت نے کہا "یہ تن تنہا مارے مارے پھرنا، سرایوں میں جا جا کر ٹھہرنا یہ سب تو اب بڑی معمولی باتیں ہیں تمھارے لیے۔ تم کاہے کو ان کی فکر کرو گی۔ بڑی آدمی ٹھہریں۔ تم تو اب اپنی سہیلی کی طرح آسمان میں تھگلی لگاؤ گی۔"

"تو آپ چاہتی تھیں کہ میں لارڈ وار برٹن سے بیاہ کر لوں۔"

"اور کیا نہیں۔"

"میرا خیال تھا کہ آپ انگریزوں سے بے آگ جلتی ہیں۔"

"بالکل۔ لیکن اسی لیے تو موقع ملے تو انھیں بیوقوف بنا کر ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

"آپ کے نزدیک شادی کے معنی یہی ہیں؟" اس نے دبی زبان سے یہ بھی اضافہ کیا کہ خالو میاں کو تو وہ زیادہ بیوقوف نہ بنا پائی تھیں۔

"تمھارے خالو کہاں کے انگریز نواب زادے ہیں۔ اگر ہوتے بھی جب بھی میں یوں ہی فلورنس میں رہا کرتی۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ لارڈ وار برٹن جو کچھ میں ہوں مجھے اس سے بہتر بنا سکتے تھے؟" ازابل نے بڑے جوش سے کہا۔ "میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اتنی مجموعۂ خوبی ہوں کہ مجھ میں مزید اصلاح کی گنجائش ہی نہیں لیکن وجہ در اصل یہ ہے کہ ــــ کہ ــــ مجھے لارڈ وار برٹن سے اتنی محبت نہیں کہ انھیں اپنا میاں بھی بنا لوں ــــ"

"پھر تو تم نے ٹھیک ہی کیا۔" مسز ٹوشیٹ نے حسبِ معمول اپنے خشک لہجے میں کہا۔ "اگلی دفعہ جو پیغام آئے وہ میں امید کرتی ہوں کہ تمھارے معیار پر پورا اترے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اس کے متعلق دماغ کھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا کرے ابھی تو کچھ عرصے تک یہ سلسلہ ملتوی ہو جائے مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔"

"اگر تم یہ پیرس کے مصوروں والی لاابالی واہی تباہی انداز کی زندگی اختیار کرو گی تو اطمینان رکھو کوئی سمجھدار مرد پلٹ کر تم سے بات کرنے کا بھی روادار نہ ہوگا کیسی شادی، کہاں کا بیاہ۔ بہر حال، میں نے رالف سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ تمھارے متعلق ایک لفظ منہ سے نہ نکالوں گی۔ پوچھا میں اعتراض کرنے والی کون۔"

"میں صرف رالف کے مشوروں پر عمل کرتی ہوں۔ رالف پر مجھے بے پایاں بھروسا ہے۔"

"رالف کی والدہ کو تمھاری اس عنایت کے لیے بے حد مشکور ہونا چاہیے۔"

"کم از کم اس کی والدہ کو اس کا احساس تو ہونا چاہیے کہ میں اس کی کتنی قدر کرتی ہوں۔"

رالف نے اپنی ماں کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ راجدھانی پہنچ کر یہ لوگ زیادہ سرگشت اور آوارہ گردی بالکل نہیں کریں گے لیکن مسز ٹوشیٹ بھلا کب مانتی تھیں دوسری امریکن عورتوں کی طرح وہ بھی سمندر پار کے ممالک کی عورتوں کی آزادی پر نکتہ چینی کرنے

ہوئے خوب خوب نمک مرچ لگا یا کرتیں اور اپنے آپ کو بہت قدامت پرست سمجھتیں۔

لندن پہنچ کر راٹف نے دونوں لڑکیوں کو پکیڈلی کے نزدیک ایک سرائے میں ٹھہرا دیا۔ ونچسٹر اسکوائر میں اس کے باپ کا عظیم الشان مکان موجود تھا۔ سال کے اس حصّے میں اس مکان پر مکمل سناٹا چھایا ہوتا تھا۔ پہلے راٹف کا خیال تھا کہ لڑکیوں کو وہیں لے جائے لیکن پھر اسے یاد آیا کہ باورچی مدگارڈن کورٹ" میں ہے کھانا کون بنائے گا۔ لہٰذا پرنسیس ہوٹل ان کی منزل قرار پایا۔ راٹف خود ونچسٹر اسکوائر چلا گیا۔ یہاں اس کی اپنی ایک کوٹھریا موجود تھی جس سے وہ بے حد مانوس تھا۔ اس کی ساری زندگی ایسے شدید ذہنی اور روحانی دکھوں اور اندیشوں میں کٹی تھی کہ باورچی خانے کی سردی اس کے لیے بے معنی تھی۔ انگیٹھی میں آگ نہیں ہے نہ سہی، یہاں دل ہی ٹھنڈا پڑا تھا۔ دوسرے روز صبح صبح اٹھ کر وہ ہوٹل چلا گیا۔ تینوں نے باہر نکل کر گھومنے کی ٹھانی۔ ستمبر کے مہینے میں لندن پر کیسی عجیب سی اداسی اور بے کیفی چھائی رہتی۔ اس نے ہنری ایٹا سے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ "آج کل تمہیں یہاں ایک چڑیا کا بچّہ بھی نظر نہ آئے گا"!

"تمہارا مطلب ہے رئیسوں کا طبقہ آج کل یہاں سے غائب ہے۔ مگر مجھے تو سارا شہر خوب آباد اور بھرا پُرا نظر آرہا ہے۔ کم از کم تیس چالیس لاکھ مانس تو یہاں بستا ہی ہوگا۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کو تم گویا نچلے متوسط طبقے کے نام سے یاد کرتے ہو۔ لندن کی اصل آبادی یہی لوگ ہیں۔ مگر حیف! کہ تمہارے لیے وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔"

راٹف نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر ہنری ایٹا کے سامنے حلفیہ بیان دیا کہ نوابزادوں کی غیر موجودگی سے وہ قطعی متاثر نہیں۔ خود ہنری ایٹا کسی سے کیا کم ہے۔ اور یہ کہ وہ خود اس سمے دنیا کا مطمئن ترین انسان ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ اصلیت بھی تھی۔ وہ واقعی اس وقت اداس نہ تھا۔ اس نیم سنسان، وسیع و عریض شہر خزاں کے باسی شب و روز ایسے لگتے جیسے کسی خوشرنگ نگینے کو گرد آلود کپڑے میں لپیٹ دیا گیا ہو۔ سارا دن ان نسبتاً زندہ دلی لڑکیوں کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ رات گئے اپنے لمبے چوڑے مکان پر واپس آکر اور نیم تاریک ایوان طعام میں بے خیالی سے داخل ہوا۔ کمرے میں

ایک ہی موم بتی جل رہی تھی جو وہ ڈیوڑھی میں سے گزرتے ہوئے اندر اٹھا لایا تھا۔ تب اس نے کھڑکیوں کے پٹ اوپر سرکائے۔ باہر کے سناٹے میں اسے کسی تنہا برخندار کے بھاری بوٹوں کی چاپ سنائی دی۔ اس سناٹے میں سے اس کے اپنے جوتوں میں بڑی اونچی آواز نکل رہی تھی۔ بہت سے کمروں میں سے قالین اٹھا دیئے گئے تھے جب وہ فرش پر چلتا تو اس کے قدموں کی بڑی غمگین سی آوازِ بازگشت سنائی دیتی۔ وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ موم بتی کی مدھم، لرزاں روشنی میں کھانے کی لمبی میز کی سیاہ شفاف سطح کبھی کبھی ادھر ادھر سے جھلملا اٹھتی۔ دیواروں پر لگی ہوئی تصویریں اس دھندلکے میں بڑی اندھیری اور بے ربط سی نظر آرہی تھیں۔ پچھلی صدیوں اور برسوں میں ضیافتیں جو اس کمرے میں ہوئی۔ تمہیں باتیں جو اس میز کے گرد بیٹھ کر گئی تھیں۔ لوگ جو یہاں بیٹھ چکے تھے۔ ان کے سائے ماضی کی اتھاہ گہرائیوں میں سے نکل نکل کر، اس کے چاروں طرف آ آکر منڈلانے لگے، اسے اب سو جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ آرام کرسی پر نیم دراز پڑا طرح طرح کی باتیں سوچتا رہا۔ توسنِ خیال کی باگیں ڈھیلی چھوڑ کر اسے اپنی راہ پر چلنے دیا۔ اس نے آزابل کا تصور کیا۔ یہ ایک لاحاصل سوچ تھی۔ آزابل اسے کبھی نہیں مل سکتی تھی۔ آج کل لندن کے کونوں کھدروں کو سونگھتی، ایک سیاح کے روپ میں کتنی پیاری معلوم ہوتی تھی۔ قسم قسم کے مقدمے چلاتی۔ طرح طرح کے تصفیے کرتی۔ مقامی رنگ کی تلاش میں آئی تھی اور وہ اسے ہر جگہ الغاروں مل رہا تھا۔ اپنے سوالات کی بوچھار سے اس نے رالف کی جان آفت میں کر رکھی تھی۔ تاریخی اور معاشرتی وجوہ کے بارے میں نت نئے نظریے ایجاد کرتی جنہیں نہ وہ منظور کر سکتا تھا اور نہ انھیں رد کرتے بنتا تھا۔ وہ تینوں برٹش میوزیم گئے۔ ایبے میں گھومے۔ دخانی کشتی پر سوار ہو کر لندن کے ''فیوچ'' تک پہنچے۔ مشہور تصویر خانوں کی سیر کی۔ کینزنگٹن کے باغات کے سایہ دار درختوں تلے بیٹھے۔ ہنری اٹیا ایک میلانی جیوٹا ٹھہریں۔ انھوں نے خوب خوب سیریں کیں اور اس کے ساتھ ہی رالف کو تعجب ہوا کہ اس نے ہر چیز پر حسبِ عادت اعتراض نہیں کیے۔ لندن کی بہت سی باتوں سے اسے مایوسی بھی ہوئی۔ امریکہ میں مدنیت کا جو تصور موجود ہے

وہ اسے یہاں نظر نہ آیا۔ وہ ایسے موقعوں پر "خیر بہر حال" کہہ کر چپکی ہو رہتی۔ "مجھے بے جان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں" نیشنل گیلری میں گھومتے ہوئے اس نے آزابل سے کہا۔ اور پھر اپنی بات کا رونا رونے لگی۔ مجھے آج تک یہاں کی اصلی اندرونی زندگی دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ ٹرنر[1] کے بنائے ہوئے قدرتی مناظر اور اشور کے بیلوں کے قدیم مجسمے ان ادبی محفلوں اور ضیافتوں کا نعم البدل بھلا کیسے ہو سکتے تھے جن میں اس کا خیال تھا وہ شامل ہوا کرے گی اور جہاں وہ برطانیہ کے عظیم دانشوروں سے ملے گی" تمہارے یہاں کی مشہور شخصیتیں آخر ہیں کہاں —— بڑے لوگ —— قابل لائق فائق عورتیں —— ٹریفلگر اسکوائر کے وسط میں کھڑے ہو کر اس نے رالف سے اس طرح سوال کیا گویا لازمی بات تھی کہ اس جگہ پر فوراً وہ دو چار مشہور ہستیوں سے مل لے گی" اور یہ لاٹھ کے اوپر جو صاحب چڑھے بیٹھے ہیں۔ ان کا نام کیا ہے۔ لارڈ نیلسن ہیں نا؟ یہ بھی خدا کے فضل سے لارڈ تھے؟ پہلے ہی وہ کون سی کم اونچی ہستی تھی کہ یار لوگوں نے لے کر ستو فیٹ اور بلندی پر چڑھا دیا۔ یہ سب ماضی کا گورکھ دھندا ہے۔ مجھے ماضی کی پرواہ نہیں میں تو زمانہ حال کے چند بڑھیا دماغوں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ مستقبل کی میں بات نہیں کرتی۔ اس لیے کہ اس تمہارے ملک کا مستقبل مجھے کچھ یوں ہی سا معلوم ہوتا ہے۔ رالف غریب کے حلقۂ احباب میں دانشور ہستیاں ہوا کم ہی تھیں اور وہ مشہور لوگوں کو راہ چلتے پکڑ کر ان سے باتیں کرنے کا عادی بھی نہ تھا یہ حالت اور ناگفتہ بہ تھی۔ ہنری ایبا کے نزدیک بس رالف میں یہی تو کمزوری تھی پیش قدمی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر میں ہوتی تمہاری جگہ تو اس بڑے آدمی سے جو کوئی بھی وہ ہوتا جا کر میں اس سے کہتی عرصے سے آپ کا ذکر سنتا آیا ہوں۔ خوش قسمتی سے اس وقت نیاز بھی حاصل ہو گیا —— لیکن تم کہتے ہو یہاں یہ دستور نہیں۔ کیا کیا بے تکے بے معنی قاعدے قانون ہیں تمہارے یہاں۔ لیکن یاد رکھنا ان رسوم سے چپکے رہے ہرگز کبھی ترقی نہ کر پاؤ گے۔ ایک ہمیں دیکھو۔ خیر

---

[1] عظیم برطانوی مصور جس کا ۱۸۵۱ء میں انتقال ہوا۔ مترجم

لگتا ہے مجھے اپنے اگلے مکتوب میں لندن کی عیسی زندگی کا تذکرہ بالکل گول کر دینا پڑے گا"
اور گو ہنری ایٹا اپنی گائیڈ بک اور پنسل لیے سارے میں گھومتی رہی اور "عکاس" کے لیے
اس نے "لندن کے بُرج" کے متعلق ایک مضمون بھی روانہ کیا (جس میں اس نے لیڈی
جین گرے کے قتل کی منظر کشی کی تھی!) لیکن اسے یہ احساس برابر رہا کہ وہ اپنے اصل
مقصد میں ناکام رہی ہے ـــ

"گارڈن کورٹ" میں لارڈ وار برٹن سے آخری بار جس طرح ملاقات ہوئی تھی اس کا
آزابل کو بہت دکھ تھا۔ اسے اپنے رویّے کی بدصورتی کا احساس تھا۔ لیکن اب وہ اپنے
ذاتی غرور اور اپنی آزادی کے احساس سے بھی لطف اٹھا رہی تھی۔ وہ اپنے انوکھے ساتھیوں
کی مصیبت میں جب اس شہر میں اِدھر اُدھر گھومتی تو آزادی کا یہ احساس بعض دفعہ بڑے
عجیب طریقے سے اپنا اظہار کرتا۔ کنزنگٹن گارڈن میں چہل قدمی کرتے کرتے وہ گھاس پر
کھیلتے ہوئے بچوں سے باتیں کرنے لگتی۔ (یہ بچے عموماً غریبوں کے ہوتے) ان کے نام
پوچھتی۔ انھیں پیسے دیتی۔ خوبصورت بچوں کو جھک کر پیار بھی کر لیتی۔ رالف لطف و کرم
کے ان انوکھے مظاہروں کو دھیان سے دیکھتا۔ اس کی حرکات و سکنات پر غور کرتا رہتا۔ ایک
سہ پہر کو اس نے دونوں لڑکیوں کو چائے پینے کے لیے ونچسٹر اسکوائر میں مدعو کیا۔ وہاں
ایک مہمان اور موجود تھے۔ یہ رالف کے ایک پرانے بن بیاہے دوست تھے۔ اور
ہنری ایٹا سے ملاقات کرنے کے خیال سے خائف نظر نہیں آتے تھے۔ ان کا نام مسٹر
بٹلنگ تھا۔ چالیس ایک سال کے رہے ہوں گے۔ موٹے تازے، خوش پوش، ہر وقت
مسکراتے رہتے۔ نہایت نفیس کپڑوں میں ملبوس۔ بے انتہا وسیع معلومات کے مالک۔
ہنری ایٹا کی ہر بات پر کھل اٹھتے اور قہقہے لگاتے۔ اسے انھوں نے چائے بنا بنا کر دی۔
رالف نے بہت خوبصورت نوادر وہاں جمع کر رکھے تھے۔ ہنری ایٹا کے ساتھ بیٹھ کر ان کا
جائزہ لیا۔ پھر ان کے میزبان نے یہ تجویز کیا کہ باہر چوک میں جا کر یہ تصور کرنا چاہیے گویا
فرانس کے کسی مرغزار میں تہوار کا دن منایا جا رہا ہے۔ چنانچہ مسٹر بٹلنگ نے باہر آ کر ہنری
ایٹا کے ساتھ درختوں سے گھرے ہوئے چھوٹے سے صحن کے کئی چکر لگائے۔ ہنری ایٹا

کی گفتگو کی تان ان کے ساتھ بھی وہیں آن کر ٹوٹی ــــ مجھے اب تک یہاں کی اصلی زندگی دیکھنے کو نہیں ملی۔

"خوب ــ خوب ــ" مسٹر ہٹنگ نے کہا۔ "گارڈن کورٹ" تو آپ کو بہت سنسان معلوم ہوا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ گھر کے افراد کی علالت کی وجہ سے وہاں زیادہ چہل پہل نہیں ہو سکتی۔ رالف کی حالت تو آپ کو پتا ہو گا بہت خراب ہو چکی ہے۔ ڈاکٹروں نے اسے انگلستان میں رہنے کے لیے بالکل منع کر رکھا ہے۔ مگر وہ اپنے والد کی تیمارداری کی غرض سے پھر لوٹ آیا۔ بڑے میاں کو بھی کوئی آدھی درجن بیماریاں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھیں گنٹھیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ کوئی ایسا جان لیوا مرض انھیں لگا ہے کہ بس آج یا کل میں چل بسیں گے۔ بھلا اس طرح کے حالات گھر کی فضا کو دلچسپ کیونکر بنا سکتے ہیں۔ مہمانوں کی وہاں قرینے کی خاطر تواضع ہو ہی نہیں سکتی ہو گی۔ سنا ہے مسٹر ٹوشیت ہمیشہ اپنی بیوی سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ وہ ان سے الگ رہتی ہیں۔ یہ بھی آپ امریکنوں کا عجیب و غریب طریقہ ہے۔ اگر آپ گہما گہمی اور رونق دیکھنا چاہتی ہیں تو بیڈ فورڈ شائر میں میری بہن لیڈی پنسل کے وہاں جا کر رہیے۔ میں آج ہی اسے خط لکھے دیتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے آپ کا ہے کی خواہاں ہیں۔ آپ کسی ایسے گھرانے کو دیکھنا چاہتی ہیں جہاں لوگ مستقل تھیٹر دیکھنے اور سیریں کرنے میں مشغول رہتے ہوں۔ اور خوب اودھم مچتا ہو۔ میری بہن کے یہاں برابر یہی سلسلہ رہتا ہے۔ وہ تو بڑے چاؤ سے آپ کو بلا بھیجے گی۔ اسے مشہور لوگوں اور مصنفوں سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ خود بھی لکھتی ہے۔ گو میں نے آج تک اس کی لکھی ہوئی کوئی چیز نہیں پڑھی۔ وہ زیادہ تر شعر کہتی ہے اور میں شعر و شاعری کا دلدادہ نہیں۔ ہاں بائرن کی دوسری بات ہے۔ غالباً امریکہ میں آپ لوگ بائرن کو بہت پسند کرتے ہیں۔" مسٹر بنٹنگ بولتے رہے۔ موضوعِ گفتگو کو پل کی پل میں تبدیل کر دینے میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ لیڈی پنسل کے یہاں جانے کا یہ خیر دکن تصور انھوں نے ہنریٹا کی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ "مجھے پتا ہے آپ خالص اصلی انگریزی سیر و شکار بھی ملاحظہ کرنا چاہتی ہیں۔ رالف وغیرہ انگریز نہیں ہیں۔ ان کی اپنی عادتیں ہیں۔ اپنی زبان

اپنا کھانے پینے کا طریقہ۔ غالباً مذہب بھی ان کا انگریزوں سے جداگانہ ہوگا۔ بڑے میاں کے نزدیک شکار کھیلنا گناہ ہے۔ آپ ناٹکوں کے زمانے میں میری بہن کے وہاں جائیے، وہ آپ کو بھی کسی سوانگ میں حصّہ دے دے گی مجھے یقین ہے آپ اداکاری بہت عمدہ کرتی ہوں گی۔ آپ بہت ذہین ہیں۔ میری بہن کی عمر چالیس سال کی ہے اور اس کے سات بچے ہیں۔ لیکن ناٹک کا مرکزی کردار ہمیشہ خود بنتی ہے۔ اس کی شکل تو بہت معمولی ہے لیکن بناؤ سنگھار کے بعد پہچانی نہیں جاتی۔ اگر آپ کو اداکاری پسند نہیں تو نہ کیجیے گا۔ کوئی زبردستی نہیں ہے۔"

ہنری ایٹا کو یہ صاحب بہت دلچسپ معلوم ہوئے۔ اس نے ان کی یہ تجویز فوراً منظور کر لی۔ "اگر آپ کی بہن نے بلایا تو میں ضرور بالضرور ان کے یہاں جاؤں گی۔ ان کا نام آپ نے کیا بتلایا تھا؟"

"پنسل۔ عجیب نام ہے لیکن بُرا نہیں۔"

"ناموں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن سماجی حیثیت ان کی کس قسم کی ہے؟"

"میری بہن ایک بیرن کی بیوی ہے۔ اچھی خاصی حیثیت سمجھیے۔ یعنی خاصے طرم جنگ بھی ہیں اور نہیں بھی۔"

"ان کے قصبے کا نام کیا ہے۔ بیڈفورڈ شائر؟"

"اس کے شمالی حصّے میں رہتی ہے۔ بڑی اکتا دینے والی جگہ ہے۔ مگر آپ کو بُری نہ لگے گی۔ آپ کی موجودگی میں مَیں بھی وقت نکال کر وہاں آنے کی کوشش کروں گا۔"

ہنری ایٹا کو یہ سب بڑا خوش آئند معلوم ہوا۔ اور مہربان لیڈی پنسل کے مہربان بھائی سے جُدا ہوتے ہوئے اسے خاصا افسوس ہوا۔ لیکن پچھلے روز وہ پکیڈلی میں ایک سال بعد چند پرانے دوستوں سے ملی تھی۔ ڈیلاویئر کی دو بہنیں تھیں جو یوروپ کی سیاحت کے بعد انگلستان لوٹی تھیں اور یہاں سے جہاز پر بیٹھ کر وطن واپس جانے والی تھیں پکیڈلی میں سڑک کے کنارے کھڑے کھڑے ان تینوں نے باتوں کی جھڑ باندھ دی۔ پر اب بھی ان کی باتوں کا ذخیرہ ختم نہ ہو پایا تھا۔ لہٰذا یہ قرار پایا تھا کہ ہنری ایٹا اگلے روز شام کے

چھ بجے جرمین اسٹریٹ میں ان کی قیام گاہ پر پہنچ جائے گی۔ اس وقت اسے یہ وعدہ یاد آگیا۔ چنانچہ جرمین اسٹریٹ روانہ ہونے کے لیے اس نے رالف اور آنابل سے اجازت طلب کی۔ یہ دونوں صحن میں بید کی کرسیوں پر بیٹھے آہستہ آہستہ باتوں میں مصروف تھے۔ ہنرٹی ایٹا اور آنابل نے طے کیا کہ چند گھنٹے بعد دونوں اپنے ہوٹل واپس پہنچ جائیں گی۔

"جرمین اسٹریٹ تک پیدل جاؤ گی؟ گاڑی لے لو۔" رالف نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میرا تنہا پیدل جانا بھی غیر مناسب ہے۔ غضب خدا کا۔ اب یہ نوبت بھی آن پہنچی۔" ہنرٹی ایٹا نے جواب دیا۔

"آپ اکیلی کیوں جائیں؟" مسٹر بنٹنگ نے بشاشت سے اس کی بات کاٹی۔ "آپ کو وہاں تک پہنچانے کے لیے خاکسار حاضر ہے۔"

"میرا مطلب صرف اتنا تھا کہ پیدل جاتے جاتے تمہیں وہاں پہنچنے میں دیر ہو جائے گی اور تمہاری وہ بچاری امریکن سہیلیاں سمجھیں گی کہ ہم نے تمہیں روکے رکھا ہے۔" رالف نے کہا۔

"ہنرٹی ایٹا۔ بہتر یہی ہے کہ ٹرام لے لو۔" آنابل بولی۔

"اگر یہ مجھ پر بھروسا کریں تو ٹرام پر تو ان کو میں سوار کرا دوں گا۔" مسٹر بنٹنگ نے کہا۔ "تھوڑی دور تک ہم دونوں پیدل چلے چلتے ہیں۔ راستے میں جہاں کوئی ٹرام مل گئی۔ یہ اس میں بیٹھ جائیں گی۔"

"کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ میں ان بزرگوار پر بھروسا نہ کروں۔" ہنرٹی ایٹا نے آنابل سے کہا۔

"ہاں۔ مسٹر بنٹنگ بھلا تمہارا کیا بگاڑ لیں گے؟" آنابل نے ذرا رکھائی سے جواب دیا۔ "لیکن اگر تم اجازت دو تو بہتر یہی ہوگا کہ میں اور رالف بھی تمہارے ساتھ ٹہلتے ہوئے چلیں اور راستے میں تم کو گاڑی پر سوار کرا دیں۔"

"بس بس اب رہنے دو۔ میں خود چلی جاؤں گی۔ آئیے مسٹر بنٹنگ۔" وہ مسٹر بنٹنگ کو ساتھ لے کر چل دی اور دونوں بہن بھائی صحن میں بیٹھے رہ گئے۔ چوک کے

اوپر ستمبر کے مہینے کا شفاف گلرنگ آسمان جھکا آرہا تھا۔ جھٹ پٹے کے وقت کی مدھم روشنی سارے میں پھیلی ہوئی تھی۔ فضا پر مکمل سناٹا طاری تھا۔ چوک کے چاروں طرف استاد مکانات تاریک پڑے تھے۔ ان کے دریچے بند کر دیئے گئے تھے۔ اور سڑک کی پٹریاں سنسان تھیں۔ چیتھڑوں میں ملبوس دو بچے جو کسی غریبوں کے محلے کی طرف سے کھیلتے کھیلتے اِدھر آنکلے تھے صحن کے زنگ آلود جنگلے سے ناکیں چپکائے اندر کے روشن اور محفوظ منظر کو دیکھنے میں محو تھے۔ چوک کے ایک کونے میں سرخ رنگ کا ڈاک کا بمبا چپ چاپ کھڑا تھا۔

"ہنری ایٹا مسٹر بلفنگ کو ٹم ٹم میں اپنے ساتھ بٹھلا کر جرمین اسٹریٹ لے جائیگی" رالف نے اظہار خیال کیا۔

"بہت ممکن ہے"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہنری ایٹا ایسا نہ کرے۔ لیکن مسٹر بلنٹنگ ضرور یہ اجازت چاہیں گے کہ تھوڑی دور تلک اس کے ہمراہ جائیں"

"ہاں آں۔ مجھے خوشی ہے کہ ان دونوں میں دوستی ہو گئی۔

"دوستی؟ ہنری ایٹا نے تو غریب کو بالکل اپنا مفتون کر لیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ہنری ایٹا جیسی روشن دماغ لڑکی روئے زمین پر دستیاب نہیں ہوگی۔ یہ بات کافی دور تک جا سکتی ہے"

آنابل کچھ دیر چپکی رہی۔ "ہنری ایٹا کو میں بھی بہت روشن دماغ سمجھتی ہوں۔ لیکن یہ قصہ زیادہ طول نہ کھینچے گا۔ دونوں ایک دوسرے کو کبھی نہ جان پائیں گے۔ مسٹر بلنٹنگ کو سان وگمان تک نہیں کہ ہنری ایٹا کس قسم کی لڑکی ہے۔ اسے بھی ان صاحب کا کوئی اتا پتا معلوم نہیں"

"ایک دوسرے کے متعلق غلط فہمی ہی تو عموماً شادی کی سب سے بڑی بنیاد ہوتی ہے۔ لیکن بلنٹنگ کو سمجھنا اتنا دشوار کام نہیں ہے۔ وہ خاصی سہل قسم کی مخلوق ہے"

"ہنری ایٹا ان سے بھی زیادہ سہل ہے۔ لیکن تم بتلاؤ تو سہی اب میں کیا کروں"

—— آنابل نے چاروں طرف دھیمی پڑتی ہوئی شفق کی روشنی کو دیکھ کر کہا۔ چوک

کے باغیچے کی ننھی منی مصنوعی پہاڑیاں، نہریں اور کیاریاں اس دھندلکے میں زیادہ وسیع اور بڑی نظر آرہی تھیں۔ "چلو ہم لوگ بھی ایک ٹم ٹم کرائے پہ لے کر لندن کی سڑکوں پر گھومیں۔"

"نہیں اسی طرح بیٹھے رہنے میں کیا حرج ہے۔ اگر تمھارا دل گھبرا گیا ہو تو دوسری بات ہے۔ شام کتنی گرم ہے۔ اور ابھی آدھ گھنٹے تک رات نہیں ہوتی۔ اجازت دو تو ایک سگریٹ جلالوں۔"

"جو جی چاہے کرو۔ لیکن اسی شرط پر کہ سات بجے تک میرا دل بہلائے رکھو گے۔ سات بجے میں ہوٹل واپس جا کے دو ابلے انڈے اور ڈبل روٹی کھانے کے بعد پڑ کر سو رہوں گی۔"

"میں بھی چل کر تمھارے ساتھ کھانا کھا سکتا ہوں؟" رالف نے پوچھا۔

"نہیں۔ تم اپنے کلب میں کھانا۔"

رالف نے سگریٹ جلا لیا۔ اس کی اس وقت شدید تمنا تھی کہ آزابل کے ساتھ ہی کھانا کھائے۔ اس لمحے وہ بے انتہا خوش تھے۔ شام کے گہرے دھندلکوں میں گھرے ہوئے ایک دوسرے کے قریب موجود تھے۔ اس عظیم الشان، چیختے چلاتے شہر کے عین وسط میں اس پرسکون اور خاموش پھلواری میں بیٹھے تھے۔ اس سمے ایسا لگتا تھا گویا آزابل رالف پر سہارا لیے ہے اس کی حفاظت میں ہے۔ رالف کو اپنی قوت کا احساس ہوا۔ لیکن یہ قوت بہت مبہم سی تھی۔ یہ اسی بات پر مبنی تھی کہ وہ آزابل کے فیصلوں کو خاموشی سے مانتا رہے۔ اطاعت کا یہ جذبہ بذاتِ خود بہت طاقتور تھا۔

"مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں تمھیں کیا اعتراض ہے؟"

"بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

"تم مجھ سے اکتا گئی ہو۔"

"ایسی باتیں کرو گے تو ضرور اکتا جاؤں گی۔"

دونوں پھر خاموش ہو گئے۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"شام کو کوئی تم سے ملنے کے لیے آنے والا ہے اس لیے مجھ سے چھٹکارا چاہتی ہو؟ ملنے کے لیے ـــــ کون آ رہا ہے؟" اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں گھما کر

پوچھا۔

یہ رالف کو خود معلوم نہ تھا۔ اسے اپنا جملہ بہت کمینہ اور احمقانہ معلوم ہوا۔ "تمھارے بہت سارے چاہنے والے ہیں۔ ایک پورا ماضی ہے جس سے میں علیحدہ رہا ہوں"۔

"تم میرے مستقبل کے لیے محفوظ تھے۔ یاد رکھو میرا ماضی سمندر کے دوسرے ساحل پر رہ گیا ہے۔ یہاں لندن میں اس کا کوئی کام نہیں"۔

"بہت خوب۔ گویا تمھارا مستقبل یہیں تمھارے نزدیک کرسی پر بیٹھا ہے۔ مستقبل کو اس طرح اپنی جیب میں لیے رکھنا کتنی عمدہ بات ہے"۔

رالف نے دوسرا سگریٹ سلگا لیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ماضی سے آزابل کی مراد کیسپر گڈوڈ سے تھی جو شاید رود بار عبور کر کے پیرس جا چکا تھا۔ ایک کش لینے کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔ "دیکھو بیگم صاحب۔ میں نے تم سے وعدہ تو کیا تھا کہ اس وقت تمھارا جی بہلاؤں گی لیکن تم جیسی انسان کو محظوظ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اور پھر تمھیں میری بے مزہ یا بے جان بے حقیقت باتوں کی بھلا کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ تمھارے خیالات بہت اونچے ہیں۔ اور معیار نہایت اعلیٰ۔ شاید مجھے تمھاری خاطر موسیقاروں کا دستہ یا بازاری دوا فروشوں کا گروہ منگوانا چاہیے جو اپنے باجے گاجے یا اپنی لچھے دار باتوں سے تمھارا دل بہلائے۔

"میرے لیے تو فی الحال ایک ہی بازاری دوا فروش کافی ہے۔ اور وہ تم خود ہو اس وقت۔ اور کہو۔ اس طرح کی باتیں تم نے دس منٹ تک اور کیں تو مجھ پر ہنسی کا دورہ پڑ جائے گا"۔

"یقین کرو بیٹیا میں اس وقت بے حد سنجیدہ ہوں۔ واقعہ یہی ہے کہ تمھاری توقعات بہت زیادہ ہوتی ہیں"۔

"جانے تم کیا اڑا رہے ہو۔ میں تو کسی چیز کی توقع نہیں رکھتی"۔

"تم کسی حقیقت کو منظور ہی نہیں کرتیں"۔

وہ دفعتاً گلابی پڑ گئی۔ رالف فوراً سمجھ گیا کہ وہ اس کا مطلب جان گئی ہے لیکن

اس لڑکی سے یہ سب کہنے کی آخر اسے کیا ضرورت ہے؟ وہ ذرا ہچکچایا۔ اور پھر بولا۔
"میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مجھے شاید یہ سوال کرنے کا حق بھی ہے۔"
"ارشاد ——!"
"اچھا تو سنو۔ مگر برا مت ماننا۔ وآربرٹن مجھے اپنے اور تمہارے بارے میں بتلا چکا ہے۔"

ازابل چونک پڑی۔ اور جلدی سے اپنی دستی پنکھیا کو الٹ پلٹ کر دیکھنے میں مصروف ہو گئی "بہت خوب، تمہارا یار ہے، تبلا دیا تو کیا بُرا کیا؟"
"اس نے مجھے یہ اجازت بھی دے دی تھی کہ تم کو تبلا دوں کہ وہ اپنے راز مجھ سے نہیں چھپاتا۔ اب بھی وہ تمہارے لیے لَو لگائے بیٹھا ہے۔"
"ابھی تلک؟"
"چند روز قبل تک تو وہ اسی امید میں تھا کہ شاید تم اب بھی اپنا فیصلہ تبدیل کر دو۔"
"اب تو ان کی یہ امید ختم ہو جانی چاہیے۔"
"اچھا، مجھے بہت افسوس ہے۔ وآربرٹن بہت دیانت دار شخص ہے۔"
"سنو تو۔ انھوں نے تم سے اپنی وکالت کے لیے کہا ہے؟"
"تم بھولتی ہو بی بی کہ وہ میرا بہت پرانا دوست ہے اور اسے بڑی شدید مایوسی ہوئی ہے۔ جس روز وہ دونوں بھائی بہن ہمارے یہاں کھانا کھانے آئے تھے اس سے ایک دن پہلے وآربرٹن نے مجھے اپنے یہاں بلا بھیجا تھا۔ وہ بے حد افسردہ نظر آرہا تھا اس دن تم نے اسے کوئی خط لکھا تھا نا؟"
"انھوں نے وہ خط تمہیں دکھلایا۔" ازابل نے ذرا بے تعلقی سے پوچھا۔
"نہیں۔ لیکن اس نے یہ ضرور تبلایا تھا کہ تم نے انکار کر دیا ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔" رالف نے دوہرایا۔

تب ازابل نے آہستہ سے کہا "تم کو پتا ہے۔ وہ مجھ سے کتنی بار ملے ہیں؟ صرف پانچ یا چھ بار۔"

"اس سے تمھاری ہی شان دوبالا ہوتی ہے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔"

"پھر اور کیا کہنا چاہتی ہو۔ یہی نا کہ لارڈ وار برٹن اتنی کم ملاقات ہوتے ہوئے بھی ایسے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے۔ اس کے معنی ہیں کہ حضرت بڑے دل پھینک واقع ہوئے ہیں اچھے خاصے ہرجائی ہوں گے۔ نہیں نا؟"

"اگر لارڈ وار برٹن نے تم کو مجھ سے بحث کرنے کے لیے مامور کیا ہے تو دوسری بات ہے۔"

"تم سے بحث میں الجھنے کے بجائے میں تو تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے محض تمھارے جذبات کے اتار چڑھاؤ کے مطالعے کا شوق ہے۔"

"آہا — ! ذرہ نوازی ہے تمھاری !!" آزابل ذرا بے چینی کے ساتھ ہنسی۔

"مجھے تمھارے معاملات میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہی مطلب ہے نا تمھارا۔ لیکن تمھارے خالہ زاد بھائی کی حیثیت سے میرا بھی کچھ حق ہے۔ تمھاری لاحاصل پرستش کیے جانے کا کوئی صلہ تو مجھے ملنا چاہیے۔ ایک روگی اور اپاہج انسان زندگی کے تماشے کو دور ہی سے دیکھ سکتا ہے۔ تم چاہتی ہو کہ اتنے جھنگے دام ادا کرنے کے بعد بھی میں یہ تماشا نہ دیکھوں — تبلاؤ —" آزابل بڑے دھیان سے اس کی آواز سننے میں محو رہی —

"تم نے وار برٹن کو کیا سوچ کر رد کر دیا۔"

"کیا سوچ کر — ؟"

"ہاں۔ کس منطق کی بنا پر تم نے ایسی عجیب و غریب حرکت کی؟"

"میں اس سے بیاہ نہیں کرنا چاہتی اور بس۔ یہی منطق سمجھو۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تم نے کچھ اور بھی کہا تھا۔ ذرا یاد تو کرو۔"

"میرے انکار کو تمھاری اماں نے بھی 'عجیب و غریب حرکت' کے نام سے تعبیر کیا تھا۔"

وار برٹن اتنا بھلا، ایسا میاں پوت آدمی ہے۔ اور اس قدر بے تحاشا امیر و کبیر۔ اس کی بیوی بن کر تمھیں ذہنی اور دنیاوی دونوں طرح کی آسودگی حاصل ہوتی۔"

"میں نے محض اسی لیے اسے نامنظور کیا ہے۔ وہ ضرورت سے زیادہ مکمل انسان ہے۔ فوق البشر ہے اچھا خاصا۔ میں اتنی مکمل نہیں ہوں۔ علاوہ ازیں اس کی اتنی ڈھیر ساری خوبیوں سے میں عاجز آجاتی ہوں۔"

"تمہارے اس جملے میں ذہانت ضرور ٹپکتی ہے لیکن سچائی نہیں! اصلیت یہ ہے کہ تم دنیا کی کسی چیز کو بھی اپنے قابل نہیں گردانتیں۔"

"یعنی میں ایسی مجموعۂ خوبی ہوں؟"

"نہیں، تم انتہا سے زیادہ سخت گیر ہو۔ لیکن ایک سے ایک نک چڑھی عورت یہاں وار برٹن سے شادی کے لیے مری جاتی ہے۔ شاید تم کو معلوم نہیں لڑکیاں کس طرح اس کے پیچھے دیوانی ہیں۔"

"ہوں گی۔ مجھے اتنا ضرور یاد ہے کہ پہلے روز جب ہم دونوں نے ان کا تذکرہ کیا تھا تو تم نے ان کے متعلق عجیب عجیب قصے سنائے تھے۔ ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔"

رالف نے ایک لمبا کش لے کر دھواں چھوڑا۔ "خیر مجھے یقین ہے کہ جو باتیں میں نے کہی تھیں تم کم از کم ان سے تو متاثر نہیں ہو۔ وہ اس کے نقائص یا عیب نہیں تھے بلکہ اس کی سماجی حیثیت کی خصوصیات کا ذکر کیا تھا۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ تم سے بیاہ کرنا چاہتا ہے تو میں ان کا قصہ بھی نہ چھیڑتا۔ مجھے یاد پڑتا ہے میں نے محض یہ کہا تھا کہ اپنے سماجی مرتبے کے سلسلے میں وہ خاصا قنوطی ہے۔ تم اسے زیادہ مثبت قدروں کی طرف مائل کر سکتی تھیں۔"

"نہیں۔ میری سمجھ میں یہ گورکھ دھندا نہیں آتا۔ میں کسی تبلیغی مقصد کے لیے آسمان سے نازل نہیں کی گئی۔ تم سچ مچ بڑے مایوس نظر آتے ہو۔" اس نے رالف کو بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری واقعی یہی تمنا رہی ہوگی کہ اپنے دوست کو اپنا بہنوئی بھی بنا لو۔"

"نہیں تو۔ تمہارے بیاہ کے متعلق میری کسی قسم کی تمنائیں و منائیں نہیں ہیں۔ میں تمہیں مشورہ دینے کا ڈھونگ نہیں رچاتا۔ میں تو صرف تم کو دیکھتے رہنے پر قانع ہوں۔ تم اتنی دلچسپ ہو!"

آرزابل نے ایک گہری سانس لی "کاش میں خود اپنے لیے بھی اتنی دلچسپ ہوتی جتنی تم کو نظر آتی ہوں!"

"پھر تم نے گپ ماری۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ تم اپنے آپ کو بہت دلچسپ اور بے حد قابلِ غور سمجھتی ہو۔ لیکن تمہیں پتا ہے ـــ" رالف نے کہا "اگر تم واقعی وار برٹن سے قطعی طور پر انکار کر چکی ہو تو میں بہت خوش ہوں ـــــ تمہاری یا اس کی وجہ سے نہیں بلکہ خود اپنی خاطر ــــ"

"تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ خیال ہی میرے لیے بڑا جان لیوا ثابت ہوگا۔ جو بطخ میرے تخیل کے لیے روز سونے کے انڈے دیتی ہے اسے میں بھلا کس طرح مار سکتا ہوں۔ میرے اُلٹے دماغ کی اس بے تکی تشبیہ کو معاف کرنا۔ بطخ کو میں اپنے دیوانے واہموں کی ایک اشارت ایک رمز کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔ میرا مطلب تھا کہ میں تو یہ دیکھ کر اپنی مسرت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ جو لڑکی لارڈ وار برٹن کی درخواست کو نامنظور کر سکتی ہے وہ اب آئندہ کیا کرے گی۔"

"یہی تمہاری امّاں بھی دیکھنا چاہتی ہیں۔"

"ذرا صبر کرو۔ تمہیں تو ابھی بہت سارے تماشائی ملیں گے جو تمہاری آئندہ زندگی کا ناٹک کے دیکھنے کے اشتیاق میں بے حال ہوئے جا رہے ہیں۔ یہ ناٹک سارا دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہ پاؤں گا۔ لیکن اس کے دلچسپ ترین سال تو شاید نظر آ ہی جائیں۔ تم میرے دوست سے شادی کر لیتیں تو تمہاری زندگی بہت اچھی کٹتی لیکن اس میں سنسنی کا عنصر نہ ہوتا۔ میں خود سنسنی خیزی کا بہت قائل ہوں۔ اور اب تو تم نے کھیل کو ایک بے رنگ اختتام سے بچا لیا۔ لہٰذا اب میں دوسرا پردہ اٹھنے کا بے چینی سے منتظر ہوں!"

"یقین کرو میاں صاحبزادے۔ تمہیں آئندہ بھی مایوسی ہی ہوگی!"

"اپنے آپ کو ناکام بنا کر ہی تم ایسا کر سکو گی کہ اپنے تماشائیوں کو مایوس کرو۔ اور تم ایسا کبھی نہیں کر سکتیں!"

"نجانے مجھے جو ہے چکّی کے بندھنوں میں جکڑ دینے کے آپ لوگ اتنے مشتاق کیوں ہیں۔ میں اپنی زندگی شادی سے نہیں شروع کر سکتی۔ عورت کے لیے دنیا میں اور بھی بہت سے کام ہیں۔"

لیکن شادی اس کا بہترین کام ہے —— ہاں تمھاری دوسری بات ہے۔ تم اتنی ہمہ گیر طبیعت کی آدمی ہو!"

"طبیعت میں اگر وہ جہتی ہو تو بہت کافی ہے۔"

"اقلیدس کی اصطلاح میں تم حد سے زیادہ کثیر الاضلاع ہو —— ہیرے کی طرح ہزاروں پہلو ہیں تمھارے! بہت سے سر پھرے لونڈے بھی یہی کہا کرتے ہیں۔"

"میں تو سر پھرا لونڈا ہو نہیں سکتی! میں مطالعہ نہیں کرتی لیکن کم سے کم اپنے گرد و پیش کا جائزہ تو لے لوں۔"

"تمھارا بس چلے تو تجربوں کے پیالے کا آخری گھونٹ بھی پی ڈالو۔"

"اس پیالے میں زہر گھلا ہے —— میں تو صرف جائزہ ——"

"جائزہ —— محسوسات کی دنیا سے تمھیں کوئی سروکار نہیں؟"

"اگر کوئی انسان خود ہی حسّاس ہو تو وہ دونوں چیزوں میں کوئی تفرقی نہیں کر سکتا۔ میں بھی بنزی اٹیا کی طرح ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ یورپ کی سیاحت کے بعد شادی کرے گی۔ اپنا بھی یہی احوال ہے۔"

"تم یقیناً یورپ کے کسی بادشاہ وادشاہ کو پھانسنے کے چکّر میں ہو!"

"ارے بادشاہ تو لارڈ واربرٹن سے بھی ہر بات میں دس جوتے آگے ہوگا ——! اندھیرا ہو رہا ہے۔ اب میں گھر چل دوں۔" وہ اپنی کرسی پر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن رالف اسی طرح خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ انھوں نے ایک لمحے کے لیے ایک دوسرے سے آنکھیں چار کیں۔ ان آنکھوں میں بہت سی ان کہی باتیں پنہاں تھیں۔

"تم نے میرے سوال کا جواب دے دیا ہے۔ میں تمھارا ممنون ہوں۔"

"میں نے تو تمھیں کچھ بھی نہیں بتایا۔"

"تم نے مجھے ایک بہت بڑی بات بتلا دی ہے۔ دنیا تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور تم اس کے بھنور میں کود پڑنا چاہتی ہو ——"

اس کی مد بھری آنکھیں شام کے دھندلکے میں جھلملا اٹھیں "میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"الفاظ یہ نہیں تھے، مطلب یہی تھا۔ اور یہ بڑی خوبصورت بات تھی۔ اس کی تردید مت کرو۔"

"تم جو کچھ سمجھ رہے ہو غلط ہے۔ تمہارا خیال ہے میں بہت مہم جو قسم کی انسان ہوں۔ عورتیں مردوں کی ایسی ہمت والی نہیں ہوتیں۔"

راَلف آہستہ سے کرسی پر سے اٹھا۔ دونوں چوک کے پھاٹک کی سمت بڑھنے لگے۔

"نہیں۔" راَلف نے کہا "عورتیں اپنی ہمت کا غرور نہیں کرتیں۔ مرد صرف اس کی چرچا کرتے رہتے ہیں۔"

"مرد ہوتے ہی بہادر ہیں۔"

"تمہاری جنس میں بھی اس وصف کی کمی نہیں۔ تمہارا بھی ہاتھ بھر کا کلیجہ ہے۔"

"محض اتنا کہ ٹم ٹم میں بیٹھ کر پرنٹیس ہوٹل تک اکیلی چلی جاؤں۔ اس سے زیادہ نہیں۔"

راَلف نے پھاٹک کا تالا کھولا اور باہر آکر پھر اسے بند کیا "چلو تمہارے لیے ٹم ٹم تلاش کی جائے۔" ایک گلی میں مڑتے ہوئے اس نے پھر سوال کیا "میں تمہارے ساتھ چلا چلوں؟"

"نہیں۔" ازابل نے جواب دیا "تم بہت تھک گئے ہو۔ اب گھر میں جا کر سو رہو۔"

وہ گاڑی میں سوار ہو گئی۔ راَلف لحظہ بھر کے لیے دروازے کے قریب ٹھٹھکا رہا "لوگ جب یہ بھول جاتے ہیں کہ میں ایک لاچار انسان ہوں تو مجھے بڑا رنج ہوتا ہے لیکن جب اس حقیقت کو یاد رکھا جاتا ہے تو مجھے اور زیادہ تکلیف پہنچی ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

(۱۶)

اسے اپنے ساتھ لے چلنے کے لیے آزابل محض اس لیے تیار نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ پچھلے دنوں میں رالف کا بہت زیادہ وقت اس نے اپنے تصرف میں لے رکھا تھا پھر امریکن لڑکیوں کا وہ مخصوص جذبۂ خوداعتمادی بھی اس میں موجود تھا۔ مردوں کا بلاوجہ سہارا لینا اسے بیکار کا تصنع اور تکلف معلوم ہوتا۔ علاوہ ازیں وہ کبھی کبھی مکمل تنہائی بھی چاہتی تھی۔ اور انگلستان میں ایسے لمحات اسے بہت کم میسر آتے تھے جب اس کے پاس کوئی نہ ہو۔ اس وقت، رات کے نو بجے کے قریب، اپنے ہوٹل کے کمرے کی موم بتیوں کی روشنی میں اس نے اپنے آپ کو ایک کتاب کے مطالعے میں لکھو دینا چاہا۔ لیکن کتاب کی عبارت کے بجائے چند اور الفاظ اس کی نظروں کے سامنے ناچنے لگے ——— الفاظ جو رالف نے اس سے کہے تھے۔ اتنے میں خدمتگار نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آکر مسٹر کیسپر گڈوڈ کا ملاقاتی کارڈ اسے پیش کیا۔

"ان کو اوپر بلا لاؤں مس صاحبہ؟" خدمتگار نے استفسار کیا۔

آزابل نے ذرا تامل کے ساتھ آئینے میں خود پر ایک نظر ڈالی ——— "ہاں۔ بلا لاؤ" اس نے کہا اور اپنے بالوں کو سنوارتے ہوئے اس نے اپنے میں ہمت پیدا کرنے کی سعی کی۔ دوسرے لمحے کیسپر گڈوڈ کمرے میں داخل ہو گئے۔

"تم نے میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا ———" اس نے یک لخت عجیب سے لہجے میں کہنا شروع کر دیا لیکن اس کی آواز میں خوداعتمادی اور سکون تھا اور لگتا تھا کہ یہ شخص چبھتے ہوئے سوالات کرنے کا عادی ہے اور اپنی بات پر اڑا رہنا چاہتا ہے۔

"تم نے یہ کیسے جانا کہ میں یہاں موجود ہوں؟"

"مس اسٹیک پول نے اطلاع دی تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اس وقت گھر پر ہوگی اور مجھ سے ملنے کے لیے رضامند بھی۔"

"یہ بات اس نے تم سے کہاں کی؟"

"میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ انھوں نے مجھے خط لکھا ہے۔"

ازابل چپ ہو گئی۔ وہ دونوں اب تک کھڑے تھے۔ گویا آمادۂ پیکار ہوں۔ "ہنری ایٹیا نے مجھے نہیں بتایا کہ وہ تم سے خط و کتابت بھی کرتی ہے۔" اس نے بالآخر کہا "یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"تم مجھ سے اس قدر بیزار ہو؟"

"میں تمھاری آمد کی منتظر نہیں تھی۔ مجھے غیر متوقع باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"لیکن تمھیں معلوم تھا کہ میں لندن میں ہوں اور اتفاقیہ ملاقات کوئی خاص بات نہیں۔"

"تمھارے نزدیک یہ ملاقات ہے گویا! مجھے تو امید تھی کہ آئندہ تمھاری صورت کبھی نظر نہ آئے گی۔ لندن جیسے میدانِ حشر میں تو مدتوں بھی لوگوں کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا نہیں ہوتا۔"

"تمھیں تو مجھ کو خط لکھنا بھی گوارا نہیں۔"

ازابل نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہنری ایٹیا کی اس غداری نے اسے بھونچکا کر دیا تھا۔ ہنری ایٹیا فرشتہ نہیں ہے لیکن اس دفعہ تو وہ بالکل حد سے ہی گزر گئی۔"

"فرشتہ میں بھی نہیں ہوں۔ اس میں میرا بھی اتنا ہی قصور ہے جتنا ہنری ایٹیا کا۔"

"اس کی غلطی زیادہ ہے۔ تم نے جو کچھ کیا وہ غالباً تمھارے لیے ناگزیر تھا۔"

"درست۔ مجھے اک ذرا کی ذرا بیٹھنے کے لیے تو کہو؟"

"ضرور۔ تشریف رکھیے۔"

ازابل اپنی کرسی پر واپس چلی گئی۔ وہ بھی اس لاپروائی سے بیٹھ گیا گویا اسے ان تکلفات کی چنداں پروا نہ تھی۔

"تم چند سطریں تو لکھ ہی سکتی تھیں۔"

"لکھنے کو تو میں چار صفحے بھی لکھ سکتی تھی لیکن میرے نزدیک خموشی ہی بہترین جواب ہے۔"

وہ ازابل پر نظریں جمائے رہا پھر قالین کی پھول پتیوں کو اس طرح دیکھنے لگا گویا ان

غیر ضروری باتوں کے بجائے وہ کوئی بے انتہا اہم بات کہنا چاہ رہا ہے۔ وہ بڑا مضبوط انسان تھا لیکن اپنے مزاج کی اس طاقت اور استحکام کے مظاہرے سے اس کی موجودہ حالتِ زار کو کوئی تقویت یا فائدہ نہ پہنچا۔

"تمہیں ایسا خط نہیں لکھنا چاہیے تھا" آزابل نے کہا۔

"میں تم سے بہت پہلے کہہ چکا ہوں کہ تمہارے مشوروں پر عمل کرنے سے قاصر ہوں۔ تم نے کہا تھا کہ تم میری طرف سے کبھی کوئی بات نہیں سننا چاہتیں"

"اچھا چلو پانچ سال، دس سال، بیس سال۔ ایک ہی بات ہے"

"سچ مچ؟ میں تو سمجھتی ہوں کہ بہت فرق ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج کے دس سال بعد ہم بڑی خوشگوار خط و کتابت شروع کر سکتے ہیں۔ اس وقت تک میرا طرزِ تحریر بہت پختہ ہو چکا ہو گا" اس نے نظریں بچا کر کہا۔ کیونکہ ان الفاظ کا کھوکھلاپن بہت واضح تھا۔

"اپنے خالو کے وہاں بہت اچھا وقت گزر رہا ہے" کیسپر نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا" پھر آزابل نے دفعتاً سوال کیا "اس پیہم فرار سے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟"

"تم خود ——"

"تمہیں کیا حق ہے کہ میرا حصول کے متعلق اس طرح باتیں کرو۔ اور پھر کبھی تو دوسروں کو ان کے حال پر بھی چھوڑ دیا کرو"

"تم مجھ سے بے انتہا بیزار ہو ——" کیسپر نے اداسی سے کہا۔ اس کے لہجے میں رحم کی درخواست نہیں تھی۔ بلکہ گویا وہ اس حقیقت کو اپنے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔

"تم مجھے بہت زیادہ بشاش بھی نہیں کرتے۔ اور تمہاری ان باتوں سے اور کوفت ہو رہی ہے"

اس کی اس طرح کی نشتر زنی کیسپر پر اثر انداز نہ ہوئی تھی۔ وہ تو ہمیشہ یہ احساس دلاتا تھا کہ آزابل کی برائی بھلائی کے متعلق وہ خود زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔ مکمل صاف گوئی اب آزابل کا آخری ہتھیار تھا۔ کیسپر حساس ضرور تھا مگر اپنے زخموں کو چھپانا بھی جانتا تھا۔ آزابل کو دفعتاً یہ خیال آیا کہ یہ شخص ایک زرہ بکتر میں محفوظ ہے اور جارحانہ حملوں کے لیے ہمہ وقت

تیار۔" میں نہیں چاہتی کہ ہمارے تعلقات ایسے ناخوشگوار رہیں۔ اگر تم محض چند مہینوں کے لیے مجھے یکسر فراموش کردو تو پھر دیکھنا۔ ہم نئے سرے سے اچھے خاصے دوست بن جائیں گے۔"

"یہ بھی ناممکن ہے۔ میں تمھیں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں بھلا سکتا۔"

"کوشش تو کرو۔ تم ایسے دھن کے پکے مضبوط آدمی ہو۔ اتنا بھی نہیں کر سکتے۔"

"کاہے کی کوشش؟ جہاں تک تمھاری ذات کا تعلق ہے میں صرف ایک چیز کا اہل ہوں ــــ بے پناہ، بے اندازہ، دیوانہ وار چاہت ــــ اگر کوئی دھن کا پکا ہو تو اس کا عشق بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا۔"

آزابل ہڑبڑا گئی۔ کیسپر کے لہجے میں بڑا زور تھا۔ اس کی شعریت بھی آزابل کو بہت اچھی لگی۔ پھر وہ فوراً سنبھلی۔ "جو چاہے کرو مگر میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"کب تک ـــ؟"

"کم از کم ایک دو سال ـــ"

"ایک سال یا دو ـــ؟ ایک اور دو سال میں تو بڑا فرق ہے۔ اتنے عرصے میں دنیا بدل سکتی ہے۔"

"دو ہی رکھ لو۔"

"اور اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"میں تمھاری بڑی شکر گزار ہوں گی۔"

"اور اس کا صلہ مجھے کیا ملے گا؟"

"سخاوت کو کبھی صلے کی ضرورت بھی ہوتی ہے؟"

"جب اس میں زبردست قربانی کو بھی دخل ہو تب تو ہوتی ہے۔"

"سخاوت میں ہمیشہ قربانی شامل رہتی ہے۔ لیکن مرد یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے۔ دیکھو میں تمھارے ایثار کی بے حد قدر کروں گی۔"

"مجھے تمھاری قدر کی مطلق پروا نہیں۔ میرا تم سے صرف ایک مطالبہ ہے ـــ بولو ـــ مجھ سے شادی کب کر رہی ہو؟"

"اگر تم اس طرح کی باتیں کرتے رہے تو شادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

"اگر میں ایسی باتیں نہ کروں تو کسی فائدے کی امید ہے ؟"

"جب بھی تمھیں اتنا ہی نفع ہو گا جتنا اس وقت مجھے تنگ کرنے سے ہو رہا ہے"

کیسپر چپ ہو کر اپنی ٹوپی کو دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کا رنگ لال بھبوکا ہو گیا۔ آزابل نے سوچا کہ بالآخر تیر اب نشانے پر پڑا ہے۔ اسے کیسپر کی یہ حالت بیک وقت بڑی رومانوی، قابل رحم اور بے حد مستند اور مستحکم سی معلوم ہوئی ——— دلاور سورما جو شدید کرب میں مبتلا تھا۔ بڑی دلکش تصویر تھی۔ "مجھے ایسی باتیں کہنے پر کیوں مجبور کر رہے ہو تم ـ ؟" اس نے تقریباً چلا کر کہا۔ "میں ہمیشہ نرم دلی سے کام لینا چاہتی ہوں مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگتا کہ لوگ مجھ سے محبت کریں اور میں اس کے بدلے میں انھیں ڈانٹوں۔ لوگوں کو بھی تو میرے جذبات کا کچھ پاس کرنا چاہیے۔ مجھے معلوم ہے تم بڑے مروت والے آدمی ہو۔ لیکن تمھیں اپنے جذبات پر اختیار ہے جو چاہو سوچو اور محسوس کرو۔ لیکن میں سچ مچ نہ شادی کرنا چاہتی ہوں نہ اس کا ذکر سن سکتی ہوں۔ بہت ممکن ہے میں ساری عمر کنواری رہوں۔ میری خلاف مرضی مجھے شادی کے لیے مجبور کرنا کہاں کی کرم فرمائی ہے۔ میں نے اگر تمھیں رنج پہنچایا ہے تو اس کا مجھے افسوس ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے کہ میں محض تمھارا دل رکھنے کے لیے تم سے شادی نہیں کر سکتی۔ میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ میں ہمیشہ تمھاری دوست رہوں گی۔ ایسے موقعوں پر لڑکیاں اکثر یہ کہہ دیتی ہیں۔ یہ اچھا خاصا مسخرہ پن ہے۔ پھر بھی میری دوستی کا کسی دن امتحان لے لینا"

اس دوران میں کیسپر اپنی ٹوپی پر نظریں جمائے رہا۔ اس کی ٹوپی پر اس کے کارخانے کا نام لکھا تھا۔ وہ اس نام کو غور سے پڑھنے میں مصروف تھا۔ پھر اس نے آنکھیں۔ آزابل کے چہرے کے گلابی پن اور اس کے انہماک کو دیکھ کر وہ ذرا سٹپٹا گیا۔

"میں گھر واپس لوٹ جاؤں گا۔ کل ہی چلا جاؤں گا۔ میں تم کو زیادہ دق نہیں کروں گا" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ لیکن ——— لیکن میں تم کو اپنی نظروں سے کیسے اوجھل کر "فکر نہ کرو۔ مزے میں رہو گے"

"تم کسی اور سے شادی کر لو گی؟" وہ غرّایا۔

"تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں شادی ہی نہیں کرنے کی۔"

"میں تمہاری باتوں پر کیسے اعتبار کر لوں؟"

"اچھا۔ تو گویا پیچھا چھڑانے کی خاطر میں تم سے جھوٹ بھی بول رہی ہوں۔ تم کتنی پیاری پیاری باتیں کرتے ہو۔"

"تم سمجھتی ہو ہمیشہ بڑی محفوظ رہو گی۔ کیا خام خیالی ہے —"

"اچھا یہی سہی — پھر —؟"

"تم میری آنکھوں کے سامنے رہیں تو شاید محفوظ و مامون رہو —"

"خدا کی قسم! لیکن مجھے تو خود تم ہی سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"دنیا میں ایک سے ایک شاندار آدمی موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک تم کو اڑا لے جائے گا —"

"شاندار سے تمہارا مطلب صاحبِ دماغ سے ہے — مگر اطمینان رکھو زندہ رہنے کا گُر سیکھنے کے لیے مجھے کسی بے تحاشا قابل مرد کی اعانت کی ضرورت نہیں۔ یہ فن میں خود ہی سیکھ جاؤں گی۔"

"اکیلے زندہ رہنے کا فن —؟ کاش دسترس حاصل کرنے کے بعد یہ گُر تم مجھے بھی سکھلا دو!"

آزابل نے اسے غور سے دیکھا۔ "تمہیں شادی کر لینا چاہیے۔"

وہ تلملا کر رہ گیا۔ "خدا تمہیں معاف کرے۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا اور دوسری طرف مڑ گیا۔

"تم نے میرے ساتھ بڑی بے انصافی کی ہے۔ تم کو خود پتہ نہیں کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ میں اتنی آسانی سے شکار ہو جانے والی اسامی نہیں۔ یہ بات اوروں کو بھی معلوم ہو چکی ہے۔ میں نے پچھلے ہفتے ہی شادی کی ایک درخواست کو نامنظور کیا ہے۔ اور وہ بھی بقول تمہارے بڑا شاندار انسان تھا۔ لڑکیاں اس کے پیچھے گھومی گھومی پھرتی ہیں۔ اس کے

پاس دولت بھی تھی، مرتبہ بھی۔ اور مجھے بے حد پسند بھی تھا۔"

"کوئی انگریز رہا ہوگا ۔۔۔؟"

"ہاں۔ اور اوپر سے نواب زادہ۔ کھرے قسم کا۔"

کیسپر چپ ہو گیا۔ "اچھا ہوا کہ اسے بھی منہ کی کھانی پڑی۔" چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

"چنانچہ ۔۔۔ اس مصیبت میں تمہارے ساتھی اور بھی ہیں۔ اس لیے آنسو پونچھ لو۔"

"میں اسے اپنا ساتھی نہیں سمجھنے کا۔"

"کیوں؟ میں نے اس سے بھی تو بالکل صفا انکار کر دیا ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ انگریز ہے۔"

"انگریز انسان نہیں ہوتے؟"

"ہوتے ہوں گے۔ میرے دائرہ انسانیت سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان کا جو حشر بھی ہو مجھے اس کی پروا نہیں۔"

"بہت خفا معلوم ہوتے ہو۔ چلو اب غصہ تھوک دو۔ جانے دو۔ جی میلا نہ کرو۔"

"مجھے بے انتہا رنج ہے۔ اس قصور کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔"

وہ دریچے میں جا کھڑی ہوئی۔ باہر نیم تاریک سڑک پر ایک اکیلی گیس کی لالٹین اندھی اندھی جل رہی تھی۔ کیسپر آتشدان کے پاس کھڑا رہا۔ وہ اس سے جانے کے لیے کہہ چکی تھی لیکن وہ ڈٹا ہوا تھا۔ وہ آزابل کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کی زبان سے صرف ایک لفظ سننے کی آس میں وہ ایک وسیع سمندر عبور کر کے وہاں پہنچا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔" وہ کھڑکی میں سے ہٹ کر بولی۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس انگریز بچے کا تم سے ذکر کیا۔ تم پر ذرا جو اس کا کوئی اثر ہوا ہو۔"

"اس کا قصہ سناتے ہوئے تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی ہوئی تھی ۔۔۔؟"

"تھوڑی سی ۔۔۔"

"میری ساری رودادِ غم کو جانتے ہوئے بھی ہمدردی آپ کو محض تھوڑی سی ہوئی ۔۔۔ واہ ری قسمت!"

"میں نے بھی ایک بڑے فراخ دل، خاندانی اور اونچے کردار والے انسان کے دل کو ٹھیس لگائی ہے۔ اُس آدمی کا خیال بھی تو کرو۔ اچھا اب تم ٹھنڈے ٹھنڈے گھر لوٹ جاؤ۔"

"میں دوبارہ تمھیں کبھی نہیں دیکھ سکتا؟"

"نہیں۔ تم جب کبھی بھی ملوگے پھر سے یہی دکھڑا رونا شروع کر دوگے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایک لفظ بھی اس کے متعلق اپنی زبان سے نہ نکالوں گا۔ اب؟"

وہ سوچتی رہی "میں ایک دو روز میں اپنے خالو کے وہاں واپس جانے والی ہوں۔ تمھارا وہاں آنا میرا ہلکا پن سمجھا جائے گا۔"

"لیکن ایک ہفتہ ہوا تمھارے خالو کے یہاں سے دعوت نامہ موصول ہوا تھا۔ میں نے اسے خود ہی قبول نہیں کیا۔"

"کس کی طرف سے آیا تھا یہ دعوت نامہ؟" ازابل نے حیرت سے پوچھا۔

"مسٹر رالف نوشٹ، جو شاید تمھارے رشتے کے بھائی ہیں۔ مجھے اسے منظور کرنے کا کوئی حق نہ تھا لہٰذا میں نے معذرت چاہ لی۔ شاید مس آسٹیک پول کے ایما پر مسٹر نوشیٹ نے مجھے وہ رقعہ بھیجا تھا۔"

"کم از کم میں نے رالف سے نہیں کہا تھا۔ واقعی ہنری ایٹا نے حد کر رکھی ہے۔"

"اس غریب پر اتنا نہ بگڑو۔"

"تم نے بہت اچھا کیا جو یہ دعوت قبول نہیں کی۔ میں تمھاری بہت ممنون ہوں۔"

اسے یہ سوچ کر بڑی کوفت ہوئی کہ لارڈ واربرٹن اور کیسپر کی گارڈن کورٹ میں ٹکر ہوتی۔ لارڈ واربرٹن کو کتنا عجیب لگتا۔

"گارڈن کورٹ کے بعد کہاں کا قصد ہے؟"

"فلورنس وغیرہ ۔۔۔"

جس پرسکون انداز میں اس نے یہ کہا اس سے کیسپر کے جسم میں سردی کی لہر سی دوڑ گئی۔ اس کی زندگی کی آئندہ گہما گہمی میں وہ کبھی شامل نہ ہوگا۔

"اور امریکہ کب لوٹو گی؟"

"ابھی تو کافی عرصہ یہیں رہوں گی۔ یہاں مَیں بڑی خوش ہوں۔"

"ترکِ وطن کا ارادہ ہے؟"

"کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔"

"بہر حال، میری نظروں سے اوجھل رہو گی۔"

"پتا نہیں۔" آزابل نے بڑی شان سے کہا۔ "دنیا بڑی مختصر ہے۔ لوگوں کی برابر ایک دوسرے سے ملاقات ہو ہی جاتی ہے۔"

"دنیا میرے لیے بہت وسیع، بڑی گنجان ہے۔ لوگ اس میں کھو جاتے ہیں۔" اس نے اس لہجے میں کہا کہ اگر آزابل نے جان بوجھ کر سخت دلی اختیار نہ کی ہوتی تو اسے واقعی ترس آجاتا۔ لیکن وہ کسی رعایت کے لیے تیار نہ تھی۔ یہ رویّہ اس نے بڑے باضابطہ انداز میں برقرار رکھا اور مزید سختی کے اظہار کے لیے بولی۔ "تمھاری نظروں سے اوجھل ہی تو میں رہنا چاہتی ہوں۔ یہ احساس کہ تم ہر وقت مجھے دیکھ رہے ہو۔ مجھے اور زیادہ کھلتا ہے۔ مجھے اپنی آزادی عزیز ہے۔" اس نے اور زیادہ اکڑ کے ساتھ کہا۔ "اپنی خود مختاری۔"

اس کی یہ ادا کیسپر کو اور بھائی۔ وہ خود نڈر، آزاد اور بیباک تھا۔ اور آزابل میں بھی اسے یہی سب نظر آیا۔ وہ مسکرا دیا۔

"تمھاری آزادی کون چھیننا چاہتا ہے۔ تمھیں مکمل طور پر خود مختار بنانے کے لیے ہی میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"بڑی خوبصورت دلیل ہے۔ مگر غلط قسم کی۔ فلسفے کی اصطلاح میں اسے سوفسطائیت کہتے ہیں۔" آزابل نے بڑے دلکش تبسم کے ساتھ جواب دیا۔

"تمھاری عمر کی بن بیاہی لڑکیاں کبھی آزاد نہیں ہو سکتیں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کی انھیں ممانعت ہے۔ قدم قدم پر ان کے لیے رکاوٹیں ہیں۔"

"یہ تو خود لڑکی پر منحصر ہے۔ میں دودھ پیتی بچی تو ہوں نہیں۔ میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ میں امیر نہیں ہوں۔ میری طبیعت میں سنجیدگی ہے۔ میرے پاس حسن بھی نہیں ہے۔

لہٰذا میں بھنورے میں پلی، پھولوں میں تلنے والی، دبی دبائی نازک مزاج راج دلاری کس طرح بن سکتی ہوں۔ اس قسم کی حسرتیں میرے لیے نہیں بنائی گئیں۔ پھر میں زندگی کو خود دیکھنا اور پرکھنا چاہتی ہوں۔ بغیر سوچے سمجھے عمر بتانے سے کہیں بہتر ہے کہ انسان اپنے لیے خود کوئی فیصلہ کرے۔ خواہ وہ فیصلہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ بھیڑ چال چلنے کے بجائے اپنی قسمت کا انتخاب خود کرنا چاہتی ہوں۔ تمہیں خطرہ ہے کہ ان خیالات کے باوجود میں کسی سے شادی کر بیٹھوں گی۔ اگر تم نے کبھی اس قسم کی افواہ میرے لیے سنی تو یاد کر لینا کہ میں نے تم سے یہ سب کہا تھا۔ اور پھر میری باتوں کی سچائی پر شک کرنا۔"

کیسپر کی امید پھر بندھی "چلو دو سال سیر و سیاحت کے لیے کافی ہیں۔ میں تو خود نئی روشنی کا آدمی ہوں۔ تم اپنے ذہن و دماغ کو جلا دینا چاہتی ہو۔ حالانکہ تم کو اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ تم میرے لیے اس وقت بھی بہت اچھی ہو۔ تم دیس دیس گھومنا چاہتی ہو میں تمہاری سیاحت میں جس طرح تم پسند کرو تمہاری اعانت کے لیے تیار ہوں۔"

"تم بڑے سخی ہو۔ مجھے معلوم ہے لیکن تم میری اعانت صرف اس طرح کر سکتے ہو کہ یہاں سے جتنی دور بھی جا سکو فوراً چلے جاؤ۔"

"جانے تم کیا کرنے والی ہو۔" کیسپر نے اداسی سے کہا۔ اچھا میں جاتا ہوں۔" اس نے قانع اور مطمئن نظر آنے کی کوشش کرتے ہوئے خدا حافظ کہنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس وقت اس کے لیے عزت کا ایک عجیب جذبہ آزابل کے دل میں بیدار ہوا۔ اسے معلوم تھا وہ اسے کتنا چاہتا ہے۔ اور کتنا فراخ دل ہے۔ اس نے دھیمی آواز میں کہا میرے خیال سے دستبردار ہو کر تم نقصان میں نہ رہو گے۔"

"تم جہاں کہیں بھی ہو۔ میں دو سال بعد پھر واپس آؤں گا۔" اس نے اپنی مخصوص سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔

یہ سن کر آزابل کا لہجہ پھر بدل گیا۔ "یاد رکھنا میں نے تم سے کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا ہے۔" پھر اس نے ذرا نرمی سے کہا "تم اپنی اس آزادی اور خود مختاری وغیرہ سے ایک دن خود عاجز آ جاؤ گی۔"

"ممکن ہے۔ اور اگر ایسا ہوا تو مجھے تم سے دوبارہ مل کر بڑی مسرت ہو گی" دروازے کی زنجیر پر ہاتھ رکھ کر اس نے توقف کیا اور اس کے جانے کی منتظر رہی۔ لیکن اسے چھوڑ کر جانا گویا کیسپر کے بس میں نہ تھا۔ وہ اسی طرح کھڑا رہا۔

"اچھا خدا حافظ" وہ خود دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے کمرے میں اندھیرا تھا۔ ہوٹل کے صحن کی روشنی کی ایک لکیر کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے اجالے میں خواب گاہ کا ساز و سامان ٹرا دھم سے دکھلائی پڑ رہا تھا۔ قدِ آدم آئینہ چھپرکھٹ صوفے۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ پھر اسے کیسپر کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ دوسرے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا۔ وہ ایک لمحے تک بالکل ساکت رہی پھر بے اختیار ہو کر پلنگ پر گر پڑی اور چہرہ بانہوں میں چھپا لیا۔

(۱۷)

اس نے دعا نہیں مانگی۔ وہ سر سے پیر تک بربط کے تاروں کی طرح لرز رہی تھی۔ اس نے دُلائی میں خود کو چھپا لیا۔ کیسپر کے چلے جانے کی یہ عجیب، شدید مسرت تھی۔ گویا دماغ پر مدتوں سے ایک بوجھ تھا جو ہمیشہ کے لیے اتر گیا۔ پھر اس مسرت پر اسے شرم آئی۔ وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آگئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس دفعہ اس نے کتاب کی ورق گردانی نہیں کی۔ ایک ہفتے میں دو شیدائیوں کو ٹھکرانے کے احساس سے دوبارہ لطف اندوز ہونا شروع کیا۔ آزادی کی محبت اب تک نظریاتی تھی لیکن، اس نے سوچا، کہ جنگ میں شامل ہوئے بغیر اس نے جیت کا مزا تو چکھ لیا ہے۔ شہر کی نیم تاریک گلیوں میں سے گزرتے ہوئے شکست خوردہ کیسپر کے تصور نے اسے اداس بھی کیا۔ قدموں کی آہٹ سن کر اسے لگا کہ وہ پھر واپس آگیا ہے۔ دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔

یہ بہن ہنری ایٹا تھیں۔

ہنری ایٹا کو فوراً اندازہ ہو گیا کہ آزابل پر ابھی کچھ بیتی ہے۔

"وہ آیا تھا یہاں ——؟" اس نے بڑے اشتیاق سے سوال کیا۔

ازابل خاموش رہی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا: "تم نے بڑی نازیبا حرکت کی ہنری اٹیا"۔
"مجھے تمھاری بھلائی منظور تھی۔ امید ہے تم نے بھی سمجھ سے کام لیا ہوگا"۔
"میری بھلائی برائی کا خیال کرنے والی تم نہیں ہو۔ اب میں تم پر اعتبار نہیں کر سکتی"۔
ہنری اٹیا نے قطعی برا نہیں مانا۔ وہ تو اصل واقعہ سننے کے لیے بے تاب تھی۔ "ازابل آرچر" اس نے دفعتاً بڑی سنجیدگی سے کہا: "اگر تم نے ان انگریزوں میں سے کسی ایک سے بیاہ رچالیا تو میں تم سے عمر بھر کبھی نہ بولوں گی"۔
"یہ دھمکی دینے سے پہلے اس وقت کا انتظار تو کرو"۔ ازابل نے لارڈ وار برٹن کے بارے میں کبھی ایک لفظ بھی اسے نہ بتایا تھا۔ اور اب بھی اس کا بالکل دل نہ چاہا کہ خود کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے ہنری اٹیا کو مطلع کر دے کہ وہ لارڈ وار برٹن سے بھی شادی نہیں کر رہی۔
"تمھارے یورپ پہنچتے ہی ہر شخص بیاہ کی درخواست لے کر دوڑ پڑے گا۔ ذرا دم تو لو۔ اینی کلامُبر جب اٹلی گئی تو ایک چھوڑ تین تین اطالویوں نے اسے پیغام دے ڈالا۔ ذرا سوچو۔ بچاری بدشکل اینی۔ اُس تک کے وہاں جا کر ٹھاٹھ ہو گئے"۔
"اگر اینی کلامُبر کو کوئی نہ جیت سکا تو میری کیوں اتنی فکر ہے؟"
"اینی کے پیچھے لوگ اُس بری طرح نہ پڑے ہوں گے۔ تمھاری دوسری بات ہے"۔
"تم مجھے بہت آسمان پر چڑھا رہی ہو"۔ ازابل نے سکون کے ساتھ کہا۔
"تم نے کہیں کیسپر کو تو نا امید نہیں کر دیا؟"
"مجھے تم کو کچھ بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں کہہ چکی ہوں اب مجھے تم پر بھروسا نہیں رہا۔ لیکن چونکہ تم مسٹر گڈ وڈ کی اس قدر خیر خواہ ہو لہٰذا تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ فی الفور امریکہ واپس جا رہے ہیں۔ ان کا آب و دانہ یہاں سے اٹھ گیا۔ یہ موسم انھیں راس نہیں آیا"۔
"تم نے ــــــ تم نے کیسپر کو بھی چلتا کر دیا؟" ہنری اٹیا نے دھاڑ کر پوچھا۔
"میں نے ان کے آگے ہاتھ جوڑے کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں اور تم سے بھی

میری یہی التجا ہے۔"

ہنری ایٹا مسٹ پٹا گئی اور آتشدان کے اوپر لگے ہوئے آئینے کے سامنے جاکر اپنی چھجے دار ٹوپی کے فیتے کھولنے میں مشغول ہو گئی۔ "تمھاری سہیلیوں کی دعوت کیسی رہی۔" آزابل نے اطمینان سے پوچھا۔

"آزابل آخر تمھیں پتا ہے تم کدھر جارہی ہو۔"

ہنری ایٹا نے اس کی بات کی سنی ان سنی کر کے سوال کیا۔

"فی الحال تو سونے کی غرض سے اپنے کمرے کی طرف جانے کا قصد ہے۔"

"جانتی ہو تم کس رخ پر بہ رہی ہو۔" ہنری ایٹا نے ٹوپی ہاتھوں میں سنبھال کر استفسار کیا۔

"بالکل نہیں جانتی۔ لیکن اس انجان پن ہی میں مزا آتا ہے۔ گھپ اندھیری رات میں تیز رفتار گھوڑوں والی گاڑی میں بیٹھے اپنے سرپٹ اڑے چلے جارہے ہیں۔ بہت سی سڑکیں ہیں۔ کسی کی سمت کا اندازہ نہیں —"

"بیہودہ ناولوں کی ہیروئنیں اس طرح کے مکالمے ادا کرتی ہیں — آزابل تم تباہ ہو جاؤ گی۔"

آزابل اب جھنجلا اٹھی۔ "ہنری ایٹا تم کو مجھ سے کچھ بہت ہی زیادہ پیار ہو گا جب ہی ایسی سخت کلامی پر اتر آئیں —"

"مجھے تم سے بہت محبت ہے۔" ہنری ایٹا نے بڑے جوش اور جذبے سے کہا۔

"اگر محبت ہے تو خدارا مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ یہی میں نے کیسپر سے کہا ہے۔"

"زیادہ تنہائی بھی خطرناک ہوتی ہے۔"

"یہ انھوں نے بھی فرمایا تھا۔ لیکن میں خطروں کی عاشق ہوں۔"

"تمھاری باتوں سے مجھے ہول آتا ہے — کیسپر امریکہ کب جا رہا ہے؟"

"نہ معلوم۔ میں نے اس سے پوچھا نہیں۔"

"تم نے یہ جاننے کی پروا بھی نہ کی ہو گی۔"

"اس سے سوالات کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔"

"اگر میں تم کو اچھی طرح جانتی ہوتی تو اس وقت یہی سوچتی کہ تم پتھر کی مورتی بن کر رہ گئی ہو۔ اب تو میری یہی تمنا ہے کہ کیسپر اور کم از کم اینی کلائیمبر ہی جہاز پر ہم سفر ہو جائیں۔ وہ بھی جلد واپس لوٹ رہی ہے۔"

اگلی صبح آزابل کو معلوم ہوا کہ ہنری اٹیا گارڈن کورٹ واپس جانے کے بجائے لندن ہی میں ٹھہر کے لیڈی پنسل کے نیوتے کا انتظار کرے گی۔ اور آزابل کو "عکاس" کے اگلے شمارے میں بیڈ فورڈ شائر کی زندگی کے متعلق تاثرات نظر آجائیں گے۔

"ہنری اٹیا اسٹیک پول تمھیں معلوم ہے تم کس رُخ پر جا رہی ہو؟" آزابل نے ہنری اٹیا کے لہجے کی نقل کی۔

"میں ایک بہت بڑی منزل کی طرف بڑھ رہی ہوں۔ میں امریکن صحافت کی ملکہ بننے والی ہوں۔ میرا اگلا مضمون مغربی ساحل کے سارے اخباروں نے نقل کر کے شائع نہ کیا تو میرا نام بدل دینا سمجھیں؟

ہنری اٹیا اب اطالوی پرستاروں کی محبوبہ اینی کلائیمبر کے ساتھ خرید و فروخت کے لیے جا رہی تھیں۔ کیونکہ اینی کلائیمبر امریکہ روانہ ہونے والی تھیں۔ چنانچہ وہ اپنی سہیلی کو بازار ہمراہ لے جانے کے لیے جرمین اسٹریٹ پہنچنے کی غرض سے تیار ہوئیں۔

ہنری اٹیا کے جانے کے تھوڑی دیر بعد رالف آن پہنچا۔ اس نے بھی فوراً محسوس کر لیا کہ آزابل مضطرب سی نظر آتی ہے "اماں کا تار آیا ہے" اس نے بتایا "بابا پرانے مرض کا شدید حملہ ہوا ہے۔ میں یہاں کے مشہور معالج سر میتھیو ہوپ سے ابھی ابھی مل کر آرہا ہوں۔ وہ بابا کو دیکھنے کے لیے گارڈن کورٹ چل رہے ہیں۔ پونے تین بجے ایک ٹرین جاتی ہے۔ اگر چاہو تو میرے ساتھ چلی چلو۔ چاہے کچھ دن اور یہاں ٹھہر جاؤ۔"

"میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔ خالو کی میں کوئی خدمت نہیں کر سکتی لیکن ان کے نزدیک تو رہوں گی۔"

"تمھیں بابا صاحب سے بہت اُنس ہے۔" رالف نے ایک طرح کی شرمیلی

مسرت کے ساتھ کہا "تم ان کی خوبیوں کو سراہتی ہو۔ دنیا نے انھیں کبھی نہیں سراہا۔"

"میں تو ان کی پرستش کرتی ہوں!"

"ٹھیک ہے —! آخر ان کا بیٹا بھی تمھارا سب سے بڑا پرستار ہے۔"

آزابل خوش خلقی سے مسکرائی۔ اور چپکے سے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ کم از کم ایک پرستار تو ایسا ہے جو اس سے شادی کی درخواست نہیں کر سکتا۔ "میں ویسے بھی اب لندن سے اکتا گئی ہوں۔ اور پھر، ہنری ایٹا بیڈ فورڈ شائر جا رہی ہے۔"

"ایں —؟ وہاں کیا ہے؟"

"لیڈی پنسل — مسٹر بنٹنگ کی بہن۔"

رالف ذرا فکر مند نظر آیا۔ پھر ہنس پڑا۔ "بنٹنگ بڑا جری آدمی ہے۔ مانتا ہوں۔ لیکن اگر لیڈی صاحب کا دعوت نامہ کہیں راستے میں کھو گیا تو —؟"

"میرا خیال تھا برطانوی محکمۂ ڈاک بے عیب ہے —!"

"بھول چوک تو خدا کے کارخانے میں بھی کبھی کبھی ہو جاتی ہے۔ مگر پروا نہ کرو۔ بنٹنگ کبھی نہیں چوک سکتا۔"

رالف سر میتھیو ہوپ سے ملنے چلا گیا اور آزابل اسباب باندھنے میں جٹ گئی۔ بکسوں کو بند کرتے ہوئے اسے اپنے خالو کا خیال آیا اور اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ دو بجے رالف اسے اسٹیشن لے چلنے کے لیے واپس آیا۔ آزابل ابھی تیار نہ ہوئی تھی لیکن کھانے کے کمرے میں ہنری ایٹا مل گئی۔ وہ مسٹر ٹوشیت کی علالت کے متعلق اظہارِ افسوس کرنے لگی۔

"بہت عظیم انسان ہیں تمھارے بابا — آخر وقت تک انھوں نے اپنے ملک۔ اور اپنی تہذیب سے عہد وفا استوار رکھا۔ موت تو خیر سب ہی کو آنی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس وقت گارڈن کورٹ میں نہ ہوں گی۔"

"تمھیں بیڈ فورڈ شائر میں زیادہ لطف آئے گا۔"

"ایسے موقع پر میں خوشیوں کا تصور بھی نہیں کرنا چاہتی۔" ہنری ایٹا نے بڑے مناسب انداز میں متانت سے کہا۔ پھر فوراً بولی — "حالانکہ کاش میں دمِ واپسیں کے منظر کو بھی

قلم بند کر سکتی۔"

"بابا بہت ممکن ہے۔ ابھی بہت عرصہ زندہ سلامت رہیں۔" رالف نے سادگی سے جواب دیا۔ "تمہارے اب کیا ارادے ہیں؟"

اب چونکہ رالف باپ کی بیماری کے صدمے اور فکر میں مبتلا تھا اس لیے ہنری ایٹا اس کے ساتھ زیادہ وسیع القلبی سے پیش آنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ "مسٹر ٹٹنگ سے میری ملاقات تمہارے ذریعے سے ہوئی اس کے لیے میں تمہاری ممنون ہوں۔ میں اسی قسم کے موقع کی تلاش میں تھی۔ انھوں نے مجھے بہت کچھ بتلایا ہے — یہاں کی سوسائٹی کی خبریں شاہی خاندان کے قصے — یہ تمہارا شاہی خاندان بھی خوب چیز ہے — تیسرے پہر کو میں مسٹر ٹٹنگ کے ساتھ باہر جا رہی ہوں۔"

"کہاں —؟"

"قصر بکنگھم۔ اس کا نظارہ کر لوں تو لکھنے میں آسانی رہے گی۔"

"خوب۔ ہم تمھیں بہت اچھے ہاتھوں کے سپرد کر کے جا رہے ہیں عنقریب ہمیں اطلاع ملے گی کہ تم کو ونڈسر کاسل مدعو کیا گیا ہے —"

"اور کیا! — خیر! یہ سب تو ہوا لیکن میں آزابل کی طرف سے مطمئن نہیں۔"

"اب کے سے اس نے کیا آفت جوتی؟"

"مسٹر گڈووڈ رات یہاں آئے تھے۔"

رالف نے اپنی آنکھیں پوری طرح کھولیں اور اس کا چہرہ گلگوں ہو گیا۔ اب اسے یاد آیا کہ آزابل کل شام ونچسٹر اسکوائر سے یہاں تنہا کیوں آنا چاہتی تھی۔ آزابل بہانے بھی بنا سکتی ہے — اسے شدید تکلیف ہوئی۔ پھر اس نے خود کو سنبھالا۔ آزابل کا بھی کوئی محبوب رہا ہوگا جس سے اس نے ملاقات کا وعدہ کر رکھا ہوگا۔ وہ کیوں مرا جا رہا ہے۔ اس سے غرض —؟ ہمیشہ سے نوجوان لڑکیاں اس قسم کی ملاقاتوں کو بڑے سخت اسرار اور راز میں رکھتی آئی ہیں۔ اس نے ہنری ایٹا کو بڑا گول سا جواب دیا۔ "پھر تو اس پس منظر کی

بنیاد پر، جو ایک روز تم نے ان صاحب کے سلسلے میں مجھ پر واضح کیا تھا، تمہیں بہت خوش ہونا چاہیے۔"

"۔۔۔ کہ وہ یہاں آئے تھے؟ وہ تو بالکل ٹھیک تھا۔ دراصل یہ میری ہی سازش تھی میں نے ان کو اطلاع کی کہ ہم لوگ لندن میں ہیں اور ساتھ ہی یہ انتظام کیا کہ میں خود کہیں چلی جاؤں اور آزابل اکیلی ہو تو وہ اس سے ملنے پہنچ جائیں۔ اب تم سے کیا چھپاؤں، میری تو یہ خواہش تھی کہ تم بھی وہاں موجود نہ ہو۔۔۔ لیکن یہ ساری کارروائی بیکار گئی۔"

"آزابل نے کیا کیا۔۔۔؟" رالف نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ آزابل ریاکار نہیں تھی۔

"کیا کیا۔۔۔؟ آزابل نے انھیں بھی ہری جھنڈی دکھلادی۔ اب وہ امریکہ جا رہے ہیں۔"

"بیچارے۔۔۔" رالف نے آہ بھری۔

"تم اس واقعے سے رنجیدہ تو معلوم نہیں ہوتے۔ لگتا ہے تم کو پروا ہی نہیں۔"

"بیگم صاحبہ، میں اُن بزرگوار سے آج تک نہیں ملا ہوں۔"

"بہرکیف، میں اس سے پھر ملاقات کروں گی اور اس سے کہوں گی کہ کوشش کیے جائے۔ اور آزابل کو پھر بھی عقل نہ آئی تو" ہنری ایٹا نے کہا، "تو پھر میری اور آزابل کی کٹی۔۔۔ سمجھے؟"

(۱۸)

یہ سوچ کر کہ دونوں لڑکیوں میں ناچاقی ہو گئی اور چلتے وقت ممکن ہے پھر کچھ کھٹ پٹ ہو، رالف پہلے ہی سے ہوٹل کے صدر دروازے تک چلا گیا۔ کچھ دیر بعد آزابل بھی پیچھے آ گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں کی وجہ سے اب تک گلابی تھیں۔ دونوں نے گارڈن کورٹ تک کا سفر خاموشی سے طے کیا۔ اسٹیشن پر ایک ملازم ان کو لینے کے لیے آیا ہوا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بابا کی حالت اب تک بدستور ہے۔ مسز نوشت بڑی لگن کے ساتھ تیمارداری میں مصروف تھیں۔ یہ دیکھ کر رآلف کو بڑی طمانیت محسوس ہوئی۔ ازابل اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ سارے گھر پر ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گھنٹہ بھر بعد وہ اپنی خالہ کی تلاش میں نیچے آئی۔ کتب خانہ خالی پڑا تھا۔ باہر موسم میں اداسی تھی اور نمی۔ اور خنکی۔ باغوں کے راستے ویران تھے۔ اسے موسیقی کی مدھم سی آواز سنائی دی جو غالباً دیوان خانے سے بلند ہو رہی تھی۔ شاید رآلف تھا جو اپنی پریشانی مٹانے کے لیے پیانو پر جا بیٹھا تھا۔ دیوان خانہ مکان کے دوسرے سرے پر تھا۔ بجانے والے کی پشت دروازے کی جانب تھی لہذا اسے معلوم نہ ہو سکا کہ ازابل اندر داخل ہوئی ہے۔ قریب جا کر ازابل کو پتہ چلا کہ مطرب رآلف نہ تھا۔ کوئی اجنبی عورت تھی جو شاید یہاں مہمان آئی ہوئی تھی اور پیانو بجانے کے فن میں ماہر تھی۔ اس سمے وہ شوبرٹ[۱] کا کوئی نغمہ (جو ازابل پہچان نہ سکی) بجانے میں محو تھی۔ ازابل خاموشی سے جا کر قریب کی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ نغمے کے اختتام پر وہ بے اختیار ہو کر بجانے والی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اٹھی۔ اسی وقت اجنبی عورت نے بھی اپنا اسٹول اس کی طرف گھمایا۔ اسے ازابل کی موجودگی کا احساس اب تک نہیں ہوا تھا۔

"بڑی پیاری چیز تھی۔ آپ خوب بجاتی ہیں۔" اس نے پر خلوص صداقت اور جوش سے ملی جلی آواز میں کہا۔ یہ صداقت اور جوش جو نوجوانوں کا خاصہ ہے۔

"میں مسٹر نوشیت کے آرام میں مخل تو نہیں ہوئی؟" عورت نے بڑی شیریں آواز میں پوچھا۔ "یہ کمرہ سارے گھر سے اتنا الگ تھلگ سا ہے۔ اور میں تو پردوں کو بالکل انگلیوں کی نوک سے چھو رہی تھی۔" اس نے فرانسیسی میں اضافہ کیا۔

لہجے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی فرانسیسی ہیں۔ ازابل نے سوچا اور اسے یہ بات اور زیادہ دلچسپ لگی۔ "یہ ایسی فرحت بخش موسیقی سن کر خالو اپنی ساری بیماری بھول جائیں گے۔" اس نے کہا۔

---

[۱] فرانز پیٹر شوبرٹ (۱۷۹۷ء - ۱۸۲۸ء) آسٹرین موسیقار

عورت مسکرائی "ہاں لیکن زندگی میں چند لمحات ایسے بھی آتے ہیں جب شوہر تک ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کچھ اور بجائیے۔"

"ضرور۔" وہ پھر پیانو کی طرف متوجہ ہو گئی۔ آزابل ہمہ تن گوش بن کر اپنی کرسی پر جا بیٹھی بجاتے بجاتے وفعتاً وہ عورت رُکی اور اس نے مڑ کر آزابل کو دیکھا۔ اس کی عمر اٹھائیس چالیس سال کی رہی ہو گی۔ شکل صورت معمولی تھی لیکن اس میں ایک نوع کی عجیب سی جاذبیت موجود تھی۔ "معاف کرنا — اس نے کہا۔ "تم ہی وہ مشہور و معروف امریکن بھانجی ہو نا؟"

"جی ہاں" آزابل نے سادگی سے جواب دیا

"خوب — تو گویا ہم دونوں ہم وطن ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے پیانو بجانا شروع کر دیا۔

تو یہ فرانسیسی نہیں ہو سکتیں۔ رومان میں ذرا کمی آ گئی۔

پیانو مدھم سروں میں بجتا رہا۔ کمرے میں سائے گہرے ہونے لگے۔ خزاں کی شفق نے کمرے کی فضا کو گلنار کر دیا۔ بارش باہر گھاس کے تختے پر بڑی رسانیت سے برس رہی تھی۔ درختوں میں ہوائیں سرسراتی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد مطربہ پیانو پر سے اٹھی اور مسکرا کر آزابل سے بولی۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم واپس آ گئیں۔ میں نے تمہارا بہت ذکر سنا ہے۔"

"میرا ذکر کس سے؟"

اجنبی عورت نے ذرا تامل کیا۔ "تمہارے خالو تمہارا بڑا چرچا کرتے تھے۔ مجھے یہاں آئے صرف تین دن ہوئے ہیں اور تب سے وہ برابر مجھ سے تمہاری باتیں کرتے رہے ہیں۔

"آپ مجھے جانتی بھی نہیں۔ اس چرچے سے اکتا گئی ہوں گی۔"

"نہیں۔ تم سے ملنے کا شوق اور بڑھا۔ پھر خالہ تمہاری مستقل تمہارے خالو کے پاس رہتی ہیں۔ تنہائی میں البتہ میرا جی اُکتا گیا تھا۔"

ایک نوکر لیمپ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ دوسرا چائے کی کشتی ہاتھ میں اٹھائے اس کے پیچھے پیچھے اندر آیا۔ فوراً بعد مسز تو شیت بھی تشریف لے آئیں اور چائے دان

سنبھال کر بیٹھ گئیں۔ جس سکون اور بے تعلقی سے انھوں نے چائے بنانا شروع کی اسی انداز میں انھوں نے آنابل سے سوالات کیے۔ آنابل نے ان کے شوہر کی خیریت دریافت کی۔

"ابھی ویسے ہی ہیں بچارے۔ مقامی ڈاکٹر موجود ہے۔ شام کی گاڑی سے سر مقیبو حبیب بھی آرہے ہیں۔ غالباً تم دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف ہو چکا ہے۔ میں اور رآلف تمھارے خالو کی خبر گیری میں مصروف رہیں گے۔ اس لیے تمھیں دونوں کی ایک دوسرے کی دوسرا آنکھ کرنا پڑے گی۔" انھوں نے کہا۔

"مجھے آپ کے متعلق صرف یہی معلوم ہے کہ بہت اعلیٰ درجے کی موسیقار ہیں۔" آنابل نے جواب دیا۔

"یہ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہیں ———" مسز تو شیت نے حسب معمول اپنے خشک لہجے میں کہا۔

"ابھی تو میرے بارے میں ان کا اتنا جاننا ہی کافی ہے۔" اجنبی عورت نے ہنس کر کہا۔ "میں تمھاری خالہ کی بہت پرانی دوست ہوں۔ عرصے سے فلورنس میں مقیم ہوں۔ نام مادام مرل ہے۔" اس نے اس انداز میں کہا گویا کسی تیسری ہستی کا ذکر کر رہی ہو۔

آنابل اب بھی کچھ نہ سمجھی۔ اسے صرف یہی احساس تھا کہ یہ مادام مرل ایک بے انتہائی دلکش شخصیت کی مالک ہیں۔

"اپنے اس نام کے باوجود یہ غیر ملکی نہیں۔"

مسز تو شیت نے کہا۔ "یہ وہاں پیدا ہوئی تھیں ——— وہاں ——— اے لو یہی میں ہمیشہ بھول جاتی ہوں۔ کبھی اس کم بخت جگہ کا نام یاد نہیں رہتا جہاں تم نازل ہوئی تھیں۔"

"تمھیں دوبارہ یاد دلانا بھی بیکار ہے۔"

مادام مرل نے بڑی کشادہ دلی کے ساتھ مسکرا کر آنابل کو دیکھا۔ اس مسکراہٹ میں بڑے بین الاقوامی قسم کے تجربے پنہاں تھے۔ "میں قومی جھنڈے کے سائے تلے پیدا ہوئی تھی۔"

"یہ بات بات میں اسرار پیدا کرنے کی بڑی شوقین ہیں" مسز توشیت نے کہا "بس یہی تو ان میں ایک عیب ہے۔"

"میرے عیب تو خیر بے شمار ہیں۔ بروک لن کے بحری اڈے میں میری ولادت ہوئی تھی۔ میرے باپ ریاستہائے متحدہ کے بحریے کے ایک اعلیٰ افسر تھے۔ اس لحاظ سے مجھے سمندر سے عشق ہونا چاہیے لیکن اس کے بجائے مجھے پانی سے نفرت ہے۔ اسی لیے میں امریکہ واپس نہیں جاتی۔ میں تو بس دھرتی پر فدا ہوں۔ کسی شے سے محبت کرنا بھی بڑی بات ہے۔"

مسز توشیت کے تشریحی بیان کے باوجود آزابل کو یہ خاتون پُر اسرار نظر نہ آئیں۔ ان کے انداز سے دوستانہ گرم جوشی اور بشرے سے وسیع القلبی کا اظہار ہوتا تھا۔ دراز قامت، گوری، صاف ستھری، ڈھلی ڈھلائی، گول مٹول۔ تر و تازہ اور صحت مند۔ ان کی بھوری آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور بے حد روشن۔ ان سے لگتا تھا کہ یہ عورت حماقت کا شکار کبھی نہیں ہوتی۔ شاید یہ آنکھیں آنسو بھی نہ بہا سکتی تھیں۔ مسکراتے میں ان کے ہونٹوں کے کونے اوپر کو اٹھ جاتے تھے۔ بہت سے لوگوں کو ان کے اس انداز میں بناوٹ کی جھلک نظر آتی۔ لیکن دو چار لوگ ایسے بھی تھے جو انھیں بہت طرحدار سمجھتے۔ آزابل کو بھی ان کا سجاؤ بہت اچھا لگا۔ ان کے بال سنہرے تھے اور خوب گھنے۔ جو انھوں نے کسی یونانی دیوی کے مجسمے کی مانند سر کے گرد لپیٹ رکھے تھے۔ ہاتھ ان کے بڑے خوبصورت تھے۔ اور انگوٹھیوں کی زیبائش سے بے نیاز۔ آزابل پہلے انھیں فرانسیسی سمجھتی تھی۔ مزید جائزے کے بعد وہ اسے جرمن نظر آئیں۔ بڑی خاندانی جرمن۔ کوئی آسٹرین نواب بیگم یا شہزادی۔ بہر حال، وہ بروک لن کی باشندہ تو کسی طرح بھی نہ معلوم ہوتی تھیں۔ ممکن ہے، کھلی آزاد فضاؤں میں لہراتے قومی پرچم کے ستاروں اور لکیروں کا اثر ان کی ساری زندگی پر پڑا ہو۔ اسی لیے وہ اتنی آزاد خیال معلوم ہوتی تھیں۔ طویل تجربوں کے بعد جو پختگی اور نرم دلی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے وہ ان میں بھی موجود تھی۔ زندگی کے کارزار نے ان کی تر و تازگی کو سلب نہ کیا تھا۔ انھیں دردمند اور شفیق بنا دیا تھا۔ وہ بڑے تیز و تند جذبات کی مالک تھیں لیکن ان جذبات پر

مکمل قابو بھی پا چکی تھیں۔ یہ سب آزابل کے نزدیک بڑی مثالی خوبیاں تھیں۔

ابھی چائے پی جا رہی تھی اور آزابل یہ باتیں سوچنے میں مصروف تھی کہ اتنے میں لندن سے سر ٹیتھیو ہوپ بھی آ گئے۔ مسز نوشیت انھیں کتب خانے میں لے گئیں۔ مادام مرل اور آزابل نے رات کے کھانے کے وقت تک کے لیے ایک دوسرے سے اجازت طلب کی۔

کھانے سے قبل آزابل ویران خانے میں آئی جو اب خالی پڑا تھا۔ رالف بھی وہیں آ گیا۔ سر ٹیتھیو نے کہا تھا کہ اس کے بابا کی حالت خطرناک نہیں ہے۔ اس لیے اب اس کی تشویش میں کمی آ گئی تھی۔ ڈاکٹر کی رائے کے مطابق اب صرف ایک نرس مسٹر نوشیت کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ لہٰذا رالف۔ اس کی ماں اور سر ٹیتھیو کھانے کی میز پر اکٹھے ہو گئے۔ سب سے آخر میں مادام تشریف لائیں۔

ان کے آنے سے پہلے آزابل نے رالف سے جو آتشدان کے پاس کھڑا تھا، سوال کیا: "یہ بیگم صاحبہ کون چیز ہیں؟"

"یہ — ؟ ان سے زیادہ ذہین عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی — یعنی تمھارے علاوہ"

"اسی لیے تم نے انھیں مدعو کیا ہے؟"

"میں نے نہیں ——— مجھے لندن سے واپس آ کر ہی معلوم ہوا کہ یہ تشریف لائی ہوئی ہیں۔ اماں کی دوست ہیں۔ ہمارے لندن جانے کے بعد اماں کو ان کا خط ملا کہ ابھی انگلستان پہنچی ہیں اور ملنے کے لیے آنا چاہتی ہیں۔ زیادہ تر یہ یورپ میں رہا کرتی ہیں۔ بڑی خود اعتمادی سے ہر جگہ پہنچ جاتی ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ انھیں ہر جگہ اور ہمیشہ خوش آمدید ہی کہا جائے گا۔ یہ دنیا کی وہ واحد خاتون ہیں جن کے لیے اماں تک رطب اللسان رہتی ہیں۔ اگر اماں اماں نہ ہوتیں تو مادام مرل بننا پسند کرتیں لیکن وہ اپنی موجودہ شخصیت ہی کو بہر حال ترجیح دیتی ہیں۔ مادام مرل بننے کے لیے انھیں بہت زیادہ بدلنا پڑتا۔"

"——— پیانو خوب بجاتی ہیں۔"

"یہ بہت سی چیزوں کی ماہر ہیں۔ ایک مکمل ترین انسان سمجھو انھیں۔"
آنابل نے اسے غور سے دیکھا: "تم انھیں پسند نہیں کرتے۔"
"اس کے برعکس، میں ایک زمانے میں ان کے عشق میں مبتلا تھا۔"
"اور انھوں نے تمھیں گھاس نہیں ڈالی۔ لہٰذا اب وہ تمھیں بری لگنے لگیں۔"
"ہم دونوں اس وقت عشق چلا کیسے سکتے تھے۔ موسیو مرل اس زمانے میں زندہ تھے۔"
"ان کا انتقال ہو چکا ہے؟"
"مادام کا کہنا تو یہی ہے۔"
"تم کو ان کے کہنے کا یقین نہیں؟"
"نہیں تو۔ ممکن ہے سچ کہتی ہوں۔ مادام مرل کے شوہر کا زیادہ عرصے تک زندہ رہنا ذرا مشکل ہی تھا۔"
"بڑی ذو معنی باتیں کر رہے ہو — موسیو مرل کون تھے؟"
"مادام مرل کے شوہر۔"
"بڑے ہی ٹکے ہو۔ اچھے ہیں ان کے؟"
"خوش قسمتی سے ایک بھی نہیں۔"
"یعنی —؟"
"بچے کی خوش قسمتی سمجھو۔ مادام نے اس کا بھی بیڑا کر دیا ہوتا۔"
آنابل رالف کو دوبارہ یہ بتانے والی تھی کہ وہ پھر غیبت پر اتر آیا ہے لیکن اتنے میں موضوعِ سخن خود ہی آن پہنچیں۔ سرسراتے ہوئے ریشمیں ملبوس میں تیزی سے چلتی ہوئی، انھوں نے جلدی جلدی اپنی تاخیر کی معذرت چاہی اور ایک ہاتھ کا کنگن بند کرنے میں مصروف رہیں۔ انھوں نے گہرے نیلے رنگ کے ریشم کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اور ان کے مرمریں گلے میں ایک انوکھی وضع کا روپہلا ہار جگمگا رہا تھا۔ رالف نے بڑے مبالغہ آمیز تکلف اور انتہائی شائستگی کے ساتھ اپنا بازو انھیں سہارا دینے کے لیے ان کی طرف بڑھایا۔ اس انداز سے ایک ایسے شخص کا رویہ ظاہر ہوتا تھا جو ماضی میں عاشق رہ چکا ہو اور اب قطع تعلق

کے بعد بے واسطہ ہو۔

دوسرے روز سر ہنٹی بھا اپنے مریض کو دیکھنے کے لیے پھر گارڈن کورٹ آئے۔ ان چوبیس گھنٹوں میں مسٹر توشئیت کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ رالف برابر ان کی پٹی سے لگا بیٹھا رہا۔ مقامی ڈاکٹر صاحب بھی موجود تھے اور اصلیت میں رالف کو سر ہنٹیو کے مقابلے میں اپنے قصبے کے ڈاکٹر پر زیادہ اعتماد تھا۔ مسٹر توشئیت پر غنودگی طاری تھی مسز توشئیت اور رالف جب تھک کر ذرا کمر سیدھی کرنے کے لیے باہر چلے جاتے تو آزابل ان کے پاس بیٹھی رہتی۔ وہ اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔ اکثر وہ سوچتی، کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے میں یہیں بیٹھی ہوں اور خالو چپکے سے رخصت ہو جائیں۔

ایک دفعہ انھوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا لیکن پہچان نہ پائے۔ دوسرے دن وہ کچھ دیر تک جاگتے رہے۔ اور رالف سے باتیں بھی کیں۔ رالف نے کہا اب وہ اچھے ہو رہے ہیں۔ بہت جلد تکیوں کے سہارے بستر پر بیٹھنے لگیں گے۔

"نہیں بیٹے" انھوں نے جواب دیا "اب تو یہی ممکن ہے تم مجھے عہد قدیم کے لوگوں کی طرح بیٹھے بیٹھے دفن کر دو۔ اس زمانے میں یہی دستور تھا نا؟"

"آپ بھی کیا کہہ رہے ہیں!" رالف نے زیر لب کہا "اب تو آپ بالکل ٹھیک ہیں"

"ایسی گھما پھرا کر باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم دونوں نے آج تک ایک دوسرے کے ساتھ حیلہ سازی نہیں کی۔ مجھے کبھی نہ کبھی تو مرنا ہی ہے۔ چلتے پھرتے مرنے سے بہتر ہے کہ بیماری کے دوران میں ہی ختم ہو جاؤں۔"

نیم تاریک کمرے میں صرف آتشدان کے شعلوں کی مدھم روشنی لرزاں تھی۔ رالف کا طویل سایہ دیوار سے لے کر چھت تک پھیلتا چلا گیا۔ جو بہت مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

"میرے پاس کون ہے۔ میرا بیٹا ہے؟" مسٹر توشئیت نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔ بابا۔ آپ کا بیٹا ہے"

"اور کوئی نہیں؟"

"جی نہیں۔ اور کوئی نہیں۔"

وہ چپ ہو گئے۔ پھر بولے ۔۔۔ "میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"باتیں کرنے سے آپ تھک جائیے گا۔"

"پروا نہ کرو۔ اب تو آرام ہی آرام ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ ابد تک میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

راٹف پلنگ کے قریب آکر آگے کو جھک گیا "بابا۔ کوئی دلچسپ سا قصہ چھیڑیے۔ بشاش سا۔"

"تم ہمیشہ بشاش رہے ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم کوئی کام شروع کرو۔"

"آپ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تو میں سوا آپ کو یاد کرنے کے اور کچھ نہ کروں گا۔"

"یہی تو میں نہیں چاہتا۔ اپنی زندگی میں کوئی نئی دلچسپی پیدا کرو۔"

"بابا مجھے کسی نئی دلچسپی کی ضرورت نہیں۔ پرانی دلچسپیاں بہت کافی ہیں۔"

بابا بیٹے کی شکل کو تکتے رہے۔ ان کا چہرہ ایک قریب المرگ انسان کا چہرہ تھا۔ لیکن ان کی آنکھیں ڈینیل آوشنٹ کی آنکھیں تھیں۔ وہ شاید راٹف کی دلچسپیوں کے متعلق سوچ رہے تھے۔ "تمہاری ماں ہیں۔" آخر کار انھوں نے کہا "تم ان کا خیال رکھو گے۔"

"میری ماں اپنی دیکھ بھال خود خوب کر سکتی ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن جب وہ بڑھاپے کی طرف قدم بڑھائیں گی تو انھیں بھی کسی کی مدد کی تھوڑی بہت ضرورت ہو گی۔"

"ان کے بڑھاپے تک میں کب بیٹھا رہوں گا۔ میں تو ان سے پہلے ہی مرنے والا ہوں۔"

"لیکن ۔۔۔ پھر بھی ۔۔۔" حجت نہ کرنے کے ارادے سے وہ خاموش ہو گئے۔

"ہم لوگوں کی فکر نہ کیجیے۔" راٹف نے کہا "آپ کو معلوم ہے اماں کی اور میری خوب نبٹتی ہے۔"

"ہاں۔ لیکن الگ الگ رہ کر۔ اور یہ طریقۂ زندگی غلط ہے۔"

"اگر آپ چلے گئے تو شاید ہم دونوں کو اکٹھے رہنے کا زیادہ اتفاق ہو۔"

"بہر حال،" مسٹر نوشیت نے کہا "میرے چلے جانے سے تمھاری ماں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"بہت زیادہ فرق پڑ جائے گا۔ آپ کو اس کا اندازہ نہیں۔"

"ہاں۔ ان کی دولت میں اضافہ ہو جائے گا۔ میں ان کے لیے بہت روپیہ چھوڑ رہا ہوں۔ جو ہر اچھی بیوی کا حق ہے۔ گو یا وہ بھی میری بہت اچھی بیوی نہیں۔"

"اپنے نظریے کے مطابق تو وہ اچھی بیوی رہی ہیں۔ انھوں نے آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔"

"کچھ تکلیفیں خوشگوار ہوتی ہیں جیسی تمھاری طرف سے مجھے ملیں۔ لیکن تمھاری ماں میری بیماری کے دوران میں میرے نزدیک رہی ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ میں نے اس چیز پر دھیان دیا ہے۔"

"میں انھیں بتلا دوں گا۔ بہت خوش ہوں گی۔"

"اس سے بھی ان کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ مجھے خوش کرنے کے لیے ایسا نہیں کر رہی ہیں — بلکہ — بلکہ —" انھوں نے لیٹے لیٹے سوچنا چاہا کہ ان کی بیوی میں یہ خوشگوار تبدیلی کیوں آئی ہے۔ "یہ نیا رویہ دراصل خود انھیں موافق آگیا ہے۔ لیکن میرا تم سے یہ باتیں کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ میں تم سے کچھ اور کہنا چاہتا تھا — تم بہت آرام اور خوشحالی سے رہو گے۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن آپ کو یاد نہیں ایک سال قبل اسی سلسلے میں میں نے آپ سے کیا درخواست کی تھی۔ مجھے روپے کی افراط نہیں چاہیے۔ میرے گزارے بھر کا روپیہ الگ کر کے باقی کسی کام میں لگا دیجیے۔"

"مجھے یاد ہے۔ چند روز ہوئے اسی لحاظ سے میں نے نیا وصیّت نامہ لکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کہ کسی نوجوان وارث نے اپنے خلاف وصیّت تیار کروائی ہو —؟"

"یہ میرے خلاف تو نہیں۔ ساری جائداد کی دیکھ بھال اگر مجھے ہی کرنا پڑتی تو ضرور میرے حق میں بُرا ہوتا۔ میری صحت کی جو حالت ہے اس میں دولت کی فراوانی بیکار ہے۔ میں اسے خرچ کس طرح کروں گا۔"

"تمھاری ضرورت سے بہت زیادہ روپیہ میں تمھارے لیے چھوڑے جا رہا ہوں جو دو آدمیوں کے لیے کافی ہوگا۔"

"اس کا کیا کروں گا۔"

"جب میں چلا جاؤں تو شادی کر لینا۔"

رالف کو معلوم تھا کہ اس کا باپ یہی تجویز پیش کرنے والا ہے۔ وہ پہلے بھی دو دفعہ یہی کہہ چکے تھے۔ رالف اس بات کو ہمیشہ ہنسی میں ٹال دیتا۔ اس وقت وہ مذاق بھی نہ کر سکتا تھا۔ وہ کرسی کی پشت سے سر لگا کر بیٹھ گیا۔

"میں نے اگر ایک ایسی بیوی کے ساتھ جو مجھے زیادہ پسند بھی نہیں کرتی، خوشی خوشی زندگی گزاری ہے تو سوچو کہ تم کسی ایسی لڑکی سے بیاہ کرو جو تمھاری ماں سے مختلف ہو تو تمھاری زندگی کتنی اچھی بسر ہوگی۔ ان سے مختلف لڑکیاں بہت سی ہیں۔ ان کی طرح کی تو بہت کم ہوتی ہیں۔" پھر انھوں نے آہستہ سے کہا۔ "اپنی خالہ کی لڑکی کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟"

رالف چونک اٹھا۔ اور پھر بڑی گمبھیرتا کے ساتھ مسکرا کر بولا۔ "آپ کا مشورہ ہے کہ میں آزابل سے شادی کر لوں۔"

"کیوں نہیں۔ آزابل تمھیں پسند نہیں؟"

"بے انتہا پسند ہے۔" وہ کرسی پر سے اٹھ کر آتشدان کی طرف گیا۔ ایک لمحے آگ کے پاس کھڑے رہنے کے بعد غیر ارادی طور پر جھک کر اس نے انگاروں کو چمٹے سے کریدا۔

"مجھے آزابل بے انتہا پسند ہے۔" اس نے دہرایا۔

"پھر ——" بابا نے کہا۔ "اور وہ بھی تم کو بہت اچھا سمجھتی ہے۔ مجھ سے خود کہہ چکی ہے۔"

"کیا آپ سے اس نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھ سے شادی کرے گی؟"

"نہیں، لیکن اسے اعتراض کیا ہو سکتا ہے؟ بڑی پیاری بچی ہے۔ تمھارے لیے بڑی نیک بخت ثابت ہوگی۔ میں نے اکثر اس کے متعلق سوچا ہے۔"

"میں نے بھی اکثر سوچا ہے۔" رائف نے پلنگ کی طرف واپس آتے ہوئے کہا۔

"تم اس سے محبت کرنے لگے ہو؟ میرا بھی یہی خیال تھا۔ لگتا ہے گویا خدا نے اسی مقصد کے لیے اسے یہاں بھیجا تھا۔"

"میں اس سے محبت نہیں کرتا۔ اگر — چند باتیں مختلف ہوتیں تو کرتا —"

"ہم جو کچھ چاہتے ہیں ہمیں زندگی میں کبھی نہیں ملتا۔ حقیقت ہمارے خوابوں سے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے۔ تم اگر حالات کے بدلنے کا انتظار کرو تو کبھی کچھ نہ پا سکو گے۔ جانے تم کو معلوم ہے یا نہیں۔ ابھی چند روز قبل ایک شخص آرابل سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"پھر۔ دوسروں کے لیے موقع ہے۔"

"دوسروں نے بھی اس موقعے سے فائدہ اٹھانا چاہا تھا۔ دو تین روز ہوئے ایک صاحب لندن سے آئے تھے۔ انھیں بھی جواب مل گیا۔"

"یہ تم تھے —؟" مسٹر ترشیت نے گرم جوشی سے سوال کیا۔

"نہیں۔ ایک مجھ سے زیادہ پرانا شناسا — ایک بے چارہ جو امریکہ سے اتنی دور محض اسی خاطر آیا تھا۔"

"بڑا افسوس ہے۔ پھر بھی تمھارے لیے راستہ اب بھی صاف ہے۔"

"لیکن بابا میں اس راستے پر چلنے سے معذور ہوں۔ میں بہت سی باتوں پر اعتقاد نہیں رکھتا لیکن چند ایک اصول ایسے ہیں جن پر میں سختی سے کاربند ہوں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ قریب کے رشتے کے بہن بھائیوں کو آپس میں شادی نہیں کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ پھیپھڑے کی بیماری کے آخری درجے کے مریض کے لیے تو شادی کا خیال بھی سخت حماقت ہے۔"

مسٹر توشت نے اپنا کمزور ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا "تم تو ہر چیز کو الٹی طرف سے دیکھتے ہو۔ یہ کون قریبی رشتہ ہے کہ ایک لڑکی کو تم نے بیس سال تک دیکھا ہی نہ تھا۔ یوں تو تمام دنیا کے انسانوں کا ایک دوسرے سے خون کا ناطہ ہے۔ اگر اس طرح سوچنا شروع کر دیا گیا تو اولادِ آدم کا خاتمہ سمجھو۔ تمھارے خراب پھیپھڑوں کا بھی یہی حال ہے۔ تم اب پہلے سے بہت بہتر ہو۔ تمھیں اب صرف ایک خوشگوار زندگی کی ضرورت ہے۔ ایک حسین لڑکی سے جسے تم چاہتے بھی ہو، شادی کرنا مفروضہ اور جھوٹے اصولوں کی بنیاد پر برہمچاری رہ کر عمر تباہ دینے سے کہیں بہتر ہے۔"

"میں آزابل کو بالکل نہیں چاہتا۔"

"تم نے ابھی ابھی کہا تھا کہ اگر حالات مختلف نہ ہوتے تو تم اسے اپنی محبوبہ بنا سکتے تھے۔ میں تم پر ثابت کر کے رہوں گا کہ حالات مختلف نہیں ہیں۔ اور تم غلطی پر ہو۔"

"آپ خود کو تھکا رہے ہیں بابا۔" رالف کو اپنے باپ کی محکم گیری اور اپنی کٹھ حجتی پر تعجب ہو رہا تھا۔ "اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو ہم لوگ کہیں کے نہ رہیں گے۔"

"اگر میں تمھارے لیے کچھ چھوڑ کر نہ مرا تب بھی تم کہیں کے نہ رہو گے۔ اب تمھیں بنک کی فکر اور میری تیمارداری سے نجات ملے گی۔ تم کہتے ہو تمھاری اپنی دلچسپیاں ہیں۔ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتیں۔"

رالف کرسی پر نیم دراز ہو کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے بہت ہمت کر کے کہنا شروع کیا۔ "مجھے اپنی خالہ کی لڑکی سے بہت دلچسپی ہے۔ مگر ان معنوں میں نہیں جن کا آپ کو خیال ہے۔ میں زیادہ عرصے زندہ رہنے والا نہیں ہوں۔ لیکن اتنے دن یہ دیکھ کر ہی جی لوں گا کہ وہ کیا کیا کرتی ہے۔ اسے میرے سہارے کی مطلق حاجت نہیں۔ میں اس کی زندگی کو بہت زیادہ متاثر نہیں کر سکتا پھر بھی میں اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"مثلاً ــ ؟"

"مثلاً وہ دنیا گھومنا چاہتی ہے۔ میری تمنا ہے کہ اس غرض کے لیے اس کے بٹوے

میں تھوڑے سے پیسے ڈال دوں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تمہیں بھی اس کا خیال آیا۔ میں خود اس سلسلے میں سوچ بچار کرنے کے بعد اپنی وصیت میں پچاس ہزار روپیہ اس کے نام کر چکا ہوں۔"

"یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ لیکن میں اس سے بھی کچھ زیادہ کا خواہشمند ہوں۔"

کسی اہم کاروباری مسئلے پر گفتگو کرتے وقت جو انہماک مسٹر توشنیت پر طاری ہوا کرتا تھا وہ پھر ان کے چہرے پر آ گیا۔ "بتلاؤ تمہاری کیا خواہش ہے؟"

"آنابل بہت تنگدست ہے۔ اماں کہہ رہی تھیں کہ اس کی آمدنی صرف چند سو ڈالر سالانہ کی ہے۔ میں اسے امیر بنانا چاہتا ہوں۔"

"امیری سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں ان لوگوں کو دولتمند سمجھتا ہوں جن میں اتنی استطاعت ہو کہ اپنی مرضی اور اپنے آدرشوں کے مطابق اپنی زندگی بنا سکیں۔ آنابل بڑی تخیل پرست لڑکی ہے۔"

"تخیل کی کمی تو تمہارے دماغ میں بھی نہیں ۔۔۔!" مسٹر توشنیت نے بڑے دھیان سے بیٹے کی بات سننے کے بعد ذرا گڑبڑا کر کہا۔

"آپ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں کے گزارے بھر کا روپیہ میرے لیے چھوڑ رہے ہیں۔ مہربانی فرما کر میرے حصے کا فالتو روپیہ آنابل کے نام منتقل کر دیجیے۔ میرے ترکے کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ آنابل کو دے دیا جائے۔"

"تاکہ وہ اس کا جو جی چاہے کرے۔"

"بالکل۔"

"بنا کسی معاوضے کے؟"

"معاوضہ کیسا؟"

"اس کا ذکر میں ابھی کر چکا ہوں۔"

"شادی ۔۔۔؟ میری تو تجویز یہی ہے کہ اس کے پاس اتنا پیسہ ہو کہ اسے شادی

نوکری پڑے۔ وہ آزاد رہنا چاہتی ہے۔ آپ کی عطا کی ہوئی دولت کے کارن وہ آزاد رہ سکے گی۔"

"خوب۔ تم اس معاملے پر کافی غور و خوض کر چکے ہو! ۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ درخواست تم مجھ سے کیوں کر رہے ہو۔ روپیہ تمہارا ہوگا۔ چاہے آزابل کو دو، چاہے کالے چور کو"

رالف نے متحیر ہو کر جواب دیا۔ "مگر بابا میں آزابل کو اس طرح کی پیشکش نہیں کر سکتا۔"

مسٹر ترشت کراہنے لگے "بیٹے اب میرے سامنے یہ ڈھونگ نہ رچاؤ کہ تمھیں اس سے محبّت نہیں۔ تم چاہتے ہو کہ تمھارے بجائے وہ میری احسان مند ہو!"

"قطعاً۔ میری صرف یہ درخواست ہے کہ میری طرف کسی قسم کا اشارہ کیے بغیر اپنی وصیّت میں یہ شق اور بڑھا دیجیے۔"

"چنانچہ اب میں نئے سرے سے وصیّت نامہ تیار کرتا پھروں۔"

"محض دو تین لفظ ادھر ادھر کرنے کی ضرورت ہے۔ اب کے جب آپ کی طبیعت اور بحال ہو جائے تو کر دیجیے گا۔"

"اچھا تو مسٹر ہیری کو تار دے دو۔ میں اپنے وکیل کے مشورے کے بغیر کچھ نہ کرونگا۔"

"کل ہی آجائیں گے مسٹر ہیری۔"

"بچارے سمجھیں گے کہ باپ بیٹوں میں جھگڑا ہو گیا ہے!"

"ارے پھر تو بڑا مزا آئے گا۔" رالف نے مسکرا کر کہا "میں آپ کو ابھی سے آگاہ کیے دیتا ہوں وکیل صاحب پر یہ ظاہر کرنے کے لیے میں آپ کے ساتھ بہت تلخی اور رعونت سے پیش آؤں گا۔"

"تم جو کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔" انھوں نے کہا "لیکن میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ یہ آزابل والا معاملہ ٹھیک نہیں۔ کہیں وہ ضرورت سے زیادہ آزاد نہ ہو جائے۔"

"میں تو اسے طوفانوں سے مقابلہ کرتے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم اس طرح بات کرتے ہو گویا وہ تمھارے لیے ایک قسم کا تماشا ہے۔"

"ہے تو سہی ایک حد تک۔"

"میرے پلے تو کچھ نہیں پڑتا۔" انھوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "آج کل کے نوجوان بھی کیا سر پھرے ہیں۔ میرے وقتوں میں، میں اگر کسی لڑکی کو پسند کرتا تو محض اسے دیکھتے رہنے کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتا تھا۔ اس کمسنی میں تمھارے جو اصول اور جو خیالات ہیں وہ جوانی کے زمانے میں میرے کبھی نہ رہتے۔ تمھارا کہنا ہے کہ ازابل خود مختار رہنا چاہتی ہے۔ اور روپے پیسے کی طرف سے بے فکر ہو کر اسے شادی کی ضرورت نہ رہے گی۔ تم سمجھتے ہو وہ اس طرح کی لڑکی ہے؟"

"بالکل نہیں اپنے ملکھ لٹ باپ کی زندگی میں وہ بڑے ٹھاٹھ کر چکی ہے۔ لیکن اس کے باپ نے اپنا سارا سرمایہ فضول خرچی میں اڑا دیا۔ اب اسے دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑوں پر زندہ رہنا ہے۔ اسے اب تک اپنے افلاس کا اندازہ نہیں لیکن زندگی کی منجدھار میں اترنے کے بعد اسے یکلخت پتا چلے گا کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اور میرے لیے یہ خیال بہت تکلیف دہ ہے کہ ایک روز اسے یہ معلوم ہونے والا ہے کہ وہ اپنی بہت سی خواہشوں کو پورا کرنے کا مقدور نہیں رکھتی۔"

"میں نے پچاس ہزار روپیہ اس کے نام کر دیا ہے۔ اتنی رقم سے تو اس کے کافی ارمان نکل سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اتنی رقم وہ ممکن ہے صرف دو تین سال ہی میں ختم کر ڈالے۔"

"افوہ۔ ایسی خرّاچ لڑکی ہے؟"

"ظاہر ہے۔" رالف نے بڑی پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

بچارے مسٹر ٹوشیت کے ذہن میں یہ سب سن کر اب بڑی تیزی سے دھندلکا سا چھایا جا رہا تھا۔ "چنانچہ یہ فقط وقت کی بات ہے۔ زیادہ روپیہ ہوا تو وہ تین سال کے بجائے چھ سال میں اڑا ڈالے گی۔"

"نہیں تو۔ شروع شروع میں آزابل بے غل وغش روپیہ اٹھائے گی۔ ممکن ہے اپنی بہنوں کے لیے بھی حصّہ نکال دے۔ لیکن اس کے بعد اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔ اسے خیال آئے گا کہ ساری پہاڑ سی عمر کاٹنے کو پڑی ہے چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں۔"

"تم نے تو میاں اس معاملے کو خوب ہی ٹھونک بجا کر دیکھ لیا ہے۔" بابا نے لاچار ہو کر کہا۔ "تمھیں واقعی اس سے بڑی گہری دلچسپی ہے۔"

"آپ یہ نہیں کہ سکتے کہ میں بہت آگے بڑھ رہا ہوں۔ آپ تو چاہتے تھے کہ میں اس سے بھی آگے بڑھ جاؤں۔"

"پتہ نہیں۔ تمھارا یہ رویّہ میری عقل وفہم سے بالاتر ہے۔ مجھے تو یہ خاصی غیر اخلاقی سی بات جان پڑتی ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"پتا نہیں۔ کسی انسان کے لیے زندگی کو اتنا سہل بنا دینا اخلاقی لحاظ سے ٹھیک ہے یا نہیں۔"

"یہ تو اس انسان پر منحصر ہے۔ اگر وہ اچھا انسان ہے تو اس کی زندگی کو آرام دہ بنانے سے زیادہ کارِ ثواب اور کیا ہو سکتا ہے۔"

یہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آنے والا نکتہ تھا۔ مسٹر تو شیت اس پر غور کرتے رہے۔ پھر بولے۔ "آزابل بڑی پیاری لڑکی ہے۔ لیکن تم تو اسے دیوی بنائے ڈال رہے ہو۔"

"زندگی کے سنہرے موقعے اسے ملیں تو وہ انھیں سوارت بھی کر سکتی ہے۔"

"ساٹھ ہزار روپے کی مالک بن کر تو اسے بہت سے سنہرے موقعے مل جائیں گے۔"

"یقیناً"۔

"اچھا۔ تم جو کہو میں کروں گا۔ لیکن میں ذرا اس پورے گورکھ دھندے کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

"بابا اب تک آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔" رالف نے بڑی نرمی اور پیار سے پوچھا۔ "اگر آپ نہیں چاہتے۔ تو شاید میں اس قصے کا ذکر ہی نہیں کرتا۔"

مسٹر تورشت چپ چاپ بیٹھے رہے۔ رالف نے خیال کیا کہ وہ اس گورکھ دھندے کو سمجھنے کی سعی ترک کر چکے ہیں لیکن، بالآخر، انھوں نے بہت صاف آواز میں کہنا شروع کیا۔
"پہلے یہ بتلاؤ، تمھیں یہ خیال نہیں آتا کہ ساٹھ ہزار روپے کی وارث ایک لڑکی کتنی آسانی سے لالچی خود غرض ریاکاروں کے ہتھے چڑھ سکتی ہے؟"
"یہ بھی عین ممکن ہے۔ لیکن یہ بہت بڑا خطرہ نہیں ہے۔ اور میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔"
مسٹر تورشت کا تیزی سے کام کرتا ہوا دماغ اب بالکل دھندلا چکا تھا۔ لیکن یہ دھندلکا اب اپنے بیٹے کی محبّت میں تبدیل ہو گیا۔
"خوب — بہت خوب" انھوں نے دہرایا —
"مگر خدا جانے تم کو کاہے کا ثواب ملے گا۔"
رالف مسہری پہ جھک کر ان کے تکیے سنوارنے میں مصروف ہو گیا اسے احساس تھا کہ گفتگو زیادہ طویل ہو گئی تھی۔ "میں آپ کو بتلا چکا ہوں بابا — آزابل کی خواہشیں پوری کر کے میں اپنے تخیل کی دنیا آباد کر سکوں گا۔ لیکن میں نے اس وقت آپ کی ذات سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ میرا کمینہ پن ہے۔"

۱۹

جیسا کہ مسز تورشت نے اوّل دن ہی کہا تھا۔ آزابل اور مادام مرل ایک دوسرے کے ساتھ سارا وقت گزارتیں۔ لامحالہ ان کی دوستی گہری ہوتی چلی گئی۔ اخلاق کا تقاضا یہی تھا اور دونوں ایک دوسرے کو اچھی بھی لگتی تھیں۔ آزابل کو جب اس نئے بہناپے کا خیال آتا تو وہ سوچتی کیا وہ کبھی بھی کسی کے ساتھ واقعی گہری، بے تکلف دوستی کر سکتی ہے۔ دوسرے جذبات کی مانند دوستی کے لیے بھی اس کا ایک آدرش موجود تھا۔ اور یہ آدرش مادام مرل کے معاملے میں کچھ ٹھیک نہیں بیٹھتا تھا۔ پھر اسے خیال آتا کہ تصور اصلیت سے ہمیشہ مختلف ہوتا ہے۔ آدرش یقین کرنے کی چیز ہے۔ دیکھنے کی نہیں ایک جذبہ اور عقیدہ ہے۔ واقعاتی

تجربہ نہیں۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود، مادام ترل سے زیادہ پُرلطف اور دلچسپ ہستی اسے آج تک کوئی اور نہ ملی تھی۔ اس کردار میں وہ نقص اس حد تک موجود نہ تھا جو اکثر تعلقات کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔ یعنی خود اپنے کردار کی ساری اُکتاہٹ، سارا باسی پن، ساری حقیقت کا عکس عموماً اپنے ساتھی کی شخصیت میں بھی نظر آتا رہتا ہے۔ لیکن مادام ترل منفرد تھیں۔ ان کے کردار میں یہ باسی پن نہ تھا۔ آنابل نے اپنے سارے دُکھ سُکھ انھیں کہ سنائے۔ ایسا اس نے آج تک کبھی کسی اور کے ساتھ نہ کیا تھا۔ اکثر اسے اپنی اس صاف گوئی سے پریشانی بھی ہوتی۔ اسے لگتا جیسے اس نے اپنے انمول جواہرات کے صندوقچے کی کنجی کسی اجنبی کے ہاتھ میں تھما دی ہے۔ لیکن پھر فوراً وہ دل میں کہتی ـــ مادام کتنی دلکش، کیسی ہمدرد، شائستہ اور ذہین ہیں۔ دوسری عورتوں سے مختلف۔ ان میں ایک ہنر ایسا تھا جو عموماً عورتوں میں بہت ہی کم پایا جاتا ہے ـــــــ وہ سوچنا جانتی تھیں۔ وہ محسوس بھی کرسکتی تھیں۔ اور یہی ان کا سب سے بڑا جوہر تھا۔ زندگی کے امرت اور اس کے زہر دونوں کے مزے سے وہ واقف تھیں، اور اسی لیے جب آنابل نہایت متانت سے مسائلِ حیات" پر روشنی ڈالتی تو وہ فوراً سمجھ جاتیں کہ اس پر کیا کیا بیتتی ہے۔ جذبات اب ان کے لیے ایک تاریخی حیثیت رکھتے تھے۔ تند و بلاخیز آندھیاں ان کے دل میں بہت عرصہ ہوُا اٹھ کر اب ختم ہو چکی تھیں۔ اب وہ سکون کی خواہاں تھیں۔ وہ خود کہتی تھیں کہ دیوانگی کا زمانہ گزر گیا۔ اب وہ ہوش میں آچکی ہیں۔

اب میں بھی چیزوں کو پرکھ کر ان پر حکم لگا سکتی ہوں۔ غالباً اب مجھے اس کا حق ہے۔ انھوں نے ایک مرتبہ آنابل سے کہا۔ چالیس کی عمر سے پہلے ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ اس وقت تک ہم عموماً بہت زیادہ جوشیلے، بہت زیادہ سخت دل اور سفاک اور بے انتہا کم عقل ہوتے ہیں۔ مجھے تم پر افسوس ہوتا ہے کہ اس عمر تک پہنچنے کے لیے ابھی تمھیں بہت انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن سِن سے اتر کر انسان کچھ محسوس بھی نہیں کرسکتا۔ اس تازگی، اس تیزی، ان امنگوں اور ولولوں کا خاتمہ ہو چکا ہوتا ہے۔ تم دوسروں کے مقابلے میں زیادہ عرصے تک اس تازگی کو زندہ رکھ سکوگی۔ چند سال بعد میں یہ دیکھنا چاہتی

ہوں کہ زندگی تمہیں کہاں پہنچاتی ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ تم بر خود غلط کبھی نہ بنو گی! اس طوفان میں ممکن ہے بہت تھپیڑے تمہیں کھانے کو ملیں لیکن تم اپنے آپ کو لہروں کے سپرد کبھی نہیں کر سکتیں۔

آزابل نے اس ہمّت افزائی کو ایک ایسے نوجوان سپاہی کی طرح قبول کیا جو میدانِ جنگ کی ہلکی سی جھڑپ کے بعد کھڑا ہانپ رہا ہو اور اس کا افسرِ اعلیٰ اس کے کندھے پر تھپکی دیتا ہو۔ جب آزابل اپنے رنج و اندوہ کی داستان سناتی تو مادام مرل کہتیں۔ ارے بی بی میں بھی اس دشت کی پیمائی کر چکی ہوں ۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان کے اس لہجے میں غرور نہیں بلکہ محض ایک اعتراف اور گزارشِ احوالِ واقعی، کی کیفیت ہوتی تھی۔

موسم پہلے سے بدتر ہو گیا تھا۔ دن چھوٹے ہوتے جا رہے تھے اور سبزے پر بیٹھ کر چائے پینے کا دور ختم ہو چکا تھا۔ بارش ہوتی رہتی اور دونوں سکھیاں چھتریاں اور برساتیاں سنبھالے چہل قدمی سے واپس آتیں۔ مادام مرل کو انگلستان کی برسات بھی بہت اچھی لگتی۔ پانی سے بھیگی فضا کی مہک کتنی دل نواز ہے ۔ وہ کہتیں۔ اس ہرے بھرے جزیرے میں خوشبوؤں کا کیف کیسا شدید ہے ۔ کہرہ، اور جَو کی شراب کی بھبک، اور دھواں آپس میں گھل مل کر گویا یہاں کی قومی خوشبو بن چکے ہیں۔ وہ اپنے گرم لبادے کی آستین الٹ کر اپنی ناک اس کے کپڑے میں ٹھونس دیتیں اور انگریزی اُون کی صاف، لطیف مہک سے حظ اٹھایا کرتیں۔ موسمِ سرما کی آمد کے ساتھ ساتھ رالف کو پھر گھر میں محبوس ہو جانا پڑا۔ وہ جیبوں میں ہاتھ دے کر کسی دریچے میں کھڑا ہو جاتا اور چھتریاں اٹھائے، کسی سائے دار پگڈنڈی پر سے گزرتی ہوئی آزابل اور مادام مرل کو اداسی کے ساتھ دیکھتا رہتا۔ دوپہر کے کھانے سے پہلے مادام ہمیشہ مصروف رہتیں۔ ان کی اس مصروفیت پر آزابل کو رشک آتا ۔ وہ خود کو بڑا مکمل اور جامع سمجھتی آئی تھی لیکن اب اسے لگتا تھا گویا وہ مادام کی خوبیوں اور ہنرمندیوں کے ہرے بھرے کنج کے باہر کھڑی رہ گئی ہے۔ کاش میں بھی ان کی ایسی ہوتی۔ اس نے دفعتاً محسوس کیا کہ وہ مادام کی شخصیت سے بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ آخر اس میں حرج بھی کیا ہے ۔ وہ سوچتی۔ یہ کوئی برا اثر تھوڑا ہی ہے ۔ اثر پذیری کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ اور مجھ میں عیب یہی

تھا کہ میں دوسروں کے رعب میں نہ آتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہنری اٹیا مادام کی بڑی کڑی تنقید کرے گی ان کا جادو اس پر بالکل نہ چل پائے گا۔ اور مادام ایسی ظریف الطبع، ایسی باریک بین ہیں کہ ہنری اٹیل کے ساتھ بے انصافی نہ کریں گی۔ ان کے پاس کوئی ایسی کنجی بھی ہوگی جس سے وہ ہنری اٹیا کی اصل خوبیوں کا پتا لگائیں گی۔ وہ گویا ایک ایسی کسوٹی تھیں جس کے ذریعے دوسروں کی ماہیت کو صحیح طریقے سے جانچا جا سکتا تھا۔ دوسروں کو پرکھنے کے لیے خود ان سے بہتر حالت میں ہونا کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔ اصل شاہانہ حیثیت یہی ہے۔ تو گویا انسان کو ایسی حیثیت کو اپنا مطمح نظر بنانا چاہیے۔

آزابل کو مادام مرل کی صورتِ حال اس قدر شاہانہ جانے کیسے معلوم ہوئی۔ انھیں بڑی بڑی چیزوں سے واسطہ پڑا تھا۔ بڑے لوگوں کو جانتی تھیں۔ لیکن خود زندگی میں انھوں نے کوئی اہم حصہ نہ لیا تھا۔ وہ دھرتی کے چھوٹے چھوٹے باسیوں میں سے ایک تھیں۔ وہ بہت شان و شوکت کے ساتھ پیدا بھی نہ ہوئی تھیں۔ لیکن بہرحال، آزابل کی نظروں میں وہ ایک بہت عظیم ہستی تھیں جنھوں نے اس حقیقی چلاتی دنیا میں اپنی مدھرتا سے محفل کو ایک نیا، خوبصورت رنگ عطا کر رکھا تھا۔ صبح کے ناشتے کے بعد وہ ان گنت خط لکھتیں۔ ڈھیروں خط پتر ڈاک میں ان کے نام کے آتے۔ اکثر جب آزابل ان کے خط ڈالنے کے لیے گاؤں کے ڈاک خانے جاتی تو اسے تعجب ہوتا کہ یہ آخر کس کس کو لکھتی ہیں۔ کتنے بے شمار لوگوں سے ان کی جان پہچان تھی۔ مصوری کی دلدادہ وہ تھیں جس آسانی سے وہ اپنے دستانے اتارتیں بالکل اسی اطمینان کے ساتھ وہ ایک عدد تصویر بھی بنا ڈالتیں۔ جوں ہی دھوپ نکلتی وہ آبی رنگوں کا ڈبہ اور تپائی لے کر باہر جا بیٹھتیں۔ پیانو کی استاد تو خیر وہ تھیں ہی۔ یہ سب دیکھ کر آزابل جسے اپنے گھر میں بڑا ماہرِ فن سمجھا جاتا رہا تھا، اپنی کمتری محسوس کرتی۔ مادام جب لکھنے، پیانو بجانے، یا تصویر بنانے سے فرصت پاتیں تو اعلیٰ قسم کی کشیدہ کاری لے بیٹھتیں۔ گدیلے، پردے، آتشدان کی جھالریں انھوں نے کاڑھ کاڑھ کر انبار لگا دیا۔ غرض ایک منٹ بھی وہ خالی نہ رہتیں۔ ان مشغلوں سے جی بھر گیا تو پڑھنے لگتیں۔ (آزابل کے خیال میں وہ ہمیشہ نہایت اہم کتابوں کا مطالعہ کرتی تھیں)، یا باغوں میں ٹہلتیں۔ یا اکیلی بیٹھ کر تاش

کھیلتی - یا پھر دوسروں سے باتیں کرتیں۔ آداب مجلس کی وہ ماہر تھیں محفل میں وہ الگ تھلگ نہ بیٹھتیں لیکن ساتھ ہی کبھی دوسروں پر حاوی نہ ہوتی تھیں۔ اپنے مشغلوں کو وہ زیادہ اہمیت نہ دیتیں اور کام کرتے کرتے باتیں بھی کرتی جاتیں۔ اپنی بنائی ہوئی تصویریں اور رکھ رکھاؤ پروے وہ دوستوں میں بانٹ دیا کرتیں۔ اپنے سامعین کی کیفیت مزاج کا صحیح اندازہ کر کے وہ پیانو بجاتی رہتیں یا پیانو کے اسٹول پر سے اٹھ جاتیں۔ تقصہ یہ کہ یہ ایک بہترین مونس اور رفیق تھیں۔ لیکن، آزابل نے سوچا، کہ خدانخواستہ ان میں کھوٹ یا غرور نہ تھا، ان چیزوں سے تو خیر وہ کوسوں دور تھیں، لیکن ساری بات یہ تھی کہ ان کی فطرت پر رسم و رواج اور تکلفات کی بہت سی تہیں چڑھادی گئی تھیں اور وہ بے حد لوچدار، بے انتہا کارآمد، نہایت درجہ پختہ تقصہ مختصر بس حرفِ آخر بن کر رہ گئی تھیں۔ ان کے مزاج میں وحشی پن کا وہ بنیادی سُر بھی باقی نہ رہا تھا جو روسو کی مجلسی زندگی کی ایجاد سے پہلے انسانوں میں موجود تھا۔ آزابل مادام کو کسی علیحدہ حیثیت میں تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ ان کی زندگی محض دوسروں کے ساتھ مجلسی تعلقات سے عبارت تھی۔ پھر آزابل کہتی، کہ بہر حال ایک دلکش سطح کے معنی یہ تھوڑا ہی ہیں کہ انسان اندر سے بھی اتنا ہی کھوکھلا ہوگا۔ اور مادام تو خیر ہرگز بھی اتھلی نہیں۔ وہ تو بڑی گہری طبیعت کی مالک ہیں۔ اور ان کی فطرت کو بہر صورت، مجبوراً ظاہری تکلفات کا لباس پہننا پڑتا ہے۔ ایک مصنوعی، شائستہ زبان میں اپنا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ کیا کریں بچاری۔ اور آخر زبان بذاتِ خود ایک غیر طبعی ریت ہے۔ بہت سے لوگوں کی طرح، جنہیں میں جانتی ہوں، یہ کم از کم سادہ لوح نظر آنے کا سوانگ تو نہیں رچاتیں۔

"مجھے لگتا ہے آپ نے بڑی تکلیفیں سہی ہیں،" ایک روز اس نے مادام سے کہا۔

"تمہیں یہ خیال کیسے آیا؟" مادام نے یوں مسکرا کر پوچھا گویا "سہیلی بوجھ پہیلی" کھیلا جا رہا تھا۔ "میں زمانے کی ستائی دکھیاریوں کی ایسی تو نظر نہیں آتی؟"

"نہیں، لیکن ــــ آپ اکثر ایسی باتیں کہہ جاتی ہیں جو وہ لوگ کبھی نہ جانیں گے جو ہمیشہ سکھی رہے ہوں۔"

"میں ہمیشہ سکھی تو نہیں رہی،" مادام اب بھی مسکرا رہی تھیں۔ لیکن اب ان کے

تبسّم میں ایک ایسی تمسخر آمیز متانت تھی جیسے وہ کسی چھوٹے بچے کو ایک راز بتلاتی ہوں "بے چین رہنا بھی کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔"

لیکن آنابل اس کنایے کو سمجھ گئی "بہت سے لوگ مجھ پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انھوں نے کبھی کچھ محسوس ہی نہیں کیا۔"

"وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔ چینی کے نازک برتنوں کے مقابلے میں تانبے کی دیگوں کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن مضبوط سے مضبوط تانبے کے برتن پر بھی کسی نہ کسی خراش یا چوٹ کا نشان ضرور ہوگا۔ یا ایک ننھا سا سوراخ۔ میں اپنی مضبوطی پر نازاں ہوں۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں بھی بری طرح پٹی اور توڑی پھوڑی جا چکی ہوں۔ ہوشیاری سے مرمت کر دینے کے بعد میں اب بھی کارآمد ہوں اور جہاں تک ہو سکے گا کہ میں برتنوں کی الماری پر موجود رہنے کی کوشش کرتی رہوں گی۔ اس خاموش اور تاریک الماری کے اندر اندھیرا ہے اور باسی مصالحوں کی مہک۔ لیکن جب کبھی مجھے باہر تیز روشنی میں نکلنا پڑتا ہے اس وقت مجھے دیکھو۔ میں کتنی ہولناک اور بدصورت معلوم ہوتی ہوں۔"

"مجھے اپنی کہانی سنائیے" آنابل نے کہا۔

"ابھی میں تم کو اچھی طرح نہیں جانتی۔ مستقبل میں، جب ایک دوسرے کو زیادہ پہچان جائیں گے تب میں تم کو اپنا رازدار بنا سکوں گی۔"

"ابھی آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں؟"

"تمھارے سن کے لوگ سخت دل ہوتے ہیں۔ میری کہانی سننے کے بعد تم مجھے بڑی بے رحمی سے جانچو گی" وہ آنابل سے اس کے قصّے سنتی رہیں۔ اور آنابل ان کی اس توجہ سے بہت خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ مسز تورشیت سے سُن چکی تھی کہ مادام یوروپ کی اعلیٰ ترین محفلوں میں رہ چکی ہیں۔ اسے مسرّت ہوئی کہ اتنے وسیع پس منظر کی عادی ہونے کے باوجود وہ اس کی چھوٹی سی کائنات کے قصّے اس دھیان اور پیار سے سنتی ہیں۔ مادام نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ اکثر وہ سویڈن جانے کا تذکرہ کرتیں جہاں ان کی ایک پرانی دوست رہتی تھی۔ کبھی وہ مالٹا کا بیان کرتیں جہاں ان کی ایک نئی

شناسا مقیم تھی۔ انگلستان سے بھی وہ خوب واقف تھیں۔

تم کو عجیب سا لگتا ہو گا کہ مادام اس حالت میں یہاں ٹھہری ہوئی ہیں جبکہ مسٹر تو شیت بستر مرگ پر پڑے ہیں۔" مسز تو شیت نے ایک روز آزابل سے کہا۔ "ان سے کبھی کوئی غلطی سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ ان سے زیادہ محتاط اور موقع شناس عورت میں نے اور کوئی نہیں دیکھی لیکن وہ صرف میری درخواست پر یہاں مقیم ہیں۔ تین چار اور بہت بڑے بڑے گھرانوں سے ان کے پاس بُلاوا آیا تھا۔ لیکن انھوں نے میری وجہ سے وہاں جانا ملتوی کر دیا۔" مسز تو شیت کو علم تھا کہ انگلستان آ کر ان کی سماجی حیثیت کم و درجہ نیچی ہو جاتی تھی۔ "میں نے ان کو تمھاری خاطر یہاں روک رکھا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم ان کو اچھی طرح سے جان جاؤ۔ مسز بیا مرل کی ہستی بے داغ ہے۔"

"اگر میں خود ان کو پسند نہ کرتی ہوتی تو آپ کا یہ جملہ مجھے خاصا ہولا دیتا۔" آزابل نے جواب دیا۔

"تمھاری بہن للی نے تمنا کی تھی کہ میں تمھیں "مواقعے" بہم پہنچاؤں۔ ایک "موقع" یہ ہے کہ میں تم کو مادام مرل کے سپرد کر رہی ہوں۔ مادام یورپ کی ذہین ترین عورتوں میں سے ہیں۔"

آزابل نے بعد میں مادام سے کہا۔ "آپ کو پتا ہے کہ خالہ کی نظروں میں آپ عقلِ کل ہیں۔ آپ کی ذات بے عیب ہے۔"

"وہ سارے عیب جو گھڑی کی سوئیوں کے ذریعے ظاہر نہ ہوں تمھاری خالہ کو متوجہ نہیں کرتے۔"

"گویا آپ کے کردار کا ایک رُخ تاریک بھی ہے؟"

"میرا تاریک رُخ تو بہت بے چارہ سا ہے۔ تمھاری خالہ کے نزدیک بے عیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کھانے کی میز پر بالخصوص ان کے کھانے کی میز پر کبھی دیر سے نہ آئے۔ جس روز تم لوگ لندن سے آئے ہو میں ٹھیک آٹھ بجے بیٹھنے کے کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ ان کی نظروں میں آسمانی خوبیاں یہ ہیں: خطوں کا جواب باقاعدگی سے دو۔ جب ان کے

یہاں مہمان آؤ تو زیادہ اسباب ساتھ نہ لاؤ۔ دورانِ قیام میں کبھی بھولے سے بھی بیمار نہ پڑو۔"

آزابل کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی خالہ کی یہ یکتائے روزگار مہمان اس وقت اپنی میزبان کی شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کا مذاق اڑاتی تھی۔ آزابل کے نزدیک یہ مادام کا مزاحی حس تھا۔

یہ دوستی اسی طرح بڑھتی گئی۔ زیادہ تر مادام خود آزابل ہی کو موضوعِ گفتگو بنائے رکھتیں۔ اپنے حالات زندگی کا بہت کم تذکرہ کرتیں۔ یہ گویا ان میں انانیت کے بھونڈے جذبے کا فقدان تھا۔ بڑی منکسر المزاج آدمی تھیں "میں تو بڑی دقیانوسی، باسی اور بے رنگ ہو چکی ہوں۔" وہ اکثر کہتیں "میں تو یوں سمجھو کہ پچھلے ہفتے کا اخبار ہوں۔ تم جوان ہو۔ تازہ بتازہ نو بنو۔ آج کی تخلیق۔ تم واقعیت کی مالک ہو۔ یہ شے میرے پاس بھی تھی۔ ایک گھنٹہ بھر کے لیے ہم سب اس کے مالک ہوتے ہیں۔ لیکن تمہارے پاس یہ واقعیت زیادہ عرصہ رہے گی۔ تم باتیں کرو۔ میں سنوں گی۔ یہ بھی ایک علامت ہے کہ میں بوڑھی ہو رہی ہوں۔ میں نوجوانوں کو باتیں کرتے سننا چاہتی ہوں۔ یہ بھی بڑا خوبصورت معاوضہ ہے۔ جوانی ہمارے اندر نہیں رہ سکتی لیکن اب ہم باہر سے دیکھ کر زیادہ بہتر طور پر اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ میں تو غالباً کبھی بھی دوسری بڑھیوں کی مانند چڑچڑی اور بدمزاجی نہ ہوں گی۔ میں نوجوانوں کے ساتھ وہ بدسلوکی نہیں کروں گی جو بڈھوں کا خاصہ بن جاتی ہے۔ انھیں جوانی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ تم گستاخی بھی کرو تو میں اس کی طرف سے چشم پوشی کر لوں گی۔ میں تو ایسے بول رہی ہوں گویا میری عمر سو سال کی ہو گئی ہے۔ ہے نا؟ اور یہ ٹھیک بھی ہے۔ میں انقلابِ فرانس سے پہلے پیدا ہوئی تھی۔ میں ایک پرانی، پرانی دنیا سے تعلق رکھتی ہوں۔ لیکن ہٹاؤ۔ آؤ اب نئی دنیا کی باتیں کریں۔ مجھے امریکہ کے قصے سناؤ۔ میں بچپنے میں وہاں سے آگئی تھی۔ کتنی مضحکہ خیز، بلکہ شرمناک بات ہے کہ میں اس شاندار مسخرے، عظیم ہے تمھارے ملک کے متعلق کتنا کم جانتی ہوں۔ میری طرح کے لوگ یہاں پر اور بھی بہت سارے ہیں۔ سب کے سب سخت آفت کے مارے، نکمے، دل گرفتہ۔ انسان کو اپنے وطن ہی میں رہنا چاہیے۔ وہی اس کی قدرتی جگہ ہے۔ ہم اچھے امریکن تو نہیں ہو سکے البتہ نہایت گھٹیا قسم کے یوروپین بن کر رہ گئے ہیں۔

یہ ہمارا اصل ٹھکانہ نہیں۔ ہم کیڑوں کی طرح اوپر ہی اوپر رینگتے رہتے ہیں۔ اس زمین میں ہماری جڑیں نہیں ہیں۔ تصورات میں ڈوبے رہنے کے بجائے ہمیں حقیقت پر نظر رکھنا چاہیے۔ عورت تو پھر بھی یہاں گزر کر سکتی ہے۔ کیونکہ عورتیں تو ہر جگہ جلاوطن ہی رہتی ہیں ان کا ٹھور ٹھکانا کہیں نہیں۔ جہاں بھی رہے عورت کو سطح پر رہ کر کیڑے کی طرح رینگنا پڑتا ہے تم کہتی ہو تم کبھی نہ رینگوگی؟ ٹھیک ہے۔ تم بہت تن کر کھڑی ہو۔ سینہ سپر۔ میں جانتی ہوں۔ لیکن یہ مرد —— یہ امریکن مرد یہاں کیا کرنے آتے ہیں؟ ذرا رالف تو شیت کو دیکھو۔ کیا عجیب و غریب شے ہے۔ خیر یہ بچارہ تو خوش قسمتی سے تپدق میں مبتلا ہے۔ کچھ تو مشغلہ ہوا۔ یہی اس کا پیشہ سمجھ لو۔ ان کے لیے کہا جا سکتا ہے: مسٹر تو شیت —— ؟ ہاں یہ اپنے پھیپھڑوں کی خبرگیری کرتے ہیں۔ مختلف ملکوں کی آب و ہوا کے متعلق ان کی بڑی وسیع معلومات ہیں! لیکن یہ مرض اگر انھیں نہ ہوتا تو یہ کہیں کے نہ رہتے ـــ کیا حشر ہوتا ان کا؟ ان کا پتا صرف یہ ہوتا:

رالف تو شیت

ایک امریکن

جو یورپ میں رہتا ہے

اس سے زیادہ بے معنی چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ پھر لوگ کہتے ہیں۔ واہ کیا خوش ذوق انسان ہے ـــ نسوار کی ڈبیوں کا جو نادر اور قیمتی ذخیرہ آپ کے پاس موجود ہے اس کا جواب نہیں ــــ یہ اور بھی زیادہ قابلِ رحم بات ہے۔ میں رالف سے عاجز آچکی ہوں۔ باپ کی کم از کم ایک شخصیت، ایک انفرادی حیثیت تو تھی۔ انھوں نے ایک زبردست تجارتی نظام کی نمائندگی کی اور یہ اس دور میں ایک بہت بڑی بات ہے۔ امریکن ہونے کے نقطۂ نظر سے یہ بہت بڑا وصف تھا۔ لیکن رالف اگر بیمار نہ ہوتا تو کیا کرتا؟ اس کا عارضہ نسوار کی ڈبیوں کے ذخیرے سے تو کہیں بہتر ہے۔ تم کہتی ہو تندرست ہوتا تو باپ کا ہاتھ بٹاتا۔ غلط ہے وہ اس کاروبار کا بہت زیادہ دلدادہ نہیں اس سے بھی بدتر حالت ایک اور ہم وطن کی ہے۔ یہ صاحب اٹلی میں رہتے ہیں (جہاں وہ بھی بچپنے میں لائے گئے تھے) انتہا سے زیادہ دلچسپ، بڑے عمدہ انسان۔ تم بھی ان سے ضرور ملنا۔ میں تم دونوں کی ملاقات

کرواؤں گی پھر تمھیں معلوم ہوگا کیسا کمال کا آدمی ہے۔ ان کا نام گلبرٹ اوسمنڈ ہے۔ اٹلی میں رہتے ہیں۔ آگے آیت۔ ان کا اتا پتا بھی محض یہی ہے۔ صاحب دماغ انسان ہے۔ خدا نے ایک ممتاز زندگی بسر کرنے کے لیے پیدا کیا تھا لیکن اب ان کی زندگی کی وضاحت حرف ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے کہ بس اٹلی میں رہتے ہیں۔ گمنام۔ کوئی حیثیت نہیں۔ دولت نہیں کوئی ماضی نہیں۔ کوئی مستقبل، کچھ بھی نہیں۔ ہاں آپ مصوری آپ ضرور فرماتے ہیں۔ آبی رنگوں میں میری طرح۔ لیکن مجھ سے بہتر۔ پھر بھی ان کی مصوری خاصی معمولی درجے کی ہے اور اس کی بھی مجھے خوشی ہے۔ حد سے زیادہ کاہل الوجود۔ میں کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ انسان صبح سویرے نہ اٹھے تو بھلا کیا کر سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہتے ہیں گویا اگر صبح پانچ بجے اٹھے ہوتے تو سارے بگڑتے کام بنا لیتے۔ ساری بات یہ تھی کہ آنکھ دیر سے کھلی۔ عموماً وہ لوگوں سے اپنی مصوری کا ذکر نہیں کرتا۔ لیکن ایک بڑی پیاری سی بچی کا باپ ہے۔ اس کی باتیں اکثر کرتا رہتا ہے۔ اپنی بچی پر جان دیتا ہے۔ ایک مثالی قسم کا باپ ہونا ان کا پیشہ ہے۔ یہ صورت حال بھی نسوار کی ڈبیاں جمع کرنے سے کم وحشتناک نہیں۔ بلکہ بدتر ہی ہے۔ اچھا بتلاؤ امریکہ میں مرد کیا کرتے ہیں۔ پھر مادام فلورنس کی باتیں کرتیں۔ جہاں گلبرٹ اوسمنڈ رہتے تھے۔ اور جہاں مسز تو شیت کا تزون وسلی کا بنا ہوا محل تھا۔ انھوں نے روم کا ذکر کیا جہاں وہ کبھی کبھی جا کر رہا کرتی تھیں۔ روم میں ان کا ایک چھوٹا سا مکان تھا اور اس میں اصلی اطلس کے پردے بھی موجود تھے پھر وہ صاحب خانہ مسٹر تو شیت کی باتیں کرتیں۔ مادام کو یقین تھا کہ مسٹر تو شیت کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔

"سر میتھیو نے کھانے کے قبل یہاں آگ کے نزدیک کھڑے ہو کر مجھ سے تقریباً صاف صاف الفاظ میں یہ بتلایا تھا۔ وہ اس طرح کی باتیں بہت سلیقے سے کرنا جانتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ایسے نازک موقع پر میرا یہاں رہنا بڑا عجیب سا لگتا ہے جبکہ میں ان کی تیمارداری میں بھی شریک نہیں۔ لیکن وہ بولے کہ آپ کو تو لازمی طور پر اس وقت یہاں ٹھہرنا چاہیے۔ آپ کی ضرورت بعد میں پڑے گی۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ تمھاری خالہ کو میرے دلاسے کی قطعی ضرورت نہیں۔ وہ خود جانتی ہیں کہ ان کو کتنا دلاسا اور کس حد تک تسلی تشفی

درکار ہے۔ تمہارے بھائی کی دوسری بات ہے۔ وہ اپنے باپ کی موت کو بہت بری طرح محسوس کرے گا۔ لیکن اب ہمارے تعلقات اس طرح کے نہیں رہے ہیں کہ میں بیٹھ کر رآلف کی دلجوئی کروں۔"

مادام اکثر اپنے اور رآلف کے ناخوشگوار تعلقات کی طرف اشارہ کر چکی تھیں۔ آخر آزابل نے پوچھ لیا۔ "آپ دونوں کی ایک دوسرے سے دوستی نہیں۔"

"دوستی تو خیر ہے، پر وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔"

"کیوں۔ آپ نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ لیکن ناپسندیدگی کی وجوہ نہیں ہوا کرتیں۔"

"لیکن آپ کو ناپسند سمجھنے کے لیے تو کوئی بڑی زبردست وجہ ہونا چاہیے۔"

"تسلیم!! تم بھی ابھی سے کوئی وجہ تلاش کر رکھو۔ کیونکہ ممکن ہے ایک روز تم بھی مجھ سے نفرت کرنے لگو۔"

"آپ سے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اگر ایک دفعہ تم نے مجھ سے نفرت شروع کر دی تو پھر کبھی اس پر قابو نہ پا سکو گی یہی تمہارے بھائی کی حالت ہے۔ وہ بھی اب میرے لیے اپنا رویہ تبدیل نہیں کر سکتا۔ پھر بھی میں اس کا برا نہیں مانتی۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ شریف زادہ ہے، میرے خلاف کبھی کوئی کمینی بات نہ کہے گا۔" ایک لمحے کے توقف کے بعد مادام نے کہا۔ "اصلیت یہ ہے کہ میں اس سے خائف نہیں ہوں۔"

"رآلف بڑا نرم دل انسان ہے۔ ظاہر ہے وہ آپ کو کبھی کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔" آزابل کو پہلے روز کا مکالمہ یاد آگیا جب اس نے رآلف سے مادام کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ اس کی طبیعت میں تجسس ضرور تھا پر اس نے سوچا کہ اگر ان دونوں کے درمیان کوئی اہم راز ہے تو اسے اس راز کی عزت کرنا چاہیے، اور اگر کوئی معمولی بات ہے تو اس کو جاننے کی جستجو میں وقت برباد کرنے کا کیا فائدہ۔ وہ ٹوہ لگانے کی بڑی شوقین تھی لیکن پردے اٹھا کر اندھیرے کونوں کھدروں میں جھانکتے ہوئے گھبراتی تھی۔ پھر بھی مادام

اکثر ایسے لہجے میں باتیں کرتیں کہ آزابل چونک اٹھتی" کاش میں ایک بار پھر تمھاری طرح جوان ہو سکتی" انھوں نے خلاف معمول، تلخی سے کہا۔ "اور ایک دفعہ پھر اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرتی"

"اب بھی سارا مستقبل آپ کے سامنے موجود ہے" آزابل نے ان کے لہجے سے دہشت زدہ ہو کر جواب دیا۔

"نہیں۔ عمر کا بہترین حصہ نکل گیا۔ برباد ہو چکا"

"یہ تو نہ کہیے"

"کیوں؟ مجھے کیا حاصل ہوا ہے؟ نہ شوہر، نہ اولاد۔ روپیہ پیسہ۔ عزت، حسن، میرے پاس کچھ بھی تو نہیں"

"آپ کو بہت سے دوستوں کی محبت اور رفاقت تو میسر ہے"

"پتا نہیں"

"آپ کے پاس ماضی کی خوبصورت یادیں ہیں۔ ذہن و دماغ کی دولت ہے۔ حسن طبع ہے"

"ذہن و دماغ نے مجھے کیا فائدہ پہنچایا؟ ان کے سہارے میں گھڑیاں، برس، عمر بتائے جا رہی ہوں۔ کسی نہ کسی دھن میں خود کو لگائے رکھ کر اپنے آپ کو دھوکا دینے میں مشغول رہتی ہوں۔ رہی میری نفاست طبع، اور حسین یادیں — ان کے متعلق کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہو گا۔ جلد ہی تم کو پتا چل جائے گا کہ میری دوستی تمھارے لیے کوئی منفعت نہیں رکھتی۔ میں کہتی ہوں کہ کاش میں تمھاری عمر کی ہوتی۔ میری مراد تمھارے وصفوں سے ہے — صاف گو۔ فراخ دل۔ پرخلوص۔ ان اوصاف کے ساتھ میں اپنی زندگی کا کچھ بہتر استعمال کرتی"

"آپ زندگی میں کیا کرنا چاہتی تھیں؟"

مادام نے موسیقی کی کتاب کا ایک ورق اٹھایا۔ وہ پیانو پر بیٹھی تھیں اور اسٹول دفعتاً آزابل کی سمت گھما کر یہ باتیں کر رہی تھیں۔ غیر ارادی طور پر وہ کتاب کے صفحے الٹتی پلٹتی رہیں۔ "میں بے حد حوصلہ مند تھی"

"اور آپ کی آرزوئیں پوری نہ ہوئیں؟ آپ کے خیالات بہت بلند رہے ہونگے؟"

"ہاں۔ میں ان کا ذکر کرکے اپنا مذاق نہیں اڑوانا چاہتی۔"

آزابل سوچتی رہی کہ ان کے ارمان جانے کا ہے کے رہے ہونگے۔ شاید یہ کسی ریاست کی ملکہ بننا چاہتی ہوں۔ جانے کامیاب زندگی کے بارے میں ان کا کیا تصور ہے۔ "میرے نزدیک تو آپ نصرت و کامرانی کا جیتا جاگتا مرقع ہیں!"

مادام نے ایک تبسم کے ساتھ موسیقی کی کتاب کو پرے پھینک دیا۔ "کامیابی سے تمھاری مراد کیا ہے؟"

"جس چیز کو میں کامیابی سمجھتی ہوں وہ آپ کو بہت حقیر سی بات معلوم ہوگی —— کسی کے لڑکپن کے دیکھے ہوئے خواب سچے ہو جائیں —— یہی میرے نزدیک اصل کامرانی ہے۔"

"میرے خواب کبھی پورے نہیں ہوئے۔ اور میں کیسے کیسے عظیم الشان سپنے دیکھا کرتی تھی۔ کتنے مضحکہ خیز۔ خدا مجھے معاف کرے میں اس وقت بھی خوابوں کی وادی میں بھٹک رہی ہوں۔" وہ پیانو کی طرف مڑیں اور بڑے ٹھاٹھ سے بجانا شروع کر دیا۔ دوسرے دن انھوں نے آزابل سے کہا کہ کامرانی کی جو تشریح اس نے کی بڑی حسین تھی لیکن بڑی غمگین بھی۔ لڑکپن میں سہانے سپنے سبھی دیکھتے ہیں۔ لیکن ان کی تعبیر کسے نصیب ہوئی ہے؟

"میں تو اپنے چند سپنے پورے ہوتے دیکھ چکی ہوں۔" آزابل نے ہمت کرکے جواب دیا۔

"سچ —؟ اس قدر جلد؟"

"ہاں۔ خواب میں نے بہت چھٹپنے سے دیکھنے شروع کر دیئے تھے۔"

"اچھا۔ تمھارا مطلب ان خوابوں سے ہے — مثلاً یہ کہ اچھے اللہ میاں۔ ہمیں ایک گلابی فیتے والی سوتی جاگتی گڑیا دے دیجیے۔"

"نہیں تو۔"

"یا پھر یہ کہ آنکھ بند کرکے تصور کیا کہ ایک باریک نوکیلی مونچھوں والا حسین

نوجوان سامنے وہ زانو جھکا اظہارِ عشق کر رہا ہے۔"

"یہ بھی غلط!"

"نہیں۔ ہم سب کے خیالوں میں وہ باریک مونچھوں والا سانولا سلونا نوجوان بسا ہوا ہے۔ لامحالہ، لازمی طور پر ہوتا ہے۔ اس کی چنداں فکر نہ کرنا چاہیے۔"

انابل سوچتی رہی "فکر کیوں نہیں کرنا چاہیے؟ نوجوانوں نوجوانوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔"

"اور وہ تمہارا والا تو بالکل دیوتا تھا۔" مادام ہنس پڑیں۔ "اگر وہی خوابوں کا شہزادہ تم کو سچ مچ بھی مل گیا تو واقعی تم جیتیں — مبارک ہو! لیکن پھر تم اس کے ساتھ اٹلی کے پہاڑوں کی طرف کیوں نہ چلی گئیں جہاں اس کا قلعہ رہا ہوگا۔"

"اٹلی یا اسپین وغیرہ کے پہاڑوں پر اس کا قلعہ وِلعہ کچھ نہیں تھا۔"

"پھر — نیویارک کی چالیسویں اسٹریٹ میں اینٹوں کا بدوضع مکان رہا ہوگا اس کا۔ اسے تو میں کوئی آرٹسٹ تسلیم نہیں کر سکتی۔"

"مجھے قلعوں اور مکانوں کی پروا نہیں ہے۔"

"ہر انسان کا ایک خول ہے جس کے اندر وہ رہتا ہے۔ تم اس خول کو کیسے نظر انداز کر سکتی ہو؟ خول سے میرا مطلب اس کے سارے ماحول سے ہے۔ کوئی مرد یا عورت مکمل طور پر الگ تھلگ اور تنہا نہیں ہے۔ لوازمات کے مجموعے سے ہم سب کی تخلیق ہوئی ہے۔ ہماری اپنی خودی، ہمارا وجود آخر کون چیز ہے؟ ہمارا وجود کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ کہاں ختم ہوتا ہے۔ ہماری ہستی ہمارے اندر سے امنڈ کر ہم سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو سیراب کر دیتی ہے۔ اور پھر ہمارے اندر واپس آجاتی ہے۔ جو لباس میں اپنے لیے منتخب کرتی ہوں میری ہستی کا بہت بڑا حصہ اس میں موجود ہے۔ رچا بسا ہے۔ میں 'چیزوں' کی بہت عزت کرتی ہوں۔ خود اپنی ذات دوسروں پر اپنے وجود کا اظہار ہے۔ اپنا مکان، اپنا ساز و سامان، کپڑے، کتابیں جو تم پڑھتی ہو۔ تمہارے دوست احباب۔ یہ سارے لواحقات تمہارے اپنے وجود کی وضاحت کرتے ہیں —"

یہ سب بڑی مابعد الطبیعیاتی قسم کی لعد سخت عالمانہ باتیں معلوم ہوئیں۔ انابل

مابعدالطبیعیات کی شائق تھی۔ لیکن انسانی شخصیت کے اس بے لاگ تجزیے کے سلسلے میں وہ اپنی سہیلی کا ساتھ نہ دے سکی۔

"مجھے آپ کی رائے سے اتفاق نہیں۔ شاید میں اپنا اظہار نہیں کر سکتی لیکن میں یہ جانتی ہوں کہ خارجی چیزیں میری ذات کی تشریح نہیں کرتیں۔ میری شخصیت کو خارجی لوازمات کے ذریعے کیسے ماپا جا سکتا ہے؟ اس کے برعکس، ہر چیز ایک بڑی زبردست حدِ فاصل، ایک طرح کی رکاوٹ بن کر سامنے آجاتی ہے۔ کم از کم میرا لباس تو میری اندرونی روح کی نمائندگی نہیں کر سکتا۔"

"تم تو بڑی جامہ زیب لڑکی ہو —؟" مادام نے ذرا مذاقاً کہا۔

"شاید۔ لیکن مجھے اس کی پروا نہیں کہ میرے کپڑوں کے وسیلے سے مجھے پرکھا جائے میرے کپڑوں سے میرے درزی کی شخصیت ظاہر ہوتی ہوگی۔ میری نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ لباس پہننے نہ پہننے پر میرا اختیار نہیں مجھے محض سماجی قانون کو نبھانا ہے۔"

"اچھا تو تم بغیر کپڑے پہنے ہی رہنا چاہتی ہو —!" مادام نے اس انداز میں کہا کہ مزید مباحثے کی ضرورت ہی ختم ہو گئی!

اس قدر عقیدت کے باوجود جو آزابل کو مادام سے تھی، اس نے انھیں لارڈ واربرٹن یا گیسپر کے متعلق کچھ نہ بتلایا تھا۔ البتہ یہ ذکر اس نے ضرور کیا کہ اگر وہ چاہتی تو شادی کر سکتی تھی۔ لارڈ واربرٹن ان دنوں اپنی بہنوں کے ساتھ اسکاٹ لینڈ گئے ہوئے تھے۔ اور خطوں کے ذریعے رالف سے اس کے بابا کی مزاج پرسی بھی کر چکے تھے۔ آزابل کو یہ سوچ کر کوفت ہوتی کہ اگر وہ لوگ لیبہ میں ہوتے تو عیادت کے لیے "گارڈن کورٹ" بھی آتے۔ یہاں وہ مادام مرل سے ملتے اور ان پر بھی ظاہر کر دیتے کہ آزابل پر مرتے ہیں۔ مادام ان کا تذکرہ سن چکی تھیں لیکن یہ نہ جانتی تھیں کہ وہ آزابل کے خواستگار رہ چکے ہیں۔

"تمھارے پاس اب بھی بہت وقت ہے۔" انھوں نے آزابل سے کہا۔ "اچھا ہوا ابھی سے کسی کے دام کے گرفتار نہیں ہو گئیں۔ لڑکیوں کے لیے چند پیغامات کو ٹھکرانا بہت سود مند رہتا ہے۔ لیکن اسی صورت میں جب کہ ان سے بہتر رشتے آنے کی توقع ہو۔

معاف کرنا تم کو یہ باتیں بڑی بھونڈی معلوم ہونگی۔ مگر دنیا کا تجربہ یہی سکھلاتا ہے۔ ایک بات ہے ۔ محض انکار کی خاطر شادی سے انکار نہ کیے جانا۔ اس انکار سے اپنی قوت اور آزادی کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن شادی بذاتِ خود ایک عظیم الشان طاقت ہے۔ اور مستقل "نہ" کہے جانے میں ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ کہیں عمر بھر یونہی نہ بیٹھی رہ جاؤ۔ میرے ساتھ دوسرا واقعہ ہوا تھا۔ میں نے بہت جلد "ہاں" کہہ دی تھی۔ تم بڑی دلآویز لڑکی ہو۔ میں تمھیں کہیں کے وزیر اعظم کی بیوی بنتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ تمھاری ناداری کی وجہ سے تمھارے لیے پیغام نہ آئیں گے۔ تم حسن اور ذہانت کی دولت سے مالا مال ہو۔ لیکن تمھیں دنیاوی دھن دولت کی کوئی فکر نہیں معلوم ہوتی۔ جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے تمھارے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔ کاش تم امیر بھی ہوتیں۔"

"کاش ۔۔!" آزابل نے سادگی سے جواب دیا۔ اس وقت وہ یہ بھول گئی کہ اس کی غربت دو دلدادہ خواستگاروں کے عشق کی راہ میں حائل نہیں رہی تھی۔

مسز تھیو نے جو باتیں ان سے کہی تھیں۔ ان کے باوجود مادام مرل مسٹر توشیت کے وقت آخر تک وہاں نہیں رہیں۔ انھوں نے چند اور دوستوں کے یہاں جانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ انگلستان سے روانہ ہونے سے قبل مسز توشیت سے دوبارہ ملنے کا قول دے کر وہ "گارڈن کورٹ" سے رخصت ہوئیں "میں اس سال چھ مختلف جگہوں کی سیر کروں گی، لیکن مجھے تم جیسی لڑکی کہیں نہ ملے گی۔ یہ سب میرے پرانے دوست ہیں۔ اس عمر کو پہنچ کر انسان آسانی سے نئے دوست نہیں بنا سکتا۔ لیکن تمھاری دوسری بات ہے مجھے یاد رکھنا۔ اور میری دوستی کا صلہ مجھے اسی طرح دے سکتی ہو کہ مجھ میں یقین کرو۔" انھوں نے آزابل سے کہا۔

مادام کے جانے کے بعد آزابل اکیلی رہ گئی۔ خالہ اور رالف سے صرف کھانے کی میز پر اس کی ملاقات ہوتی۔ اپنے شوہر کی تیمارداری کے بجائے اب زیادہ وقت مسز توشیت اپنے کمرے میں گزارتی تھیں جہاں ان کی بھانجی کو بھی داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ میز پر وہ متین اور خاموش نظر آتیں۔ آزابل کو لگتا کہ یہ سنجیدگی ایک انداز نہیں بلکہ ایک طرح

کا یقین ہے۔ ممکن ہے وہ کبھی اپنے اس نوع کا طرزِ عمل اختیار کرنے پر پچھتاتی ہوں۔ مگر ان کی پشیمانیوں کا اظہار کبھی نہ ہُوا۔ آنسو، آہیں، مبالغہ آمیز انہماک — کچھ نہیں۔ بس معلوم ہوتا کہ خاموشی اور سکون کے ساتھ گہری سوچ میں ڈوبی ہیں۔

"اگر میں اتنا جانتی کہ یہ ہونے والا ہے تو میں تم کو اس دفعہ کے بجائے آئندہ سال انگلستان بلاتی"۔

"تاکہ میں اپنے خالو سے واقف بھی نہ ہو پاتی؟ مجھے ان سے مل کر کس قدر سکھ پہنچا!"

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں تمہیں تمہارے خالو سے ملانے کی غرض سے یورپ نہیں لائی تھی"۔

صحیح بات تھی جو بے موقع کہی گئی۔

اب آنا بل روزانہ باغ میں تنہا ٹہلا کرتی۔ یا دارالمطالعے میں کتابوں کو الٹتی پلٹتی رہتی۔ ہنری ایٹیا سے اس کی خط و کتابت جاری تھی۔ ہنری ایٹیا ہر خط میں اسے نت نئے واقعات سناتی جو اس پر آج کل گزر رہے تھے۔ آنا بل کو اپنی سہیلی کا نجی خط لکھنے کا انداز اس مختصر تحریر سے بہتر معلوم ہوتا جس میں وہ اپنے "مکتوب" چھپوایا کرتی تھی۔ ہنری ایٹیا بہرحال اپنی جستجو میں کامیاب نہ ہوئی تھی۔ برطانیہ اعظمیٰ کی "اندرونی زندگی" کا تصور اب بھی اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہا تھا۔ جانے کون سی پُراسرار وجوہ تھیں جن کی بنا پر لیڈی پنسل کا دعوت نامہ اسے کبھی موصول نہ ہُوا۔ مسٹر ٹننگ بے چارے ہزار کوشش کے باوجود یہ نہ بتلا سکے کہ وہ خط جو ڈاک کے سپرد کر دیا گیا تھا ہنری ایٹیا تک کیوں نہ پہنچا۔ ان کو ہنری ایٹیا کی طرف سے بڑی تشویش تھی" اور بیڈ فورڈ شائر کے اس ناتمام سفر کے صلے میں وہ چاہتے ہیں کہ میرے لیے کچھ ادا کریں"۔ ہنری ایٹیا نے لکھا تھا "ان کا خیال ہے کہ میں یورپ چلی جاؤں۔ وہ خود بھی جا رہے ہیں۔ پوچھتے تھے کہ میں فرانس کا مطالعہ کیوں نہیں کرتی۔ اور واقعی اس نئی جمہوریت کو دیکھنے کی تو مجھے بھی بہت تمنا ہے۔ مسٹر ٹننگ کو جمہوریت کی مطلق پروا نہیں۔ وہ تو صرف پیرس کی پروا کرتے ہیں۔ خاصے مہذب آدمی ہیں۔ چلو میں نے مرنے کے کم سے کم ایک خوش اخلاق انگریز تو دیکھ ہی لیا۔

میں اکثر ان سے کہتی ہوں کہ انھیں امریکن ہونا چاہیے تھا۔ اور اس بات سے وہ بیحد خوش ہوتے ہیں!" چند روز بعد اس نے لکھا کہ وہ پیرس جا رہی ہے اور مسٹر بلنگ غالباً اسے ڈوور تک پہنچانے آئیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ امید ہے کہ اس کے دوران قیام میں آزابل بھی پیرس آجائے گی۔ خطوں کے دلچسپ حصے آزابل رالف کو پڑھ کر سناتی مثلاً: تمھاری سہیلی دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں۔ گھڑسوار دستے کے ایک سپاہی افسر کے ہمراہ پیرس کا سفر۔ اگر لکھنا چاہیں تو اس مضمون پر مزید روشنی ڈال سکتی ہیں!!"

"ہاں۔ یہ بات رسم و رواج کے خلاف تو ضرور ہے مگر تم ہنریٹا کو نہیں جانتے۔ بڑی معصوم طبیعت نیک لڑکی ہے۔"

"میں اس کو خوب جانتا ہوں پہلے اسے نہیں سمجھ سکا تھا۔ لیکن اب میں بھی تمھارے خیال سے متفق ہوں۔ گو بنٹلنگ اسے معصوم نہیں سمجھتا ہوگا۔ اور اسی لیے اسے بھی ابھی بہت سے چرکے کھانے پڑیں گے۔"

مادام کے جانے کے ایک ہفتے بعد وہ دارالمطالعے کے دریچے میں ایک کتاب لیے بیٹھی باہر باغ کی نم آلود اداسی کو دیکھ رہی تھی۔ دو گھنٹے سے قصبے کے ڈاکٹر کی بگھی باہر موجود تھی اسے تعجب ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کو اندر اتنی دیر کیوں لگ گئی۔ آخر وہ برساتی میں برآمد ہوئے۔ اور چند لمحوں تک کھڑے کھڑے دستانے ہاتھوں پر چڑھاتے رہے۔ پھر جھک کر گھوڑے کے گھٹنوں پر نظر ڈالی اور اس کے بعد بگھی میں سوار ہو کر چلے گئے۔

آزابل اسی طرح دریچے میں بیٹھی رہی۔ گھر پر مکمل سناٹا طاری تھا۔ اس گہرے سناٹے میں کمرے کے دبیز قالین پر پڑتی ہوئی کسی کے پیروں کی چاپ اسے سنائی دی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ رالف جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر سے اس کی سوتی ہوئی مسکراہٹ غائب تھی۔

"کہانی ختم ہو گئی۔" اس نے کہا

"خالو کیسے ہیں۔۔؟"

"ایک گھنٹہ ہوا میرے بابا مر گئے۔"

آرابل نے اپنے ہاتھ خاموشی سے ایلف کے ہاتھوں میں دے دیئے۔
بارش کی پھوار دریچے سے ٹکراتی رہی۔

(۲۰)

کوئی پندرہ روز بعد مادام مرل ایک گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر وچسٹر اسکوائر پہنچیں۔ کھانے کے کمرے کے دریچے میں ایک سیاہ تختی آویزاں تھی جس پر تازہ سفید رنگ سے ابھی ابھی لکھا گیا تھا۔ "یہ شاندار مکان برائے فروخت ہے۔" ساتھ ہی مکان کے گماشتے کا نام اور پتا درج تھا۔

یہ لوگ وقت ضائع کرنا نہیں جانتے۔ دروازے کا پیتل کا کنڈا بجاتے ہوئے انھوں نے سوچا کیا عمل پرست ملک ہے! اندر داخل ہو کر انھوں نے دیکھا کہ مکان اجڑ چکا ہے۔ دیواروں پر سے تصویریں اتار کر صوفوں پر رکھ دی گئی تھیں کھڑکیوں میں سے پردے ہٹ چکے تھے۔ قالین لپیٹ دیئے گئے تھے۔

مسز ٹوشیت نے مادام کا استقبال کیا۔ "تعزیت کے رسمی الفاظ مجھ سے نہ دہرانا" انھوں نے کہا۔ "بس سمجھ لو کہ تم نے کہا اور میں نے سن لیا۔ تم کہنے والی ہو گی کہ میرے میاں بڑے بھلے آدمی تھے۔ یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ میں نے ہی انھیں اپنی نیکی کے اظہار کے مواقع فراہم کیے۔ اس لحاظ سے میں ایک بہت اچھی بیوی تھی۔ آخر میں انھیں بھی اس کا احساس ہو گیا تھا۔ میرے ساتھ انھوں نے بڑا عمدہ برتاؤ کیا۔ میری توقع سے کہیں زیادہ بہتر — نہیں یہ میں نہیں کہوں گی۔ کیونکہ میں نے کوئی توقع ان سے کی ہی نہیں تھی۔ تم جانتی ہو میں امیدیں کبھی نہیں باندھتی۔ اور پھر انھوں نے غالباً یہ بھی دیکھ لیا کہ ساری عمر باہر زندگی گزارنے اور غیر ملکیوں کی محفلوں میں شامل رہنے کے باوجود میں نے کسی دوسرے شخص کو ذرا سی بھی ترجیح نہیں دی۔"

"ترجیح تو صرف تم اپنی ذات کو دیتی ہو۔" مادام مرل نے دل میں کہا

"میں نے کسی دوسرے کی خاطر اپنے شوہر کو قربان نہیں کیا۔"

تم نے آج تک کسی دوسرے کی خاطر سرے سے کچھ کیا ہی نہیں۔ مادام نے سوچا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی مادام نے دیکھ لیا تھا کہ مالک کی موت کے بعد کے اثرات اب کتنے نمایاں تھے۔ ان کی جیسی اہم ہستی کے ختم ہونے سے یوں بھی بہت سی تبدیلیوں کا آنا لازمی تھا۔ اس کا خیال مادام کو گارڈن کورٹ میں بھی آیا تھا۔ لیکن تصوّر دوسری چیز ہے اور اصلیت کا سامنا دوسری چیز اس سے اس احساس نے انھیں پیس ڈالا کہ اتنی وسیع جائداد، یہ ساری دولت اب دوسروں تیسروں میں بانٹ دی جائے گی اور وہ خود علیحدہ کھڑی تماشا دیکھتی رہ جائیں گی۔ مادام کی بہت سی آرزوئیں تھیں جو ہمیشہ تشنہ رہیں۔ حالانکہ اگر اس وقت ان سے کہا جاتا کہ وہ بھی مسٹر توشیت کے مرنے کے بعد اس مالِ غنیمت میں حصّہ لگانا چاہتی تھیں تو وہ نہایت پرغرور اور دلکش مسکراہٹ کے ساتھ کہتیں ـــــ غضب خدا کا ـــــ مجھ سے مسٹر توشیت سے مطلب ـــ؟ بچارے شریف آدمی تھے۔ پر میرا ان کا کون سمبندھ تھا؟

"میرے بیچارے یہ مکان چھوڑ گئے" مسز توشیت نے جو تازہ تازہ بیوہ ہوئی تھیں، کہنا شروع کیا۔ "گو میں اس میں کہاں رہتی پھروں گی۔ میرا فلورنس والا مکان اس سے کہیں بہتر ہے۔ وصیت نامہ کھلے صرف تین دن ہوتے ہیں لیکن میں نے ابھی سے اس کو بیچنے کا اشتہار دے دیا ہے۔ بینک میں بھی میرا حصّہ ہے وہ میں نکال لوں گی۔ رالف کو گارڈن کورٹ ملا ہے۔ جانے وہ اس میں رہے گا یا نہیں ظاہر ہے اپنے بیٹے کے لیے انھوں نے بہت کچھ چھوڑا ہے۔ ان کے پاس بے تحاشا روپیہ تھا۔ دور تک میں رہنے والے دور پار کے رشتے داروں تک کے نام وہ الگ الگ رقمیں وصیت کر گئے ہیں۔ رالف کو گارڈن کورٹ سے بہت محبت ہے۔ گرمیوں کے موسم میں وہ وہاں نوکرانی اور مالی کے لڑکے کی دوسرا تھ میں آسانی سے رہ لے گا۔ میرے میاں کے وصیت نامے کا ایک حصّہ قابل ذکر ہے۔" مسز توشیت نے اضافہ کیا۔ "بے انتہا کثیر دولت انھوں نے میری بھانجی کے نام چھوڑی ہے۔"

"کثیر دولت ـــ!" مادام نے زیرِ لب دہرایا۔

"ازابل اب سات لاکھ روپے کی مالک ہے۔" مادام نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں

بھینچ کر اپنی دوست کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "اخوہ ۔۔" انھوں نے تقریباً چلا کر کہا۔ "کیسی ہوشیار لڑکی نکلی ۔۔!"

"کیا مطلب تمھارا ۔؟" مسز تو شت نے ذرا غصے سے پوچھا۔

ایک لمحے کے لیے مادام کا رنگ فق ہو گیا۔ اور انھوں نے پلکیں جھپکائیں۔

"بغیر کوشش کیے ایسی کامیابی حاصل کر لینا ہوشیاری ہی تو ہے۔"

"نہ اس نے کوئی کوشش کی اور نہ یہ کوئی بڑی بھاری کامیابی ہے۔"

ایسا کبھی نہ ہوتا تھا کہ مادام کوئی بات بے محل کہہ جائیں اور پھر اسے خوبصورتی سے سنبھال نہ لیں۔ چنانچہ وہ بولیں ۔۔۔ "میں تو اسے ہوشیاری اور سمجھداری ہی کہوں گی۔ اگر آزابل اتنی پیاری اور ذہین نہ ہوتی تو اس کے خالو اس سے اتنی محبّت۔ کیوں کرتے کہ یک مشت سات لاکھ روپیہ اس کے نام کر جائیں۔"

"آزابل کو یہ سان و گمان بھی نہ تھا کہ اس کے خالو ایسا کرنے والے ہیں۔ نہ مجھے اس کا علم تھا۔ انھوں نے مجھ سے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ جو کچھ اسے ملا ہے بالکل بے خبری کے عالم میں ملا ہے ۔۔"

"آہ ۔!" مادام ترل نے کہا۔ "اندھیرے ہی میں اکثر تیر نشانے پر بیٹھتے ہیں۔"

"یہ مانتی ہوں کہ آزابل بڑے نصیبے والی لڑکی ہے۔ مگر اس وقت اس اطلاع سے اس کے حواس گم ہو گئے ہیں۔"

"گویا اب وہ یہ نہیں جانتی کہ اتنی دولت کا کیا کیا جائے؟"

"اس کا تو اس نے ابھی تک سوچا بھی نہیں ہو گا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس سارے قصے کے متعلق کیا خیال کرے۔ وکیل صاحب نے جب اسے یہ اطلاع دی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہ روپیہ بنک میں لگا رہے گا اور اسے اس کا منافع ملا کرے گا۔"

"بہت خوب ۔۔" مادام نے کہا۔ "لیکن وہ بہت جلد اس نئی صورتِ حال کی عادی ہو جائے گی۔ تمھارے لڑکے کا اس سلسلے میں کیا کہنا ہے؟"

"وہ وصیت پڑھے جانے سے قبل ہی انگلستان سے جا چکا تھا۔ اتنے دنوں

کی مسلسل فکر اور تکان کے بعد اسے جنوب کی آب و ہوا کی سخت ضرورت تھی۔ ریو تراگیا ہے۔ اب تک خط نہیں آیا۔ ویسے وہ اپنے باپ کی کسی بات پر کبھی معترض نہیں ہو سکتا۔

"تم نے ابھی کہا تھا کہ اس کے اپنے ورثے کی رقم میں کمی کر دی گئی تھی؟"

"اس کی اپنی خواہش کے مطابق۔ اس نے اپنے باپ سے اصرار کیا تھا کہ امریکہ میں رہنے والے رشتہ داروں کو بھی کچھ کیا جائے۔"

"بہت خوب۔ ! مادام مرل فرش پر نظریں جما کر سوچ میں مستغرق ہو گئیں۔ "تمھاری خوش قسمت بھانجی سے اب میری ملاقات نہیں ہو سکتی؟" بالآخر انھوں نے نظریں اٹھا کر سوال کیا۔

"کیوں نہیں۔ لیکن وہ تمھیں بہت زیادہ ہشاش بشاش نظر نہ آئے گی۔ پچھلے تین دن سے وہ جناب مریم کے مجسمے کی طرح سنجیدہ اور خاموش ہے۔" مسز توشیت نے نوکر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی۔

کچھ دیر بعد ازابل کمرے میں داخل ہوئی۔ مادام نے دیکھا کہ سچ مچ اس کا رنگ زرد تھا لیکن مادام کو وہ دیکھ کر بے ساختگی سے مسکرائی۔ مادام نے بڑے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا اس کی قسمت جاگنے پر اسے مبارک باد دی۔

مسز توشیت کو مکان بکنے کا انتظار کرنے کی حاجت نہ تھی۔ کچھ چیزیں گارڈن کورٹ بھجوانے کے بعد باقی سارا ساز و سامان انھوں نے نیلام گھر پہنچا دیا اور خود یورپ روانہ ہو گئیں۔ ازابل بھی ان کے جلو میں تھی۔ اب اسے مکمل فرصت تھی کہ اپنی نئی حیثیت پر اچھی طرح غور کرے۔ اب اس نے سوچا کہ دولت سے انسان کیا کچھ کر سکتا ہے۔ غربت دراصل کتنی مضحکہ خیز شے ہے۔ گو ابھی اس کی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ اس روپے کا کیا کرے گی۔ اس نے للی اور اینڈتھ کو چیک بھیج دیئے۔ اپنی نئی مستحکم حالت کے احساس نے اسے سنجیدہ تر بنا دیا۔ پیرس میں مسز توشیت نے اس سے کہا۔ اب ایک دولتمند لڑکی کی طرح زندگی گزارنے کا طریقہ بھی سیکھنا پڑے گا۔ خود سوگ میں ہونے کے باوجود انھوں نے ازابل کو شانزے لی زے کے قرب و جوار میں رہنے والے امریکیوں کے مخصوص حلقے

سے متعارف کرایا۔ مسز توشیت اپنے ان ہم قوم لوگوں کی خود اختیاری جلاوطنی، ان کے عقائد، ان کے مشاغل، اور ان کی زندگی کے خلاء سے خوب واقف تھیں۔ خود ان ہی میں شامل تھیں۔ یہ عشرت پسند امریکن کس بے مغزی کے ساتھ اپنی عمریں بِتا رہے تھے۔ اتوار کی دوپہروں کو وہ ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے۔ تھیئٹر دیکھتے۔ یا یونہی خالی بیٹھے رہتے۔ اس طرزِ زندگی سے آپ کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ آنا ابل نے ایک بار اُن سے سوال کیا۔ ان لوگوں کو ان کے باورچیوں اور درزیوں نے اپنے اپنے ہنروں کے بل پر بہت خوش باش اور زندہ دل بنا رکھا تھا۔ اور آنا ابل کو اس حلقے میں بہت صاحبِ نظر سمجھا جاتا لیکن دو چار لوگ ایسے بھی تھے جن کے نزدیک تھیٹر کے تازہ ترین ناٹک کی ضلع جگت کے مقابلے میں آنا ابل کی حاضر جوابی کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ بہرحال، اس نے جب یہ ٹیڑھا سوال ان حضرات سے کیا تو مسز توشیت بولیں کہ اس طرح کے سوال جواب تو محض ہنری ایٹا ہی کو زیب دیتے ہیں۔

بہن ہنری ایٹا بھی یہاں ڈٹی ہوئی تھیں۔ آنا ابل اکثر ان سے ملتی رہتی۔ مسز توشیت نے سوچا کہ ان کی بھانجی اگر خود اتنی بیدار مغز نہ ہوتی تو یہی سمجھا جاتا کہ اس طرح کے سوال کرنے کا انداز اس نے اپنی اخبار نویس سہیلی سے مستعار لیا ہے۔ پہلی مرتبہ آنا ابل نے یہ بات اس وقت کہی جب دونوں خالہ بھانجیاں، ایک پرانی دوست، مسز لیویس سے ملنے گئیں۔ مسز لیویس شہنشاہ لوئی فلپ کے زمانے سے پیرس میں رہ رہی تھیں اور ہمیشہ خدا لگتا کہا کرتیں کہ وہ تو ۱۸۳۰ء کی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس لطیفے کے معنی اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہ آتے۔ پھر مسز لیویس مزید توضیح کرتیں — میں تو ان بھولے بسرے رومان پرستوں میں سے ہوں۔ فرانسیسی زبان میں اب تک انھیں کامل مہارت حاصل نہ ہوئی تھی۔ اتوار کی سہ پہروں میں وہ اپنی طرح کے دوسرے امریکنوں سے گھری اپنے گھر میں بیٹھی رہتیں۔ انھوں نے اپنے پیرس کے مکان کو اس طرح سجا رکھا تھا کہ اس میں ان کے وطن بالٹی مور کی گھریلو فضا پیدا ہو گئی تھی۔ اور اسی وجہ سے ان کے دبلے پتلے، لانبے قد اور خاکستری بالوں والے شوہر محترم پیرس کی تعریفیں محض افلاطونیت کے جذبے

کے زیرِ اثر کرتے۔ اصل پیرس سے انھیں کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ سنہرے فریم کی عینک لگاتے تھے اور ٹوپی سر کے پیچھے ڈالے رہتے تھے۔ ان کے مشاغل یہ تھے:۔ روزانہ وہ امریکن بنک کے یہاں جاتے۔ جہاں ڈاک خانے میں دوسرے امریکنوں کے مجمع کی وجہ سے امریکہ کے کسی قصباتی ڈاک گھر کا ماحول رہتا۔ جب دھوپ نکلتی وہ شاں زی لی زے میں ایک کرسی پر بیٹھے رہتے۔ کھانا اچھے شاندار ایوانِ طعام میں نوشِ جان کرتے۔ کبھی کبھار کیفے آنگلے میں ایک دو دوستوں کے ساتھ جا نکلتے۔ کھانے کے وہ بے حد شوقین تھے۔ تقریباً نصف صدی کا عرصہ انھوں نے ایسی ہی اہم مصروفیات میں گزارا تھا۔ لہٰذا وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ پیرس جیسی جگہ دنیا میں اور کوئی نہیں۔ سیاست پر خیال آرائی بھی ان کا ایک اہم مشغلہ تھا۔ دوسرے نوآباد کاروں کی طرح مسٹر لیویس بھی پڑے پکے قدامت پرست تھے۔ فرانس کی نئی حکومت پر انھیں کوئی دشواش نہ تھا۔ کہتے تھے کہ یہ زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوگی۔ ہر سال وہ اپنے سامعین کو یہی یقین دلاتے۔ بس اب جمہوریت کا خاتمہ سمجھو۔ یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی عوام کو صرف ایک آہنی ہاتھ کی ضرورت ہے جو انھیں روک تھام کر، دبا کر رکھ سکے۔ جنابِ من ——— ایک آہنی ایڑی ہونی چاہیے جو یہ سارے نئے فتنے کچل ڈالے ——— سلطنتِ مرحومہ میں ان کا آدرش تھی: شہنشاہ کے زمانے میں پیرس پیرس تھا۔ اب یہاں کیا رکھا ہے: مسز تو شیت سے جو خود ان کی ہم خیال نہیں۔ وہ فرماتے: آخر ہم ایک جمہوریت سے پیچھا چھڑانے کے لیے اٹلانٹک عبور کر کے یہاں آئے اور یہاں بھی وہ قصہ شروع ہو گیا۔ مادام ماسی شاں زی لی زے پر، اسی قصرِ صنعت و حرفت کے سامنے بیٹھے ہوئے، اِن آنکھوں نے اُن شاہی گاڑیوں کو سامنے سے گزرتے دیکھا ہے جن میں نو نو گھوڑے جتے ہوتے تھے۔ اب کیا نظر آتا ہے ——؟ کچھ نہیں! وہ زمانے ختم ہو گئے۔ نپولین جانتا تھا کہ فرانسیسی کیا چاہتے ہیں جب تک سلطنت دوبارہ واپس نہیں آتی، پیرس پر، ہمارے پیرس پر، یونہی اندھیرے بادل چھائے رہیں گے:

مسٹر لیویس کے یہاں اتوار کی محفلوں میں آنابل ایڈورڈ روزیر سے ملی۔ یہ بھی اسے

ان حضرات کی طرح بہت ہی سمجھدار معلوم ہوتا! نیڈ روزیر نیویارک کا رہنے والا تھا۔ اور پیرس
میں پروان چڑھا تھا۔ اس کے والد مسٹر آرچر مرحوم کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ ایڈورڈ
کو آزابل نے اس وقت دیکھا تھا جب وہ چھوٹی سی لڑکی تھی۔ یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب
آزابل اپنے باپ اور بہنوں کے ہمراہ سوئٹزرلینڈ میں نیوشاتل کی ایک سرائے میں ٹھہری
ہوئی تھی اور ان کی آیا ایک روسی شہزادے کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور کافی پراسرار
طریقے سے مسٹر آرچر بھی غائب تھے۔ اس افتاد کے وقت ایڈورڈ کے باپ نے ان بچیوں
کی دیکھ بھال کی تھی۔ یہ دونوں باپ بیٹے بھی اتفاق سے اسی سرائے میں مقیم تھے۔ آنابل کو
یہ صاف ستھرے ہاتھوں اور خوشبودار بالوں والا بچہ خوب یاد تھا۔ ایک شموکی آیا اس کی
خدمت کے لیے مقرر تھی۔ نیوشاتل میں، جھیل کے کنارے کنارے ٹہلتے ہوئے اسے اس
بچے کی شکل فرشتوں کی ایسی لگی تھی۔ (فرشتوں کے حلیے کے بارے میں بھی آزابل کے بڑے اہل
نظریے تھے) اس ننھے لڑکے کا نیلی مخملیں ٹوپی اور کڑھے ہوئے کالر میں گہرا گلابی چہرہ اسے
قطعی طور پر قدسیوں جیسا نظر آتا۔ اسے یقین تھا کہ آسمان کی نورانی مخلوق بھی اسی طرح ملی جلی
انگریزی اور فرانسیسی بولتی ہوگی۔ وہ آنکھیں جھپکا کر بھولے پن سے کہتا۔ آیا کہتی ہے جھیل
کنارے کبھی نہیں جانا چاہیے۔ آیا کا حکم ماننا بہت ضروری ہے۔ نیڈ روزیر کے باپ کا
انتقال ہو گیا تھا اور اس کی وہ آیا بھی کب کی رخصت ہو چکی تھی، لیکن اب بھی وہ بچپن کے
ان اصولوں پر اسی سادگی سے عمل کرتا۔ اب بھی اس کے سراپا میں ایک طرح کی صاف
ستھری مہک رچی تھی۔ وہ اب ایک شائستہ اور نرم نرم میٹھی میٹھی باتیں کرنے والے نوجوان
میں تبدیل ہو چکا تھا۔ نہایت منتعلیق، خوش خلق، قدیم چینی کے برتنوں، بڑھیا شرابوں،
اعلیٰ درجے کے چمڑے کی جلد سازی، بہترین دوکانوں، بہترین ہوٹلوں، جنتری کی خبروں اور
ریلوے کے اوقات کے متعلق اس کی بڑی وسیع معلومات تھیں۔ مسٹر لیوس کی مانند وہ
بھی کسی ریستوران میں جا کر نہایت فنکارانہ مہارت کے ساتھ کھانوں کا انتخاب کر سکتا تھا۔
اور معلوم ہوتا تھا کہ تجربوں میں اضافے کے بعد وہ مسٹر لیوس کا سچا جانشین ثابت ہوگا۔
نرم ملائم اور معصوم آواز میں وہ بھی مسٹر لیوس کے سیاسی خیالات کی پوری پوری تائید کرتا۔

پیرس میں اس نے اپنے کمروں کو ہسپانوی کلیساؤں کی قربان گاہ پر سجانے والے بیش قیمت کپڑوں سے مزین کر رکھا تھا۔ اور اس کی خواتین دوستوں کا کہنا تھا کہ اس کا آتش دان کسی شہزادی کے شانوں سے زیادہ خوبصورتی سے سجا تھا۔ موسم سرما کا بیشتر حصہ وہ اسپین کی سرحد پر پہاڑیوں کے دامن میں گزارتا۔ اور چند ماہ ایک مرتبہ اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی بسر کیے تھے۔

آنابل سے اسے ایک قسم کا تعلقِ خاطر پیدا ہو گیا۔ سوئٹزرلینڈ کی اس شام کو یاد کرتا رہا جب آنابل جھیل کے کنارے جانے پر مصر تھی۔ اسی ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ وہ آج اپنے اس سوال کا جواب حاصل کرنے پر اڑی ہوئی تھی۔ ایسی زندگی گزارنے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ ہمیں کہاں پہنچائے گی؟ اس نے آنابل کا سوال دہرایا لیکن مس آرچر پیرس تو ہمیں بہت دور دور تک پہنچاتا ہے۔ یورپ کی کسی دوسرے شہر جانے کے لیے ہمیں پیرس ہی آنا پڑتا ہے۔ اچھا آپ کا مطلب ہے ہمیں پیرس سے فائدہ کیا ہوگا؟۔ بہرحال، اب مستقبل کے متعلق ہم کیا جان سکتے ہیں۔ کسی کو کیا پتا آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ راستہ خوشگوار ہے اور مجھے اس کی پروا نہیں کہ کہاں لے جائے گا۔ کوشش کے باوجود آپ اس سامنے والی سڑک سے نہیں اکتا سکتیں۔ ہمیشہ نئے نئے نظارے سامنے آتے رہیں گے۔ مثال کے طور پر آتیل دروڈ ہی کو لیجیے۔ وہاں ہفتے میں تین تین چار چار مرتبہ نیلام ہوتا ہے۔ ایسی عمدہ چیزیں آپ کو اور کہاں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ لوگ کچھ بھی کہیں میں تو یہی دہراؤں گا کہ وہاں مال سستا بھی ہے اور عمدہ بھی۔ اصل چیز یہ ہے کہ آپ کو معلوم بس اتنا ہونا چاہیے کہ فلاں دکان کہاں ہے۔ مجھ کو بہت سی ایسی ایسی دکانوں کا علم ہے لیکن میں دوسروں کو بتلاتا نہیں لیکن آپ کے ساتھ خصوصیت برت کر میں آپ کو ضرور بتلا دوں گا۔ لیکن اوروں کا ان کو پتا نہ چلنے دیجیے گا۔ مجھ سے رائے لیے بنا خریداری کبھی نہ کیجیے۔ اس کا وعدہ کیجیے۔ پہلا اصول تو یہ ہے کہ یہاں کی ان سایہ دار سڑکوں کے دونوں طرف جو دوکانیں ہیں ان سے احتراز کیجیے۔ دراصل پیرس کے متعلق مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔ ایک روز آپ اور مسز توغنیت

صبح کا ناشتہ میرے ساتھ کیجیے۔ میں آپ کو اپنی چیزیں دکھلاؤں گا۔ آج کل دستور سا بن گیا ہے کہ لندن کے بڑے گُن گُناتے جاتے ہیں لیکن وہاں بھلا کیا دھرا ہے۔ نہ لوئی کا نز[1]۔ نہ اولین سلطنت کے زمانے کا کوئی سامان۔ لے دے کے بس ان کی ملکہ این کے عہد کا فرنیچر ہے اسی کا ڈھول پیٹے جاتے ہیں۔ ملکہ این طرز کا سامان خوابگاہ یا غسل خانے کے لیے ٹھیک ہے لیکن ساتوں کی آرائش اس سے ہرگز نہیں کی جا سکتی۔ کیا میں اپنی ساری زندگی نیلام گھر میں گزارتا ہوں؟ روزیر نے آرآبل کے دوسرے سوال کو دہرایا۔ نہیں نہیں۔ گو کاش میں ایسا کر سکتا۔ میرے پاس اتنا روپیہ کہاں سے آیا۔ آپ کا خیال ہے کہ میں بھی کن فضولیات میں پڑا رہتا ہوں! یہ آپ کے چہرے سے ظاہر ہے۔ آپ کے دل کی باتیں آپ کے چہرے پر بڑی جلدی آجاتی ہیں! امید ہے آپ بُرا نہ مانیں گی۔ میں ایک طرح سے آپ کو آگاہ کر رہا ہوں کہ آپ کا چہرہ بہت سے راز عیاں کر سکتا ہے۔ ہاں تو آپ کا خیال ہے کہ یوں وقت نہ گنوانا چاہیے۔ میری بھی یہی رائے ہے لیکن کیا کیا جائے۔ میں وطن واپس جا کر دوکانداری تو شروع کرنے سے رہا۔ میں اس کے لیے نہایت موزوں ہوں؟ آہ مس آرچر۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ میں اشیاء خرید سکتا ہوں بیچ نہیں سکتا جب کبھی مجھے اپنی کوئی چیز بیچنی پڑ جاتی ہے اس وقت میری حالت دیکھیے ــ میں طبیب بھی نہیں بن سکتا۔ اس پیشے سے گھن آتی ہے۔ پادری بننا بھی ناممکن ہے۔ خدا پر یقین نہیں۔ اور انجیل میں جو نام لکھے ہیں ان کا صحیح تلفظ تک نہیں آتا۔ خصوصاً پرانے عہد نامے کے نام تو بے حد دقیق ہیں۔ اب رہی وکالت۔ تو امریکن قانون میرے پلّے نہیں پڑتا۔ اب کیا باقی بچا؟ امریکہ میں کسی باذوق شائستہ انسان کی گزر نہیں ہو سکتی۔ ہاں سفارتی ملازمت عمدہ شے ہے۔ لیکن امریکن فنِ سفارت سے تما ہر شریف آدمی کو بچائے رکھے۔ اگر آپ نے گزشتہ ــــ"

ہنری اٹیا جو عموماً ان نشستوں میں شامل ہوتی تھی کسی ایسے نکتے پر پہنچتے ہی فوراً

---

[1] فرانس کے شاہ لوئی پنجم کے عہد کا فرنیچر ــ مترجم۔

ایڈورڈ روزیر کی بات کاٹ دیتی اور امریکن شہری کے فرائض پر فی الفور اسے ایک لیکچر پلاتی۔ وہ اس لڑکے کو بے انتہا مصنوعی سمجھتی تھی۔ یہ تو بے چارے رالف سے بھی بدتر نکلا۔ آج کل ہنری اسٹیا پر معمول سے زیادہ انتقاد و احتساب کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ وجہ آزابل کی نئی حیثیت تھی جس کے لیے اس نے آزابل کو مبارک باد دینے سے انکار کر دیا تھا۔

"اگر مسٹر تو چیٹ نے مجھ سے پوچھا ہوتا تو میں صریحاً انھیں اس ارادے سے باز رکھتی۔"

"تم سوچتی ہو یہ روپیہ میرے لیے مصیبت بن جائے گا۔ یہ بھی عین ممکن ہے۔"

"میں ان سے کہتی کسی ایسے آدمی کو وہ یہ روپیہ دے جائیں جس سے انھیں اتنی انسیت نہ ہو۔"

"مثلاً تمھیں؟" آزابل نے مذاقاً کہا پھر سنجیدگی سے بولی "کیا واقعی یہ میری تباہی کا سامان ہے؟"

"تباہی تو نہیں لیکن اب تمھیں اپنے خطرناک ارادوں کو پورا کرنے میں اس سے ضرور مدد ملے گی۔"

"یعنی عیش و عشرت اور اسراف وغیرہ وغیرہ؟"

"نہیں مجھے تمھاری اخلاقی حالت کی طرف سے اندیشہ ہے۔ عشرت پسندی میں کیا برائی ہے۔ ہمارے ملک کے شہروں کی شان و شوکت دیکھو۔ ان کے مقابلے میں مجھے کوئی جگہ یہاں ان جیسی نظر نہیں آتی۔ تم حد سے زیادہ نفس پرست تو کبھی نہ بن سکو گی۔ مگر تم ہر وقت خوابوں کی دنیا میں کھوئی رہتی ہو۔ تمھیں اس محنت کش، الجھنوں میں مبتلا، مصیبت زدہ، گنہ گار دنیا کا کوئی علم نہیں جو تمھارے چاروں طرف موجود ہے۔ تمھاری دولت اب تمھیں حقیقت سے اور دور ہٹائے جائے گی۔ تم ایسے ایسے خود غرض اور بے رحم لوگوں کے نرغے میں گھر جاؤ گی۔ جو تم سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"خدایا! میں کاہے کے خواب دیکھتی ہوں۔" ہنری اسٹیا نے اس کے مستقبل کا جو لرزہ خیز نقشہ کھینچا اس کا بیان سن کر آزابل نے آنکھیں پھیلا کے پوچھا۔

"پہلی بات یہ کہ تم سوچتی ہو کہ تم ایک رومانوی زندگی گزار سکتی ہو۔ خود کو اور دوسروں کو خوش رکھ کر زندہ رہ سکتی ہو۔ لیکن تم جس طرح کی زندگی بھی بسر کرو اسے کامیاب بنانے کے لیے تم کو اس میں اپنا تن من دھن لگا دینا پڑے گا۔ یہیں سے رومان ختم اور حقیقت شروع ہو جاتی ہے۔ پھر تم خود کو ہمیشہ ہی تو خوش نہیں رکھ سکتیں۔ تمھیں دوسروں کا خیال بھی کرنا ہوگا۔ تم اس کے لیے پہلے ہی سے تیار ہو۔ لیکن اس سے زیادہ اہم ایک اور چیز ہے۔ تمھیں دوسروں کو ناخوش بھی کرنا پڑے گا۔ تم صرف اپنی تعریف چاہتی ہو۔ لیکن رومان میں پناہ لے کر ہم اپنے تلخ فرائض کی طرف سے آنکھیں نہیں بند کر سکتے۔ تمھیں اکثر اپنے آپ کو اور دوسروں کو رنجیدہ کرنے کے لیے تیار رہنا پڑے گا۔"

ازابل نے اداسی سے سر ہلایا۔ وہ خوفزدہ نظر آتی تھی۔ اس کے پیشے کے لحاظ سے انگلستان کے مقابلے میں پیرس ہنرئی ایٹا کے لیے زیادہ سودمند ثابت ہوا تھا۔ وہ خوابوں کی دنیا میں نہیں رہتی تھی۔ اور پچھلے چار ہفتوں سے وہ مسٹر بنٹنگ کی رفاقت میں تھی جن کا خوابوں سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ انھوں نے ہنرئی ایٹا کو اچھی طرح پیرس گھمایا۔ بڑے عمدہ دوست ثابت ہوئے تھے۔ ہنرئی ایٹا نے ازابل سے کہا۔ مجھے خود تعجب ہے کہ میں کسی انگریز کو اتنا پسند کر سکتی ہوں۔

ہنرئی ایٹا ایک طرف یہ سوچتی تھی کہ مسٹر بنٹنگ کو فنِ صحافت سے ہمدردی ہے۔ اور وہ خاتون نامہ نگاروں کی حیثیت کو مستحکم بنانا چاہتے ہیں۔ ادھر مسٹر بنٹنگ یہ سمجھتے رہے کہ ہنرئی ایٹا محض "عکاس" کی خاطر ان سے ملاقات کی صعوبتیں اٹھا رہی ہے (عکاس کے متعلق کوئی واضح تصور ان کے دماغ میں کبھی نہ آیا)۔ وہ خود بڑے کاہل سست رفتار آدمی تھے۔ ہر بات کو خواہ مخواہ طول دینے کے عادی۔ اسی لیے ان کو تیز طرار لڑکیاں اچھی لگتی تھیں۔ ہنرئی ایٹا کے لیے وہ ایک بیش قیمت، آرام دہ انسائیکلوپیڈیا کا کام دیتے۔ جب ان کا ذکر نکلتا ازابل خوب خوب ان کا مذاق اڑاتی۔ ہنرئی ایٹا ازابل کی مزاحی حس کی ہمیشہ سے قائل تھی لہٰذا برا نہ مانتی۔

اس موسم بہار میں ہنرئی ایٹا اسٹیک پول اپنے انگریز ساتھی سے اٹلی میں ملاقات کرنے والی تھیں۔

(۲۱)

فروری کے وسط میں مسز تو شیت پیرس سے جنوب کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستے میں انھوں نے اپنے بیٹے سے ملاقات کی جو جزیرہ روم کے اطالوی ساحل پر سان ریمو میں ایک سفید رنگ کی بڑی سی چھتری کے سائے تلے جاڑوں کے روشن، بے کیف دن گزار رہا تھا۔ ازابل ان کے ساتھ تھی۔ حالانکہ انھوں نے اپنے دستور کے مطابق رکھائی کے ساتھ اس سے کہہ دیا تھا:۔ اب تم اپنی مالکن آپ ہو۔ پہلے بھی تھیں۔ لیکن اب صورتِ حال ذرا مختلف ہے۔ ملکیت سے ایک طرح کی حدیں سی کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اب تم بہت سی باتیں ایسی کر سکتی ہو جو اگر مفلسی کے عالم میں کرتیں تو ان پر کڑی نکتہ چینی کی جاتی۔ اب تم تنہا جہاں چاہو جا سکتی ہو۔ اکیلے سفر کر سکتی ہو۔ اپنا مکان لے کر الگ رہ سکتی ہو۔ یہ سب اب تمھارے لیے جائز ہے۔ کیونکہ اب تم دولتمند ہو۔ ہاں اب تمھیں کسی عسرت زدہ خاندانی عورت کو اپنا ملازم رکھ لینا چاہیے جو تمھاری مصاحبت کر سکے۔ ایسی عورتیں تمھیں بہتیری مل جائیں گی۔ مہندی لگے بالوں والی، رفو شدہ کشمیری شالیں اوڑھے، مخمل پر روغنی رنگوں سے نقاشی کرنے والی ایسی کنگال نواب زادیاں تمھیں بڑی آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ چیز تمھیں پسند نہیں، تمھاری خوشی۔ میرا کہنا صرف یہی ہے کہ اب تم اپنی مرضی کی مالک و مختار ہو۔ تم مس اسٹیک پول ہی کو اپنی مصاحبہ کے عہدے پر فائز کر دو۔ وہ تمھیں غیر ضروری لوگوں کے نرغے سے خوب بچا سکے گی۔ لیکن بہتر بہر صورت یہی ہو گا کہ تم میرے ساتھ رہو۔ کوئی زبردستی نہیں ہے لیکن بہت سی وجوہ کی بنا پر مناسب یہی ہے۔ اگر تم یہ تجویز پسند نہ کرو پھر بھی میں یہی کہوں گی کہ دل پر جبر کر کے تم میرے ساتھ ہی لگی رہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم مجھ جیسی ہٹ دھرم، غیر دلچسپ، تنگ نظر عورت کے ساتھ رہتے رہتے اکتا جاؤ گی لیکن ــــ"

"میں آپ کو غیر دلچسپ نہیں سمجھتی۔"

"لیکن ہٹ دھرم اور تنگ نظر تو سمجھتی ہو ــــ دیکھا میں پہلے ہی یہی کہتی تھی!"

چنانچہ ازابل اپنی خالہ کے ساتھ رہتی رہی۔ یہ صحیح تھا کہ ایتھنی کی اس بھیگی دوپہر برساتی میں ملفوف مسز توشنت نے آزابل کے سامنے یوروپ کی جگمگاتی زندگی کا نقشہ کھینچا تھا اس وقت ان کی باتیں آزابل کو بے انتہا پرلطف معلوم ہوئی تھیں۔ اب مسز توشیت اسے پیچ پیچ اکتا دیتیں لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ان میں ریاکاری کا شائبہ تک نہ تھا۔ ان کی شدید دیانت، سخت مزاجی اور اکل کھرے پن میں بھی ایک قسم کا آرام ملتا تھا۔ ان پر ہمیشہ اور ہر حالت میں مکمل اعتماد کیا جاسکتا تھا۔ آزابل کے دل میں ان کے لیے اب ایک طرح کی ہمدردی سی پیدا ہو گئی تھی۔

سان ریمو پہنچ کر آزابل نے رالف سے سوال کیا۔ "میں ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں — تم کو علم تھا کہ تمہارے بابا میرے لیے اتنا روپیہ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟"

رالف نے آرام کرسی پر لیٹے لیٹے ٹانگیں ذرا اور پھیلا کر بحیرۂ روم کی موجوں پر نظریں جمادیں۔

"بٹیا میرے جاننے نہ جاننے سے کون فرق پڑتا تھا۔ بابا تو بڑے ضدی آدمی تھے۔"

"چنانچہ تمھیں معلوم تھا۔"

"ہاں۔ ہم دونوں نے اس معاملے پر کچھ دیر گفتگو بھی کی تھی۔"

"انھیں یہ خیال کیونکر آیا؟"

"اس طرح وہ تمہارے اس خوبصورت وجود، اس لطافت سے زندہ رہنے پر تمھیں خراج تحسین پیش کرنا چاہتے تھے۔"

"بابا مجھے حد سے زیادہ پسند کرتے تھے۔"

"ہم سب کا یہی احوال ہے —"

"میں یہ نہیں چاہتی۔ لیکن یہ مجھے معلوم ہے۔ مجھے اس حد تک نہیں سراہا جاتا۔ اگر یہ اصلیت ہوتی تو مجھے بڑا دکھ ہوتا۔ میں اپنے لیے محض انصاف چاہتی ہوں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ صرف منصفانہ برتاؤ۔"

"خوب۔ لیکن یہ مت بھولنا ایک دلآویز ہستی کے ساتھ دوسروں کا منصفانہ

برتاؤ بذات خود ایک طرح کی رومانی جذباتیت پر مبنی ہوگا۔"

"میں کدھر سے دلآویز ہوں۔ میں تم سے ایسے ناگوار سوال کر رہی ہوں اور تم ہو کہ پھر اپنی شاعری پر اتر آئے۔ تم سوچتے ہوگے میں موقع محل کا بالکل لحاظ نہیں کرتی۔"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم بے حد فکر مند ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے۔"

"کا ہے کی فکر ہے تمہیں ——؟"

وہ چپ ہو گئی۔ پھر دفعتاً بولی۔ تمہارے نزدیک اس طرح بیٹھے بٹھائے اچانک لکھ پتی بن جانا ٹھیک بات ہے؟ ہنری آٹیا تو اسے اچھا نہیں سمجھتی۔"

ہنری آٹیا کو مارو گولی ——" رالف نے بڑی بے ساختگی سے کہا۔ "میری پوچھو تو مجھے اس بات کی بے انتہا خوشی ہوئی ہے۔"

"اسی لیے تمہارے بابا نے ایسا کیا ——تاکہ تم اس تماشے سے محظوظ ہو سکو۔"

"مجھے ہنری آٹیا سے اختلاف ہے ——" وہ متانت سے کہتا رہا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تمہارے پاس روپیہ ہو۔"

ازابل نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ "جانے تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری بھلائی کا انحصار کن چیزوں پر ہے —— جانے تم کو میری اتنی پروا بھی ہے یا نہیں۔"

"مجھے تمہاری بہت پروا ہے۔ میں بتلاؤں تمہیں تمہاری بھلائی کس بات میں ہے ——؟ اپنے ذہن کو اذیت مت دیا کرو۔ زندگی کو سہل سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہر سمے اسی الجھن میں نہ پڑی رہو کہ کون چیز تمہارے لیے اچھی ہے کون بری۔ اپنے ضمیر سے اس قدر سوالات نہ کرو ورنہ بیچارہ بہت زیادہ استعمال کیے ہوئے پیانو کی طرح بے سُرا ہو کر رہ جائے گا۔ ضمیر کو بڑے بڑے موقعوں کے لیے اٹھا رکھو۔ کردار کو بنانے میں اس قدر نہ جُٹی رہو۔ گلاب کے نرم و نازک بند شگوفے کو ناخنوں سے کرید کرید کر کھولنے کا کیا فائدہ؟ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارو، کردار وردار آپ سے آپ بن جائے گا۔ دنیا کی بیشتر چیزیں تمہارے بھلے کے لیے ہیں۔ روپیہ بھی ان ہی میں سے ہے۔" رالف تبسم کے

ساتھ ذرا کی ذرا رکا۔ آزابل بڑے دھیان سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ "تم تو اتنی بے شمار چیزوں کو سمجھتی ہو کہ غلط ہیں۔ گھڑی کی سوئیاں پیچھے کر دو۔ اپنی تحیر کی حدت کو ذرا کم کرو۔ اپنے پنکھ پھیلا کر زمین سے اونچی اٹھو۔ ایسا کرنے میں ہرگز کوئی برائی نہیں۔"

"پتا نہیں جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر یقین بھی کرتے ہو یا نہیں۔ اگر ایسا ہے تو تم نے میرے لیے بہت بڑی ذمّے داری سنبھالی ہے ——

—— تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں اپنے آپ میں اتنی کھوئی رہتی ہوں۔ دنیا کی کوئی خبر ہی نہیں۔ زندگی میرے نزدیک طبیب کا نسخہ بن کر رہ گئی ہے۔ سچ تو ہے آخر ہم لوگ ہسپتال میں لیٹے ہوئے مریضوں کی طرح ہر وقت یہ کیوں سوچتے رہتے ہیں کہ ہمارے لیے کون دوا فائدہ مند ہے کون مضر۔ آخر میں ہمیشہ کیوں ڈرتی رہوں کہ کہیں کوئی غلطی نہ کر بیٹھوں؟ میرے صحیح راستے پر چلنے یا نہ چلنے سے دنیا میں کون بڑا بھاری فرق پڑ جائیگا؟ وجہ ساری یہ ہے کہ میں زندگی سے خائف ہوں۔" آزابل کی آواز میں ارتعاش تھا۔ "میں تمہیں کیسے بتلاؤں۔ روپے کا مطلب ہے آزادی۔ اور اب مجھے آزادی سے ڈر لگ رہا ہے۔ کیا پتا میں اس کا صحیح استعمال کر پاؤں گی یا نہیں۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ بے چارگی ہی میں اصل مسرّت ہے۔ تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ اب بھی میں بے بس نہیں؟"

بحرِ روم کے ساحل کی دل لبھانے والی فضا نے آزابل کو بہت متاثر کیا۔ وہ اٹلی کے دروازے پر کھڑی تھی۔ اس خوبصورت سرزمین کی ابھی صرف ایک جھلک اسے دکھلائی دی تھی۔ رالف کے ساتھ سمندر کے کنارے ٹہلتے ہوئے وہ پانی کی دوسری طرف نظر ڈالتی۔ اُدھر جدھر جنیوا تھا۔ یہ نئی دنیا جو اس کے سامنے پھیلی تھی اس کی منتظر تھی۔ لیکن دہلیز پر ٹھٹھک کر سستانے میں بھی اسے بہت لطف آ رہا تھا۔ اسے اپنا مستقبل طوفانوں سے گھرا نظر آتا تھا۔ اور یہ پرسکون وقفہ اسے بہت آرام دہ معلوم ہوا۔ مادام مرل نے مسز توشیت کے سامنے پیشین گوئی کی تھی کہ وہ بہت جلد اپنی نئی حیثیت کی عادی ہو جائیگی۔ رالف نے بھی اسے یہی مشورہ دیا۔ سان ریمو سے اور آگے روانہ ہونے کے وقت تک اس نے دولت کے اس نئے وجود سے سمجھوتہ کر لیا۔ برابر سوچتی رہی کہ اس روپے کا غلط استعمال

نہ کرے گی۔ مایا کا تصور اب اسے بہت خوبصورت معلوم ہوا۔ مستقبل کے متعلق سوچتے سوچتے وہ بحیرۂ روم کی لہروں کو دیکھتی اور اس کا ذہن ماضی کی طرف بھٹک جاتا۔ کیسپر گڈ وڈ اور لارڈ وار برٹن اس کے خیالوں میں آن موجود ہوتے۔ حالانکہ وہ اب بہت دور کھڑے رہ گئے تھے۔ بیتی باتوں کی واقفیت اب اس کے لیے زیادہ اہم نہ رہی تھی۔ ماضی اس کے لیے مر چکا تھا۔ اسے دوبارہ زندہ کرنا یوم حساب کی تکلیف سے کم نہ تھا۔ وہ یہ بھی نہیں سوچنا چاہتی تھی کہ وہ خود دوسروں کے دماغ میں اب تک زندہ ہے۔ اسے یہ غلط فہمی تھی کہ دوسروں کو بالکل متاثر نہیں کر سکتی۔ ساتھ ہی اسے یہ سوچ کر بہت غصہ آتا کہ اسے بھلایا بھی جا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ خود دوسروں کو بڑی آسانی سے فراموش کر دیتی بھی اسے معلوم تھا کہ کیسپر سال ڈیڑھ سال بعد دوبارہ اسے خط لکھے گا۔ لیکن اس دوران میں اور بہت سی تبدیلیاں ہو سکتی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ کیسپر کسی اور لڑکی کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوگا۔ رہے لارڈ وار برٹن، تو ان کے لیے ازابل کو توقع تھی کہ وہ دیر یا سویر اس کے خیال کو ترک کر دیں گے۔ ایسے سمجھدار انسان کا یوں مجنوں بنے رہنے میں کیا تک ہے۔ انگریز ایسے بھی آرام پسند ہوتے ہیں تو آخر لارڈ وار برٹن ایک امریکن لڑکی کی خاطر جس سے ان کی محض سرسری جان پہچان تھی، کب تلک اپنا جی کا چین تجے رکھیں گے۔ اس نے بڑے اعتماد سے طے کیا کہ لارڈ وار برٹن نے اگر کسی انگریز لڑکی سے شادی کر لی تو وہ اس خبر کو بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ سنے گی اسے ذرا بھی تعجب نہ ہوگا۔ اور اس کے اس رویے کو دیکھ کر لارڈ وار برٹن کو بھی اس کی مستقل مزاجی کا یقین ہو جائیگا۔ اس کے پندار کے لیے یہ خیال بہت طمانیت بخش تھا۔

(۲۲)

مسٹر ٹوشیت کے انتقال کے کوئی چھ ماہ بعد، مئی کے پہلے ہفتے میں فلورنس کے رومن پھاٹک کے باہر زیتون کے درختوں میں چھپی ایک پہاڑی پر، ایک کوٹھی کے اندر چند لوگ جمع تھے۔ کوٹھی کے چاروں طرف سرو کے پیڑ تھے اور سامنے کی جانب گھاس کا

قطعہ، جو اسی پہاڑی کا ایک حصّہ تھا۔ دریچوں کے نیچے پتھر کی ایک بنچ پڑی تھی جس پر دو ایک آدمی آرام سے بیٹھ کر دھوپ سینک سکتے تھے۔ پچھواڑے پہاڑی کی ڈھلوان تھی جس پر اطالوی موسم بہار کے خوشگوار مدھم رنگ بکھرے رہتے۔ نشیب میں دریائے آرنو کی وادی تھی۔ اور پرانی، پتھر کی نشستیں۔ باغ کے جنگلے پر جھک کر زیتون کے جھرمٹوں اور انگور کی بیلوں کا نظارہ کیا جا سکتا تھا جو حد نظر تک پھیلی تھیں۔ کوٹھی کی کھڑکیاں اکثر بند رہتیں۔ اس کی عمارت کئی علیحدہ حصّوں میں منقسم تھی۔ جن میں تین چار غیر ملکی خاندان مقیم تھے۔ یہ لوگ برسوں سے فلورنس میں رہتے آئے تھے۔ ان کمروں میں سے ایک میں ایک صاحب ایک نوجوان لڑکی اور کسی خانقاہ کی دو راہبات کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کوٹھی پر عموماً اداسی چھائی رہتی۔ لیکن یہ کمرہ اس وقت بہت روشن نظر آ رہا تھا۔ اس کا دروازہ پیچھے گلابوں کے کنج میں کھلتا تھا۔ اور لوہے کی خوشنما جالیوں میں سے چھن چھن کر دھوپ اندر آ رہی تھی۔ کمرہ نہایت سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ اطلسی پردے، قدیم زمانے کے بھاری بھاری آبنوس اور شاہ بلوط کے نقشیں صندوق، مصوری کے شاہکار۔ قرونِ وسطیٰ کے تانبے اور چینی کے ظروف۔ وہ ساری چیزیں جنھیں دیکھ کر لگتا ہے کہ اٹلی میں ان کا ذخیرہ کبھی ختم ہونے میں نہ آئے گا۔ کمرے میں جدید زمانے کا سامان بھی موجود تھا۔ کشادہ، آرام دہ کرسیوں کے علاوہ وہاں پر ایک لکڑی کی خوبصورت سی میز تھی اپنی ساخت سے لندن کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یا تو ہم بیسویں صدی میں موجود ہیں۔ چاروں طرف کتابوں اور رسالوں کے انبار بکھرے پڑے تھے۔ آبی رنگوں کی چند تصویریں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک تصویر لکڑی کے ٹیکن پر لگی ہوئی تھی۔ اور وہ نوجوان لڑکی اس کے سامنے چپ چاپ بیٹھی تھی۔ اس کے ساتھی اس کی طرح ساکت نہ تھے۔ لیکن ان کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ بڑے تکلف کے ساتھ کوشش کر کے اپنی بات چیت جاری رکھنے میں مصروف ہیں۔ دونوں راہبات، ایک بڑی، ایک چھوٹی اپنی اپنی کرسیوں پر بے آرامی سے بیٹھی تھیں۔ ان کے سیدھے سادے چہرے کسی قسم کے تاثرات سے عاری تھے۔ بڑی والی نے عینک لگائی ہوئی تھی۔ لڑکی نے معمولی سی نویلی

اور ململ کا لباس پہن رکھا تھا۔ جو اس کی عمر اور قد کے لحاظ سے بہت اٹنگا سا تھا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ نیچے گھیر کے ٹانکے کھول کر اسے لمبا کیا گیا ہے۔ وہ صاحب لگتا تھا کہ ان راہبات سے گفتگو کرتے ذرا گھبرا رہے ہیں۔ خاک نشینوں سے بات کرنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا شہ زوروں سے ۔۔ اس کے ساتھ ہی اس دُبلی پتلی چھوٹی سی لڑکی پر بھی ان کا پورا دھیان تھا۔ ان صاحب کی عمر چالیس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ ان کے گھنے بال ابھی سے سفید ہو چلے تھے۔ ان کا نوکیلا سا چہرہ بے حد دلکش تھا۔ گو داڑھی کی وجہ سے اس کے نوکیلے پن میں ذرا اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ داڑھی سولھویں صدی میں بنی ہوئی شبیہوں کی یاد دلاتی تھی۔ ان کی سنہری مونچھوں کی نوکیں بڑے رومانوی طریقے سے اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ یہ صاحب بے حد روایتی قسم کے یوروپین معلوم ہوتے تھے۔ یہ بھی پتا چلتا تھا کہ یہ اپنی شخصیت کے اس مخصوص انداز کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ احساس، تجسّس، بے خیالی، دُور رسی، ذہانت اور سختی کا ایک عجیب سا امتزاج ان کی آنکھوں سے جھلکتا تھا۔ یہ آنکھیں بیک وقت حقیقت پر بھی نظر رکھتی تھیں اور سپنے بھی دیکھتی تھیں۔ ان صاحب کی نسل یا قومیت کا اندازہ لگانا آسان بات نہ تھی۔ اگر یہ انگریز تھے تو یقیناً تھوڑا سا فرانسیسی یا اطالوی خون بھی ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ یہ جو کچھ بھی رہے ہوں، بہرحال، بہت کھرے اور اعلیٰ نسب جان پڑتے تھے۔ دنیا کے عام انسانوں سے بہت مختلف۔ دبلے پتلے۔ درمیانہ قد کے آدمی تھے۔

"چنانچہ بیٹی، تمہارا کیا خیال ہے اس کے متعلق۔۔" انھوں نے اطالوی زبان میں لڑکی سے سوال کیا۔ اتنی روانی سے اطالوی بولنے کے باوجود یہ اس ملک کے باشندے معلوم نہ ہوتے تھے۔

"بڑی پیاری تصویر ہے بابا۔" لڑکی نے بہت خلوص سے جواب دیا "یہ آپ نے بنائی ہے نا؟"

"اور کیا! میں بہت قابل نہیں ہوں کیا؟"

"ہاں بابا۔ آپ تو بہت ہی قابل ہیں۔ میں نے بھی تصویر کشی سیکھ لی ہے۔" اس نے

ایک چھوٹے سے چہرے کی شبیہ دکھلائی جس کے ہونٹوں پر سخت میٹھی مسکراہٹ تھی" میں اور بہت سی تصویریں بھی ساتھ لے آئی ہوں۔ سب بکس میں بند ہیں۔"

"یہ تو اب بڑی صفائی اور ہوشیاری سے بناتی ہے تصویریں" ایک راہبہ نے فرانسیسی میں تبلایا۔

"خوب۔ آپ ہی اس کی استاد ہیں؟"

"نہیں" راہبہ نے ذرا شرما کر کہا "مصوری میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ یہ کام ہم نے زیادہ قابل لوگوں کے سپرد کر رکھا ہے۔ ہمارے یہاں مصوری کے ایک بہت عمدہ استاد موجود ہیں — مسٹر — مسٹر — کیا نام ہے ان کا —؟" انھوں نے مڑ کر اپنی ساتھن سے پوچھا۔

دوسری راہبہ قالین پر نظریں دوڑاتی رہی "کوئی جرمن نام ہے —" اس نے اطالوی میں کہا۔ گویا اس نام کا بھی ترجمہ کرنے کی ضرورت تھی۔

لڑکی اس مکالمے سے بے نیاز، ٹہلتی ٹہلتی دروازے کی طرف چلی گئی۔ اور دہلیز میں کھڑے ہو کر باغ کو دیکھتی رہی۔

"اور آپ — میری مقدّس بہن — آپ فرانسیسی ہیں؟" لڑکی کے باپ نے دریافت کیا۔

"جی ہاں" راہبہ نے نرمی سے جواب دیا

"میں اپنی شاگردوں سے اپنی مادری زبان میں بات کرتی ہوں۔ مجھے اور کوئی زبان نہیں آتی۔ لیکن ہمارے یہاں دوسرے دیسوں کی راہبات بھی ہیں۔ انگریز، جرمن، آئرش۔ وہ لوگ اپنی اپنی بولیاں بولتی ہیں۔"

وہ صاحب ذرا مسکرائے "میری بیٹی کسی آئرش خاتون کی نگرانی میں رہی ہے؟" پھر انھیں خیال ہوا کہ راہبات کو ان کی بات میں مذاق کا پہلو نظر آجائے گا۔ حالانکہ وہ اس لطیفے کو نہیں سمجھ سکیں۔ "آپ کا مدرسہ بے حد مکمل ہوگا" انھوں نے فوراً اضافہ کیا۔

"جی ہاں — اعلیٰ ترین خصوصیات ہمارے یہاں موجود ہیں۔"

"ورزش کا انتظام بھی ہے ـــــ" چھوٹی والی، اطالوی راہبہ نے ہمت کرکے کہا۔ "گو خطرناک نہیں۔"

"یہ آپ کے سپرد ہوگا؟" صاحب خانہ نے پوچھا۔ اس پر وہ دونوں خوشدلی سے ہنس پڑیں۔ "میری لڑکی بڑی ہوگئی ہے!" وہ کہتے رہے۔

"جی ہاں لیکن اب یہ اس سے زیادہ لانبی نہ ہوگی۔" فرانسیسی راہبہ نے جواب دیا۔

"اس کا مجھے افسوس نہیں۔ عورتوں کو عمدہ کتابوں کی مانند ہونا چاہیے۔ دلچسپ لیکن مختصر۔ پھر بھی کوئی وجہ نہیں کہ میری لڑکی ناٹی رہ جائے۔"

راہبہ نے رسان سے شانے اُچکائے۔ گویا یہ باتیں تو خدا کے اختیار میں ہیں۔ "اس کی صحت بہت اچھی ہے۔ زیادہ اہم چیز یہ سب ہے۔"

"ہاں۔ تندرست معلوم ہوتی ہے۔" باپ نے اپنی لڑکی پر لحظہ بھر کے لیے نظر ڈالی ـــ "باغ میں کیا دکھلائی دے رہا ہے ـــ؟" انھوں نے فرانسیسی میں اس سے سوال کیا۔

"اوہ اتنے سارے پھول ہیں!" لڑکی کا لب ولہجہ اپنے باپ کی طرح بہت عمدہ تھا۔

"ہاں گو تقریباً خود رو ہیں سب کے سب ـــــ باہر جاکر ان بیبیوں کے لیے تھوڑے سے توڑ لاؤ۔"

"میں باہر جاسکتی ہوں؟" لڑکی نے مسرت کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں۔ مجھ سے اجازت لے کر۔"

"میں باہر چلی جاؤں مقدس ماں؟" بڑی راہبہ سے مخاطب ہوکر لڑکی نے دہرایا۔

"اپنے والد کا حکم مانو۔" راہبہ نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔

لڑکی اس طرح مطمئن ہوکر چوکھٹ سے اتری اور باغ میں پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

"آپ لوگ ضابطے کی بہت پابند ہیں۔"

"ہر چیز کے لیے بچوں کو ہم سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ یہ ہمارے یہاں کا قاعدہ ہے۔"

"اسی لیے میں نے اپنی لڑکی کو آپ کے ہاتھوں میں دیا ہے کہ آپ اسے کچھ بنا دیں۔ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔"

"اعتماد اصل چیز ہے۔" راہبہ نے سادگی سے جواب دیا۔

"مجھے اس کا صلہ کچھ مل گیا؟ آپ نے اسے کیا بنایا ہے؟"

"ایماندار عیسائی — موسیو —" راہبہ نے نظریں جھکا کر کہا۔

اس کے میزبان نے بھی نظریں نیچی کی ہوئی تھیں لیکن وہ کچھ اور سوچ رہے تھے۔

"اور اس کے علاوہ؟"

وہ سنیاس میں رہنے والی اس عورت کو دیکھتے رہے۔ ان کا خیال تھا وہ کہے گی کہ ایماندار عیسائی ہونا ہی سب کچھ ہے۔ لیکن راہبہ اپنی سادگی کے باوجود اتنی بھولی نہ تھی۔ "اور — اور ایک دلکش نوجوان لڑکی۔ ایک ایسی بیٹی جس کی طرف سے آپ ہمیشہ مطمئن رہیں گے موسیو" اس نے جواب دیا۔

"سچ مچ بہت خوبصورت ہے میری بیٹی۔"

"آپ کی بچی ہر طرح سے مکمل ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں۔"

"بچپنے میں بھی اس میں کوئی برائیاں نہ تھیں مجھے خوشی ہے کہ آپ کے یہاں بھی اتنی ہی معصوم رہی۔ کوئی نقص پیدا نہ ہوا۔"

"آپ کی لڑکی ہمیں بہت عزیز ہے۔" بڑی، عینک والی راہبہ نے وقار کے ساتھ کہا۔ "اور ہمارے ساتھ رہ کر اس میں نقص کس طرح پیدا ہو سکتے تھے۔ خانقاہ کا ماحول دنیا کی دوسری جگہوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے بچپنے سے اسے ہم نے اولاد کی طرح پالا ہے۔"

"جتنی لڑکیاں اس سال تعلیم ختم کر کے ہمارے یہاں سے باہر آ رہی ہیں ان سب سے زیادہ ہمیں اس سے چھٹنے کا رنج ہوگا۔" چھوٹی والی راہبہ نے ذرا مودبانہ انداز

یں زیر لب کہا۔

"بالکل۔ ہم تو اسے ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔" بڑی راہبہ بولی "نئی لڑکیوں کے سامنے ہم اس کی مثال پیش کیا کریں گے۔" اور یہ کہتے کہتے رقت کی وجہ سے اس کی عینک کے شیشے دھندلا گئے۔ اس کی ساتھن نے کچھ تلاش کے بعد اپنے سیاہ لبادے میں سے کھردرے کپڑے کا ایک رومال برآمد کیا۔

"ابھی میں نے طے نہیں کیا کہ بچی کو اسی سال آپ کے یہاں سے واپس بلالوں یا نہیں۔" میزبان نے جلدی سے کہا۔ وہ انہیں آنسو بہاتے نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ بلکہ ان کی خواہش تھی کہ ان مقدس خواتین کی شاگرد ابھی اُن کے پاس ہی رہے۔

"ہمیں تو بڑی خوشی ہوگی کہ ابھی یہ خانقاہ ہی میں رہے۔ پندرہ سال کی عمر بھی کوئی عمر ہے باہر آنے کی۔ ابھی اسے چند روز اور ہمارے ساتھ رہنے دیجیے۔"

"آہ ——!" میزبان نے ذرا گرمجوشی سے کہا۔ "میں تو اسے خانقاہ سے بالکل ہی نہیں بلانا چاہتا۔ آپ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہیں رکھ لیجیے۔"

"موسیو——!" بڑی والی راہبہ نے مسکرا کر کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا "آپ کی بچی بہت نیک ہے۔ لیکن اسے راہبہ بننے کی ضرورت نہیں۔ اسے دنیا میں رہنا چاہیے۔"

"اگر خدا کے سارے معصوم بندوں کو خانقاہوں میں چھپا دیا گیا تو باہر کی دنیا کا کام کس طرح چل سکے گا۔" چھوٹی راہبہ نے بھی آہستہ سے کہا اور کرسی پر سے اٹھی۔

اس بات کے معنی زیادہ وسیع تھے۔ لہٰذا عینک والی راہبہ نے سمجھوتے کے طور پر کہا۔ "خوش قسمتی سے خدا کے معصوم بندے ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔"

"آپ کے جانے کے بعد تو اس جگہ دو معصوموں کی کمی ہو جائے گی۔" صاحب خانہ نے بڑے دلدارانہ انداز میں کہا۔

اس بات کا ان بھولی سادہ دل عورتوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ انھوں نے ذرا گڑبڑا کے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اتنے میں لڑکی سرخ اور سفید گلابوں کے گچھے ہاتھ

ہیں سنبھالے کمرے میں داخل ہوئی۔

"ممّاں کیتھرین۔ اپنی مرضی سے چن لیجیے۔ صرف رنگ مختلف ہیں۔ ممّاں جسٹین۔ دونوں گلدستوں میں ایک طرح کے پھول ہیں۔

"آپ کون سے لیجیے گا۔ نہیں آپ خود چن لیجیے۔"

یہ کہہ کر دونوں راہبات نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا اور ذرا ہچکچائیں۔

"میں سرخ لوں گی۔" عینک والی مدر کیتھرین نے کہا "میں خود اتنی لال گلابی ہو رہی ہوں۔ روم واپس جاتے ہوئے ان کی مہک مجھے آرام پہنچائے گی۔"

"اتنی دیر میں تو یہ بچارے مرجھا جائیں گے۔" لڑکی نے کہا۔ "کاش میں آپ کو کوئی زیادہ پائدار تحفہ دے سکتی۔"

"ہمارے لیے تمہاری یاد بہت کافی ہے!"

"آپ آج رات ہی روم لوٹ رہی ہیں؟" باپ نے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔ رات کی ٹرین سے۔ ہمیں ابھی بہت سا کام نپٹانا ہے۔"

"آپ کبھی تھکتی نہیں؟"

"کبھی نہیں۔"

"کبھی کبھی تو تھک جاتے ہیں۔" چھوٹی راہبہ نے کہنا چاہا۔

"خیر۔ کم از کم یہاں تو ہم نے خوب اچھی طرح آرام کیا ہے۔ میری بیٹی خدا تمہارا نگہبان رہے۔"

ان کے میزبان نے آگے جا کر ان کے لیے دروازہ کھولا۔ لیکن فوراً ہی ان کے منہ سے استعجاب کی ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اور وہ سامنے کی طرف دیکھتے رہ گئے۔ یہ دروازہ ایک گنبد نما چھت والے کمرے میں کھلتا تھا۔ جس کا سرخ اینٹوں کا فرش تھا۔ بدوضع سی وردی میں ملبوس ایک ملازم لڑکا ایک خاتون کو اس کمرے میں لا رہا تھا۔ صاحبِ خانہ اب بالکل ساکت ہو گئے۔ اور استقبال کے لیے ہاتھ بڑھائے بغیر چپ چاپ ایک طرف کو ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ نو وارد خاتون ان کے قریب سے گزر کر ساتوں میں داخل

ہوئیں۔ دہلیز پر وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹھکیں "اندر کوئی ہے؟"

"آپ خود ملاحظہ کر سکتی ہیں"

اندر پہنچ کر ان بی بی نے دونوں راہبات اور ان کی شاگرد کو کھڑا پایا۔ یہ تینوں اب دروازے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ آنے والی کو دیکھ کر یہ سب بھی ٹھٹھک گئیں۔ لڑکی بے ساختہ پکار اٹھی ـــ "ارے ـــ مادام مرل!"

مادام ذرا چوکنا ہو چکی تھیں۔ لیکن فوراً انھوں نے اپنا دل نشین انداز اختیار کر لیا۔ "ہاں۔ تم گھر لوٹی ہو۔ اور مادام مرل تمھارے سواگت کے لیے آئی ہے" یہ کہہ کر انھوں نے لڑکی کی طرف اپنے بازو پھیلا دیئے۔ اور راہبات کو مسکرا کر دیکھا۔ وہ دونوں بھی دھیرے سے کورنش بجا لائیں۔ یہ زوردار عورت باہر کی دنیا کی جگمگاہٹ اپنے ساتھ لے کر وہاں آئی تھی۔

"یہ بیبیاں میری بچی کو گھر پہنچانے آئی تھیں۔ اور اب روم واپس جا رہی ہیں" صاحب خانہ نے کہا۔

"اچھا؟ میں بھی ابھی ابھی روم ہی میں تھی۔ آج کل وہاں کا موسم بہت عمدہ ہو رہا ہے" مادام نے کہا۔

راہبات اپنے لبادوں کی آستینوں میں ہاتھ چھپائے خاموش کھڑی رہیں۔

"روم سے آئے آپ کو کتنا عرصہ ہوا؟" لڑکی کے باپ نے پوچھا۔

"یہ روم میں مجھ سے ملنے کے لیے خانقاہ بھی آئی تھیں۔" اس سے پہلے کہ مادام کوئی جواب دیں لڑکی بول اٹھی۔

"پنزی ـــ میں تو تم سے ملنے کی خاطر کئی بار تمھارے مدرسے گئی تھی" مادام نے ارشاد کیا۔ "کیا میں تمھاری پکی سہیلی نہیں ہوں؟"

"مجھے آپ سے اپنی آخری ملاقات اچھی طرح یاد ہے" لڑکی نے جواب دیا "جب ہی تو آپ نے کہا تھا کہ مجھے اب گھر لوٹ آنا چاہیے"

"یہ آپ نے اس سے فرمایا تھا؟" باپ نے مادام سے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں۔ میں اس سے صرف اس کی خوشی کی باتیں کرتی ہوں ہفتے بھر سے میں فلورنس میں ہوں۔ خیال تھا آپ آکر مجھ سے مل لیں گے!"

"مجھے معلوم ہوتا کہ آپ تشریف لے آئی ہیں تو ضرور حاضرِ خدمت ہوتا۔ مجھے ایسی باتوں کا الہام نہیں ہوتا۔ حالانکہ شاید ہونا چاہیے۔ بیٹھ جائیے۔"

صاحبِ خانہ نے یہ بات ذرا مدھم آواز میں کہی تھی۔ "تم ان عورتوں کو دروازے تک پہنچانے کے لیے جا رہے ہو؟ میں مخل نہیں ہونا چاہتی۔ آداب عرض کرتی ہوں محترم خواتین"

مادام نے اس لہجے میں کہا گویا راہبات کو اب رخصت ہونے کا حکم دیتی ہوں۔

"بیگم صاحبہ ہمارے گھرانے کی پرانی کرم فرما ہیں۔ آپ نے انھیں خانقاہ میں ہی دیکھ لیا ہوگا۔ میں ان کے قیمتی مشوروں پر بہت بھروسا کرتا ہوں۔ ان ہی کی رائے سے میں طے کروں گا کہ چھٹیوں کے اختتام پر پنزی آپ کے پاس واپس جائے گی یا نہیں۔"

"امید ہے آپ ہمارے حق میں فیصلہ کریں گی مادام" عینک والی راہبہ نے کہا۔

"مسٹر اوسمنڈ مذاق فرما رہے ہیں۔ میں فیصلہ کرنے نہ کرنے والی کون ہوتی ہوں بھلا"

مادام نے بھی گویا بڑی خوشدلی سے کہا "آپ کی خانقاہ بہت عمدہ ہے لیکن مس اوسمنڈ کے خیر خواہوں کو یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ یہ راہبہ بنائے جانے کے لیے پیدا نہیں ہوئی۔"

"میں نے بھی موسیو سے یہی کہا ہے" مادام کیتھرین نے جواب دیا "پنزی دنیاوی زندگی بسر کرنے کے لیے بے انتہا موزوں ہے۔"

"سنا تم نے پنزی — ، تم دنیاوی زندگی کے لیے موزوں ہو" باپ نے بیٹی کو مخاطب کیا۔

لڑکی نے اپنی معصوم نگاہیں اپنے باپ پر جما دیں۔ "میں آپ کے ساتھ رہنے کے لیے موزوں نہیں ہوں بابا؟"

وہ ذرا ہنسے "میرے ساتھ رہنے میں تمھیں کون چیز مانع ہے۔ میں خود بھی تو دنیا ہی کا ایک حصہ ہوں۔"

"اب ہم کو اجازت دیجیے۔ جہاں بھی رہو شاد و آباد رہو بیٹی" مادام کیتھرین نے کہا۔

"میں آپ سے ملنے کے لیے پھر آؤں گی۔" پنزی نے جواب دیا۔

"میرے پاس ٹھہرو۔" مادام مرل نے اس کی بات کاٹی "تمھارے باپ ان بیبیوں کو باہر پہنچا کر ابھی آتے ہیں۔"

"پنزی فوراً ٹھٹھک گئی۔ وہ تابعداری کی عادی معلوم ہوتی تھی۔ اپنی قسمت کی تمثیل کی بے زبان تماشائی۔" میں باہر جا کر ممان کیتھرین کو گاڑی میں سوار کرا سکتی ہوں؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں میرے پاس بیٹھو تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔" مادام نے کہا۔ لڑکی دریچے میں کھڑے ہو کر راہبات کو باہر جاتے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"مجھے خوشی ہے کہ مدرسے میں تمھیں تابعداری کا سبق سکھلایا گیا ہے۔" مادام نے کہا "لڑکیوں کو ہمیشہ دوسروں کا حکم ماننا چاہیے۔"

"میں ہمیشہ حکم مانتی ہوں۔" پنزی نے اس طرح فخریہ کہا گویا اپنے پیانو کے سبق کا ذکر کرتی ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

مادام نے اس کا سفید اور ملائم چھوٹا سا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا "مدرسے میں تم سے دستانے پہننے کو نہیں کہا جاتا تھا؟ لڑکیوں کو ہمیشہ دستانے پہننے چاہئیں۔ حالانکہ تم لوگ انھیں پسند نہیں کرتیں۔"

"مجھے بھی دستانے بہت برے لگتے تھے۔ اب اچھے لگتے ہیں۔"

"بہت خوب۔ میں تمھیں درجن بھر لا دوں گی۔"

"بہت خوبصورت ہیں؟"

"تمھیں خوبصورت چیزیں بھلی معلوم ہوتی ہیں؟"

"ہاں آں۔ پر بہت زیادہ نہیں۔" پنزی نے قدرے بے تعلقی سے کہا۔

"چلو خیر۔" مادام نے اسے غور سے دیکھا۔

"تمھیں مدر کیتھرین بہت یاد آئیں گی؟"

"ہاں۔"

"اچھا تو ان کو بھول جانے کی کوشش کرو۔ شاید ایک روز تمھیں ایک اور ماں مل جائے۔"

"ایک اور تو مجھے کوئی ضرورت نہیں۔" پنزی نے آہ بھر کر کہا۔ "مدرسے میں پوری تیس مائیں موجود تھیں۔"

مسٹر اوسمنڈ اندر آئے اور اپنی مہمان پر نظر ڈالے بغیر کرسیوں کو ترتیب سے رکھنے میں مصروف ہو گئے۔ آخر کار مادام نے کہا۔ "میں سوچتی تھی تم روم آؤ گے۔ شاید پنزی کو لینے ہی چلے آؤ۔"

"ہاں۔ لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے تمھاری توقع کو پورا نہیں کیا۔"

"بے حد بدذات ہو ——" مادام نے آہستہ سے کہا

مسٹر اوسمنڈ بلا مقصد کمرے میں اِدھر اُدھر گھومتے رہے۔ تاکہ ان سوالات کی زد سے کسی طرح بچیں۔ آخر تھک کے وہ اپنے ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ کر پنزی کے قریب جا کھڑے ہوئے۔

"تم اپنی ماماں کیتھرین کو خدا حافظ کہنے باہر کیوں نہیں آئیں؟" انھوں نے دفعتاً فرانسیسی میں اپنی لڑکی سے سوال کیا۔

پنزی نے ہچکچا کر مادام کی طرف دیکھا۔ "میں نے ہی اس سے کہا تھا کہ میرے پاس ٹھہرے۔" مادام نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اوسمنڈ نے خود کو ایک صوفے پر گرا دیا اور اپنے بازوؤں پہ سر رکھ کر مادام کو تکنے لگے۔

"مادام مجھے بہت سارے دستانے لا دیں گی۔" پنزی نے اطلاع دی۔

"تمھیں ہر ایک کو یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے بٹیا۔" مادام نے کہا۔

"تم اس کے حال پہ بڑی مہربان ہو ——" اوسمنڈ نے کہا۔ "اس کے پاس دنیا کی ہر چیز کی افراط ہونا چاہیے۔"

"اب تک تو اس کے پاس صرف راہبات کی افراط رہی ہے۔"

"اس سلسلے میں گفتگو کرنا ہے تو اسے باہر بھیج دو۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" مادام نے کہا۔ "ہم لوگ اور باتیں کر رہے ہیں۔"

"اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی باتیں نہ سنوں گی۔" پنزی بولی

"نہیں تمہارے سننے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن تمہارے پلّے کچھ نہ پڑے گا۔" اس کے باپ نے کہا۔ وہ مودبانہ طریقے سے کھڑکی میں بیٹھ کر باہر باغ کی طرف دیکھنے لگی۔ "بہت ترو تازہ نظر آتی ہو۔" باپ نے مادام کو مخاطب کیا۔

"میں تو ہمیشہ ایک جیسی ہی رہتی ہوں۔ نہ ساون ہرے نہ بھادوں سوکھے۔"

"تم سدا بہار ہو۔ تم میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ کیا باکمال ہستی ہو۔ خدا کی قسم۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے!"

"اپنے خیال کو تم اکثر تبدیل بھی کر دیتی ہو۔ انگلستان سے لوٹ کر تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ابھی چند روز روم ہی میں رہو گی۔"

"او ہو — میرے الفاظ اس حد تک یاد رہتے ہیں —! بہر حال۔ میں تو چند دوستوں سے ملنے کی خاطر فلورنس آئی ہوں۔ اس وقت مجھے پتا نہ تھا کہ وہ لوگ یہاں کب پہنچ رہے ہیں۔"

"دوستوں کی وجہ سے ہمیشہ کسی نہ کسی مصروفیت میں رہنا بھی تمہاری خصوصیت ہے۔"

"اور تمہاری خصوصیت ہے کہ ہمیشہ ہر بات میں کچھ پر نکتہ چینی کرو۔ لوگوں سے میری دوستی کوئی جرم نہیں ہے۔ دوسروں کی وجہ سے میں خود کو برباد نہیں کرتی پھرتی۔ اس لیے مجھے تمہاری اس تعریف کی حاجت نہیں۔ مجھے اپنی ذات سے زیادہ دلچسپی ہے۔"

"تمہاری ذات میں اور بہت سے وجود بھی شامل ہیں۔ بہت سی چیزیں۔ میں نے آج تک ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا جس کی ہستی دوسرے کی زندگیوں پر اس حد تک سایہ فگن ہو۔"

زندگی تمہارے نزدیک کون چیز ہے؟ انسان کا ظاہری حلیہ۔ سراپا۔ حرکات و سکنات۔ مصروفیات۔ حلقہ احباب؟"

"تمھاری زندگی میرے نزدیک صرف ایک چیز پر مشتمل ہے ۔ حد سے زیادہ اونچا اڑنے کی آرزو۔"

مادام نے لحظہ بھر کے لیے پنری پر نظر ڈالی "وہ جاننے یہ اس کا مطلب سمجھتی ہے یا نہیں ۔" انھوں نے زیر لب کہا ۔

"پنری باغ میں جا کر مادام کے لیے پھول توڑ و ۔" اوسمنڈ نے ایک خشک سی مسکراہٹ کے ساتھ فرانسیسی میں کہا ۔

پنری فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور خاموشی سے پھلواری میں اتر گئی ۔ اوسمنڈ دروازے تک اس کے ساتھ گئے اور پھر واپس آکر کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے ۔

"میری آرزوئیں زیادہ تر تمھاری بہتری کے لیے ہیں ۔" مادام نے بڑے باہمت انداز میں ان کو دیکھتے ہوئے کہا ۔

"وہی بات ہوگئی نا ۔ میں بھی تمھاری زندگی کا ایک جزو ہوں ۔ میری طرح کے ہزاروں اور بھی ہیں جو تمھاری ہستی میں شامل ہیں ۔ تم خود غرض ہوتیں تو میرے لیے کونسا لفظ استعمال کیا جاتا ۔؟"

"تم محض کاہل ہو ۔ تمھاری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے ۔"

"یہ میری عمدہ ترین کمزوری ہے ۔"

"تم کو کسی چیز کی رتی بھر پروا نہیں ۔"

"ٹھیک لیکن یہ کس قسم کا نقص ہوا ؟ کاہلی کی وجہ سے میں روم نہیں گیا ۔ لیکن اس کی اور بھی کئی وجہیں تھیں ۔"

"تیرا ب کم از کم فلورنس میں ایک کام تو کرو ۔"

"میری سستی کو نہ بھولنا ۔"

"خدایا ۔ دیکھو اس کام میں تمھارا بڑا فائدہ ہے ۔ مدتوں سے تم نے کوئی نیا شناسا نہیں بنایا ۔"

"جس شبھ گھڑی سے تم سے نیاز حاصل ہوا ہے اس کے بعد سے تو کسی اور سے

ملاقات کرنے کی نوبت نہیں آئی۔"

"اچھا تو اب ایک نئے تعارف کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میری ایک دوست ہے جو ——"

مسٹر اوسمنڈ ٹہلتے ٹہلتے دروازے میں چلے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر وہ اپنی لڑکی کو دیکھتے رہے جو باہر کھلی تیز دھوپ میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ "آخر اس کا فائدہ؟" انھوں نے کرختگی سے کہا۔

"نہال ہو جاؤ گے۔"

"تم کہتی ہو تو میں یقین کرنے کے لیے تیار ہوں۔" انھوں نے مادام کی طرف آتے ہوئے کہا۔ "چند باتیں ایسی ہیں جن کے لیے میں تمھیں اپنا گرو مانتا ہوں۔ مثال کے طور پر تم اچھی اور بری صحبت میں فرق کرنا جانتی ہو۔"

"سوسائٹی تو ساری کی ساری ہی بیہودہ ہے۔"

"اس طرح کے عامیانہ فلسفے کی مجھے تم سے توقع نہ تھی۔ تم نے مجلسی زندگی سے بہت سے تجربے حاصل کیے ہیں۔ بھانت بھانت کے لوگوں کو پرکھا ہے۔"

"اسی لیے تو میں چاہتی ہوں کہ تم میرے تجربوں سے فائدہ اٹھاؤ۔"

"میں کبھی کسی چیز سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہوں؟"

"کوشش تو کر دیکھو۔"

"خداوندا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب تم اپنی کوئی تقریر شروع کر دو گی۔ دنیا میں کوئی چیز بھی اس لائق ہے کہ اس کے حصول کی کوشش کی جائے؟"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ تم اپنے نفع نقصان سے خوب واقف ہو۔ میں نے تمھارا پچھلا زمانہ دیکھا ہے۔"

"کچھ چیزیں ضرور ہیں۔ لیکن میری بے چاری زندگی میں ان کی شمولیت ممکن نہیں۔"

"سعی تو کی جا سکتی ہے۔"

"تمھاری کون سہیلی ہیں یہ؟"

"جن سے ملنے کی خاطر میں فلورنس آئی ہوں۔ مسز توشیت کی بھانجی۔ مسز توشیت کو تو نہیں بھولے ہوگے ؟"

"بھانجی — ! اس لفظ ہی سے کم سنی اور کم عقلی ٹپکتی ہے تم بھی حد کرتی ہو —"

"کم سن تو وہ ضرور ہے۔ تئیس سال کی عمر ہے اس کی۔ مجھے بے حد پسند ہے۔"

"یہ لڑکی، تمھاری نئی سہیلی، بے تحاشا حسین و جمیل، عقلمند، امیر و کبیر، شاندار، آفاقی طور پر ذہین اور تقدیس کی حد تک پاکیزہ ہے ؟ میں فقط اس شرط پر اس سے ملنے کے لیے تیار ہوں کہ اس میں یہ ساری خوبیاں موجود ہونا چاہئیں۔ میں تم سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ جو لڑکی میرے اس معیار پر پوری نہ اُترے اس کا کبھی میرے سامنے ذکر بھی نہ کرنا۔ میں پہلے ہی بہت سے میلے اور کریہہ انسانوں کو جانتا ہوں مزید شناسا پیدا نہیں کرنا چاہتا۔"

"مس آرچر میلی نہیں۔ بے انتہا اُجلی ہستی ہے۔ تمھارے معیار پہ پوری اترتی ہے۔"

"غالباً ایک حد تک —"

"نہیں۔ لفظ بہ لفظ حسین، تعلیم یافتہ، فراخدل اور امریکن ہونے کے لحاظ سے خاصی اعلیٰ خاندان بھی۔ علاوہ ازیں روپے کی افراط الگ۔"

"تم اس کا کیا کرنا چاہتی ہو —"

"تم اس سے —"

"وہ اس سے بہتر مستقبل کی مستحق نہیں ؟"

"میں یہ جاننے کا دعویٰ نہیں کرتی کہ لوگ دراصل کس چیز کے مستحق ہوتے ہیں میں صرف اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتی ہوں۔"

"بچاری مس آرچر — اب آئیں غریب کی شامتیں !"

"یہ اگر اس لڑکی میں دلچسپی لینے کی شروعات ہے تو میں اسے دھیان میں رکھوں گی !"

مادام اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اور اپنے لبادے کی سلوٹیں درست کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ دونوں اب آمنے سامنے کھڑے تھے۔ "تم بہت بشاش اور ترو تازہ معلوم ہو رہی ہو۔" اوسمنڈ نے دہرایا۔ "ضرور کوئی نیا شگوفہ کھلنے والا ہے۔"

دوسروں کے سامنے ان دونوں کا رویہ ایک دوسرے کے لیے بڑا معاندانہ ہوتا تھا دونوں ایک دوسرے سے کٹتے نظر آتے تھے لیکن تنہائی میں انھیں ایک دوسرے کی شخصیت کا بہت شدت سے احساس ہوتا تھا۔ ایک کو خوب معلوم تھا کہ دوسرا کتنے پانی میں ہے۔

"کاش تم اتنے سخت دل نہ ہوتے۔ ہمیشہ اس وجہ سے تم ہی نقصان میں رہے ہو۔" مادام نے کہا۔

"میں اتنا سخت دل نہیں جتنا تم سمجھتی ہو۔ مثلاً ابھی تم نے کہا کہ تمھاری ساری آرزوئیں صرف میرے لیے ہیں۔ مجھ پر تمھاری اس بات کا بہت اثر ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تم نے ایسا کیوں کہا۔ مگر یہ الفاظ جیسے میرے دل میں اتر گئے۔"

"یہ تم کبھی نہ سمجھو گے۔ اور سمجھنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں۔"

"تم خود اتنی عجیب و غریب عورت ہو۔ جانے تم یہ کیوں سوچتی ہو کہ مسز تو شیت کی بھانجی کی میری نظروں میں کوئی اہمیت ہو گی۔ جبکہ ۔۔ جبکہ ۔۔" انھوں نے ایک لمحے کے لیے تامل کیا۔

"جبکہ تمھاری نظروں میں خود میری کبھی کوئی اہمیت نہیں رہی۔"

"میرا مطلب یہ نہ تھا۔"

"آزابل آرچر مجھ سے بہتر ہے۔"

"ایسا کہتے ہوئے دل میں تم اسے کتنا حقیر سمجھتی ہو گی۔" اوسمنڈ نے ہنس کر کہا۔

"گویا میں حاسد بھی ہوں؟"

"میرے معاملے میں؟ نہیں تو۔۔"

"اچھا تو دو تین دن بعد مجھ سے آکر ملو۔ میں مسز تو شیت کے یہاں ٹھہری ہوئی ہوں۔ قصر پلاٹ۔ لڑکی بھی وہیں ہو گی۔"

"لڑکی کا ذکر کیے بغیر تم مجھے مدعو نہیں کر سکتی تھیں؟"

"میں اسے تمہارے متعلق بتلا چکی ہوں۔"

اوسمنڈ پیشانی پر بل ڈال کر دوسری طرف مڑ گئے۔ "میری نئی تصویر دیکھی ۔" انھوں نے لکڑی کے ٹیکن کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تم نے پچھلے سال ایلپس میں بنائی تھی؟"

"ہاں۔ تم ہر بات خود ہی بوجھ لیتی ہو!"

مادام تصویر دیکھتی رہیں پھر دوسری طرف متوجہ ہو گئیں۔

"تمھیں معلوم ہے مجھے تمہاری مصوری پسند نہیں ہے۔"

"معلوم ہے۔ حالانکہ میری تصویریں اور بہت سوں کے مقابلے میں کہیں غنیمت ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن تمہاری مصوری کوئی ایسی لمبی چوڑی چیز نہیں۔ تم کو اور بہت کچھ کرنا چاہیے تھا۔"

"یہ تم پہلے بھی کئی بار کہہ چکی ہو۔ ناممکن خرافات۔"

"ناممکن خرافات!!" پھر مادام نے بالکل دوسرے لہجے میں کہا "یہ تصویر بُری نہیں۔" انھوں نے کمرے میں چاروں طرف نظر ڈالی۔ پرانی الماریاں۔ تصویریں، پردے، ریشم جن کے رنگ مدھم ہو چکے تھے "کم از کم تمہارے کمرے بالکل مکمل ہیں اور تمہارا ذوق قابل پرستش۔"

"میں اپنے قابل پرستش ذوق سے عاجز آ چکا ہوں۔"

"خیر۔ مس آرچر کو یہاں مدعو کر ہی لینا۔"

"اگر لوگ اتنے کُند نہ ہوں تو انھیں اپنی چیزیں دکھلانے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"تم اپنے اس عجائب خانے کے اچھے راہنما ثابت ہوتے ہو۔"

مسٹر اوسمنڈ نے دفعتاً سوال کیا ۔ "لڑکی امیر ہے؟"

"محض سات لاکھ روپے کی مالک!"

"کھرے کھرے نقد روپے یا یونہی گپ ___؟"

"اس کی دولت کے بارے میں کسی شک وشبہے کی گنجائش نہیں۔"

"اور مجھے اس کی ماں سے ملنا ہوگا؟"

"اس کے ماں باپ دونوں مر چکے ہیں۔"

"خالہ سہی ___ وہی مسز توشیت؟"

"ان کا پتہ میں آسانی سے کاٹ سکتی ہوں۔ تم تنہائی میں اس سے مل لینا۔"

"مسز توشیت غریب بُری نہیں۔ وہ پرانی وضع کا ایک ایسا کردار ہیں جواب بہت جلد ناپید ہونے والا ہے۔ لیکن ان کا وہ بندر نما لنگور صفت لڑکا بھی ہوگا؟"

"ہوگا تو سہی لیکن تمھارا وہ کچھ نہیں بگاڑنے کا۔"

"بڑا زبردست گدھا ہے وہ بھی۔"

"تم غلط سمجھتے ہو۔ وہ بے حد ذہین آدمی ہے۔ لیکن میری موجودگی میں وہ گھر پر نہیں رہتا۔ میں اسے اچھی نہیں لگتی۔"

"شکل کیسی ہے؟ خوبصورت؟"

"یہ تم خود ہی دیکھ لینا۔ سلسلے کا آغاز تو کرو۔"

"کاہے کا سلسلہ؟"

"میں چاہتی ہوں اس سے شادی کرلو۔"

"اپنے انجام کا آغاز ___؟ دیکھا جائے گا! تم نے اس سے بھی یہ کہا ہے؟"

"ظاہر ہے۔"

"تمھاری یہ ہوا میں اڑنے کی تمنا میری سمجھ میں تو آتی نہیں۔"

"ایک نظر اسے دیکھ لو آپ ہی چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔" وہ دروازے کے نزدیک پہنچ گئیں۔

"پمزی سچ مچ بے حد حسین ہو گئی ہے۔" انھوں نے کہا۔

"لیکن خانقاہ سے اسے اب چھٹکارا ملنا چاہیے۔"

"پتہ نہیں۔ مجھے ان کے وہاں کی تربیت بہت پسند ہے۔ دیکھو کتنی پیاری گڑیا ایسی بن گئی ہے۔"

"یہ دلکشی خانقاہ کی تربیت کا نتیجہ نہیں۔ یہ بچوں کی سی معصومیت اس کی اپنی سرشت میں داخل ہے۔"

"دونوں ہی باتیں سمجھو۔ یہ بچی سچے موتی کی طرح پاکیزہ ہے۔"

"ابھی تک میرے پھول لے کر کیوں نہیں آئی؟"

"چلو باغ میں جا کر اس سے لے لیں۔"

"پنسری مجھے پسند نہیں کرتی۔" مادام مرل نے چھتری سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور گلبرٹ اوسمنڈ کے ساتھ باغ میں اتر گئیں۔

(۲۳)

مادام مرل نے ازابل سے دوبارہ گلبرٹ اوسمنڈ کا تذکرہ کیا۔ انگلستان کی طرح اٹلی میں بھی مادام کے ان گنت جاننے والے موجود تھے۔ اور، انھوں نے ازابل سے کہا، کہ گلبرٹ اوسمنڈ ان کا عزیز ترین دوست تھا جسے وہ برسوں سے جانتی تھیں۔ قصہ مختصر یہ کہ سارے یورپ میں اس جیسا شخص اور کوئی نہ تھا۔ اپنی مثال آپ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا لڑکیوں کا دل لبھاتا جن کا پیشہ یا مشغلہ ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر وہ افسردہ ہو، تو کسی جلاوطن شہزادے کی طرح دلگیر نظر آتا ہے لیکن کسی بات میں اس کا جی لگ جائے تو سمجھ لو کہ اس جیسا دلاور مسور ما کہیں دستیاب نہیں ہو سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی کہ اس میں تھوڑا سا سرپھراپن بھی تھا۔ مگر یہ تو ازابل کو ہر قابلِ ذکر مرد میں ملے گا۔ غیر دلچسپ لوگوں کی صحبت میں وہ فوراً اکتا جاتا ہے لیکن ازابل جیسی نشاط انگیز ہستی کی اس کی زندگی میں کمی تھی۔ اٹلی میں رہ کر گلبرٹ اوسمنڈ سے نہ ملیں تو سمجھو گویا کچھ نہ کیا۔ ازابل "گارڈن کورٹ" میں بھی ان کے قصیدے سن چکی تھی۔ وہ سوچتی رہی کہ ان دونوں اعلیٰ و ارفع ہستیوں میں جانے کس طرح کا سمبندھ تھا۔ مادام کی شناسائیوں

کے پس منظر میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ماضی پنہاں رہتا تھا۔ "تمہیں بہت سارے مردوں کو جاننا چاہیے تاکہ ان کی عادی ہو جاؤ۔" مادام نے کہا۔

"عادی ــ؟" آنابل نے آنکھیں جھپکا کر کہا۔ "میں تو مردوں سے ذرا نہیں ڈرتی۔"

"میرا مطلب ہے انھیں اتنی اچھی طرح جان جاؤ کہ ان سے نفرت ہو جائے۔ عموماً مرد قابلِ نفریں ہوتے ہیں ـــ سوائے چند ایک کے۔"

فلورنس کے خوبصورت شہر میں آنابل رالف کے ساتھ گھومتی رہی۔ رالف اس کا راہبر تھا۔ وہ اکٹھے وہاں کے حسن سے لطف اندوز ہوتے۔ مادام گھر پر رہتیں۔ وہ اس جگہ کو کئی بار دیکھ چکی تھیں۔ سنگتراشی اور مصوری کے قدیم شاہکاروں پر بحث کرتے کرتے وہ رالف سے الجھ پڑتیں۔ ان کے اور رالف کے خیالات میں اکثر اختلاف رہتا۔ ان دونوں کی تکرار سنتے ہوئے آنابل کو خیال آتا کہ یہ ذہنی عشرت، یہ ٹھاٹھ بھلا البنی میں کہاں میسر تھے۔ مئی کے مہینے کی سہانی صبحوں میں، ناشتے کے بعد وہ رالف کے ساتھ شہر کے تنگ و تاریک گلی کوچوں کی آوارہ گردی کرتی۔ کبھی وہ دونوں سستانے کے لیے کسی قدیم گرجاگھر یا اجاڑ خانقاہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ جاتے۔ وہ آرٹ گیلریوں میں گئے۔ مشہور محلات کی سیر کی۔ ان مجسموں کو دیکھا جن کے متعلق اب تک حرف کتابوں میں پڑھا تھا۔ اس نے وہ سب کچھ محسوس کیا جو ہر نوجوان ذہن پرست پہلی بار اٹلی آکر محسوس کرتا ہے۔ شام کو وہ مسز ٹوشیت کے وسیع محل میں واپس آجاتی جس کی دیواریں سولھویں صدی کے شہ پاروں سے مزین تھیں۔ اس تاریخی عمارت میں رہتے ہوئے آنابل کو ماضی کے اتھاہ سمندر کی موجوں کی مدھم آواز سنائی دیتی ـ ابدیت کی مبہم سرسراہٹ اس کے تصوّر کو آباد رکھتی۔

گلبرٹ اوسمنڈ مادام سے ملنے کے لیے قصرِ ہلال آئے۔ اور آنابل سے ان کی ملاقات ہوئی۔ آنابل نے گفتگو میں بہت کم حصہ لیا۔ مسکرائی تک نہیں۔ گویا وہ ایک ناٹک دیکھنے کی غرض سے وہاں موجود تھی۔ اور اپنی نشست حاصل کرنے کے لیے بہت جھنگ کٹ

اس نے خرید اتھا۔ اپنی بیدار مغزی کا ثبوت دینے کے لیے مادام اور آرمسٹرنگ دونوں کے دونوں سنواتر فلورنس، روم اور بین الاقوامی مجلسی زندگی کی باتیں کرتے رہے۔ ایسا لگ رہا تھا گویا دونوں عاری ہیں اور اپنی بازی گری کے کمالات دکھا رہے ہیں۔ اور اس کے لیے بہت پہلے سے خوب اچھی طرح مشق کر چکے ہیں۔ اپنی حد تک وہ خود اس قدر اہتمام کے ساتھ گلبرٹ آرمسٹرنگ کے سامنے اس طرح جگمگانے کی خواہشمند نہیں تھی۔ خوش قسمتی سے مسٹر آرمسٹرنگ کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی چیز سے کسی قسم کی توقعات وابستہ کرنے کے عادی نہ تھے۔ وہ خوبصورت نہیں تھے لیکن بشرے سے حساس معلوم ہوتے تھے۔ اور فلورنس کے پل والے نگار خانے کی کسی تصویر کی مانند نظر آتے تھے۔ ان کی آواز بہت نرم تھی اس میں مٹھاس نہیں تھی۔ شیشے میں ٹھیس لگنے سے جو ارتعاش پیدا ہوتا ہے اس کی کھنک اس میں موجود تھی۔ جانے سے پہلے انھوں نے کہا۔ "مادام نے میرے غریب خانے پر آ کر چائے پینے کی دعوت منظور کر لی ہے۔ آپ بھی تشریف لائیے۔ میرے مکان کے سامنے کا منظر بہت دلآویز سمجھا جاتا ہے۔ میری لڑکی بھی بہت خوش ہو گی۔ سچ پوچھیے تو میں خود بے حد مسرور ہوں گا۔" پھر ذرا جھینپتے ہوئے انھوں نے کہا۔ "آپ کا میری بیٹی کو جاننا میرے لیے باعثِ راحت ہو گا۔"

آزابل کو یہ دعوت منظور کرتے ہی بنی۔ پھر آرمسٹرنگ صاحب چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد، آزابل کو امید تھی کہ مادام اس کے اس احمقانہ رویّے پر اسے ڈانٹیں گی۔ لیکن اس کے برخلاف مادام نے اس سے کہا۔ "تم بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ یہی میں چاہتی تھی۔"

آزابل کو ان کی یہ بات بہت کھلی۔

"مسٹر آرمسٹرنگ کو رِجھانا میرا فرض نہیں تھا۔" اس نے سرد مہری سے جواب دیا۔

مادام کھسیا گئیں۔ لیکن حسبِ عادت انھوں نے فوراً بات بنائی۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ مسٹر آرمسٹرنگ تمھیں پسند کرنے کے لیے آئے تھے۔ تمھاری پسند ناپسند اصل چیز ہے۔"

"مجھے وہ اچھے خاصے معلوم ہوئے۔" اس نے دیانت داری سے جواب دیا۔ "لیکن میری

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قصے کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے۔"

"تمھارے متعلق ہر بات میرے لیے زبردست اہمیت رکھتی ہے۔" مادام نے کھلے ہوئے انداز میں بڑی عالی ظرفی سے کہا "خصوصاً جبکہ ساتھ ہی ایک اور عزیز دوست کا معاملہ بھی آن پڑا ہو۔"

آزابل نے راآلف سے پوچھا "میں اسے جانتا ہوں؛ ہاں ایک حد تک۔ گو ہم ایک دوسرے کے لیے غالباً بہت زیادہ دلکش ثابت نہیں ہوئے۔ وہ کون ہیں۔ کیا ہیں۔ پتا نہیں۔ ایک غیر معروف سے، مبہم سے امریکن جو پچھلے تیس سال سے اٹلی میں رہ رہے ہیں۔ ان کو میں نے ناقابل تشریح کیوں کہا ہے؟ شاید اپنی لاعلمی چھپانے کے لیے ان کی تفصیلات ان کے خاندان سے میں واقف نہیں۔ ممکن ہے یہ کوئی مہاجکمار ہوں۔ اور بھیس بدل کر یہاں رہتے ہوں۔ اچھے خاصے چھیل چھبیلے شہزادے تو معلوم ہوتے ہیں۔ جو تاؤ میں آکر راج سنگھاسن سے دست بردار ہو گئے ہوں اور اب بقیہ عمر اسی جھنجھلاہٹ اور غصے میں بتا رہے ہوں۔ پہلے یہ روم میں رہا کرتے تھے۔ اب یہاں ڈٹے ہیں۔ ایک دفعہ کہہ رہے تھے کہ روم بہت عامیانہ اور گھٹیا بنتا جا رہا ہے۔ گھٹیا پن سے ان کو بہت وحشت ہوتی ہے۔ یہی ان کی خصوصیت ہے اور کسی مشغلے کا مجھے علم نہیں۔ معمولی آمدنی ہے اسی میں گزر کرتے ہیں۔ نوجوانی کے زمانے میں بیاہ کیا تھا۔ بی بی کا انتقال ہو گیا۔ ایک لڑکی ہے۔ ایک بہن بھی ہے جس نے کسی چھوٹے موٹے کاؤنٹ سے شادی کر رکھی ہے اور یہیں کہیں رہتی ہے۔ میں زمانہ ہوا اس سے ملا تھا اپنے بھائی سے بہتر معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ بھی خاصی ناممکن سی ہے۔ اس کے بارے میں کچھ قصے بھی تھے۔ لیکن تمھیں ان کے جاننے کی ضرورت نہیں۔ مزید تفصیلات تم مادام سے کیوں نہیں معلوم کر لیتیں؟"

"میں تمھاری رائے بھی سننا چاہتی ہوں اور ان کی بھی۔"

"بھاڑ میں گئی میری رائے۔ تم اگر مسٹر اوسمنڈ پر عاشق ہو گئیں تو میں کیا کر لوں گا؟"

"اس کی تو خیر زیادہ امید نہیں لیکن آنے والے خطروں کے متعلق جتنا کچھ بھی معلوم

ہو جائے اچھا ہی ہے۔"

"یہ صحیح نہیں۔ زیادہ معلومات سے اور خطرے پیدا ہو سکتے ہیں۔ آج کل ہم دوسروں کے بارے میں بہت زیادہ جان گئے ہیں۔ افواہوں پر کبھی دھیان نہ دو۔ انسانوں کو خود سے پہچاننے کی کوشش کرو۔"

"میں یہی کرنا چاہتی ہوں۔" آنا بل نے کہا۔ "لیکن پھر محض اسی وجہ سے مجھے بد دماغ اور مغرور کہا جاتا ہے۔"

"دوسروں کے کہنے کی پروا کیوں کرتی ہو۔ لوگ جو کچھ تمہارے یا تمہارے دوستوں اور دشمنوں کے لیے کہتے ہیں اس پر کان ہی مت دھرا کرو۔ جلد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے نقاد اور تمہارے ناصح اور تمہارے مشفق سارے کے سارے مردود ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" مسٹر اوسمنڈ کو میں خود جانچوں گی۔ میں نے ان کے گھر جانے کا وعدہ کر لیا ہے۔"

"کیا ۔؟"

"ہاں۔ مجھے ان کے یہاں جا کر ان کے پائیں باغ کا منظر، ان کی تصویریں، ان کی بیٹی اور جانے کیا کیا دیکھنا ہے — مجھے اچھی طرح معلوم نہیں۔ مادام مجھے اپنے ساتھ لے جا رہی ہیں۔ کہتی تھیں کہ اور بہت سی خواتین ان سے ملنے کے لیے ان کے یہاں جاتی رہتی ہیں۔"

"مادام کے ساتھ تم جہاں چاہو جا سکتی ہو — مجھے ان کی طرف سے یہ اطمینان ہے کہ وہ صرف اعلیٰ پائے کے لوگوں کو جانتی ہیں۔"

آنا بل نے مسٹر اوسمنڈ کا اور کوئی ذکر نہیں کیا لیکن رالف سے یہ ضرور پوچھا کہ مادام کے متعلق جو لہجہ اس نے اختیار کر رکھا ہے اس کا سبب آخر کچھ تو ہو گا۔ "تم کو ان کی طرف سے بڑی غلط فہمی معلوم ہوتی ہے۔ اگر ان کو ناپسند کرنے کی کوئی حقیقی وجہ ہے تو یا صاف صاف اس کا ذکر کر دو یا پھر ان کے لیے اس چلتے کٹتے انداز میں باتیں نہ کیا کرو — یہ کیا حرکت ہے تمہاری۔"

"ان کا تو نام لیتے ہی میں رعب اور عزت کے مارے تھر تھر کانپنے لگتا ہوں۔"

"بالکل تم انتہائی مبالغہ آمیز تکریم کے ساتھ ان سے پیش آتے ہو اور اسی مبالغے کی میں تم سے شاکی ہوں۔ لگتا ہے جیسے تم ان کا مذاق اُڑا رہے ہو۔"

"بات یہ ہے کہ مادام کی خوبیوں میں زیبِ داستاں کو بھی بہت دخل ہے۔"

"یعنی یہ غلو ان کے لیے میں کرتی ہوں؟"

"نہیں۔ وہ خود ہی اس کام کے لیے بہت کافی ہیں۔"

"غلط۔ ان سے زیادہ انکسار میں نے آج تک کسی عورت میں نہیں دیکھا۔"

"ان کے انکسار میں بھی مبالغہ ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان نہیں دیتیں۔ بہت اونچے خواب دیکھنے کے عادی ہیں۔"

"ان کی خوبیاں بھی تو بہت اونچی ہیں۔"

"ان کے اوصافِ حمیدہ کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ مجال ہے جو ان میں کہیں سے ایک خامی بھی نکل آئے۔ وہ کسی کو اتنا موقع ہی نہیں دیتیں۔"

"میری سمجھ میں تمھاری باتیں نہیں آتیں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے متعلق ڈوان کی لیتی ہیں۔ دراصل وہ حد سے زیادہ مکمل بننے کے لیے کوشاں ہیں۔ بے اندازہ شریف، انتہائی نرم دل۔ بیحد سمجھدار۔ عالم فاضل۔ خدا کی پناہ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان کی خوبیوں کے مارے نتھنوں میں دم آگیا ہے۔"

"چاہتے ہو مادام کو یہاں سے رخصت کر دیا جائے؟"

"ارے نہیں بھئی، مادام کی صحبتیں بہت پُرلطف ہوتی ہیں۔ میں تو ان کی اداؤں پر مرتا ہوں۔"

"بکو مت —" آزابل نے جھنجھلا کر کہا۔ "آخر ان میں تمھیں عیب کیا نظر آتا ہے؟"

"یہی تو ساری مصیبت ہے کہ ان کی ذات بے داغ ہے۔ ہم سب میں کوئی نہ کوئی کمزوری مل جائے گی۔ کسی روز آدھ گھنٹہ صرف کروں تو شاید تمھاری کسی کوتاہی کا بھی پتہ چل جائے۔ میں تو خیر چیتے کی کھال کی طرح داغدار ہوں ہی لیکن مادام مرل — سرتاپا مجموعۂ انوار

ہیں۔ خداوندا رحم کر۔"

رالف نے غلط نہیں کیا تھا۔ وہ دراصل مادام مرل کی حرکتوں سے بہت محظوظ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی اس مادام پر ترس بھی آ جاتا۔ اس قدر راز بچھاڑنے کے باوجود بچاری کہیں بھی نہ پہنچ سکی تھیں۔ محض مادام مرل ہی رہیں۔ ایک سوئیس تاجر کی بیوہ۔ جن کی تھوڑی سی آمدنی تھی۔ اور دوستوں کی ایک پوری بارات، جو زیادہ تر اپنے ان دوستوں کے گھروں پر مہمان رہتیں۔ اور جنہیں کسی ہر دلعزیز مصنف کی تازہ کتاب کی طرح عام طور پر پسند کیا جاتا۔ رالف نے اکثر مادام اور آزابل کے بہناپے کے متعلق سوچا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ زیادہ عرصے تک آزابل کی محبت کو بے مزاحمتِ غیرے اپنے تصرف میں نہیں رکھ سکتا تھا اپنی بہت سی بدنصیبیوں کی طرح اس نے اس طرف سے بھی صبر کر دیا تھا۔

گو آزابل اور مادام کی یہ دوستی زیادہ عرصے چلنے والی نہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں پہچانتی تھیں۔ جب کبھی اصلیت ان پر روشن ہو گی دوستی کا یہ بندھن آپ سے آپ کمزور پڑ جائے گا۔ لیکن رالف کو اطمینان تھا کہ دنیا کی اونچ نیچ سے آگاہ کرنے والے راہبر کے لحاظ سے مادام آزابل کے لیے بری نہیں تھیں۔ رالف کو امید تھی کہ آزابل خود کو خطروں کے حوالے کبھی نہ کرے گی۔

(۲۴)

اب آزابل مادام کے ہمراہ مسٹر آدسمنڈ کے مکان کی پہاڑی پر چڑھ رہی تھی۔ رومن پھاٹک سے نکل کر یہ دونوں کوٹھی کی طرف روانہ ہوئیں۔ بہار کے پھولوں کی خوشبو ان کے چاروں طرف سے امنڈتی آ رہی تھی۔ مسٹر آدسمنڈ نے کمرے سے باہر نکل کر ان کا سواگت کیا۔ مادام آگے آگے چلتی ہوئی بے تکلفی سے ساتوں میں داخل ہو گئیں۔ جہاں پنزی کے علاوہ ایک اور بی بی بھی بیٹھی تھیں۔ مسٹر آدسمنڈ نے آزابل کو بتایا کہ یہ ان کی بہن کاؤنٹس جیمنی ہیں۔

"یہ میری لڑکی ہے — ابھی خانقاہ کے مدرسے سے نکل کر آئی ہے۔"

پنزی نے ہلکا پھلکا سفید رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔ اور اپنے سنہرے بالوں کو

ایک جالی سے پٹا تھا۔ اس کے پیروں میں تسمے دار چپل تھے۔ آنابل کو دیکھ کر وہ بڑی شائستگی سے کورنش بجالائی۔ کاؤنٹس نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے سر کے اشارے سے اسے سلام کیا۔ یہ بڑے ٹھسّے کی بیگم صاحب نظر آتی تھیں۔ دبلی پتلی، سانولی اور خاصی بدشکل۔ عین مین بڑی سی چڑیا معلوم ہوتی تھیں۔ پرندوں کی چونچ کی ایسی ناک۔ چھوٹی چھوٹی تیزی سے متحرک آنکھیں۔ اندر کو دھنسی ہوئی ٹھوڑی۔ ان کے بھڑکیلے، گھیر دار کپڑوں میں چڑیوں کے چمکدار پروں کی سی کیفیت تھی۔ ان کی حرکات و سکنات کو دیکھ کر لگتا جیسے کوئی پرندہ درخت کی شاخ پر بیٹھا پھدک رہا ہے۔ ان کی ہر ہر ادا سے بناوٹ اور تکلف کا اظہار ہوتا تھا۔

"یہ جان لو ــــ کہ میں فقط تم سے ملنے کی غرض سے اتنی دور آئی ہوں۔ ویسے میں اپنے بھائی کے یہاں کبھی نہیں آتی۔ یہ خود ہی آکر مجھ سے مل جاتے ہیں۔ ان کے اس پربت پر چڑھنا میرے بس کا روگ نہیں۔ جانے اوسمنڈ کے دماغ میں کیا سمائی جو انھوں نے اس پر آن کر بسیرا کیا۔ واقعی اوسمنڈ تمھاری وجہ سے ایک روز میرے بچارے گھوڑوں کا دم نکال جائے گا۔ غریب آج بھی بری طرح ہانپ رہے تھے ان کے گلے میں سے خرخراہٹ کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے ہمیشہ عمدہ گھوڑے رکھے ہیں۔ کم از کم تمھیں یہ تو ماننا ہی پڑیگا۔ میرے پاس اور بہت سی نعمتوں کی کمی رہی ہے۔ لیکن گھوڑے میں نے ہمیشہ اعلیٰ درجے کے خریدے۔ میرے میاں کی معلومات زیادہ وسیع نہیں لیکن گھوڑوں کو پرکھنا وہ خوب جانتے ہیں۔ عام طور پر اطالوی لوگوں کا یہ دستور نہیں لیکن میرے میاں بچارے اپنی سمجھ کے موافق انگریزی چیزوں کو مقدور بھر ترجیح دیتے ہیں۔ میرے گھوڑے بھی انگریز ہیں۔ اس لیے اگر تمھارے ٹیلے پر چڑھتے چڑھتے کسی روز انھیں کچھ ہو گیا تو سمجھ لو غضب ہو گیا۔" اب انھوں نے آنابل کو پھر مخاطب کیا۔ "یہ جان لو کہ اوسمنڈ مجھے کبھی مدعو نہیں کرتا۔ اسے شاید میرا یہاں آنا پسند نہیں۔ پر مجھے نئے نئے لوگوں سے ملنا بہت اچھا لگتا ہے۔ اور تم تو بالکل نئی نویلی ہو۔ اس کرسی پر مت بیٹھنا۔ یہاں کی کرسیاں دیکھنے میں اور ہیں برتنے میں اور ــــ"، اسی انداز سے وہ مہین آواز میں چڑچوں چڑچوں کرتی رہیں۔

ان کے لہجے میں کسی انگریز یا امریکن مصیبت زدہ غریب الوطن کی اداسی کی ہلکی سی جھلک بھی موجود تھی۔

اوسمنڈ کھڑے مسکرایا کیے۔ ان کا انداز بیک وقت بے تعلق اور الجھا ہوا سا معلوم ہوتا تھا۔ انھیں دیکھ کر لگتا تھا کہ سوائے صحیح "اقدار" کے ان کو دنیا میں اور کسی چیز کی پروا نہیں۔ آزابل نے دیکھا کہ ان کے گھرانے کے کسی طور طریقے میں سادگی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ لگتا تھا جیسے یہ سارے کردار، باپ، بیٹی، پھوپھی بے انتہا نقلی ہیں اور اس سارے منظر کی بڑی تفصیل اور بڑے تکلف کے ساتھ نقاشی کی گئی ہے۔

"آپ چائے نہ پیجیے گا" مسٹر اوسمنڈ نے آزابل سے کہا۔ "آپ بہت تھک گئی ہوں گی۔"

"تھکنے کی تو کوئی وجہ نہیں۔ آزابل کو احساس ہوا کہ اسے یہ جھوٹ موٹ تصنع کی باتیں کرنے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں۔ وہ راستی اور صاف گوئی سے کام لے گی۔ ماحول میں کچھ ایسی ناقابلِ بیان کیفیت تھی جس کا وہ تجزیہ نہ کر پائی۔ اور جس نے اسے کچھ کہنے سے باز رکھا۔ یہ جگہ۔ ان لوگوں کا یہ گروہ۔ یہ وقت، ان سب کا مجموعی تاثر یہ تھا کہ جو کچھ یہ منظر دکھلائی دے رہا ہے اس کے علاوہ کوئی بات اور بھی ہے۔ یہ سب کسی گہرے اسرار کی علامتیں ہیں۔ یہاں اب محض رٹے رٹائے پر تکلف جملے دہرا کر کام نہیں چلے گا۔

"لیکن گھر واپس پہنچتے پہنچتے تو تم تھک کر چور ہو چکی ہوگی۔ ابھی اوسمنڈ تمھیں اپنا ساز و سامان دکھلائیں گے اور اس کے ساتھ توضیحی تقریریں تمھیں الگ سننا ہوں گی" کاونٹس نے کہا۔

"اس کی پروا نہیں۔ تھک بھی گئی تو بہت سی نئی باتیں بھی معلوم کر لوں گی۔"

"اس کی امید کم ہی رکھیے۔ علاوہ ازیں میری بہن کو علم حاصل کرنے کے خیال یا اس کے تذکرے سے بڑی وحشت ہوتی ہے" مسٹر اوسمنڈ نے کہا۔

"میں پہلے ہی سے بہت کچھ جانتی ہوں۔ میری معلومات کو مزید اضافے کی ضرورت

نہیں۔ اور پھر علم کے ساتھ ساتھ بے چینی بھی تو بڑھتی جاتی ہے۔ اس سے تو اپنے جاہلِ مطلق ہی اچھے۔"

"پنیزری کے سامنے علم کی برائی نہ کیجیے۔ اس نے ابھی اپنی تعلیم ختم نہیں کی۔" مادام نے مسکرا کر کاؤنٹس کی بات کاٹی۔

"پنیزری کو کوئی خطرہ نہیں۔۔۔" اس کے باپ نے کہا۔ "اسے تو خانقاہ کے باغ کی ایک نورس کلی سمجھو۔"

"خانقاہ۔۔۔ خانقاہ۔۔۔" پروں کو پھیلا کر کاؤنٹس چلائیں۔ "مجھے بھی اُسی پھلواری میں سینچا گیا تھا لیکن میں یہ ظاہر نہیں کرتی کہ آسمانی فرشتہ ہوں۔ راہبات یہی ظاہر کرنا چاہتی ہیں۔ تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا؟" انھوں نے ازابل سے کہا۔

ازابل کے پلّے کچھ نہ پڑا "میں دراصل بحث مباحثے سمجھ نہیں پاتی۔" اس نے رسان سے کہا۔

"مجھے خود جھک جھک کرنے سے بہت نفرت ہے۔ پر میرا بھائی ہے کہ حجت کروالو۔ تکرار کروالو۔ بحث کروالو۔ بس ڈٹا رہتا ہے۔ میں تو یہ کہتی ہوں کہ انسان کسی چیز کو یا پسند کرتا ہے یا ناپسند۔ چلو قصہ ختم ہوا۔ اب ڈنڈا لے کر اس کے پیچھے پڑ گئے کہ اپنی پسند یا ناپسند کی وجہ بھی بیان کرو۔ تو بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی۔ بہت سے اچھے جذبات چند بہت بری وجہوں کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں اور برے خیالات کی تخلیق اچھی وجوہات سے ہوتی ہے۔۔۔ سمجھیں کہ نہیں۔۔۔؟ میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ خود مجھے کیا اچھا لگتا ہے۔"

"بس یہی اصل چیز ہے۔۔۔" ازابل نے مسکرا کر کہا۔ اور پنیزری کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اوسمنڈ نے بہن کی اس بصیرت افروز گفتگو سے بوکھلا کر موضوع تبدیل کرنا چاہا۔ اور پنیزری کو اپنی گود میں بٹھا کر انھوں نے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کیں۔ مادام پہلے ہی کہہ چکی تھیں کہ جب یہ چاہیں تو بڑی خوشگوار باتیں کر سکتے ہیں، مادام اور کاؤنٹس بڑے آرام سے دوسری جانب گفتگو میں مصروف رہیں۔ کبھی کبھی کاؤنٹس کی آواز سنائی

دے جاتی۔ وہ مادام کی کسی بات کے جواب میں اپنے نظریے کی وضاحت شروع کر دیتیں اور ایسا لگتا جیسے ایک چھوٹے سے پوگول کتے کے سامنے ندی میں لکڑی کی ٹہنی پھینک دی جائے تو وہ لہروں میں اچھلتا کودتا اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوا گویا مادام کنارے پر کھڑے دیکھ رہی ہیں کہ کاؤنٹس ٹہنی کے تعاقب میں کتنی دور تک جاتی ہیں۔ مسٹر اوسمنڈ فلورنس اور اٹلی کا ذکر کرتے رہے۔ یہاں رہنے میں کتنا سکون ہے۔ کیا کیا تکلیفیں ہیں۔ باہر کے لوگ لامحالہ اس مقام کو بے حد افسانوی سمجھتے ہیں۔ مایوس، ناکام انسانوں کے لیے بہترین جائے پناہ۔ جہاں اپنی نازک دماغی اور اپنی زود حسی کو اپنے افلاس کے لبادے میں محفوظ کرکے اپنا مذاق اڑائے جانے کے خطرے کے بغیر چین سے رہا جا سکتا ہے۔ اس ملک میں حسن کے عظیم ترین خزانے موجود تھے۔ بہت سے تاثرات ایسے تھے جو انسانی دل و دماغ اس ملک کے علاوہ اور کہیں حاصل نہ کر سکتا تھا۔ ایک کیفیت تھی، جو ہر کمی کو پورا کر دیتی تھی۔ اٹلی نے بہت سوں کو کہیں کا نہ رکھا تھا۔ وہ خود اگر کہیں اور ہوتے تو بہتر حالت میں ہوتے۔ انسان یہاں کاہل اور اناڑی اور دوسرے درجے کا بن کر رہ جاتا ہے کردار میں وہ جگمگاہٹ نہیں آتی جو لندن اور پیرس کے باسیوں میں ملتی ہے۔ ہم لوگ تو خاصے قصباتی ہیں۔ میں خود ایک ایسی زنگ آلود کنجی ہوں جس سے کوئی تالا نہیں کھل سکتا۔ آپ سے باتیں کرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے اس کنجی میں جلا پیدا ہو گئی ہے۔ گو میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کروں گا کہ آپ کے ذہن و دماغ کے پیچیدہ تالے کو کھول سکتا ہوں۔ تین چار ملاقاتوں کے بعد آپ یہاں سے چلی جائیں گی۔ ممکن ہے آپ سے پھر کبھی ملنا نہ ہو۔ ایسے ملک میں رہنے میں جہاں چند روز کے لیے سیاح آکر چلے جاتے ہوں۔ یہی تو ایک قباحت ہے۔ یہ پردیسی بے تکے ہوں تو کوفت ہوتی ہے۔ اچھے خوشگوار لوگ ہوں تو رنج ہوتا ہے۔ آپ بھی آکر چلی جائیں گی۔ میں پہلے بھی دھوکے کھا چکا ہوں۔ اب میں نے پردیسیوں سے پریت لگانا چھوڑ دیا ہے۔ آپ یہاں مستقل رہنا چاہتی ہیں؟ خوب۔ آپ کی خالہ نہایت مستقل مزاج قسم کی خاتون ہیں۔ جی ہاں۔ وہ تو فلورنس کی قدیم باشندہ ہیں۔

میڈیچی[1] کی ہم عصر۔ سوونا رولا[2] کی چتا پر یہ موجود رہی ہونگی۔ اور کیا پتا انھوں نے مٹھی بھر لکڑیاں خود آگ میں جھونکی ہوں۔ جی ہاں، تاریخی اعتبار سے یہ اسی زمانے کی ایک فرد ہیں۔ ان کا چہرہ قرون وسطیٰ کی تصویروں میں اکثر نظر آتا ہے۔ وہی باریک، خشک سے خطوط، راسخ۔ ہمیشہ ایک جیسا۔ پرانے محلات کی دیواروں کے نقوش میں میں آپ کو ان کی شکل دکھلا سکتا ہوں۔ میں آپ کی خالہ کا ذکر اس طرح کر رہا ہوں۔ آپ کو برا تو نہیں لگا؟ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میں مسز توشیت کا زبردست مداح ہوں"

کچھ دیر بعد مادام نے تجویز کیا کہ چل کر باہر چمن میں ٹہلا جائے۔ کاؤنٹس فی الفور پنکھ جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور پھر پھراتی دروازے کی طرف چلیں "بچاری مس آرچر" انھوں نے مڑ کر ازابل اور اوسمنڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی اسی کنبے میں گویا شامل ہو گئی"

"مس آرچر کو اس کنبے سے جس سے تمہارا تعلق ہو، لامحالہ ہمدردی کرنا ہی پڑے گی" اوسمنڈ نے جواب دیا۔

"سنو مس آرچر میں پیٹ بھر کے بیوقوف ہوں، لیکن جو کچھ اوسمنڈ مجھے سمجھتا ہے اس سے کہیں بہتر ہوں۔ جانے یہ تم سے کیا کیا ہانک رہا ہے۔ اگر اس نے ایک دفعہ بولنا شروع کر دیا تو ختم کرنے پر کبھی نہ آئے گا۔ اس کے تین چار محبوب موضوع ہیں۔ اس لیے تم ٹوپی اتار کر آرام سے بیٹھ جاؤ"

"مجھے ان کے محبوب موضوعات کا علم نہیں" ازابل نے کرسی پر سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

کاؤنٹس گہرے غور و فکر میں ڈوب گئیں۔ پھر پیشانی پر انگلی رکھ کر سوچتے ہوئے بولیں "ٹھہرو میں بتلاتی ہوں ـــ میکیاویلی ایک۔ وتوریا کولونا۔ دو۔ ایک اور۔

---

[1] فلورنس کا فرماں روا خاندان۔ پندرھویں صدی عیسوی

[2] فلورنس کا مذہبی مبلغ اور مصلح اور اپنے وقت کا عظیم ترین مفکر جسے پندرھویں صدی میں پوپ الگزنڈر ششم کے حکم سے جلا دیا گیا تھا۔ مترجم

میتاستاسیو۔ بس ان تین پر گھنٹوں اس سے تقریریں سن لو۔"

"صد افسوس۔" مادام نے کاونٹس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر انھیں باہر لے جاتے ہوئے کہا۔ "کہ مسٹر اوسمنڈ کبھی مجھ سے اس قسم کی بصیرت افروز گفتگو نہیں فرماتے۔"

"ارے تم۔" کاونٹس نے دروازے سے نکلتے ہوئے کہا۔ "تم خود میکیاویلی سے کوئی کم ہو۔ تم خود اچھی خاصی وتوریا کولونا ہو۔"

"خدایا۔ اب شاید بچاری مادام مرل کو میتاستاسیو کے خطاب سے بھی نوازا جائے گا۔" اوسمنڈ نے بڑی قناعت سے ایک آہ بھر کر کہا۔

ازابل یہ سوچ کر اٹھ کھڑی ہوئی کہ یہ لوگ اب گل گشت کے لیے جا رہے ہیں۔ مگر اس کے میزبان کا ارادہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ وہ ایک ہاتھ جیب میں اور دوسرا اپنی لڑکی کی کمر کے گرد ڈالے اسی طرح کھڑا رہا۔ پنزی ان سے لپٹی چہرہ اوپر اٹھائے کبھی ازابل کو دیکھتی، کبھی اپنے باپ پر نظر ڈالتی۔ ازابل منتظر رہی کہ اب اس سے کیا کہا جاتا ہے۔ اسے مسٹر اوسمنڈ کی بات چیت بھلی معلوم ہوئی تھی۔ اسے ہر نئے شخص سے مل کر ایک طرح کی پھریری سی آتی کہ اب ایک نیا رشتہ قائم ہو رہا ہے۔ وہ دریچے میں سے اس نے مادام اور کاونٹس کو باہر گھاس کی ہریالی پر ٹہلتے دیکھا۔ پھر اس نے نظریں گھما کر کمرے کی آرائش پر نگاہ ڈالی اور ایک تصویر کے قریب جا کر اسے غور سے دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔ مسٹر اوسمنڈ نے دفعتاً پوچھا۔ "مس آرچر آپ کو میری بہن کیسی لگی؟"

اس نے ذرا حیرت سے سر اٹھایا۔ "میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ اتنی سرسری سی ملاقات کے بعد میری رائے معلوم کرنا بیکار ہے۔"

"اس سرسری ملاقات سے کچھ تو اندازہ آپ کو ہو گیا ہو گا۔ آپ کو میرے خاندان کا انداز کیسا لگا؟ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تازہ وارد ملاقاتیوں اور نئے لوگوں کو ہم لوگ پہلی نظر میں کیسے دکھلائی دیتے ہیں۔ ہماری حالت کافی ناگفتہ بہ ہے۔ ہم ایسے ماحول اور ایسے انسانوں کے درمیان زندہ رہ رہے ہیں جو ہمارے اپنے نہیں۔ ہماری کوئی ذمہ داریاں نہیں۔ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہیں۔ کوئی بندھن ہمارے

کنبے کو اکٹھا نہیں رکھتا۔ ہم نے غیر ملکیوں سے شادیاں کیں۔ مصنوعی ذوق پیدا کیے۔ خود کو دھوکا دیتے رہے۔ یہ ساری باتیں میری بہن کے مقابلے میں مجھ پر زیادہ صادق آتی ہیں۔ میری بہن بڑی دیانت دار ہے۔ گو نظر نہیں آتی۔ وہ زندگی سے خوش نہیں۔ لیکن اس کا رجحان المیے کی طرف نہیں ہے۔ لہٰذا رونے کے بجائے قہقہے لگاتی ہے اس لیے یہ اور زیادہ مسخرہ پن معلوم ہوتا ہے۔ اس کا میاں انتہائی لچر انسان ہے۔ حالانکہ یہ اسے سدھار سکتی تھی یا دام اسے مختلف قسم کے مفید مشورے دیتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک ننھے بچے کو الف بے سکھلانے کی غرض سے جامع اللغات اس کے ہاتھ میں تھما دی جائے۔ بچہ حرف تو پہچان لے گا لیکن سمجھ نہ کر پائے گا۔ مجھے معاف کیجیے۔ اپنے خاندان کی رام کہانی سے آپ کی سمع خراشی کر رہا ہوں۔ میری بہن نے ٹھیک کہا تھا۔ آپ بھی اس کنبے میں شامل سی ہو گئی ہیں۔ ٹھہریے۔ میں یہ تصویر دیوار پر سے اتار دوں۔ ادھر روشنی میں آ کر دیکھیے۔"

وہ اسے ڈرائنگ کمرے کا سامان دکھلاتے رہے۔ تصویریں، قدیم تعویذ، مشجر کے پردے۔ لیکن ان سب چیزوں سے زیادہ پر کشش ان کی اپنی شخصیت تھی۔ آزابل نے اب تک انسانوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ رکھا تھا۔ لیکن اس آدمی کو کسی گروہ میں نہ رکھا جا سکتا تھا۔ یہ سب سے علیحدہ، منفرد تھا۔ انسانوں کے کوئی درجن بھر نمونے آزابل کے دماغ میں موجود تھے۔ ان میں چند انوکھی ہستیاں بھی تھیں۔ مثال کے طور پر خالہ لیڈیا یعنی مسز ٹوشیت کسی خانے میں شامل نہ کی جا سکتی تھیں۔ یا چند دوسری قسم کے لوگ۔ جیسے کیسپر گڈووڈ یا اس کا خالہ زاد بھائی رالف۔ یا ہنری اٹیا اسٹیک پول۔ یا لارڈ وار برٹن یا مادام مرل۔ ان کی سب کی خصوصیات الگ الگ تھیں۔ لیکن پھر بھی یہ سب ان خانوں میں آسانی سے سما سکتے تھے۔ جو آزابل کے ذہن میں بنے ہوئے تھے۔ مسٹر اوسمنڈ ان میں سے کسی گروہ میں شمار نہیں کیے جا سکتے۔ ان کی ہستی سب سے جداگانہ تھی۔ یہ ساری باتیں رفتہ رفتہ اس کے دماغ میں آئیں۔ فی الحال تو وہ محض اس "نئے رشتے" کا احساس کر رہی تھی۔ ان سب سے ممتاز اور علیحدہ یوں "ممتاز" تو مادام مرل بھی تھیں۔ لیکن کسی مرد میں یہ خصوصیت کتنی پر شکوہ اور طاقتور معلوم ہوتی ہے۔ جو باتیں یہ انسان کرتا تھا ان میں

اتنی کشش نہ تھی جتنی ان باتوں میں آزابل کو محسوس ہوئی جو وہ ان کہی چھوڑ دیتا تھا۔ وہ نرالا مغرور تھا لیکن اسے مراقی یا سنکی نہ کہا جا سکتا تھا۔ یہ شدید نفاست اس کے سراپا میں موجود تھی۔ اس کے گھٹنے، ملائم بال، تیکھی چتون۔ اس کی صاف رنگت۔ حتیٰ کہ اس کی خوبصورت داڑھی۔ بات کرنے کا طریقہ۔ ان سب چیزوں میں آزابل کو ایک بڑا شاہانہ انداز نظر آیا۔ گویا گلبرٹ اوسمنڈ کو اس کی حساس طبیعت نے دنیا کے خارستان سے ہٹا کر ایک مختصر سی، صاف شفاف، باترتیب، حسین کائنات میں محصور کر دیا تھا جس میں محفوظ بیٹھا وہ فنونِ لطیفہ، جمالیات اور تاریخ کے متعلق غور و فکر کیا کرتا تھا۔ جس طرح ایک مریض جو یہ جانتا ہو کہ مرض الموت میں گرفتار ہے۔ انت سے اپنے وکیل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس طرح وہ ہر مسئلے کو اپنے بلند و بالا ذوق کی کسوٹی پر جانچتا تھا۔ یوں تو رالف بھی ایک جوہری کی مانند زندگی کو بیٹھا پرکھتا رہتا تھا۔

لیکن اوسمنڈ کے رویّے میں بے ضابطگی تھی اور ایک نوع کا غیر طبعی تمسخر۔ اس نے اپنی زندگی کی پوری عمارت اسی بنیاد پر کھڑی کی تھی۔ وہ ابھی اچھی طرح اسے سمجھ نہ پائی تھی مثلاً خود کو مضافاتی کہنے سے اس کی مراد کیا تھی؟ ایسی باتیں وہ محض اسے الجھانے کے لیے کرتا تھا؟ یہ انکسار تہذیب کا اعلیٰ ترین مظہر تھا۔ اس کی طبیعت میں شرمیلا پن بھی تھا جو بذاتِ خود اس کے خاندانی ہونے کا ایک اور ثبوت تھا۔ وہ غیر ضروری باتیں نہیں کرتا تھا۔ اور دوسروں پر اور اپنے آپ پر بیک وقت تنقید کرتا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں خواہ مخواہ کا غرور بھی نہ تھا۔

ایوانِ نشست کے علاوہ مکان میں دو کمرے اور تھے جو اسی طرح خوبصورت اور قیمتی چیزوں سے سجے تھے۔ اپنی بچی کا ہاتھ تھامے اوسمنڈ اسے ساز و سامان دکھاتے رہے۔ آزابل کو تعجب ہوا کہ وہ کس طرح اس کے لیے بچھے جاتے ہیں۔ حسن اور علم کا اتنا بڑا خزانہ دیکھتے دیکھتے آزابل کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ وہ ان کی آواز سنتی رہی لیکن ان کے الفاظ پر دھیان نہیں دے رہی تھی۔ مادام مرل نے غالباً اس کے لیے ان کے سامنے حسب معمول تعریفوں کے دریا بہائے ہوں گے۔ ان سے کہا ہو گا وہ کس قدر عالم فاضل لڑکی ہے

لہٰذا عالم فاضل نظر آنے کی کوشش کرتے کرتے وہ تھک گئی۔ ساتھ ہی اسے یہ خوف تھا کہ ممکن ہے اس کے اپنے شعور اور ادراک میں پختگی نہ ہو اور اس کا اندازہ اوسمنڈ کو ہو جائے۔

چائے کے لیے دونوں بیٹھنے کے کمرے میں آ گئے لیکن ابھی مادام مرل اور کاؤنٹس جیمنی باغیچے ہی میں تھیں اور ازابل نے پہاڑی کے اس مشہور و معروف منظر کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اوسمنڈ اسے باہر لے گئے۔ کاؤنٹس نے تجویز کیا کہ کرسیاں بچھا کر چائے درختوں کے نیچے ہی پی جائے۔ سورج اب بہت نیچے چلا گیا تھا۔ اس کی سنہری روشنی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ پہاڑیوں اور سبزہ زاروں پر اودے رنگ کے سائے طویل ہو چکے تھے۔ ہوائیں ساکت تھیں۔ سارے میں ایک عمیق سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"آپ کو یہ جگہ اچھی لگی؟ پھر کبھی تشریف لائیں گی؟" اوسمنڈ نے چبوترے پر سے اترتے ہوئے کہا۔

"یقیناً۔ حالانکہ آپ کہہ چکے ہیں کہ اٹلی انسان کو کہیں کا نہیں رکھتی۔ آپ نے زندگی کے مقاصد کے متعلق کچھ کہا تھا۔ پتا نہیں اگر میں فلورنس میں مستقل طور پر آباد ہو جاؤں تو میرے ان 'مقاصد' کا (جو کچھ بھی وہ ہیں) کیا حشر ہو گا؟"

"عورت کو جہاں سب سے زیادہ سراہا جائے وہی اس کی منزل مقصود ہے۔"

"معلوم تو یہی کرنا ہے کہ وہ کون مقام ہے جہاں اسے سب سے زیادہ سراہا جائے گا۔"

"درست، لیکن ہوتا یہ ہے کہ عورت اس مقام کی تلاش میں سارا وقت کھو دیتی ہے۔ لوگوں کو اسے بہت صاف الفاظ میں بتا دینا چاہیے کہ اسے کس حد تک چاہا جا سکتا ہے۔"

"مجھے بتلانے کے لیے تو بہت ہی واضح الفاظ استعمال کرنے پڑیں گے!"

"بہرکیف۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ یہاں مستقل طور پر رہنے کا ارادہ کر رہی ہیں۔ مادام مرل کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ بڑی سیلانی طبیعت کی آدمی ہیں۔ ساری دنیا کا چکر لگانا چاہتی ہیں۔"

"مجھے تو اپنے ارادوں کا ذکر کرتے بھی شرم آتی ہے۔ روز نت نئے منصوبے بنایا

کرتی ہوں۔"

"اس میں شرم کی کونسی بات ہے؟"

"عجب اوچھا پن لگتا ہے۔ انسان کو اپنے عزائم کے سلسلے میں بہت ضبط اور مستقل مزاجی سے کام لینا چاہیے ۔۔ یعنی کر ۔۔"

"اس لحاظ سے تو میں بہت مستقل مزاج ثابت ہوا ہونگا۔ میں نے عرصہ گزرا ایک منصوبہ بنایا تھا ۔۔ آج تک اس پر عمل کر رہا ہوں۔"

"بڑا خوشگوار رہا ہوگا آپ کا منصوبہ ۔۔"

"بہت سادی سی بات تھی۔ میں نے اپنے امکان بھر خاموشی سے عمر بتانے کا تہیہ کیا تھا ۔۔"

"خاموشی سے؟"

"میں نے عزم کیا تھا کہ جہاں تک ہو سکے گا فکر اور جد وجہد سے دُور رہوں گا۔ مکمّل قناعت ۔۔ ایک دم مکمّل ۔۔" انھوں نے آہستہ آہستہ کہا۔ گویا اعتراف کرتے ہوں۔

"یہ آپ کے نزدیک بہت معمولی بات تھی؟"

"جی ہاں کیونکہ یہ بڑا منفی سا رویّہ تھا۔"

"آپ کی زندگی بھی خلاء میں بسر ہوئی ہے؟"

"میں نے اپنی مرضی سے یہ خلاء پیدا کیا ہے۔"

ازابل کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ شخص اس قدر اچانک اپنا رازِ دل اس پر آشکار کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔

"اس بن باس کی آپ کو ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"کیونکہ میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ میرے سامنے کوئی مستقبل نہ تھا۔ اعلیٰ درجے کا ذہن نہ دماغ بھی موجود نہیں تھا۔ محض افلاس۔ کسی ہنر کا میں مالک نہیں۔ بس لے دے کے میرے پاس صرف ایک خاصیت تھی ۔ انتہا درجے کا نکھٹو پن ۔۔

ساری دنیا میں صرف دو یا تین انسان ایسے تھے جن پر میں رشک کر سکتا تھا۔ شہنشاہ روس۔ ایک، اور سلطانِ ترکی، دو۔ کبھی کبھی پاپائے روم کو دیکھ کر بھی میں جلتا بھنتا رہتا۔ ان کی کتنی عزت کی جاتی ہے۔ کاش میں بھی ان ہی کی طرح پوجا جاتا۔ چونکہ یہ ممکن نہ تھا لہٰذا میں نے اس سے کم حیثیت کی کسی طرزِ زندگی کو اپنے لائق نہ سمجھا۔ حد درجہ مفلوک الحال شخص بھی، جو خاندانی ہو، بہر صورت خود کو بڑا آدمی سمجھتا ہے۔ یہی حال میرا تھا۔ اٹلی میں کچھ کرنے کی مجھ میں اہلیت نہ تھی۔ یہاں تک کہ میں اطالوی وطن پرست بھی نہ بن سکتا تھا۔ اس کے لیے مجھے سیاسی جدوجہد کے سلسلے میں ملک سے باہر جانا پڑتا۔ اور اس جگہ سے مجھے اتنی محبت ہے کہ اسے چھوڑنا میرے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ میں نے ساری عمر اسی سکوت میں گزار دی۔ اس دوران میں میں ملول کبھی نہیں رہا۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اپنے گرد و پیش سے بالکل بے تعلق ہوں۔ لیکن جن چیزوں کی مجھے پروا ہے وہ تعداد میں اتنی کم ہیں۔ میری زندگی کے اہم واقعات یہ ہوتے ہیں: کسی کباڑی کی دوکان پر کوئی قدیم چاندی کی صلیب سستے داموں مل گئی (قیمتی نوادر خریدنے کی مجھ میں سکت نہیں) کاغذوں کے کسی انبار میں نشاۃ ثانیہ کے کسی مصور کا بنایا ہوا خاکہ دستیاب ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔"

مگر یہ تو بڑی دلچسپ زندگی ہے۔ نشاۃ ثانیہ کے مصوروں کے علاوہ باقی ساری دنیا کو تج کر جیے جانا بڑے مزے کی بات لگتی ہے مجھے تو —!" ازابل نے ہمدردی کے ساتھ کہا۔

"اپنے طور پر میں نے اسی طرزِ زندگی کو طربناک بنا رکھا ہے۔ انسان اگر مسرور نہ رہ سکے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ مجھے اپنی زندگی سے کوئی شکایت نہیں۔"

یہ بڑا آفاقی سا نظریہ تھا۔ ازابل نے تصور کو ذرا محدود کرنا چاہا "آپ ہمیشہ سے یہیں رہتے آئے ہیں؟"

"پہلے نیپلز میں تھا۔ اس کے بعد روم میں رہا۔ اب کچھ اور کرنے کی خاطر شاید یہاں سے بھی کہیں اور چلا جاؤں — اب میری لڑکی جوان ہو رہی ہے۔ ممکن ہے اسے قرونِ وسطیٰ کی مصوری اور پرانی صلیبوں کے اس انبار سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ اب تو مجھے دہی

قدم اٹھانا ہے جو پنزی کے حق میں بہتر ہو۔"

"بڑی پیاری بچی ہے۔"

"آہ —" گلبرٹ اوسمنڈ نے بڑے خوبصورت انداز میں ذرا گرم جوشی کے ساتھ کہا۔ "پنزی آسمان سے اترا ہوا فرشتہ ہے۔ میری سب سے بڑی دولت ہے۔"

(۲۵)

دوسری طرف مادام اور کاونٹس میں کچھ دیر کی خاموشی کے بعد تبادلۂ خیالات شروع ہو چکا تھا۔ وہ اس طرح کان کھڑے کیے تھیں گویا دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ مادام اوسمنڈ کی منتظر تھیں۔ کاونٹس اپنے بھائی کو باغ کی ایک روش پر ازابل کے ساتھ ٹہلتا دیکھتی رہیں۔

"بہو! تمھاری داد دیتی ہوں۔ کیا بات پیدا کی ہے۔ بدھائی ہو۔"

"کاہے کی بدھائی۔ کیا اڑا رہی ہو۔"

"اب بنو نہیں۔ یہ سب تمھارا ہی کیا دھرا تو ہے۔ بڑی کائیاں ہو خدا کی قسم۔" کاونٹس نے چہل قدمی کرتے ہوئے جوڑے کی طرف اشارہ کر کے گویا چڑیا کی طرح سر ہلایا۔

مادام نے ادھر نظر ڈال کر کاونٹس کو درشتی سے دیکھا۔ "تمھاری گوہر افشانی کے معنی سمجھنے سے میں اکثر قاصر رہتی ہوں۔" انھوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"یوں کہو اس وقت سمجھنا نہیں چاہتیں۔"

"تم مجھ سے ایسی باتیں کہہ جاتی ہو جو اور کوئی میرے منہ پر نہیں رکھ سکتا۔" مادام سنجیدگی سے بولیں۔

"اوسمنڈ تمھیں کھری نہیں سناتا اس کا تمھیں افسوس ہے؟"

"اس کی باتوں میں کوئی تک تو ہوتا ہے۔"

"اس کے الفاظ زہر میں بجھے ہوتے ہیں۔ میں اس کی طرح علامۂ دہر نہیں ہوں۔ پھر بھی اس وقت میری گفتگو کو تم آسانی سے ٹال نہیں سکتیں۔"

"ورنہ —؟"

"مجھے تمہاری یہ ساری سازش مطلق پسند نہیں آئی۔ ابھی سے تیار ہو جاؤ۔ ممکن ہے میں تمہارے منصوبوں میں رخنہ ڈالوں۔"

"تم مجھے چالباز اور خود غرض سمجھتی ہو۔ یہ اصلیت نہیں ہے۔"

"مجھے تمہاری خود غرضی کی پروا نہیں لیکن تم چال ٹھیک سے نہیں چلیں۔"

"تم نے تو اس بازی پر بڑا سوچ بچار کیا ہو گا جبھی اس نتیجے پر پہنچیں۔"

"نہیں۔ لیکن میں نے اس لڑکی کو ابھی دیکھا ہے اور مجھے بے حد پسند آئی ہے۔"

"میں بھی اسے بہت چاہتی ہوں۔"

"اس چاہت کا اظہار تم بہت عجیب و غریب طریقے سے کر رہی ہو۔"

"میں نے اسے تم سے ملنے کا موقع دیا ہے۔"

"یہی ایک چیز اس کے حق میں اچھی ثابت ہو گی۔"

مادام چپ ہو گئیں۔ کاؤنٹس خاموشی سے پہاڑی کی منقش ڈھلوان کو دیکھتی رہیں۔

"بیگم صاحب۔" مادام نے کہا "میری رائے میں تمہیں اس قدر بوکھلانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ان تین ہستیوں کا معاملہ ہے جو تم سے زیادہ مضبوط ہیں۔"

"تین۔ یعنی تم اور اوسمنڈ۔ لیکن کیا مس آرچر بھی بہت مضبوط ہے؟"

"ہاں۔"

"تب تو میں اس سے کہوں گی کہ تمہارے سحر سے بچے۔"

"کیسا سحر؟"

"ازابل کے ساتھ زبردستی یا دھوکا نہیں کیا جا رہا۔"

"مجھے اس کا یقین نہیں۔ تم سے اور اوسمنڈ سے اس کی بھی بعید نہیں۔ اکیلی تم یا اکیلا اوسمنڈ کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر اکٹھے تم دونوں بے حد خطرناک ثابت ہو سکتے ہو۔ تمہارا میل آگ بارود کا میل ہے۔"

"تو پھر تم ہم دونوں کو ہمارے حال پر چھوڑ دو۔" مادام نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"مجھے تمہاری پروا نہیں۔ میں لڑکی سے بات کروں گی۔"

"بچاری ایمی ——!" مادام نے زیرِ لب کہا —— "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"مجھے یہ لڑکی اچھی لگتی ہے۔ مجھے اس کی بھلائی منظور ہے۔ اسے میری عقل کا فتور ہی سمجھو۔"

"وہ تمہیں پسند نہیں کرتی۔"

کاؤنٹس کی آنکھیں پھیلی کی پھیلی رہ گئیں۔ "اوہ ——" انھوں نے کہا۔ "تم اکیلی بھی کچھ کم خطرناک نہیں ——"

"تم چاہتی ہو کہ آزابل تمہیں پسند کرنے لگے ——؟ اچھا تو پھر اس کے سامنے اپنے بھائی میں کیڑے نہ ڈالنا۔"

"غضب خدا کا۔ تو تم مجھ سے یہ کہنا چاہتی ہو کہ دو ہی ملاقاتوں میں وہ میرے بھائی پہ فدا ہو گئی ہے؟"

مادام نے نظر اٹھا کر لمحے بھر کے لیے آزابل اور اس کے میزبان کو دیکھا۔ وہ باغ کی منڈیر پر کہنیاں ٹیکے آزابل سے کچھ کہہ رہے تھے۔ اس نے ان کے چہرے پر اپنی نگاہیں جما رکھی تھیں۔ مادام نے جلدی سے پلکیں جھکائیں۔ اور اپنی چھتری کی نوک سے زمین کریدتے ہوتے کرسی پر سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "ہاں میں تم سے یہی کہنا چاہتی ہوں ——" انھوں نے آہستہ کہا:۔

"آزابل تمہارے بھائی پر فدا ہو چکی ہے۔"

بدقطع ملازم لڑکے نے ایک چھوٹی میز باہر لا کر گھاس پہ بچھا دی۔ اور چائے کی کشتی لینے کے لیے کوٹھی کے اندر چلا گیا۔ اس کی گھسی ہوئی وردی اور نرالا حلیہ دیکھ کر پچھلی صدیوں کی یاد آتی تھی۔ نشاۃ ثانیہ کے عظیم مصوروں نے اسی شکل و صورت کے چھوکروں کی تصویریں بنائی تھیں۔ پنزی اپنے اٹنگے فراک پر ہاتھ دھرے بڑی دلچسپی سے اس کارروائی کو دیکھتی رہی۔ خود اس میں حصہ لینے کی اسے جرأت نہ تھی۔ جب چائے کی

میز سج چکی تو وہ دھیرے سے اپنی پھوپھی کے قریب گئی۔

"میرے چائے بنانے پر بابا کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

کاؤنٹس نے بڑے دکھ سے اسے دیکھا "بیچاری بچی" انھوں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کہا "یہ تمھارا بہترین فراک ہے؟"

"نہیں ۔ معمولی موقعوں پر اسے پہن لیتی ہوں"

"میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ یہ معمولی موقع ہے تمھارے نزدیک؟ اور مادام مرل اور وہ خوبصورت بی بی جو سامنے ٹہل رہی ہیں یہ بھی تو تمھاری مہمان ہیں"

لڑکی نے دونوں مہمان بیبیوں پر باری باری نظر ڈالی اور ایک حسین تبسم اس کے چہرے پر بکھر گیا "نہیں تو۔ میرے پاس ایک خوبصورت فراک بھی ہے۔ لیکن وہ بھی بہت سادہ سا ہے۔ پھر آپ کے اتنے شاندار لباس کے مقابلے میں اسے کس طرح پہنتی؟" اس نے اپنے بوسیدہ سائے پر ہاتھ پھیرا "چائے کے لیے یہی کپڑے ٹھیک ہیں نا؟ بابا مجھے چائے بنانے کی اجازت دے دیں گے؟"

"مجھے کیا معلوم بچی" کاؤنٹس نے کہا "تمھارے باپ کے من کی باتوں کا پتا لگانا میرے بس میں نہیں۔ مادام مرل انھیں سمجھتی ہیں انھیں سے پوچھو۔"

مادام حسب معمول اپنی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولیں: "یہ سوال تو بہت ٹیڑھا ہے۔ ذرا مجھے سوچ لینے دو ـــــ ہاں آں ـــ تمھارے باپ اپنی سگھڑ بیٹی کو کام کرتے دیکھ کر بڑے خوش ہوں گے۔ لڑکیاں جب بڑی ہو جاتی ہیں میزبانی کے فرائض انھیں ہی انجام دینے پڑتے ہیں"

"اچھا ـــ مادام ـــ" پنزی نے خوش ہو کر کہا "آپ دیکھتی جائیے۔ میں کیسے بناتی ہوں۔ سب کے لیے ایک ایک چمچہ ـــ" وہ تندہی سے مصروف ہو گئی۔

"میرے لیے دو چمچے ڈالنا ـــ" کاؤنٹس نے کہا۔ وہ اور مادام چند لمحوں تک اسے دیکھنے میں کھوئی رہیں۔ "سنو پنزی ـــ" بالآخر کاؤنٹس نے کہا "تمھیں اپنی نئی مہمان کیسی لگیں"

"میری مہمان تھوڑا ہی ہیں۔ بابا کی ہیں۔" پنزی نے اعتراض کیا۔

"مس آرچر تم سے بھی تو ملنے آئی ہیں۔" مادام مرل نے کہا۔ "تمھیں اچھی لگیں؟"

"بڑی دلکش ہیں۔" پنزی نے تبادلہ خیالات کے انداز میں بڑے اہتمام سے اظہارِ خیال کیا۔ "مجھے بہت اچھی لگیں۔"

"اور تمھارے بابا کو کیسی لگتی ہیں۔۔؟"

"خدا کے لیے۔۔ کاؤنٹس۔۔!" مادام بڑبڑائیں۔ "جاؤ ان لوگوں کو چائے کے لیے بلا لاؤ۔" انھوں نے لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ فوراً منڈیر کی سمت روانہ ہو گئی۔

"مس آرچر کو اس کی ماں بننا ہے تو اس کی پسند بھی معلوم کر لینی چاہیے۔"

"تمھارے بھائی پنزی کی پسند یا ناپسند کے لحاظ سے شادی نہیں کر رہے۔ وہ سولہ سال کی ہونے والی ہے۔ اور سوتیلی ماں کے بجائے اب اسے ایک عدد شوہر چاہیے ہوگا۔"

"تم اس کے لیے ایک شوہر بھی کہیں سے ڈھونڈ لاؤ گی۔"

"یقیناً۔۔ کیا تم اس کی خیر خواہ نہیں؟ تم خود اس کے لیے رشتہ تلاش نہ کروگی؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے شادی کر کے کون سکھ ملا جو میں اسے بھی ایندھن میں جھونکنے کی تمنا کروں؟"

"تم اچھا گن نکلیں۔ مگر اچھے لڑکے بھی دنیا میں موجود ہیں۔"

"ضرور ہیں۔ لیکن اوسمنڈ ان اچھے لڑکوں میں سے نہیں ہے۔"

مادام نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ "خدا جانے تم پر اس قدر کی جھنجھلاہٹ کیوں سوار ہے۔۔ وقت آنے پر تمھیں اپنے بھائی اور بھتیجی دونوں کی شادیوں کی بڑی خوشی ہوگی۔ رہ گئی پنزی۔ تو میں اور تم دونوں مل کر اس کے لیے بر ڈھونڈیں گے۔ تم اتنے بہت سے لوگوں کو جانتی ہو۔"

"مجھ پر جھنجھلاہٹ سوار ہے؟ اس کی وجہ بھی تم ہو۔ تمھارے اس پرسکون انداز پر کسے غصہ نہ آئے گا۔ سچ مچ تم بھی کیا معرکے کی عورت ہو۔"

"بہتر یہی ہے کہ ہم دونوں مل جل کر کام کریں۔" مادام مَرَل اسی اطمینان کے ساتھ کہتی رہیں۔

"یہ گویا مجھے دھمکی دیتی ہو؟"

"نہیں۔" مادام نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"سچ مچ تم میری طرح ٹھنڈے مزاج کی نہیں!"

اب ازابل اور اوسمنڈ ان کی سمت آ رہے تھے۔ ازابل نے پنزی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔

"تم اس خود فریبی میں مبتلا ہو کہ اوسمنڈ اسے خوش رکھے گا؟"

"مس آرچر سے اس نے شادی کی تو میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ شریفوں کی طرح ان سے نباہ کرے گا۔"

کاؤنٹس نے پھر ٹہنی پر بیٹھے بیٹھے پھدکنا شروع کیا۔ "جس طور پر شریف زادے عموماً نباہ کرتے ہیں وہ میں بھی خوب جانتی ہوں۔ میں اوسمنڈ کی بہن ہوں۔ اور مجھے تمھاری اس یاددہانی کی ضرورت نہیں کہ وہ شریف زادہ ہے لیکن وہ کسی لڑکی کو اس طرح چُن کر اس سے بیاہ بھی کرے گا؟ یہ ٹھیک ہے کہ وہ کسی ذلیل خاندان سے نہیں، لیکن بنتا کس قدر ہے۔ آخر یہ اتنی اتراہٹ ہے کس برتے پر؟ آخر وہ ہے کیا؟ اس کے خمیر میں اگر خداوند تعالیٰ نے بڑی زبردست صفات شامل کر دی تھیں تو مجھے تو ان کا کچھ پتا ہونا چاہیے تھا۔ میرا اور اس کا خون ایک ہے۔ ہمارا خاندان اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے تو آخر میں بھی اس سے کچھ فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ لیکن ہمارے پاس دراصل ہے کون چیز؟ کچھ بھی نہیں۔ ہمارے ماں باپ بڑے اچھے لوگ تھے۔ پھر کیا ہوا۔ تمھارے ماں باپ بھی اتنے ہی اچھے رہے ہوں گے۔ ہنستی کیوں ہو؟ میں غلط نہیں کہہ رہی۔ لیکن اوسمنڈ کا عقیدہ ہے کہ وہ خاص الخاص دیوتاؤں کی اولاد ہے۔"

"جو کہو۔" مادام نے جواب دیا۔ "تم اوسمنڈ لوگ بہت اعلیٰ نسل کے ہو۔ تمھاری رگوں میں بہت اونچا خون دوڑ رہا ہے۔ تمھارا بھائی ذہین ہے اسے اپنی اس

خاندانی برتری کا احساس ہے گو اس کے ثبوت اس کے پاس موجود نہیں۔ تم بہت خاکسار بنتی ہو لیکن تمہاری ہر ہر ادا سے شان اور بڑا پن ٹپکتا ہے۔ اپنی بھتیجی کو دیکھو — کیا پیاری، ننھی سی شہزادی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے باوجود۔" مادام نے اضافہ کیا۔" آدسمنڈ کا ازابل سے بیاہ رچانا خالہ جی کا گھر نہیں۔ پھر بھی وہ کوشش تو کر ہی سکتا ہے۔ ممکن ہے پتّس لگ جائے۔"

"خدا کرے یہ لڑکی انکار کردے۔ آدسمنڈ کے غرور کا نشہ ذرا تو ٹوٹے گا۔"

"یہ نہ بھولو کہ آدسمنڈ دنیا کے ذہین ترین انسانوں میں سے ہے۔"

"یہ تم پہلے بھی کہہ چکی ہو۔ لیکن اس کی لیاقتوں کا آج تک مجھے کوئی ثبوت نہ ملا۔"

"کم از کم اس نے آج تک ایسا کوئی کام نہیں کیا جس کی وجہ سے اسے بعد میں پچھتانا پڑے۔ اور وہ انتظار کرنا جانتا ہے۔"

"مس آرچر کی دولت کا انتظار؟ کتنی دولت ہے —؟"

"میرا مطلب یہ نہ تھا۔" مادام نے کہا۔" ویسے ازابل سات لاکھ چہرہ شاہی کی مالک ہے۔ پورم پور سات لاکھ سکۂ رائج الوقت —"

"تب تو بڑے رنج کی بات ہے کہ وہ اتنی پیاری لڑکی ہے۔ قربانی کا بکرا بننے کے لیے تو کوئی بھی عقل کی اندھی گانٹھ کی پوری مل سکتی تھی۔ ازابل جیسی لڑکی کو بھینٹ کیوں چڑھاتی ہو —؟ ایسی عجیب و غریب اونچی شخصیت —"

"اگر وہ ایسی شخصیت نہ ہوتی تو تمہارا بھائی اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔ وہ صرف اعلیٰ ترین نعمتوں کا شوقین ہے۔"

"ہاں۔" کاؤنٹس نے ان دونوں کی سمت بڑھتے ہوئے جواب دیا۔" اسے مطمئن کرنا بہت مشکل ہے اسی لیے میں سوچ سوچ کر لرز رہی ہوں کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوگا۔"

—(۲۵)—

ازابل سے ملنے کے لیے گلبرٹ آدسمنڈ "قصرِ ہلال" دوبارہ آئے۔ مسز ٹوشیت اور

مادام ترل کے ساتھ تو وہ ہمیشہ ہی بڑے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ لیکن اب کے مسز توشیت نے دیکھا کہ یہ صاحب پندرہ دن میں پانچ مرتبہ ان کے وہاں تشریف لائے۔ ویسے وہ عموماً سال میں ایک دو دفعہ پھیرا لگا جاتے تھے۔ اور وہ بھی اس وقت جب مادام توشیت کے یہاں ٹھہری ہوتی تھی۔ رالف سے ان کی کبھی بنتی نہ تھی۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بیٹھے بٹھائے گلبرٹ اوسمنڈ ایک دم سے رالف توشیت کے شیدائی بن گئے۔ رہ گئی۔ آزابل تو یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ گلبرٹ صاحب اس کے چکر میں حاضری دے رہے ہیں۔ مسز توشیت کو ہمیشہ تعجب ہوتا کہ یہ شخص کس اطمینان سے دوسروں کو رام کر لیتا ہے۔ یہ مسز توشیت کو زیادہ نہیں کھلتے تھے۔ کیونکہ ان سے ملاقات بھی کبھی کبھار ہی ہوتی تھی۔ ایک قسم کی باہمی بے تعلقی کی وجہ سے گلبرٹ اوسمنڈ انھیں برے نہ لگتے۔ مگر یہ خیال کہ یہ آدمی اب ان کی بھانجی سے شادی کرنا چاہ رہا ہے، انھیں بالکل نہ بھایا۔ اور آزابل یہ نسبت منظور کر کے صریحاً اپنی اذیت پسندی قنوطیت اور اپنے اندھے پن کا ثبوت دے گی۔ لارڈ وار برٹن کو ٹھکرانے کے بعد وہ ایک ادھیڑ عمر کے گمنام امریکن سے شادی کر رہی ہے جو ایک بھیانک سی لڑکی کا باپ ہے اور جس کی آمدنی کے ذرائع کا کچھ اتا پتا نہیں۔" خدا کرے آزابل اس شخص کے بھرتے میں نہ آجائے" انھوں نے رالف سے کہا۔

"آزابل ہر ایک کی سن لیتی ہے۔ اپنی کبھی کسی سے نہیں کہتی۔ اور عموماً دوسروں کو اس کی طرف سے کھرا کھرا جواب ہی ملتا ہے۔" رالف بولا۔ اسے یہ سوچ کر بڑا مزا آرہا تھا کہ پچھلے چند مہینوں میں یہ آزابل کا تیسرا طلبگار تھا جو قلعے کے پھاٹک میں سے اندر آیا۔ وہ زندگی کا نظارہ کرنا چاہتی تھی۔ ایک کے بعد ایک لوگ آآکر اس کے سامنے دوزانو جھک رہے تھے۔ رالف کو توقع تھی ابھی پانچ چھ اور اسی طرح آکر گھٹنے ٹیکیں گے۔ اسے یقین تھا کہ وہ ابھی قلعہ کا دروازہ کھلا رکھے گی۔ محض تیسرے ہی پر آن کر نہ ٹھہر جائے گی۔ یہی بات اس نے اپنی ماں سے کہی۔ انھوں نے اپنے ہونہار بیٹے کو اس طرح دیکھا گویا وہ قلابازیاں کھا کھا کر ناچ رہا ہو — اس کی باتیں ہمیشہ ہی ایسی پرلطف ہوتی تھیں۔

"تم باتیں بڑی پہلے دار کرتے ہو۔ مگر میں تو انگریزی زبان کے صرف دو الفاظ

کی عزت کرتی ہوں ہاں۔ اور نہیں — وہ مسٹر او سمنڈ سے شادی کرنا چاہتی ہے تو تمہارے استعاروں اور ساری فلسفہ طرازیوں کے باوجود کرے گی۔ اسے اس کے راستے پر خود چلنے دو اور دیکھو کیا کرتی ہے۔ مجھے اس امریکہ والے لڑکے کا زیادہ علم نہیں۔ شاید اب وہ اسے یاد نہیں کرتی۔ اور وہ بھی اس کی آس لگائے لگائے اکتا گیا ہوگا۔ اگر یہ او سمنڈ سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اسے روک کون سکتا ہے۔ میں خود اپنی مرضی پر عمل کرنے کی قائل ہوں۔ لیکن ازابل کو ایک سے ایک انوکھی بے تکی باتوں میں مزا آتا ہے۔ وہ او سمنڈ سے محض اس بنا پر بیاہ کرے گی کہ فن سنگتراشی کے بارے میں ان کے خیالات بڑے خوبصورت ہیں یا کیونکہ ان کے پاس مائیکل انجیلو کے دستخط موجود ہیں۔ وہ محض بے تعلق رہنا چاہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ بھی اس کی دولت کی طرف سے اتنا ہی بے نیاز رہے گا؟ تمہارے بابا کے مرنے سے پہلے بھی ازابل کے یہی خیالات تھے۔ وہ مایا کے جال میں نہیں پھنسنا چاہتی۔ لکھ پتی بن جانے کے بعد تیاگ کا یہ تصور اسے اور زیادہ پُرسکون اور آرام دہ معلوم ہوتا ہے۔ اسے کسی ایسے آدمی سے شادی کرنا چاہیے جو خود مایا کے چکر سے بالاتر ہو۔ ایسا غنی دبی شخص ہوگا جو خود دولتمند ہو۔"

"اماں جان۔ ازابل ہم سب کو بیوقوف بنا رہی ہے۔ وہ اپنی مرضی پوری کرتی رہے گی۔ لیکن وہ انسان کی فطرت کا گہرا مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آزادی بھی برقرار رکھے گی۔ اس نے اپنے کھوج کا طویل سفر شروع کر دیا ہے۔ اور وہ گلبرٹ او سمنڈ کے ایک اشارے پر اپنے راستے کا رُخ بدلنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہو سکتی۔ گھنٹہ بھر کے لیے ممکن ہے اس نے اپنی رفتار دھیمی کر دی ہو لیکن بہت جلد وہ دھواں اڑاتی آگے روانہ ہو جائے گی۔ وہ پٹڑی سے ہرگز نہیں اتر سکتی۔ اس استعارے کے استعمال کے لیے دوبارہ معافی چاہتا ہوں؟"

مسز توشیف اب بھی مطمئن نہ ہوئیں۔ انھوں نے مادام مرل سے سوال کیا:۔

"تم سب کچھ جانتی ہو۔ یہ آدمی میری بھانجی پر ڈورے ڈال رہا ہے؟"

"گلبرٹ او سمنڈ۔؟" مادام نے آنکھیں پھیلا کر حیرت سے کہا "خدایا رحم کر۔

اس کا تو مجھے سان و گمان بھی نہ تھا۔"

"تمھیں اس بات کا اب تک خیال نہیں آیا؟"

"واقعی تم مجھے بالکل گدھی سمجھو گی۔ مگر سچ تو یہ ہے میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔ کیا آزابل کا اس طرف کچھ خیال ہے؟"

"میں اس سے پوچھنے والی ہوں۔" مسز توسنیت نے جواب دیا۔

مادام سوچ میں ڈوب گئیں۔ "یہ خیال اس کے ذہن میں گھسنے ہی مت دو۔ بہتر یہ ہوگا کہ پہلے اوسمنڈ سے اس کا عندیہ معلوم کر لو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اس کے لیے قطعی تیار نہیں کہ گلبرٹ اوسمنڈ مجھ سے اپنے نک چڑھے انداز میں کہے کہ مجھ سے مطلب؟ میں کون ہوتی ہوں؟"

"تو میں خود اس سے دریافت کروں گی۔" مادام نے بڑی بہادری سے کہا۔

"لیکن تمھیں گلبرٹ کی اتنی فکر کیوں؟"

"میں اس معاملے میں بالکل بے تعلق ہوں اسی لیے تو اس سے بآسانی پوچھ سکتی ہوں۔"

"اچھا تو پھر ذرا معلوم کرنا۔ میں آزابل سے بات کر لوں گی۔"

"کہیں یہ غضب بھی نہ کر بیٹھنا۔" مادام نے آگاہ کیا۔ "اس کے دماغ میں اور زیادہ ہلچل مچ جائے گی۔"

"میں نے آج تک اس کے دماغ میں کسی طرح کی ہلچل نہیں مچائی۔ وہ کچھ نہ کچھ کر ضرور بیٹھے گی لیکن اس کا راستہ میرے راستے سے ہمیشہ مختلف ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے تم یہ رشتہ پسند نہیں کرنے کی۔" مادام نے اس طرح کہا گویا یہ جاننا نہیں چاہتیں بلکہ اظہارِ خیال کر رہی ہیں۔

"ظاہر ہے۔ مسٹر اوسمنڈ کے پاس رکھا کیا ہے؟ کس برتے پہ وہ یہ بیاہ کرنے چلے ہیں؟"

مادام خاموش ہو گئیں۔ پھر بڑے دلفریب انداز میں بولیں۔ "اوسمنڈ پہلا آدمی تو

ہے نہیں جس سے آزابل ملی ہو۔ یہی شخص اگر اس کے حالات بہتر ہوتے تو زیادہ متاثر کر سکتا تھا۔ اب بھی وہ آزابل کا دل موہ چکا ہے۔"

"مجھے اس کے لرزہ خیز معاشقوں کی داستانیں سنانے مت بیٹھو۔ مجھے ان میں رتی بھر دلچسپی نہیں اور تم ان بزرگوار کی جتنی تعریفیں سنانے والی ہو محض انہی کی بنا پر میں چاہتی ہوں کہ وہ آئندہ یہاں قدم نہ رکھیں۔ مجھے معلوم ہے کہ پرانے مصوروں کی درجن دو درجن تصویروں اور ایک ڈھیٹ سی بیٹی کے علاوہ ان کے پاس خدا کا نام ہے۔"

"تصویریں بے اندازہ قیمتی ہیں۔ اور ان کی کم سن بچی ڈھیٹ نہیں بے انتہا بے ضرر ہے۔"

"دوسرے لفظوں میں، لڑکی ایک پھیکی سی چھوکری ہے جسے اس کا باپ یہاں کے دستور کے مطابق جہیز بھی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا آزابل کو اس کے لیے یا ایک کثیر رقم یا ایک لمبے چوڑے جہیز کا بھی انتظام کرنا پڑے گا۔"

"آزابل اس بے زبان بچی پر ترس کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی۔ وہ اس پر کافی مہربان ہے۔"

"یہ ایک اور وجہ ہے کہ مسٹر آوسمنڈ یہاں قدم رنجہ نہ فرمائیں ورنہ ایک ہفتے کے اندر اندر میری بھابی صاحبہ پر یہ وحی نازل ہو جائے گی کہ خدا نے انہیں سوتیلی ماں کی حیثیت میں اپنی قربانی دینے کے لیے پیدا کیا تھا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے وہ اس عہدے کو قبول کر لیں گی۔"

"آزابل سوتیلی ماں بن کر بے حد پیاری لگے گی۔ لیکن رائے میں بھی اسے یہی دوں گی کہ جلد بازی سے کام نہ لے۔"

آزابل کو اس سے معلوم نہ تھا کہ اس کے اور گلبرٹ آوسمنڈ کے متعلق تبادلۂ خیالات کیا جا رہا ہے۔ یہ واقعہ تھا کہ فلورنس میں جتنے اطالوی اور غیر ملکی مسز توشیت سے ملنے کے لیے "قصر بلال" آتے تھے یہ شخص اسے ان سب میں بہتر لگا تھا۔ اپنے مکان کے سامنے اپنی بچی کا ہاتھ تھامے، پہاڑی کی ڈھلوان پر ٹہلتے ہوئے اس انسان کی تصویر میں

ایک عجیب سی کیفیت آزابل کو نظر آتی۔ موسم گرما کی شفق کا دھیما پن اس سارے منظر پر چھایا ہوا تھا۔ یہ اکیلی، کھوئی کھوئی زندگی، یہ خوبصورت ملک، کوئی پرانا دکھ، جو اس انسان کے دل میں تھا، کسی طرح کے غرور کا احساس، — یہ ایک دلفریب اطالوی باغ تھا جس میں فوارے تھے۔ اور پھولوں کے کنج اور سرو کے درخت، کہیں کہیں پر خشکی بھی تھی۔ لیکن باپ کی بے بس سی چاہت اور شفقت کی خنک شبنم نے اس میں ہریالی پیدا کر دی تھی۔ "قصرِ ہلال" میں بھی گلبرٹ آوسمنڈ کا انداز یہی رہتا۔ وہ گفتگو کے دوران میں ہنسنے کی کوشش کبھی نہ کرتا۔ ایک روز وہ اپنی لڑکی کو ساتھ لایا۔ لڑکی نے آزابل کے گھر والوں کے پاس باری باری جا کر پیار کے لیے اپنی پیشانی ان کے سامنے پیش کی بالکل کسی فرانسیسی ڈرامے کی سادگی پُرکاری آزابل کو اس منظر میں دکھلائی دی۔ امریکہ اور انگلستان کی بچیاں اس نمونے کی نہیں ہوتی تھیں۔ پنزی دنیا میں اپنی ننھی سی جگہ پر اس قدر جامع اور مکمل تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی اتنی معصوم اور انجان۔

وہ آزابل کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس نے ہرے رنگ کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ اور ہاتھوں میں بھورے دستانے تھے جو مادام مرل نے اسے دیئے تھے۔ یوروپین ناولوں اور قصے کہانیوں کی مثالی "نوجوان دوشیزہ" — یہ لڑکی کاغذ کے سفید صفحے کے مانند تھی۔ آزابل نے سوچا کاش اس سادے صفحے پر کوئی اچھی سی عبارت لکھی جائے۔

کاؤنٹس جیمنی بھی آزابل سے ملنے آئیں۔ ان کی بات دوسری تھی۔ وہ سفید ورق نہیں تھیں۔ بلکہ ایک صفحے پر ایک کے اوپر ایک بہت ساری لکھائیوں میں جانے کیا کیا الّم غلّم تحریر کیا گیا تھا۔ اور رالف توشیت کا کہنا تھا کہ سطح پر اسے بہت ساری غلطیاں اور داغ دھبے بھی نظر آئے۔ کاؤنٹس کے جانے کے بعد میزبان بی بی اور مادام مرل میں تبادلۂ خیالات ہوا۔ مادام ایسی بیوقوف نہیں کہ ہر بات کے بارے میں ہاں میں ہاں ملائیں۔ چنانچہ انھوں نے کاؤنٹس کی طرفداری کرنا چاہی۔ مسز توشیت کو غصہ تھا کہ ایسی بیہودہ عورت کو "قصرِ ہلال" میں قدم رکھنے کی ہمت ہی کیسے ہوئی۔ تب آزابل کو

معلوم ہوتا کہ کاؤنٹس غریب کو کس قدر لغو اور پھیپھڑ سمجھا جاتا ہے۔ جو بدنام الگ ہیں۔ سوسائٹی میں اِدھر اُدھر دھکے کھاتی پھرتی ہیں اور کوئی ان کی بات تک نہیں پوچھتا۔ ان کی ماں نے یورپ کے خطاب یافتہ گھرانوں کے رعب میں آکر ان کی شادی ایک کاؤنٹ سے کر دی تھی۔ (یہ رعب بیٹی کے اوپر سے کب کا اتر چکا تھا) ان کاؤنٹ صاحب کے ہاتھوں وہ اتنی نالاں ہوئیں کہ اپنا غم غلط کرنے کے لیے اور بہت سی خرافات میں کھو گئیں مسز توشیت نے ان سے ملنا کبھی گوارا نہ کیا۔ گو کاؤنٹس نے کئی بار ان تک رسائی کی کوشش بھی کی فلورنس بہت زیادہ پاکباز جگہ نہ تھی۔ لیکن مسز توشیت کا قول تھا کہ بہر حال کہیں پر تو ایک حد فاصل کھینچ ہی لینی چاہیے۔

مادام نے بڑے زور دں میں کاؤنٹس کی حمایت کی۔ آخر مسز توشیت دکھیا ماری سے کیوں اتنی خفا ہیں۔ انھوں نے دراصل کسی کا کوئی نقصان نہ کیا تھا۔ بلکہ اکثر غلط طور سے بھلائی ہی کرتی رہتیں جو ان کے لیے الٹی پڑتی۔ خط فاصل ہمیشہ سیدھا ہونا چاہیے۔ لیکن کاؤنٹس جیسی کو ٹاٹ باہر کرنے کے لیے جو لکیر کھینچی جائے گی اسے لامحالہ بہت آڑا ٹیڑھا ہونا پڑے گا۔ اگر مسز توشیت ایسی تنگ نظر ہیں تو بہتر یہی ہے کہ جب تک فلورنس میں ہیں اپنے محل کے دروازے بند کر کے اندر محفوظ بیٹھی رہیں۔ کاؤنٹس نے بھی اوروں کی طرح گل چھرّے اڑائے تھے لیکن بہت غیر محتاط طریقے سے۔ یہی ان کا قصور سمجھو۔ کیونکہ وہ دوسری عورتوں کی طرح چالاک نہیں تھیں۔ دل کی بہت اچھی تھیں۔ لیکن اس کے یہ معنی تھوڑے ہی ہیں جو لوگ بچارے زیادہ عقلمند نہیں — انھیں محفل سے نکال دیا جائے۔ اس صورت میں تو ساری سوسائٹی ہی خالی ہو جائیگی۔ ہر جگہ الو بولے گا۔ عرصے سے ان کی خیر خبر نہیں سنی گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اب یہ اپنی پچھلی حرکتوں سے تائب ہو چکی تھیں۔ اور مسز توشیت کے حلقۂ احباب میں شامل ہونا چاہتی تھیں۔ ازابل اس جھگڑے سے الگ رہی۔ اسے بھلائی پسند تھا۔ اس لیے اس نے بہن سے بھی اچھا برتاؤ کیا۔ مسٹر اوسمنڈ کے مکان میں کاؤنٹس سے جو ملاقات ہوئی تھی اس نے کوئی بہت زیادہ خوشگوار تاثر ازابل کے دماغ پر نہیں چھوڑا تھا۔

مگر پھر بھی وہ اس کی تلافی کرنا چاہتی تھی۔ آخر مسٹر اوسمنڈ نے کہا تو تھا کہ ان کی بہن بڑی عزت آبرو والی بی بی ہیں۔ یہ جملہ کچھ عجیب سا معلوم ہوا تھا لیکن مادام کی ان باتوں نے اس تاثر کو ایک حد تک زائل کر دیا۔ انھوں نے ازابل کو کاؤنٹس کی پوری کتھا سنا ڈالی۔ کاؤنٹ ٹسنی کے صوبے کے ایک بہت پرانے خاندان کے فرد تھے۔ لیکن ان کی آمدنی اتنی قلیل تھی کہ وہ ایمی اوسمنڈ کو جو کسی طرح بھی حسین نہ کہلائی جا سکتی تھیں۔ ایک بہت ہی معمولی سے جہیز کے عوض بیاہنے پر رضامند ہو گئے تھے۔ گلبرٹ اوسمنڈ کو جو ترکہ ملا تھا اسی کے برابر کی مالیت کا بہن ایمی کا جہیز تھا۔ لیکن اب کاؤنٹس کو کہیں سے کچھ روپیہ مل گیا تھا اور اطالویوں کے معیارِ زندگی کے لحاظ سے ان کی مالی حالت پہلے سے ذرا بہتر تھی۔ لیکن ایمی حد سے زیادہ خراچ تھیں۔ اور کاؤنٹ انتہا سے زیادہ کمینے، کاؤنٹس کے تین بچے شیر خواری کے زمانے ہی میں مر چکے تھے۔ ان کی ماں جو اپنے حساب بڑی بھاری ادیب اور شاعرہ تھیں انگریزی ہفتہ وار رسالوں میں اٹلی کے متعلق خط لکھا کرتی تھیں اور شعر بھی کہتی تھیں۔ کاؤنٹس کی شادی کے تین سال بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ باپ جن کے لیے روایت تھی کہ بعد امیر و کبیر بڑے رنگیلے اور لا اُبالے تھے، شروع ہی میں مر چکے تھے۔ "گلبرٹ کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ مادام نے کہا، کہ ان کی ساری پرورش کسی عورت نے کی ہے۔ گو یہ خیال ضرور آتا ہے کہ انھیں پروان چڑھانے والی عورت "امریکن کورین" سے زیادہ سمجھدار رہی ہوگی۔ (مسز اوسمنڈ مرحومہ اپنے آپ کو یہی کہلواتی تھیں۔ یہ گویا ان کا تخلص تھا) یہ اپنے شوہر کی موت کے بعد دونوں بچوں کو لے کر اٹلی آگئی تھیں مسز ٹوشیت نے انھیں دیکھا تھا۔ مسز ٹوشیت انھیں حد سے زیادہ کم اصل، امارت پرست اور گھمنڈی سمجھتی تھیں لیکن یہ آزابل تمھاری خالہ کی سراسر زیادتی تھی۔ حالانکہ وہ بھی مسز اوسمنڈ کی طرح مصلحت والی سیاسی قسم کی شادیوں کی قائل رہی ہیں۔ تو قصہ مختصر یہ کہ کاؤنٹس اتنی بری نہیں، کم عقل ضرور ہے۔ اس کے ساتھ نبھانے کا گر صرف ایک ہے یعنی اس کی کسی بات میں یقین نہ کیا جائے۔ بچاری حد سے زیادہ جھوٹ بولتی

ہے۔ وہ تو گلبرٹ کی خاطر اس سے اچھی طرح ملتی ہیں۔ گلبرٹ چاہتے ہیں کہ ان کی بہن کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ انھیں یہ احساس ہے کہ ان کی بہن نے ان کے خاندانی نام کو تھوڑا سا دھبا لگا دیا ہے۔ بہن کا طرزِ گفتگو، ذوق، خود پسندی، کوئی ایک چیز بھی بھائی کی مرضی کی نہیں۔ وہ تو ان کے اعصاب کو جھنجھلا کر رکھ دیتی ہے جس قسم کی عورتیں گلبرٹ کی منظورِ نظر ہیں، یہ ان سے بے حد مختلف ہے۔ ان کی پسندیدہ عورتیں کیسی تھیں ؟ کاؤنٹس کے بالکل برعکس سچ بولنا جن کی عادت میں داخل ہوتا ہے — اور کاؤنٹس جھوٹ کے پل باندھنے میں ماہر تھی۔ ازابل نے دیکھا تھا کہ اس کا خلوص بھی حماقت زدہ تھا۔ مستقل اپنے بارے میں باتیں کرتی رہی کہ مس آرچر سے مل کر وہ کتنی خوش ہوئی۔ سچے دوست کی اسے کتنی قدر ہے۔ فلورنس کے لوگ کتنے ذلیل ہیں۔ وہ اس شہر سے کس قدر اکتا گئی ہے — اسے کہیں اور رہنے کی کتنی آرزو ہے — لندن — پیرس — واشنگٹن — اٹلی میں سوا جالی کے اور کسی قسم کا لباس ہی دستیاب ہونا کتنا مشکل ہے — دنیا میں مہنگائی کتنی بڑھتی جا رہی ہے۔ کتنی تکلیف اور عسرت کی زندگی اس نے بتائی ہے — مادام کو ازابل نے یہ سارا مکالمہ سنایا۔ اور اس لے دیکھا کہ مادام کاؤنٹس جیمنی سے خائف نہیں یا کم از کم ظاہر یہی کرتی ہیں۔

اسی دوران میں ازابل کے یہاں بی ہنری اٹیا بھی آن پہنچیں۔ مسٹر ٹوشیت کی پیرس سے سان ریمو روانگی کے بعد یہ بھی پیرس سے چل پڑی تھیں۔ شمالی اٹلی کے شہروں سے گزرتی ہوئی مئی کے وسط میں یہ دریائے آرنو کے ساحل پر آ موجود ہوئیں۔ مادام نے ہنری اٹیا کا مکمل جائزہ لیا اور اسے بھی برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ گویا اسے گلاب کے پھول کی طرح نہ سراہیں گی بلکہ کانٹے دار جھاڑی کی مانند اپنی گرفت میں لے لیں گی۔ مادام نے ہنری اٹیا کی اہمیت کو بالکل نظر انداز کر دینا چاہا۔ مسٹر بنٹنگ نے آ کر ہنری اٹیا کی آمد کی اطلاع دی تھی۔ وہ وینس سے آ گئے تھے۔ ہنری اٹیا ابھی وینس ہی میں تھی۔ دو دن بعد وہ بھی فلورنس آ گئی۔ اس مضحکہ خیز صورتِ حال کی ازالف

نے دل کھول کر داد دی۔ وہ اپنے کمرے میں مسٹر ٹینگ کے ساتھ بیٹھا تھا مسٹر ٹینگ سگار پیتے جاتے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ ان کا یہ ہلکا پھلکا معاشقہ دراصل خالص ذہنی ہے۔ یہ لڑکی انھیں اس لیے پسند تھی کہ فروعات پر جانے کے بجائے اصلیت پر نظر رکھتی تھی۔ لیکن اب تو وہ بھی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ہنری اٹیا جذبات کی دنیا میں کبھی قدم رکھے گی یا نہیں۔ وہ اس کے ساتھ بہت دور تک جانا چاہتے تھے اور کوئی وجہ نہیں کہ تھک ہار کر خود ہی راہ میں بیٹھ رہیں۔ ہنری اٹیا میں نکلان کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ انگلستان سے آنے کے بعد سے ہنری اٹیا کا مستقبل زیادہ تابناک اور وسیع ہو گیا تھا۔ "اندرونی زندگی" کے معاملے میں اسے یہاں بھی ناکامی ہوئی تھی۔ یوروپ کا معاشرتی پس منظر انگلستان سے بھی زیادہ گنجلک تھا۔ لیکن کم از کم یہاں ایک خارجی زندگی موجود تھی۔ اور اس کہر آلود جزیرے کے باسیوں کی زندگی کی بہ نسبت یہاں کے سماج کے متعلق بہت آسانی سے ادب پارے لکھے جا سکتے تھے۔ بقول ہنری اٹیا یوروپ کے ممالک میں مکانوں کے باہر سے منقش پردوں کی سیدھی طرف دکھلائی دے جاتا تھا۔ انگلستان میں صرف اس کا الٹا طرف ہی سامنے رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ کبھی نہ معلوم ہو پاتا تھا کہ اندر کی جانب کیسے کیسے بیل بوٹے کڑھے ہیں۔ اس تاریخ نگار کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہنری اٹیا اب روحانیت کو چھوڑ کر مادہ پرستی کی طرف گرتی آ رہی تھی۔

وینس میں وہ دو ماہ تک "خارجی زندگی" کے مطالعے میں مشغول رہی۔ جہاں اس نے نہروں میں چلنے والی کشتیوں "آہوں کے پل" کبوتروں اور طاسو[1] کے گیت گاتے ہوئے نوجوان ملاحوں کے متعلق بڑے مفصل بیانات "عکاس" میں چھپنے کے لیے بھیجے۔ "عکاس" کے مدیر کو ممکن ہے مایوسی ہوئی ہو لیکن ہنری اٹیا آخر کار اب یوروپ کا نظارہ کر رہی تھی اب وہ موسمی بخار کی آمد سے پہلے پہلے روم پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ایک خاص دن اور تاریخ کے بعد سے یہ وبا وہاں پھیل جاتی ہے۔ مسٹر ٹینگ اس کے

---

[1] سولہویں صدی کا مشہور اطالوی شاعر۔ مترجم

ہمراہ روم جا رہے تھے اور ہنری ایٹلنے آزابل پر واضح کیا، کہ یہ فوجی آدمی تھے اور آئین کے مشہور عالم مدرسے میں پروان چڑھے تھے جہاں انھوں نے لاطینی ادب اور تواریخ کا مطالعہ کیا تھا۔ لہٰذا اسیرز کی اس نگری میں ان کی دوسرا نہایت قابل قدر رہے گی۔

اب رالف نے آزابل سے کہا کہ سبھی مل کر روم کی یاترا کیوں نہ کر آئیں۔ مئی کے حسین مہینے کے دس روز ابھی اور باقی تھے۔ روم کے پرستاروں کے لیے اس سے بہتر زمانہ اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ طے ہوا کہ مادام مرل مسز تورشت کی سنگت کے لیے فلورنس ہی میں رہیں گی۔ اور مادام نے بھی یہ ظاہر کیا کہ انہیں روم جانے کی کوئی خاص خواہش نہیں۔ باقی بچیں مسز تورشیت تو وہ اس خیال سے سمجھوتہ کر چکی تھیں کہ ان کی بھانجی کو اب بہر حال اپنے راستے پر تنہا چلنا ہے۔ جانے سے پہلے آزابل گلبرٹ اوسمنڈ سے ملی۔

"کاش میں بھی تمھارے ساتھ روم چل سکتا" انھوں نے فرمایا۔ "میں تمھیں اپنی آنکھوں سے دیوتاؤں کے اس شہر میں چلتے پھرتے دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"پھر آپ بھی چلے چلیے" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"تمھارے ساتھ پہلے ہی جلوس کا جلوس جا رہا ہے"

"ہاں میں اکیلی تو نہیں ہوں"

اوسمنڈ چپکے ہو رہے۔ پھر بولے ـــ "روم تمھیں پسند آئے گا اس کی صورت بگاڑ دی گئی ہے۔ پھر بھی تم اس پر عاشق ہو جاؤ گی۔ میں تمھارے ساتھ چلوں تو سہی مگر اپنی بچی کا کیا انتظام کروں؟"

"مکان میں تنہا نہیں رہ سکتی؟"

"مجھے یہ پسند نہیں محض ایک بڑھیا کام کاج کے لیے آتی ہے۔ اور مہنگی اعلیٰ دُبے کی آیا رکھنے کی مجھ میں استطاعت نہیں"۔

"تو اسے بھی اپنے ساتھ لے چلیے" آزابل نے فوراً جواب دیا۔

اوسمنڈ اس وقت بہت متفکر نظر آ رہے تھے۔ "ہنری جاڑوں بھر روم ہی میں

رہی ہے ——— ابھی وہ اتنی بڑی نہیں ہوئی کہ تفریحی سیر و سفر میں شرکت شروع کر دے۔"

"آپ اسے پردے میں رکھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔ میرا خیال ہے کہ نوجوان لڑکیوں کو دنیا سے الگ رکھنا ہی بہتر ہے۔"

"مجھے تو بالکل آزادی کی فضا میں پروان چڑھایا گیا تھا۔"

"اچھا —؟ لیکن تم دوسری لڑکیوں سے مختلف ہو۔"

"لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ —" آزابل چپ ہو گئی۔

مسٹر اوہمنڈ نے سادگی سے بات جاری رکھی "مجھے یہ یقین ہو کہ وہ روم پہنچکر تمہارے گروہ میں شامل ہو کر تمھاری ایسی ہی بن جائے گی تو میں اسے آج اپنے ساتھ لے چلوں —"

"اسے میری ایسی بننے کی کیا ضرورت ہے۔ اسے اس کی اپنی حالت پر ہی رہنے دیجیے۔"

"اپنی بہن کے ہاں البتہ اسے چھوڑ سکتا ہوں۔" انھوں نے اس طرح کہا گویا آزابل سے رائے لیتے ہوں۔ وہ اپنے گھریلو معاملات میں آزابل سے مشورے خوب لیا کرتے تھے۔

"ضرور۔ لیکن وہاں رہ کر تو وہ میری ایسی بننے سے رہی!"

آزابل کی فلورنس سے روانگی کے بعد مسٹر اوہمنڈ کاؤنٹس جیمنی کے گھر پر مادام مرل سے ملے۔ کاؤنٹس کے دیوانخانے میں حسب معمول بہت سے لوگ جمع تھے۔ ادھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد اوہمنڈ مادام مرل کے نزدیک آکر ایک ترکی وضع کی مسند پر بیٹھ گئے "وہ مجھ سے روم چلنے کے لیے کہ رہی ہے۔" انھوں نے نیچی آواز میں کہا۔

"دوسرے لفظوں میں یہ تجویز تم نے اس کے سامنے پیش کی اور اس نے منظور کر لیا۔"

"میں نے اسے یہ دعوت دینے کا موقع ضرور دیا تھا"

"ابھی سے نہ سمجھ بیٹھنا کہ بازی تمہارے ہاتھ رہی - لیکن رو دم ضرور جاؤ"

"تم نے جو منصوبہ بنایا تھا۔ اب تو میرا بھی بڑی سرگرمی سے اس پر عمل کرنے کو جی چاہ رہا ہے"

"ایسی بے نیازی کیوں ظاہر کرتے ہو میرے سامنے۔ بڑے احسان فراموش ہو۔ برسا برس، ساری زندگی جھک مارتے رہے۔ ایسا نادر موقع پہلے کبھی ملا تھا؟"

"تم نے بے حد حسین منظر کھینچا ہے۔ اس کے لیے واقعی مجھے تمہارا شکر گزار ہونا چاہیے۔

"ابھی سے زیادہ اونچے نہ اڑنا" مادام نے معمول کے مطابق مسکرا کر کہا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سارے کمرے پر نظر دوڑائی۔

"تم نے آزابل کو ایک حد تک اپنے قابو میں کر لیا ہے اور تم خود بھی اس کے شیدائی بن چکے ہو۔ مسز توشیت کے یہاں تم سات دفعہ محض مجھ سے نیاز حاصل کرنے کے لیے نہیں پہنچے تھے۔"

"ہاں۔ لڑکی بری نہیں" اوسمنڈ نے آہستہ سے کہا۔

مادام نے انھیں گھور کر دیکھا" اس آسمانی اپسرا کے لیے تمہارا کہنا صرف یہی ہے — بری نہیں !!"

"تم نے مجھے کتنے لوگوں کے لیے یہ الفاظ بھی استعمال کرتے سنا ہے؟"

مادام نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور اسی دلفریب انداز میں مجھ کو دیکھتی رہیں۔ تمہاری گہرائی کی تھاہ نہیں پائی جا سکتی" انھوں نے آخر کار زیر لب کہا" مجھے اس اندھے کنوئیں کا سوچ کر ڈر لگ رہا ہے جس میں میں نے اس لڑکی کو دھکیل دیا"

"اب تم پیچھے نہیں ہٹ سکتیں" اوسمنڈ نے شگفتگی سے کہا" تم بہت آگے بڑھ چکی ہو۔"

"بہتر — لیکن اب باقی کام تمہارے ذمے ہے۔"

"اس کی تم چنتا نہ کرو۔"

مادام چپ ہوگئیں۔ اوسمنڈ مسند پر سے اٹھ کر پھر اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔ جب مادام رخصت ہونے کے لیے تیار ہوئیں تو وہ بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ صحن میں مسز توشیت کی وکٹوریہ گاڑی مادام کے لیے منتظر کھڑی تھی۔ ان کو گاڑی میں سوار کرانے کے بعد اوسمنڈ چند لمحوں تک پائیدان کے پاس کھڑے رہے۔ "تم میں موقع شناسی بالکل نہیں۔ ایسی بے احتیاطی بھی کیا۔" مادام نے ذرا جھکے ہوئے انداز میں کہا "میرے اٹھتے ہی تم کو نہیں اٹھنا چاہیے تھا۔"

"میں بھول جاتا ہوں۔" اوسمنڈ نے ٹوپی اتار کر ماتھے پر ہاتھ پھیرا "ہمیشہ بھول جاتا ہوں۔ مجھے ان سب باتوں کی عادت نہیں رہی۔"

"تم سے خدا بچائے۔ خدا بچائے —" مادام نے مکان کے دریچوں پر نظر ڈالتے ہوئے دہرایا۔

"ازابل واقعی بے حد دلفریب ہے۔ میں نے آج تک کسی عورت میں اتنی نزاکت نہیں دیکھی۔" اوسمنڈ نے مادام کی سنی ان سنی کر کے کہا۔

"سچ کہو۔ یہ جان کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ تم جتنا زیادہ اسے پسند کرو گے میرے حق میں اتنا ہی بہتر ہوگا۔"

"تم نے جیسا بیان کیا تھا یہ تو اس سے بڑھ چڑھ کر نکلی۔ اور حد سے زیادہ پُرخلوص۔ بس صرف ایک نقص ہے —"

"وہ کیا —؟"

"اُس کے دماغ میں خیالات بہت سارے ٹھنسے ہیں۔"

"میں نے تمھیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔"

"خوش قسمتی یہ ہے کہ اس کے خیالات سارے کے سارے برے ہیں۔ ناکارہ۔"

"یہ خوش قسمتی کیوں ہے؟"

"بیگم صاحبہ۔ اسے ان خیالات کو قربان کرنا ہوگا —"

مادام گدی سے ٹیک کر بیٹھ گئیں۔ اور اپنی نظریں سامنے خلاء میں جما دیں۔ پھر انہوں نے کرچیان کو آواز دی۔ لیکن اوسمنڈ نے پھر بات شروع کی ——

"وہ روم گیا تو پنزی کا کیا کروں؟"

"میں جا کر اس سے ملتی ہوں" مادام مرل نے جواب دیا۔

(۲۷)

اب آزابل روم میں تھی۔ فورم کے پتھریلے فرش پر چل رہی تھی۔ سینٹ پیٹر کی محرابوں کے نیچے سے گزرتی تھی۔ گلی کوچوں کی ایک ایک اینٹ، دھوپ میں دمکتے ہر ایک ذرّے کے اندر ہزاروں برسوں کی طویل کہانی پنہاں تھی۔ وہ اس ماحول میں اس قدر کھو گئی کہ رالف کو احساس ہوتا کہ وہ بالکل گم سم ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھتا لیکن اس وقت وہ دراصل آزابل کی اس خاموشی کو پڑھنے میں مصروف ہوتا تھا۔ آزابل بے حد مسرور تھی۔ انسانوں کے ماضی کے اس شدید، تکلیف دہ بوجھ کا احساس اس کے ذہن پر چھا گیا تھا۔ لیکن حال کا تصور اسے نیلگوں فضاؤں میں دُور دُور تک بہائے جاتا۔ اس کے ادراک کی مختلف سطحیں آپس میں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ وہ آنِ واحد میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی۔ بہت سی باتیں اس منظر میں ایسی دکھلائی پڑتیں جو اس نے تاریخ کی کتابوں میں نہیں پڑھی تھیں اور تاریخ کے بہت سے حوالے وہ نظر انداز کرتی رہتی۔ بقول رالف روم انسان کے ہر نفسیاتی لمحے، کا ساتھ دے سکتا تھا۔ سیاحوں کی ٹولیاں اب وہاں سے جا چکی تھیں اور بیشتر کھنڈر اور عمارتیں دوبارہ اپنے ابدی سناٹے میں کھو گئی تھیں۔ آسمان کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ کائی آلود کونوں کھدروں میں چھپے ہوئے فواروں کی موسیقی اس سناٹے میں شدید تر ہو چکی تھی۔ گرم، دھوپ میں چمکتی سڑکوں کے نکڑ پر پھولوں کے ڈھیر لگے تھے۔ فورم میں ان دنوں کھدائی ہو رہی تھی۔ آزابل اور اس کے ساتھی ایک روز وہاں گئے۔ سڑک پر سے اتر کر وہ لوگ "مقدس راستے" پر آ گئے تھے۔ اور اپنے اپنے محسوسات کے مطابق ذرا تعظیم سے قدم رکھتے

اس پر چلنے میں مصروف تھے۔ہنری ایٹانے یہاں کی جس خصوصیت کو سب سے زیادہ قابلِ غور سمجھا تھا وہ یہ تھی کہ قدیم روم کی سڑکیں بھی نیویارک کی سڑکوں کی طرح کثرتِ استعمال سے گھسی ہوئی تھیں۔اسے رتھ کے پہیوں کی لیکھوں اور نیویارک کی ٹرام کی پٹریوں میں بھی بڑی قریبی مشابہت نظر آئی۔سورج ڈوب رہا تھا۔ہوا میں سنہرا دھندلکا سا تیر رہا تھا۔بلند و بالا شکستہ ستونوں کے سائے کھنڈروں کے وسیع میدان میں طویل ہونا شروع ہو گئے۔ہنری ایٹا مسٹر بنٹنگ کے ہمراہ ایک طرف کو ٹہلتی ہوئی نکل گئی۔دوسری جانب رالف ازابل سے باتیں کرتا اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔آثارِ قدیمہ کے ان عسرت زدہ اور یتیم سے ماہرین میں سے ایک (جو اکثر ایسی جگہوں پر بلا مقصد گھومتے نظر آتے ہیں) ان کے ساتھ ہو لیا اور جلدی جلدی ان عمارتوں کی تاریخ گوش گزار کرنے لگا۔سیاحوں کا موسم گزر چکا تھا لیکن یہ بے چارہ اپنی داستان دہراتے نہ تھکا تھا اور نہ اس کی فصاحت و بلاغت میں کوئی فرق آیا تھا۔

فورم کے ایک کونے میں کھدائی جاری تھی۔خدا کے اس نیک بندے نے رالف اور ازابل کو مشورہ دیا کہ قریب سے چل کر اسے دیکھیں تو بہت سی کام کی باتیں معلوم ہو جائیں گی۔رالف فوراً تیار ہو گیا۔لیکن ازابل چلتے چلتے تھک چکی تھی "میں یہیں بیٹھ کر سستاتی ہوں۔تم ہو آؤ۔" اس نے رالف سے کہا۔وہ کچھ دیر تنہا بیٹھنا چاہتی تھی۔رالف گائیڈ کے ہمراہ آگے روانہ ہو گیا۔وہ کیپٹال کی بنیادوں کے قریب ایک ٹوٹے پھوٹے کھمبے پر بیٹھ گئی۔اس کے چاروں اور روم کی تاریخ کے اوراق بکھرے پڑے تھے۔وقت کی پرواز نے ان سلوں اور پتھروں پر اپنی ریکھائیں چھوڑ دی تھیں۔ان ریکھاؤں میں کتنے ان گنت انسانوں کی انفرادی زندگی کی داستانیں چھپی ہونگی۔ازابل کا ذہن بھٹکتے بھٹکتے پھر حال کی طرف آنکلا۔روم کے ماضی سے لے کر ازابل آرچر کے مستقبل تک کا فاصلہ خاصا طویل تھا۔لیکن ایک اڑان میں وہ واپس آپہنچی۔ پتھر کے فرش کی شکستہ سطح پر نظریں جمائے سوچ میں ایسی ڈوبی تھی کہ اس نے آنے والے کے قدموں کی آہٹ بھی نہ سنی۔یہاں تک کہ نووارد کا سایہ اس کے سامنے

زمین پر پھیل گیا۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر اوپر دیکھا۔ آنے والا رالف نہیں تھا۔ وہ اور ازابل ایک ساتھ چونک پڑے۔ اس اجنبی نے تعظیماً ٹوپی اتاری۔

"لارڈ وار برٹن ۔" ازابل نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے تعجب کے ساتھ کہا۔ "تم ۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم یہاں موجود ہو۔" وہ بڑی اپنائیت کے ساتھ بے ساختہ کہہ اٹھے۔

ازابل نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا ۔ "میرے ساتھی اِدھر اُدھر ہو گئے ہیں۔ ابھی ابھی میرے بھائی صاحب بھی کھدائی کا کام دیکھنے کے لیے چل دیئے۔"

"اچھا۔" لارڈ وار برٹن نے بے دھیانی سے دوسری اور دیکھتے ہوئے کہا۔ اب وہ مضبوطی سے قدم جمائے اس کے سامنے کھڑے تھے۔ انھوں نے اپنے توازن کو فوراً سنبھال لیا تھا۔ اور یہ ظاہر بھی کرنا چاہتے تھے ۔ "میں تمھاری تنہائی میں مخل ہو رہا ہوں۔" انھوں نے شکستہ ستون کو دیکھتے ہوئے کہا جس پر ازابل ابھی بیٹھی تھی۔ "تم بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔"

"جی ہاں۔" ازابل ذرا ہچکچائی۔ اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ "میں تو آپ کی سیر میں حارج نہیں ہوئی؟"

"اجی بالکل نہیں میں تو یونہی مارا مارا پھر رہا ہوں۔ مجھے پتا نہ تھا کہ تم روم میں ہو۔ میں ابھی مشرق سے واپس لوٹا ہوں۔ وطن جاتے ہوئے یہاں ٹھہر گیا۔"

"بہت لمبی سیاحت رہی آپ کی؟" ازابل کو رالف سے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ انگلستان سے غیر حاضر تھے۔"

"میں چھ مہینے سے باہر ہوں۔ تم سے آخری ملاقات کے بعد ہی نکل کھڑا ہوا۔ ترکی اور ایشیائے کوچک میں رہا۔ اس وقت سیدھا ایتھنز سے ادھر آ رہا ہوں۔" وہ اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کی لاحاصل کوشش میں مصروف تھے۔ لیکن یہ آسان نہ تھا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے اضطراب پر قابو پا سکے۔

"تم چاہتی ہو تو میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یا کچھ دیر اپنے پاس

ٹھہرنے کی اجازت دے دوگی؟"

آزابل نے بڑی گمبھیرتا سے یہ بات سنی۔"میں بالکل نہیں چاہتی کہ آپ ابھی یہاں سے چلے جائیں۔ مجھے تو آپ کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

"عنایت۔ بیٹھ سکتا ہوں؟" پتھر کے جس ٹکڑے پر وہ بیٹھی تھی وہاں بہت سے لوگ بآسانی آرام کر سکتے تھے۔ اور اس بلند و بالا اور وجیہ انگریز کے لیے تو بہر حال کافی جگہ موجود تھی۔ چنانچہ انگلستان کے اس عظیم الشان طبقے کا یہ دلکش نمائندہ آزابل کے نزدیک بیٹھ گیا۔ اور پانچ منٹ کے عرصے میں اس نے بہت سے سوال کر ڈالے جھجکتے ہوئے، ایک ہی بات بے ربطی سے بار بار دہرائی۔ گھبرا گھبرا کر آزابل کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا۔ اپنی کہانی اسے سنائی۔ وہ اس سکون سے یہ سب سنتی رہی جو نسوانیت کا خاصہ ہے کئی دفعہ انھوں نے دہرایا کہ اس سے دوبارہ ملنے کی انھیں ہرگز توقع نہ تھی ظاہر تھا کہ اس اچانک ملاقات نے ان کے من کی دنیا کو بری طرح جھنجھنا دیا ہے۔ مشرقی ممالک کی تیز دھوپ میں گھومتے رہنے کے باعث ان کا رنگ تمتما گیا تھا جس نے ان کا حسن دوبالا کر دیا تھا۔ ان کی گھنی، چمکدار ڈاڑھی بھی ایشیا کی آگ میں دمک اٹھی تھی۔ انھوں نے ایسا ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا جو ہر انگریز سیاح باہر کے دیسوں میں سفر کرتے ہوئے اپنے آرام کے خیال سے پہنتا ہے اور جس سے اس کی قومیت کی امتیازی حیثیت بھی برقرار رہتی ہے۔ ان کی خوبصورت آنکھیں جس سے خوش خلقی اور مستقل مزاجی ٹپکتی تھی۔ ان کی تانبے کی ایسی دمکتی رنگت۔ ان کے سراپا کی دل نواز مہک، ان کا شاندار جسم، ان کا شریفانہ بانکپن اور جہاں گشتوں والا انداز — ان سب نے مل جل کر انھیں برطانوی نسل کا ایسا مکمل نمونہ بنا دیا تھا جو ہر ملک اور خطۂ زمین میں نظروں کو لبھا سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ برطانوی نسل کو سراہنے والے موجود ہوں۔ آزابل نے بھی ان کی اس آن بان کو دیکھا اور خوش ہوئی کہ اس نے ہمیشہ ان کو پسند کیا تھا۔ انھوں نے اپنے صدموں کے باوجود اپنی ان صفات

کو برقرار رکھا تھا جو اعلیٰ خاندانوں کا طرۂ امتیاز ہیں۔ اور جنھیں آسانی سے نہیں مٹایا جا سکتا۔ ان خصوصیات کو نیست و نابود کرنے کے لیے بہت بھاری طوفان اور بہت عظیم انقلابات درکار ہیں۔ انھوں نے بہت سی ادھر اُدھر کی باتیں کیں۔ ازابل کے خالو کی موت۔ رالف کی صحت۔ ازابل نے موسم سرما کیسا گزارا۔ اس کا روم کا سفر۔ فلورنس واپسی۔ گرمیوں کے زمانے میں وہ کیا کرنے والی ہے۔ ہوٹل جہاں وہ ٹھہری تھی پھر لارڈ واربرٹن کے اپنے قصے۔ کہاں کہاں گئے۔ اب کیا کرنے والے ہیں۔ اپنی سیاحت کے تاثرات۔ آج کل کہاں مقیم ہیں۔ بالآخر دونوں خاموش ہو گئے۔ اتنا کچھ کہا جا چکا تھا کہ اب اختتامیہ کے لیے الفاظ کی ضرورت نہ تھی۔ "میں نے تمھیں کئی بار خط لکھا۔"

"مجھے — ؟ مجھے تو ایک بھی نہیں ملا۔"

"میں نے انھیں ڈاک کے سپرد نہیں کیا۔ لکھ لکھ کر آگ کی نذر کرتا رہا۔"

"اُفوہ — !" ازابل ہنسی۔ "میں بھی انھیں آگ میں پھینک دیتی۔ اس لیے بہتر ہوا کہ آپ نے یہ کام خود ہی کر لیا میری طرف سے — !"

"مجھے معلوم تھا کہ تم میرے خط کی پروا نہ کرو گی۔" انھوں نے ایسی سادگی سے کہا کہ ازابل کو ترس سا آ گیا۔ "میں نے سوچا۔ کہ بہرکیف، مجھے کوئی حق نہیں کہ خط لکھ لکھ کر تمھیں تنگ کروں۔"

"مجھے آپ کی خیریت معلوم کر کے بہت خوشی ہوتی۔ آپ کو پتا ہے میری کتنی تمنا تھی کہ — کہ —" وہ چپ ہو گئی۔ جو بات وہ کہنا چاہتی تھی اگر کہہ ڈالتی تو کتنی پھیکی اور بے اثر معلوم ہوتی۔

"میں جانتا ہوں کیا کہنا چاہتی ہو — تمھاری تمنا تھی کہ ہم دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے اچھے دوست رہیں۔" یہ پٹا ہوا فقرہ جو لارڈ واربرٹن نے دہرایا۔ ظاہر ہے کس قدر بے رنگ تھا۔ لیکن وہ چاہتے تھے کہ اس فقرے کے کھوکھلے پن کا ازابل کو بھی اندازہ ہو جائے۔

"یہ سب اب نہ کہیے۔" ازابل نے سوچا کہ یہ بات پہلی والی سے بہتر ہے۔"

"میرا دل رکھنے کے لیے اتنا بھی نہیں کہہ سکیں؟"

"جھوٹ موٹ کیوں آپ کا دل رکھوں؟" وہیں بیٹھے بیٹھے آزابل کے دل میں پھر اپنی فتح کا جذبہ بیدار ہوا۔ چھ مہینے قبل اس نے اس آدمی کو کس بری طرح مایوس کیا تھا۔ یہ کیسا خوش مزاج انسان تھا۔ اور قوی۔ اور دلاور۔ اس سے بہتر انسان روئے زمین پر اور کوئی نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود آزابل کا جواب نفی میں تھا۔

"اچھا ہے۔ اب تم مجھ سے ہمدردی نہ کرو۔ یہ تمھارے بس کی بات نہیں۔" لارڈ واربرٹن نے کہا۔ وہ اپنی جیت کے سرور میں کھوئی ہوئی تھی۔

"میری خواہش تھی کہ ہم ایک دوسرے سے دوبارہ ملیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں تھا کہ آپ مجھے پھر یاد دلائیں گے —کہ— میں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ لیکن آپ نے وہی راگ الاپنا شروع کر دیا۔ مجھے آپ سے مل کر اب خوشی کے بجائے کوفت ہو رہی ہے۔" وہ بڑے شاہانہ انداز سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے کی غرض سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی

"میں تمھیں کچھ یاد نہیں دلا رہا۔ صرف ایک دو باتیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اب یہ راگ کبھی نہ الاپوں گا۔ اطمینان رکھو۔ جو کچھ میں نے پچھلے سال تم سے کہا تھا وہ میرے دل کی آواز تھی۔ میں اور کچھ سوچنے سے قاصر ہوں۔ میں نے بھلانے کی بہت کوشش کی۔ ہمت کرکے دوسری لڑکیوں میں دلچسپی بھی لینا چاہی۔ تم کو یہ سب اس لیے بتلا رہا ہوں کہ تم جان لو کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اس میں مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی مارے میں دور دراز کی سیاحت کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ کہتے ہیں سفر دھیان بٹاتا ہے۔ میرے لیے یہ بات بھی غلط ثابت ہوئی۔ میں ہر وقت تمھارے خیال میں کھویا رہتا ہوں۔ مجھے اب بھی تم سے اتنی ہی شدید محبت ہے۔ جو کچھ میں نے تم سے پچھلے سال کہا تھا اس وقت بھی لفظ بہ لفظ سچ ہے۔ اِس سمے میں تم سے یہ باتیں کر رہا ہوں اور تم نے مجھ پر ظاہر کر دیا ہے کہ کس طرح مجھے مسحور کرتی ہو۔ جب اچانک تم مجھے یہاں مل گئیں اس وقت میں خدا کی قسم یہ سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ کاش تم یہیں کہیں دوبارہ مجھے نظر آ سکتیں۔"

اب وہ اپنے جذبات پر مکمل قابو پا چکے تھے۔ وہ اس طرح بول رہے تھے گویا

پارلیمنٹ کے کسی اجلاس کو مخاطب کرتے ہوں۔ بڑے دھیمے پن اور وضاحت کے ساتھ کوئی اہم بیان دیتے ہوں۔ اور کبھی کبھی یادداشت کے کاغذوں کو بھی دیکھ لیتے ہوں جو گویا اس وقت ان کی ٹوپی میں رکھے تھے۔ اس طرح وہ بار بار اپنی ٹوپی کو الٹتے پلٹتے۔ جیسے اجلاس کو ان کے نقطۂ نظر کی اہمیت محسوس کر لینا چاہیے تھی۔

"لارڈ مار برٹن میں نے اکثر آپ کے متعلق سوچا ہے۔" آزابل نے جواب دیا۔ "اور یقین جانیے میں آپ کو کبھی نہ بھولوں گی۔" اس نے ایسے لہجے میں کہا جس سے نرمی کا اظہار بھی ہو سکے اور اس کا مطلب بھی پس منظر میں باقی رہے۔ "ایسا کرنے میں ہم دونوں کا کوئی نقصان نہیں۔"

آزابل اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلنا شروع کر دیا۔ آزابل نے بڑی مستعدی سے لارڈ وار برٹن کی بہنوں کی خیریت دریافت کی۔ وہ بھی چند لمحوں تک سمندر کی سطح کے محفوظ پانیوں پر تیرتے رہے۔ بالآخر پھر اس کی ذات کی طرف لوٹ آئے:

"روم میں کب تک رہو گی؟"

آزابل کے بتانے پر انھوں نے بے ساختہ بڑی مسرّت کے ساتھ کہا کہ ابھی وہ بھی یہاں سے نہیں جا رہے۔

"آپ تو کہتے تھے کہ روم راستے میں پڑتا تھا اس لیے ٹھہر گئے۔ پھر آپ کو خوشی کیوں ہے۔ میں یہاں زیادہ عرصے تک رہوں گی۔

"روم کے لیے انسان ایسا رویہ نہیں اختیار کر سکتا گویا یہ کلیپ ہیم[1] جنکشن ہے۔ یہاں کے ٹرا داری میں گذر جانے کے معنی بھی یہی ہیں۔ یہاں ہفتہ دو ہفتہ قیام کیا چاہیے۔"

"یوں کہیے کہ جب تک میں ہوں آپ کا پڑاؤ بھی یہیں رہے گا!"

شرمیلے پن اور گھبراہٹ نے ان کے تبسم میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "تم میرا یہاں ٹھہرنا کھل رہا ہے۔ ڈرتی ہو ہر وقت سر پر سوار رہوں گا۔"

---

[1] لندن کے مضافات کا ایک ریلوے اسٹیشن۔

"مجھے کون بات کھلتی ہے۔ کون نہیں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ محض میری وجہ سے آپ اس خوبصورت شہر کی سیر سے محروم رہیں۔ لیکن یہ مانتی ہوں کہ آپ سے ڈر ضرور لگ رہا ہے۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں کہ آئندہ اپنا دکھڑا تمھارے سامنے نہ روؤں گا۔ مجال ہے جو یہ قصور دوبارہ سرزد ہو۔"

چلتے چلتے رک کر انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ "سچ سچ — بچارے لارڈ وار برٹن۔" آزابل نے کہا۔

"بچارے لارڈ وار برٹن —!!؟ یہ بھی ایک ہی رہی — ہونہہ —" وہ غرائے۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھ گئی۔ لارڈ وار برٹن نے جلدی سے اسے جا لیا۔

اگر آپ نے یہ وعدہ نہ نبھایا تو ہماری دوستی کا خاتمہ بالخیر سمجھیے۔"

رالف، ہنری اٹیا اور ان کے ساتھی کھنڈروں کے ملبے میں سے نکل کر ان کی طرف آتے دکھلائی دیے۔ رالف نے بے اختیار مسرت سے اپنے دوست کا سواگت کیا۔

بی ہنری اٹیا چلائیں — "اے لو — وہ لاٹ صاحب پھر مل گئے۔"

رالف اور اس کے انگریز ہمسائے نے اسی ضبط اور توازن کے ساتھ ایک دوسرے کا خیر مقدم کیا جس طرح کا خیر مقدم مدتوں کے بچھڑے ہوئے انگریز ہمسایوں کو کرنا چاہیے۔ ہنری اٹیا نے اپنی ذہن پرست نگاہیں دھوپ میں تمتمائے ہوئے اس سیاح پر مرکوز کر دیں۔ اور اس ڈرامائی ملاقات کی صورتِ حال کو بہت جلد اپنی گرفت میں لے لیا۔ "اے جناب لگتا ہے آپ کو بندی یاد نہیں۔"

"کون کافر آپ کو بھول سکتا ہے سرکار۔" لارڈ وار برٹن نے جواب دیا۔ "آپ سے میں نے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمانے کی درخواست کی تھی جو آپ نے نامنظور کر دی۔"

"ایسی دعوتیں مجھے اکثر ملتی ہیں لیکن میں ہر جگہ نہیں جاتی پھرتی۔" مس ہنری اٹیا نے گویا بڑی سرد مہری سے جواب دیا۔

مسٹر ننٹنگ ایک طرف کو چپ چاپ کھڑے تھے۔ اب انھوں نے بھی سر کے

اشارے سے لارڈ وار برٹن کو سلام کیا۔

"او ہو ہنٹنگ تم یہاں کہاں —" لارڈ وار برٹن نے کہا اور ان سے ہاتھ ملایا۔

"اچھا — مجھے معلوم نہ تھا کہ تم انھیں جانتے ہو —" ہنری ایٹلے نے مسٹر ہنٹنگ سے کہا۔

"جتنے لوگوں کو میں جانتا ہوں ظاہر ہے تم ان سب سے واقف نہیں ہو سکتیں!"

"میرا خیال تھا کہ جب کوئی انگریز کسی لارڈ کو جانتا ہو تو ضرور اس کا تذکرہ کرتا ہے۔"

"اوہ — غالباً ہنٹنگ میری شناسائی کو قابلِ فخر نہیں سمجھتا بلکہ مجھ سے واقفیت تو اس کے لیے باعثِ شرم ہے!" لارڈ وار برٹن نے ہنس کر کہا۔ آزابل نے ان کے لہجے کی بشاشت کو محسوس کر کے اطمینان کا سانس لیا اور یہ سب لوگ گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

دوسرے روز اتوار تھا۔ صبح کو آزابل نے اپنی بہن لِلی اور مادام مرل کو طویل خط لکھے۔ لیکن اپنے پرانے خواستگار کی تازہ التجا کا ذکر نہیں کیا۔ اتوار کے روز سارے نیک رومی، (اور نیک رومیوں میں زیادہ تر شمال کے وحشی شامل ہیں) عبادت کے لیے سینٹ پٹیرز جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے بھی طے کیا کہ وہاں چلا جائے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد لارڈ وار برٹن اوتیل دو پاری پہنچ کر دونوں خواتین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے کل آزابل سے جو وعدہ کیا تھا اس پر قائم رہنے کے لیے تیار تھے۔ وہ تحمّل بھی تھے۔ اور اطمینان سے اِدھر اُدھر کی باتیں بھی کر رہے تھے۔ اب گویا یہ فیصلہ انھوں نے آزابل پر چھوڑ دیا کہ وہ خود دیکھ لے کہ محض "اچھے دوست" کی حیثیت میں بھی وہ کس قدر عمدہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے بس ترکی اور ایران کی سیر کا ذکر کیا۔ آزابل سوچتی رہی کہ اپنے شدید خلوص کے اس طرح کے اظہار سے یہ اب کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کا خیال تھا کہ وہ ان کی شرافت کو دیکھ کر پگھل جائے گی تو یہ بیکار اتنی زحمت اٹھا رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ روم میں ان کا قیام مزید اور غلط قسم کی الجھنیں پیدا کر سکتا تھا۔ اور وہ محض صحیح قسم کی الجھنوں کی خواہاں تھی۔ بہرحال، جب چلتے وقت انھوں نے کہا کہ وہ خود بھی سینٹ پٹیرز جا رہے ہیں اور وہاں ان سب کو تلاش کریں گے، تو آزابل

نے جواب دیا۔ "آپ اپنی مرضی کے مختار ہیں۔ جو چاہے کیجیے"

کلیسا میں سب سے پہلے ان ہی پر ازابل کی نظر پڑی۔ وہ ان بد دماغ سیاحوں میں سے نہیں تھی جنہیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ سینٹ پیٹرز کے نام بڑے اور درشن چھوٹے ہیں۔ پہلی مرتبہ جب وہ ان عظیم الشان چرمی پردوں کے پیچھے سے گزری، جب اس نے خود کو اس اونچے گنبد کے اندر موجود پایا جس میں سے چھنتی ہوئی روشنی عود لوبان کے گہرے مرغولوں میں سے گزرتی سنگ مرمر، اور سونے چاندی، اور پچی کاری، اور تانبے کے ساز و سامان سے ٹکرا کر تیزی سے جھلملا رہی تھی، اور اس سے عظمت کے تصور سے اس کا دماغ چکرا گیا۔ یہ تصور زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو کر وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ وہ کسی بچے، یا گاؤں سے آئے ہوئے دہقان کی مانند حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی۔ بلندی پر سجے ہوئے مقدس مجسموں پر نظر ڈالی۔ اور خاموشی سے انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ لارڈ وار برٹن اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے قسطنطنیہ کی سینٹ صوفیہ کی مسجد کا تذکرہ کرتے رہے۔ ازابل کو خوف تھا کہ اب یہ جلد ہی اپنے قابلِ تعریف طرزِ عمل اور اپنے وعدہ کو نبھانے پر اس کو توجہ دلائیں گے۔ ابھی نماز شروع نہیں ہوئی تھی۔ یہ عبادت خانہ اتنا بڑا تھا کہ اس کی وسعت میں ایک طرح کی غیر مقدس سی دنیاوی سی کیفیت موجود تھی۔ گویا یہ انسانوں کی روحانی حاجتوں کے علاوہ مادی ضروریات کو بھی اسی حسن و خوبی سے پورا کرتا تھا۔ بتوں اور تصویروں کی قطاریں، پجاریوں اور تماشائیوں کے ملے جلے گروہ، اس لرزہ خیز اور عظیم الشان گہرائی میں انفرادی لغزش کہیں گم ہو کر رہ جاتی تھی۔ ازابل اور اس کے ساتھی اپنی اپنی بات چیت میں مگن اِدھر اُدھر ٹہلتے رہے۔ ہنریٹا مسٹر بننگ سے کہہ رہی تھی کہ واشنگٹن کے کیپٹال کے مقابلے میں مائیکل اینجلو کے اس گنبد کی بھلا کیا حقیقت ہے۔ مسٹر بننگ سے تبادلۂ خیالات کے علاوہ وہ اپنے تاثرات کو "عکاس" کے صفحات کے لیے بھی ذہن میں محفوظ کرتی جا رہی تھی۔ ازابل لارڈ وار برٹن کے ساتھ سارے کلیسا کا چکر لگا آئی۔ وہ دونوں صدر دروازے کے بائیں جانب حمد گانے والے لڑکوں کی منڈلی کے قریب پہنچے۔ پاپائے روم کے مغنیوں

کی آوازیں ہجوم کے اوپر سے تیرتی ہوئی ان کی سمت بڑھیں۔ یہاں روم کی گلیوں کے باسی اور متجسس اجنبی سبھی رلے ملے کھڑے تھے۔ یہ دونوں مجمع کے کنارے ٹھٹھک گئے۔ جنابِ مریم کی تقدیس کا گیت فضا میں اونچا ہوتا گیا۔ رالف، ہنری ایٹا اور مسٹر ٹبٹنگ یہیں کہیں چھپے ہوئے تھے۔ آزابل سامنے کے منظر کو دیکھتی رہی۔ سہ پہر کی روشنی منقش دریچوں میں سے اترتی نیچے آکر سارے کمرے میں پھیل گئی تھی۔ اس روشنی میں لوبان کے دھوئیں کے سپید بادل ادھر ادھر تیرتے پھر رہے تھے۔ موسیقی ختم ہوئی۔ اور لارڈ وار برٹن نے آزابل کو ساتھ لے کر وہاں سے ہٹ آنا چاہا۔ اس وقت دفعتاً آزابل کی نظریں گلبرٹ اوسمنڈ سے چار ہوگئیں۔ وہ اس دوران میں شاید ان سے ذرا فاصلے پر کھڑے رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر وہ اپنی ساری شائستگی اور تکلف اور وضعداری کے ساتھ آگے بڑھے۔۔ ماحول کی عظمت و شوکت کے لحاظ سے انھوں نے اپنی اداؤں میں بھی اسی قدر اضافہ کر لیا تھا۔ چنانچہ آپ بھی روم آگئے۔" آزابل نے کہا۔

"کل رات پہنچا۔ آج تیسرے پہر تمھاری جائے قیام پر گیا تھا۔ معلوم ہوا تم یہاں پر ہو۔"

"اور سب اندر ہیں۔"

"میں اور سبوں کی خاطر نہیں آیا ہوں۔"

وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ لارڈ وار برٹن اس مڈبھیڑ کو دیکھتے رہے۔ غالباً یہ گفتگو بھی ان کے کانوں میں پڑی۔ آزابل کو یاد آیا لارڈ وار برٹن نے جس روز "گارڈن کورٹ" شادی کی درخواست لے کر آئے تھے اعین یہی الفاظ کہے تھے: "میں اور سبوں کی خاطر نہیں آیا۔" اس نے بوکھلا کر دونوں جانبوں کے ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔ خوش قسمتی سے اسی وقت مسٹر ٹبٹنگ خالص برطانوی بہادری کے ساتھ بھیڑ کو چیرتے مجمع سے برآمد ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے رالف اور ہنری ایٹا باہر آئے۔ مسٹر اوسمنڈ کو دیکھ کر رالف بہت زیادہ خوش نظر نہیں آیا۔ پھر بھی بڑے اخلاق سے اس نے آزابل سے کہا بہت جلد تمھارے سارے ملنے والے تمھارے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔" ہنری ایٹا

مسٹر او سمنڈ سے فلورنس میں مل چکی تھی۔ یہ بزرگ بھی تمہارے دوسرے فدائیوں سے کچھ بہتر تو نہیں ہیں۔ اس نے آزابل سے کہا تھا۔ رالف تو شیت، لارڈ وار برٹن، حتیٰ کہ پیرس والے بابے میاں مسٹر روزیر تک ان سے تو غنیمت ہی تھے۔ ان میں کون سرخاب کا پر لگا ہے۔ جانے کیا مصیبت ہے، اس نے کہا تھا، کہ تم جیسی قرینے کی لڑکی، ایک سے ایک بے تکے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہو — صرف ایک کیسپر گڈ وڈ ڈھکانے کا آدمی ہے وہی تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔

"سینٹ پیٹر کے متعلق خیال عالی کیا ہے؟"

مسٹر او سمنڈ آزابل سے دریافت کر رہے تھے۔

"بہت بڑی اور بہت روشن عمارت ہے۔" آزابل نے صرف اتنا ہی کہنے پر قناعت کی۔

"بہت بڑی — ، اس میں کھڑے ہو کر انسان خود کو ذرہ سے بھی کم حقیقت محسوس کرتا ہے۔"

"دنیا کے عظیم ترین صنم کدے کے اندر داخل ہو کر ایسا محسوس کرنا بالکل لازمی بات ہے۔" آزابل کو خود اپنا یہ جملہ ذرا پسند آیا۔

"ایسے انسان کو جو خود کچھ نہ ہو، غالباً ہر جگہ ہی اپنے آپ کو ذرے سے زیادہ حقیر سمجھنا چاہیے۔ لیکن کمتری کا یہ احساس مجھے عبادت خانے تک میں کھل جاتا ہے۔"

"پھر آپ کو تو پاپائے روم ہونا چاہیے تھا۔"

آزابل نے بے ساختگی سے کہا۔ اسے کچھ خیال آیا کہ انھوں نے اسی قسم کی کوئی بات فلورنس میں اس سے کہی تھی۔

"اگر میں پاپائے روم ہوتا تو واقعی مزا آجاتا۔"

لارڈ وار برٹن رالف کے ساتھ ٹہلتے دوسری طرف چلے گئے۔

"یہ مس آرچر سے کون شخص باتیں کر رہا ہے؟" انھوں نے مطالبہ کیا۔

گلبرگ او سمنڈ۔ ساکن فلورنس" رالف نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ ۔ ؟

"اور کچھ نہیں ۔"

"امریکن ۔ لیکن اس کی یہ خصوصیت مجھے کبھی یاد نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ کسی طرح سے بھی امریکن نہیں معلوم ہوتا۔"

"کافی عرصے سے مس آرچر کو جانتا ہے ؟"

"تین یا چار ہفتے سمجھ لو۔"

"وہ پسند کرتی ہے اسے ؟"

"فی الحال تو یہی معلوم کرنے کی کوشش میں جُٹی ہے ۔"

"اور پھر ۔ ؟"

"پھر کیا ؟"

"اسے پسند کرنے لگے گی ۔"

"تمہارا مطلب ہے اسے قبول کرے گی ؟ ہاں۔ اگر اسے بروقت روکا نہ گیا تو آثار یہی نظر آتے ہیں ۔"

لارڈ وار برٹن یک لخت بے حد پریشان ہو گئے "اور ہم لوگوں کو چپ سادھ لینا چاہیے ؟ مکمل سکوت ؟"

"قبر کا سا سکوت ۔ اور ممکن ہے ۔"

"کہ شاید کرے ؟"

"کہ شاید نہ کرے ؟"

"کیا بڑا تیز و طرار، عاقل انسان ہے ؟" لارڈ وار برٹن نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"بے انتہا۔"

"اور ، اس کے علاوہ ۔"

"اور تم کیا چاہتے ہو ؟" رالف غرایا۔

"یعنی وہ اور کیا چاہتی ہے؟"

رالف اپنے دوست کے بازوؤں میں اپنے ہاتھ حمائل کرکے انھیں اپنے دوسرے ساتھیوں کی سمت لے آیا۔ "جو کچھ ہم اسے دے سکتے ہیں اس کی آزابل کو مطلق تمنا نہیں" اس نے لارڈ وار برٹن سے کہا۔

وہ دونوں مجمع کی طرف واپس آگئے۔

(۲۸)

دوسرے روز شام کے وقت لارڈ وار برٹن اپنے دوستوں سے ملنے کے لیے پھر ان کی قیام گاہ پر پہنچے۔ معلوم ہوا کہ سب لوگ اوپیرا دیکھنے کے لیے جا چکے ہیں۔ انھوں نے طے کیا کہ اطالوی دستور کے مطابق اوپیرا پہنچ کر دوستوں کے باکس میں جا کے ان سے ملاقات کیا چاہیے۔ لہٰذا انھوں نے کوچبان کو حکم دیا کہ گاڑی کا رُخ ناٹک گھر کی سمت موڑ دے۔ ایک دوسرے درجے کا ناٹک گھر تھا۔ جہاں پہنچ کر لارڈ وار برٹن نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ ہال میں چند قندیلیں ٹمٹما رہی تھیں۔ تماشائیوں کا مجمع بھی زیادہ نہ تھا۔ کھیل کا ایک ایکٹ ختم ہو چکا تھا۔ وقفے میں انھوں نے دوستوں کی تلاش شروع کی۔ "باکسوں" کی تین چار منزلوں پر نگاہ کرنے کے بعد انھیں اپنی جستجو میں کامیابی ہوئی۔ آزابل آرچر اوپر ایک جھروکے میں موجود تھیں۔ ان کا رُخ اسٹیج کی طرف تھا۔ اور پردے کی اوٹ میں ان کے نزدیک میاں گلبرٹ اوسمنڈ کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ معلوم ہوتا تھا اس باکس میں دونوں تنہا ہیں۔ اور ان کے ساتھی تازہ ہوا کھانے کی غرض سے باہر گیلری میں گئے ہوئے ہیں۔ لارڈ وار برٹن اسی الجھن میں کھڑے رہے کہ اوپر جا کر آزابل آرچر سے ملاقات کریں یا نہ کریں۔ آخر کار انھوں نے محسوس کیا کہ آزابل نے بھی انھیں دیکھ لیا ہے۔ چنانچہ سیڑھیاں طے کرکے انھوں نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ زینے پر ان کو رالف مل گیا۔ وہ اکتائے ہوئے انداز میں ایک ہاتھ میں ٹوپی سنبھالے اور دوسرا ہاتھ حسب عادت جیب میں ڈالے آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا۔

"مَیں نے ابھی ابھی اوپر سے تمھیں دیکھا اور تم سے ملنے نیچے آ رہا تھا۔ مجھے اپنی تنہائی کا احساس مارے ڈال رہا ہے۔ اچھا ہُوا تم آ گئے۔" اس نے کہا۔

"تنہائی کاہے کی — اوپر سب لوگ موجود نہیں؟"

"سب لوگ —؟ یعنی میری بہن صاحبہ؟ ان کے ساتھ ان کے ایک ملاقاتی بیٹھے ہیں۔ فی الحال انھیں میری حاجت نہیں۔ مس اسٹیک پول اور مسٹر ٹینٹنگ قلفیاں نوش کرنے کے لیے قہوہ خانے کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ مس آسٹیک پول قلفیوں پر جان دیتی ہیں۔ غالباً انھیں بھی میری معیت کی خواہش نہ تھی۔ اوپیرا نہایت ذلیل ہے۔ گانے والیاں دھوبنیں معلوم ہو رہی ہیں۔ سب کی سب مورنیوں کی طرح جھنکارنے میں جٹی ہیں نیک بختیں۔ خدا کی پناہ۔ مجھے سخت کوفت ہو رہی ہے۔"

"گھر چلے جاؤ —" لارڈ وار برٹن نے پیار بھرے لہجے میں رائے دی۔

"اور بی بی کو یہاں اس اداس خوفناک جگہ میں اکیلا چھوڑ دوں۔ ہرگز نہیں۔ میں یہاں ٹھہر کر اس کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

"تمھاری نگرانی کی انھیں ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہوتا جا رہا ہے۔"

"اسی وجہ سے تو مجھے چوکیداری کرنا لازم ہے۔" رالف نے اسی طرح کچھ تمسخر، کچھ حزن کے ساتھ جواب دیا۔

"اگر وہ اس سمے تمھارے وہاں بیٹھنے کی خواہشمند نہیں تو ظاہر ہے انھیں میرا آن پہنچنا بھی بہت گراں گزرے گا۔"

"نہیں تو۔ تمھاری بات دوسری ہے۔ اوپر جا کر بیٹھو۔ میں اتنے ادھر اُدھر آوارہ گردی کرتا ہوں۔"

لارڈ وار برٹن اوپر حجرے میں پہنچے۔ ازابل نے بڑے اخلاق سے انھیں خوش آمدید کہا۔ لارڈ وار برٹن سوچتے رہے۔ اب یہ کیا کر رہی ہے۔ کیا کرنے والی ہے۔ مسٹر اوسمنڈ سے بھی علیک سلیک ہوئی۔ لیکن وہ بزرگ الگ تھلگ اور چپ چاپ ایک طرف

کو بیٹھے رہے۔ ازابل سنگیت ناٹک کے اس جھلملاتے ماحول میں اور زیادہ تابناک نظر آ رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح حاضر جواب، مہربان، تیز فہم۔ سب کچھ جاننے، سب کچھ سمجھنے والی۔ بے چارے لارڈ وار برٹن عجیب ذہنی کشمکش میں گرفتار وہاں بیٹھے رہے۔ یہ لڑکی ان کو صاف صاف جواب دے چکی تھی۔ پھر اس طرح کیوں ان کا جی لبھائے جا رہی تھی۔ دوسرے ساتھی واپس آ گئے۔ غیر دلچسپ سا سنگیت ناٹک پھر شروع ہوا۔ باکس کافی کشادہ تھا۔ اگر وہ پیچھے تاریکی میں بیٹھتے تو آسانی سے وہاں بیٹھ سکتے۔ آدھ گھنٹے تک وہ وہاں موجود رہے۔ ان کے سامنے کی نشست پر مسٹر اوسمنڈ اپنے گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے آگے کو جھکے بیٹھے تھے۔ مسٹر اوسمنڈ کی اگلی کرسی ازابل کی تھی۔ لارڈ وار برٹن کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اپنے اندھیرے، اداس کونے میں بیٹھے وہ ازابل کے چہرے کو تکتے رہے جو ہال کی مدھم روشنیوں میں بہت واضح دکھلائی دے رہا تھا۔ اگلے وقفے کے دوران میں سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ مسٹر اوسمنڈ ازابل سے باتیں کر رہے تھے۔ لارڈ وار برٹن چپکے بیٹھے رہے۔ کچھ دیر بعد انھوں نے ازابل کو شب بخیر کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ازابل نے ان سے رکنے کے لیے بالکل اصرار نہ کیا۔ لارڈ وار برٹن کی جھنجلاہٹ بڑھتی گئی۔ پھر انھیں اپنی اس جھنجلاہٹ پر اور زیادہ غصہ آیا۔ وردی[1] کی موسیقی میں سکون نہیں تھا۔ ناٹک گھر سے باہر نکل کر انھوں نے اپنے مکان کی طرف پیدل چلنا شروع کر دیا۔ وہ شہر کی پیچ در پیچ گلیوں کے راستوں سے بالکل ناواقف تھے۔ لیکن بھاری بھاری قدم اٹھاتے وہ اسی طرح آگے بڑھتے رہے۔ ان گلیوں میں، رات کے آسمان کے دھیمے ستاروں کے نیچے، لارڈ وار برٹن سے پہلے بھی بہت سے لوگ، ان سے زیادہ دکھی، زیادہ افسردہ، صدیوں سے اسی طرح چلتے رہے تھے۔

"یہ صاحب کس قسم کے آدمی ہیں۔؟" لارڈ وار برٹن کے جانے کے بعد اوسمنڈ نے ازابل سے استفسار کیا۔

---

[1] جوسپ وردی (سنہ ۱۸۱۳ء۔ سنہ ۱۹۰۱ء) اطالوی موسیقار، مشہور اوپرا "لا ٹراوی یاتا" کا مصنف

"یہ بالکل دیوتا سروپ۔ کیا خود آپ کو ان کی بڑائی کا احساس نہیں ہوا؟"

"ان کی بڑائی یہ ہے کہ یہ آدھے سے زیادہ انگلستان کے بلا شرکتِ غیرے مالک ہیں۔ لطف یہ کہ ان کے وطن کو "آزاد ملک" کہا جاتا ہے!"

"اچھا۔ اتنے مالدار ہیں؟" اوسمنڈ نے پوچھا "وہ کیسا خوش نصیب، مسرور انسان ہوگا!!"

"تباہ حال، قسمت کے مارے انسانوں کی زندگیوں کا مالک ہونا آپ کے نزدیک بڑی خوش قسمتی کی بات ہے؟" ہنری ایٹا نے جوش میں آکر بولنا شروع کیا "ان کے کسان ان کی ذاتی ملکیت ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ غضب خدا کا۔ اپنا تصرف سبھی کو اچھا لگتا ہے لیکن کم ازکم میں تو گوشت پوست اور خون اور دماغوں اور ضمیروں کو اپنی ذاتی جائداد کبھی نہیں بنا سکتی۔"

"ایک آدھ انسان تو تمہاری بھی ذاتی ملکیت میں ہے۔" مسٹر ٹنگ نے ازراہ مذاق فرمایا۔ "لارڈ وار برٹن بھی اپنی رعیت پر ایسے ظلم نہ توڑتے ہونگے۔ جس طرح کے حکم تم مجھ پر چلاتی ہو۔ خدا کی قسم!!"

"لارڈ وار برٹن تو انتہا پسند ہیں۔" ازابل طرفداری کرنا چاہی۔ "ان کے سیاسی خیالات بہت اونچے ہیں۔"

"ان کے محل کی دیواریں بھی بہت اونچی ہیں۔ ان کے علاقے کے باغات کے چاروں طرف لوہے کے جنگلے کھڑے ہیں جن کا قطر لگ بھگ تیس میل ہوگا۔" ہنری ایٹا نے خالص اخبار نویسوں کے انداز میں مسٹر ٹنگ کو اطلاع دی۔ "لارڈ وار برٹن کی کبھی ہمارے بوسٹن کے انتہا پسندوں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو دیکھوں گی ان کی خیالات کی بلندی کہاں جاتی ہے۔"

تمہارے بوسٹن کے انتہا پسند لوہے کے جنگلوں کے قائل نہیں؟" مسٹر ٹنگ نے پوچھا۔

"لوہے کے جنگلوں کا صرف ایک فائدہ ہے۔ کہ بیہودہ قدامت پرستوں کو پکڑ کر ان کے اندر بند کر دیا جائے۔ جب بھی میں تم سے باتیں کرتی ہوں مجھے لگتا ہے جیسے ہم دونوں کے درمیان ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچوں کا انبار پڑا ہے۔ ہونہہ۔"

"تم اس قابلِ اصلاح مصلح کو اچھی طرح جانتی ہو؟" اوسمنڈ نے ازابل سے اپنے سوالات جاری رکھے۔

"جس حد تک مجھے ان کی ضرورت ہے اتنے بھر کی واقفیت بھی ہے۔"

"اور یہ ضرورت کس حد تک ہے؟"

"مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ وہ مجھے اچھے لگیں۔"

"اے سبحان اللہ۔ کیا باریک نکتہ پیدا کیا ہے۔ اب تم مجھے اُکساتی ہو کہ ان سے نفرت کرنے لگوں۔"

"میں آپ کو کسی بات کے لیے نہیں اُکسانا چاہتی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ لارڈ واربرٹن نہایت عمدہ آدمی ہیں۔"

"خوبصورت ـــــ خوب سیرت ـــــ واہ وا ـــ کس قدر قابلِ نفرین حد تک خوش قسمت انسان ہے۔ انگلستان کا رئیس اعظم ہونا ہی کیا کم تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ علم و فضل اور حسن کی دولت سے بھی مالا مال۔ ساتھ ہی آپ کی خوشنودی بھی انھیں حاصل ہے۔ خدا کی قدرت کے کھیل نیارے ہیں۔ سب اس کی لیلا ہے ـــ یہ ایک انسان ہے جس پر میں رشک کر سکتا ہوں ـــ"

"ایسا لگتا ہے کہ آپ ہمیشہ کسی نہ کسی کی حالت پر رشک کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ کل پاپائے روم کی شامت آئی تھی۔ آج غریب لارڈ واربرٹن کی باری ہے ـــ؟" ازابل نے کہا۔

"میرا رشک خطرناک نہیں ہے۔ میں تو اپنے حسد سے کسی چوہے کے بچے کو بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ میں دوسروں کو ختم نہیں کرنا چاہتا خالی ان جیسا بننا چاہتا ہوں۔ دیکھو نا۔ اس طرح میں خود ہی ختم ہو جاؤں گا۔" اوسمنڈ نے جواب دیا ـــ "لیکن، اپنے دوست کو تم نے 'غریب' کیوں کہا۔؟"

"نرم دل لڑکیوں کو اپنے مظلوم چاہنے والوں پر ترس آ ہی جاتا ہے ـــ" رالف نے پہلی مرتبہ گفتگو میں حصہ لیا۔ اور اس کلبیت کے باوجود ایسے لہجے میں بات کی کہ ازحد

معصوم معلوم ہوا۔

"میں نے لارڈ وار برٹن پر کون ظلم کیا ہے؟" ازابل نے بھنویں اٹھا کر بڑے تجاہل عارفانہ کے ساتھ سوال کیا۔

"تم نے بالکل ٹھیک کیا۔ ان کو یہی سزا ملنا چاہیے۔" ہنری اٹیا نے کہا۔ سامنے اسٹیج پر رقص کے لیے پردہ اٹھ رہا تھا۔

دوسرے دن ازابل کو لارڈ وار برٹن پھر کیپٹال کی ایک غلام گردش میں مل گئے جہاں وہ شیروں سے لڑنے والے "مرتے ہوئے تیغ زن" کے مشہور مجسمے کے سامنے کھڑے تھے۔ ازابل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جن میں حسب معمول گلبرٹ اوسمنڈ بھی شامل تھے، ابھی ابھی اس کمرے میں آئی تھی۔ لارڈ وار برٹن نے اس کو دیکھتے ہی کہا "اخاہ — تم ہو — ! میں تو ابھی باہر جا رہا ہوں۔ روم سے بھی جانے والا ہوں لہٰذا تمھیں خدا حافظ کہنا پڑیگا۔"

"ازابل کو یہ سنکر رنج سا ہوا وہ شاید اپنے رنج کا اظہار بھی کر دیتی لیکن فوراً اس نے نہایت شگفتگی سے جواب دیا —— "بہت خوب! سدھاریئے!"

"تم مجھے بڑا ہرجائی سمجھتی ہوگی — پرسوں ہی میں نے تم سے کہا تھا کہ یہاں کچھ دن ٹھہرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں تو — آپ بلاشبہ اپنا ارادہ تبدیل کرسکتے ہیں — خدا حافظ —!"

"مجھ سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت بے چین معلوم ہوتی ہو" انھوں نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

ازابل نے غور سے انھیں دیکھا — "سرکار — آپ اپنا وعدہ بھول رہے ہیں!"

وہ پندرہ سالہ لڑکے کی طرح جھینپ گئے "یہ وعدہ نبھانا بڑا مشکل ہے اسی لیے یہاں سے بھاگ رہا ہوں۔"

"اچھا تو پھر آداب عرض۔"

"تسلیمات —" وہ پھر اسی طرح کھڑے رہے "اب دوبارہ کب ملاقات ہوگی؟"

آزابل چپ ہو گئی دفعتاً اسے ایک بات سوجھ گئی ۔ "جب آپ اپنا گھر بسائیں گے اس کے بعد ۔۔؟"

"وہ دن کبھی نہ آئے گا۔ جس روز سن لونگا کہ تم کسی دوسرے کی ہو چکی ہو تبھی خود بھی شادی کروں گا۔ خدا حافظ۔"

انھوں نے ہاتھ ملایا اور باہر چلے گئے وہ اس مرمریں بت خانے میں اکیلی رہ گئی۔ کمرے کے وسط میں بیٹھ کر سنگی تصویروں کے جذبات سے عاری، سرد چہروں کو تکتی رہی۔ ان کے سرد و ابدی کی خاموش آواز سنا کی۔ روم میں یہ ناممکن ہے کہ آپ یونانی مجسموں کی صحبت میں بیٹھے رہیں اور ان کے پر جلال سکوت سے متاثر نہ ہوں۔ امن اور سکون کا یہ احساس چپکے چپکے آکر ہمارے چاروں طرف پھیل جاتا ہے۔ دھوپ کی سنہری لہریں اس خامشی میں ہلکورے لیتی رہتی ہیں۔ ماضی کا وسیع سناٹا جو اب محض ناموں سے پُر ہے اس اور بھی موسیقی کو زیادہ گمبھیر بنا دیتا ہے۔ کیپٹال کے دریچوں کے پٹ نیم وا تھے لہٰذا چھن چھن کر آتی دھوپ چھاؤں میں مورتیاں زیادہ جاندار نظر آ رہی تھیں۔ ازابل ان کی جامد لطافت، اس پرسکون مدھرتا کو دیکھ کر سوچتی رہی، جانے ان کی آنکھوں نے کیا کیا دیکھا ہو گا۔ اور اگر ان کے لب ہلنے لگیں تو ہمیں ان کی باتیں کیسی معلوم ہوں۔ کمرے کی گہری عنابی دیوار کے مقابل میں رکھے سپید مجسمے خود بخود جگمگاتے رہے۔ چمکدار روغنی فرش پر ان کا عکس جھلملا رہا تھا۔ کبھی کبھار کوئی اکا دکا سیاح اس کمرے میں آنکلتا "مرتے ہوئے تیغ زن" کو غور سے دیکھتا اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتا۔ آدھ گھنٹے بعد گلبرٹ اوسمنڈ دوبارہ نمودار ہوئے۔ اور ٹہلتے ہوئے اس کی طرف آئے۔ "اچھا میرا خیال تھا تم تنہا نہیں ہو ۔۔"

"ہاں۔ میں تنہا کب ہوں؟ ان سے بہتر سنگت کہیں مل سکتی ہے؟" اس نے انطونیس جنگل کے دیوتا کی اور اشارہ کیا۔

"یہ انگریز امیرزادے سے بہتر ساتھی ہیں؟"

"میرا انگریز امیرزادہ کچھ دیر ہوئی مجھے چھوڑ کر آگے چلا گیا۔" ازابل نے اٹھتے ہوئے

ذرا خشکی سے جواب دیا۔

آوسمنڈ نے اس کے لہجے کی اس تبدیلی کو فوراً محسوس کر لیا۔ "میں سمجھتا ہوں رالف کی کل والی بات غلط نہیں تھی۔ تم نے واقعی اس بے چارے پر بڑے ستم ڈھائے ہیں۔" انھوں نے بڑی بشاشت سے بات بنائی۔ گلبرٹ آوسمنڈ نوادر کے عاشق تھے۔ اعلیٰ پائے کی بیش قیمت، لاجواب اشیا، انھیں بہت بھاتی تھیں۔ اب انھوں نے لارڈ وآربرٹن کو دیکھا جو اپنی نسل اور اپنے نظام کا ایک بہت ہی خوبصورت اور شاندار نمونہ تھے۔ چنانچہ یہ خیال آوسمنڈ کو اور اچھا لگا کہ وہ ایک ایسی لڑکی کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں جو ایسی عظیم اور نادر ہستی کو ٹھکرا چکی ہے۔ یہ لڑکی ان کے نوادر کے ذخیرے میں بڑا قابل قدر اضافہ تھی۔ گلبرٹ آوسمنڈ نے ستاروں کی اس چال کو کبھی معاف نہ کیا تھا کہ وہ خود کسی انگریز ڈیوک کے یہاں پیدا نہیں ہوئے۔ خداوند تعالیٰ کی اس ستم ظریفی کو وہ کبھی نہ بھول سکتے تھے۔ ان کو آزابل کے اس انکار پر سخت اچنبھا تھا۔ ان کی تو عمر کلپتے کلپتے تمام ہوئی جا رہی ہے۔ کہ وہ انگلستان کے کسی جاگیردار کے ولی عہد نہیں۔ اور یہ لڑکی ہے کہ ہاتھ آئی نعمت واپس کر دی۔ اور ظاہر ہے کہ وہ کسی ایسی ہی عورت سے شادی کریں گے جس سے اس قسم کی کوئی محیر العقول حرکت سرزد ہو چکی ہو۔

(۲۹)

رالف نے لارڈ وآربرٹن سے جس پیرائے میں آوسمنڈ کا ذکر کیا تھا وہ بہت زیادہ تعریف کا نہ تھا لیکن روم کے دوران قیام میں رالف کو بھی یہ ماننا پڑا کہ آوسمنڈ کی موجودگی بارِ خاطر نہیں ہو سکتی۔ ان کے ساتھ نباہ کرنا بہت ہی سہل ہے۔ اس انسان میں شگفتہ مزاجی تھی اور مزاجی حس بھی۔ کبھی کوئی نامناسب بات نہ کرتا تھا، چھچھورا نہیں تھا۔ اس کے بجائے اس کے طور طریقوں میں ایک عجیب دھیمی دھیمی کیفیت تھی۔ آوسمنڈ صحیح معلومات، صحیح الفاظ، صحیح قسم کے برتاؤ کا استعمال اس آسانی سے کرتا جس طرح ہم آپ دیا سلائی جلاتے ہیں۔ ادھر آوسمنڈ نے اندازہ لگایا کہ آزابل کی طبیعت میں پارے کی سی

بے چینی ہے۔ ہر نئی چیز ہر نئے خیال کی طرف گرمجوشی سے لپکتی ہے۔ اگر یہ ایک کمزوری اس میں نہ ہوتی تو وہ ہر انسانی خامی سے بالاتر تھی۔ ورنہ آزابل ہاتھی دانت کی چکنی ڈبیا کی طرح اس کی مٹھی میں آسکتی تھی۔ ان دنوں گلبرٹ اوسمنڈ بہت خوش تھا۔ صنوبر کے درختوں کے تلے ٹہلتے ٹہلتے اسے خیال آتا وہ آج تک اتنا مسرور کبھی نہ ہوا تھا۔ بھولی یادوں، پرانے خوابوں کا ایک ریلا سا امنڈ آتا۔ ایک رات اپنی سرائے واپس پہنچ کر اس نے ایک چھوٹی سی نظم لکھی۔ چند روز بعد اس نے آزابل کو یہ نظم دکھلائی اور کہا کہ اٹلی میں شعر و شاعری کے بغیر بات نہیں بنتی۔

اس مسرت کے باوجود اس کو ایک خیال کھائے جاتا۔ کہیں پر کوئی چیز ایسی ہے جو غلط ہے۔ اوندھی ہے۔ لیکن وہ زندگی میں پہلی بار کامران رہا تھا اور اس کے لیے اس نے کوشش بھی کی تھی۔ جوانی میں ایک تمنا نے اسے بہت ستایا۔ وہ کسی طرح اپنی بلند پایہ صلاحیتوں کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی اس کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اپنی قابلیتوں کا اظہار کرنا یا اپنی دھاک بٹھانا ایسا ہی ہے جیسے لوگ یہ دکھلانے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں کہ جَو کی شراب کے کتنے پیالے بے تکان چڑھا سکتے ہیں۔ اس کی خوبیوں کا انکشاف اس لڑکی نے کیا تھا۔ اور اب یہ اس لڑکی کا کام تھا کہ وہ دنیا کو گلبرٹ اوسمنڈ کی عظمت سے روشناس کرے۔

روم سے روانگی سے کچھ عرصہ قبل آزابل کو مسز ٹوشٹ کا تار ملا۔ ہم رجون کو فلورنس سے بیلاجیو کے لیے روانہ۔ اگر کوئی اور ارادہ نہ ہو تو ساتھ چلو۔ لیکن روم میں لٹکتی رہیں تو انتظار نہ کرونگی۔

آزابل نے فوراً جواب دیا۔ میں آرہی ہوں۔ اس نے اوسمنڈ کو بتایا۔ انھوں نے کہا ابھی دس روز تک وہ فلورنس واپس نہ جائیں گے۔ اس دوران میں وہ وہاں سے روانہ ہو چکی ہوگی۔ ممکن ہے اب اور کئی مہینے تک اس سے ملاقات نہ ہو سکے۔ آزابل اس وقت اپنے ہوٹل کے شاندار ایوان نشست میں بیٹھی تھی۔ شام ہو چکی تھی۔ رالف اسے اپنے ساتھ فلورنس واپس لے جانے کی تیاری میں مصروف تھا۔ آزابل اس سے بالکل

اکیلی تھی۔ ہنری ایٹا کی ایک امریکن خاندان سے ملاقات ہوگئی تھی جو چوتھی منزل پر ٹھہرا تھا۔ وہ وہاں گئی ہوئی تھی۔ کمرے کے صوفے نارنجی رنگ کے تھے۔ دیواریں اور کھڑکیاں اُودے اور سنہرے پردوں سے سجی تھیں۔ آئینوں اور تصویروں کے چوکھٹے خوب چوڑے اور منقش تھے۔ چھت گنبد نما تھی۔ اور اس میں یونانی دیویوں اور فرشتوں کی شکلیں بنی تھیں۔ اوسمنڈ کے لیے کمرے کی آرائش کی یہ شدید بد مذاقی بہت تکلیف دہ تھی۔ آزابل ہاتھ میں ایمپئر کی ایک کتاب لیے بیٹھی تھی جو روم پہنچ کر اسے رالف نے تحفے میں دی تھی۔ گلابی رنگ کے باریک کاغذی شیڈ میں چھپا ہوا لیمپ میز پر جل رہا تھا۔ اس کی روشنی نے کمرے کے منظر میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔

"تم کہتی ہو واپس آجاؤ گی۔ مگر کیا پتا" اوسمنڈ نے بات شروع کی "ممکن ہے تم دنیا کی سیاحت پر نکل کھڑی ہو۔ اپنی مرضی کی مالک ہو۔ چاہو تو لامکاں کا چکر بھی لگا سکتی ہو —"

"اٹلی بھی لامکاں کا ایک حصہ ہے۔ اسے میرے راستے میں شامل سمجھیے۔"

"محض راستے میں؟ یہ تم ہمارے ساتھ ظلم کرتی ہو۔ ہم طفیلیوں میں نہیں۔ اٹلی کو تمھیں ایک علیحدہ باب میں جگہ دینا ہوگی۔ میں تم کو سفر کرتے نہیں، منزل پر پہنچتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مضمحل اور مطمئن! تب تمھارا جی بھر چکا ہوگا۔ میں تمھاری اس حالت کو ترجیح دوں گا۔"

آزابل نظریں جھکا کر کتاب کی ورق گردانی کرنے لگی "آپ میری سیاحت کا مذاق اڑاتے ہیں۔"

"تم نے یہ کیسے جانا؟"

وہ چاقو سے کاغذ کے کنارے کاٹنے میں مصروف رہی۔

"آپ سمجھتے ہیں میں کم عقل ہوں۔ حماقتیں کرتی ہوں۔ سیر سپاٹے کے لیے اِدھر اُدھر

له آندرے ماری ایمپئر انیسویں صدی کا فرانسیسی ریاضی داں۔

ماری ماری پھر رہی ہوں۔ محض اس لیے کیونکہ مالی لحاظ سے اس لائق بنا دی گئی ہوں کہ یہ سب کچھ کر سکوں۔ آپ کے خیال میں عورتوں کو یوں خود مختار نہ ہونا چاہیے۔ آپ کے نزدیک یہ بڑی بے باکی اور بے راہ روی کی بات ہے۔"

"نہیں میں نے تو تم سے کہا تھا کہ زندگی ہمیں آرٹ کے شاہکار کی مانند بسر کرنا چاہیے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم بھی اپنی زندگی اسی طرح گزار رہی ہو ——— ایک خوبصورت فن پارے کی طرح ———"

ازابل نے کتاب پر سے نظریں اٹھائیں ——— "لیکن آپ کو تو جہل، حماقت زدہ آرٹ سے شدید نفرت ہے۔"

"تمہاری زندگی کی کلا مجھے بہت صاف ستھری اور بھلی معلوم ہوتی ہے ——"

"میں اگر اگلے جاڑوں میں جاپان جانا چاہوں تو آپ ہنسیں گے۔"

اوسمنڈ مسکرائے۔ ہنسے نہیں۔ کیونکہ گفتگو بڑی سنجیدہ ہو رہی تھی "یہ تمہارا تخیل چونکا دیتا ہے۔"

"یہی میں نے ابھی کہا تھا۔ آپ کے نزدیک میرا یہ خیال ہی بیوقوفی کا ہے۔"

"بیوقوفی؟ میں تو جاپان کا عاشق ہوں۔ قدیم جاپانی روغن کی مصنوعات کے سلسلے میں میرے ذوق سے تم واقف نہیں؟"

"وہاں جانے کے لیے میرے پاس اس ذوق کا عذر بھی موجود نہیں۔"

"ہاں مگر ایک بہتر عذر تو ہے ——— تمہارے پاس روپیہ ہے۔ تمہارا غلط خیال ہے کہ میں تمہارا مذاق اڑا رہا ہوں۔"

"لیکن آپ یہ صورت مضحکہ خیز نہیں سمجھتے کہ آپ کے پاس سیاحت کی استطاعت نہیں اور میرے پاس ہے۔ جبکہ آپ اتنا کچھ جانتے ہیں اور میں بالکل جاہل اجڈ ہوں۔"

"یہ تو ایک اور وجہ ہے کہ تم خوب سفر کرو۔ اپنے دماغ کو روشن کرو۔ دوسرے یہ،" اوسمنڈ نے کہا، گویا اس نکتے کو واضح کرنا چاہتے ہوں "کہ میں اتنا عالم فاضل

نہیں جتنا تم سمجھتی ہو۔"

آزابل کا جی روم میں لگ گیا تھا ادسمنڈ کی صحبت نے اس لطف کو اور دوبالا کر دیا تھا لیکن اگر وہ دوبارہ اس سے پھر کبھی نہ ملی تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ——————

کیونکہ اچھے واقعات کبھی اپنے آپ کو نہیں دہراتے۔ ممکن ہے جب وہ دوبارہ اٹلی آئے تو یہ شخص اسے کسی مختلف روپ میں دکھائی دے۔ اور وہ اسے اُسی کی موجودہ حالت ہی میں پسند کرتی تھی۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ اس سے پھر کبھی ملاقات نہ ہو۔ لیکن اس میں رنج کی بات یہ تھی کہ یہ باب گویا اب ختم ہو رہا تھا۔

"سارے میں گھومو" ادسمنڈ نے نیچی، آرام دہ، مہربان آواز میں کہا "جو جی میں آئے کرو۔ جینے کا پورا پورا لطف اٹھاؤ — کامران رہو —"

"کامرانی سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"یعنی — کہ — جو جی چاہے وہ کر سکو۔"

"یہ تو بڑی ناکامی کی بات ہوئی۔ اپنی مرضی سے تو ایک سے ایک حماقتیں کی جا سکتی ہیں۔ اور پھر اس مکمل خود مختاری سے انسان تھک نہ جائے گا؟"

"یہی میں نے آپ سے کہا تھا سرکار! آپ بھی تھک جائیں گی — پتا نہیں جو بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اس کے لیے اس وقت تک انتظار کروں یا نہیں۔"

"اس کے متعلق میں کیا رائے دے سکتی ہوں لیکن یہ یاد رکھیے کہ جب مجھ پر تھکان طاری ہو تو میرا مزاج بہت خراب ہو جاتا ہے —"

"غلط — تم خفا ہو سکتی ہو بد مزاج کبھی نہیں بن سکتیں۔ سنو —"

وہ آگے کو جھک گئے "میں تم سے جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ — کہ — مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی — "ابھی میں تھکی نہیں — یہ اطلاع اس وقت تک کے لیے اٹھا رکھیے۔"

"یعنی جب تک یہ الفاظ تم دوسروں سے سن سن کر نہ اکتاؤ گی اس وقت تک میری

بات کی شنوائی نہ ہوگی؟ چاہے تم پروا کرو یا نہ کرو تمھیں ابھی سننا پڑے گا۔ وہ دوسری طرف مڑ گئی میکن مڑتے ہوئے اس نے اوسمنڈ پر نظر ڈالی۔ وہ دونوں چند لمحوں تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ یہ زندگی کی اہم ترین ساعتیں تھیں۔ پھر وہ اٹھا اور بڑی تکریم کے ساتھ اس کے قریب آگیا۔ "میں تم پر جان دیتا ہوں۔" ایسے غیر شخصی انداز میں اس نے یہ کہا گویا اس بات سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا محض اپنی تسکین کے لیے کہہ رہا ہے۔ ازابل کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ان الفاظ نے اسے کس قدر خوبصورت، کیسا فیاض بنا دیا تھا۔ وہ جو اس کے سامنے کھڑا تھا۔ خزاں کے آویں دنوں کے سنہرے پن میں ڈوبا ہوا، پھر وہ دو قدم پیچھے ہٹی اور وہی بات دہرائی جو پہلے دو موقعوں پر کہہ چکی تھی —" اوفوہ۔ ایسا نہ کہیے۔" اس لہجے میں اب خوف شامل تھا۔ گویا اس کو اس مرتبہ بھی انتخاب کرنا، فیصلہ کرنا ہے۔ جس چیز نے اسے خائف کیا وہ اس شدید جوشِ حیات کا احساس تھا جو اس کا خیال تھا اس کے وجود کی گہرائیوں میں موجود ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے بہ نکلے گا۔

"میں جانتا ہوں۔ میری یہ چاہت تمھارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" اوسمنڈ کہہ رہا تھا۔ "تمھارے سامنے پیش کرنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔ نہ دولت ہے۔ شہرت نہ کسی قسم کا دنیاوی جاہ و حشم۔ ممکن ہے ایک دن ایسا آئے کہ میری محبت تمھیں کوئی چین پہنچا سکے۔ میرے لیے یہ خیال ہی بہت جاں بخش ہے۔" وہ اپنی ٹوپی ہاتھ میں لیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ "مجھے اس محبت سے کوئی دکھ نہیں۔ کیونکہ یہ بڑی سادہ سی بات ہے۔ میرے لیے تم دنیا کی اہم ترین عورت ہو۔"

ازابل نے خود کو اس حیثیت میں تصور کرنا چاہا — یعنی گلبرٹ اوسمنڈ کے لیے دنیا کی اہم ترین عورت اور معلوم ہوا کہ اس حیثیت میں بھی وہ بری نہیں۔

"ممکن ہے تمھارے دماغ پر اپنا تاثر چھوڑ دوں —" اوسمنڈ نے کہا۔

"تاثر کا مجھے پتا نہیں۔ لیکن آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اس اطلاع سے میں بوکھلائی نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ ایک دوسرے کو خدا حافظ کہیں۔"

"بہتر کیوں؟"۔

"میں آپ کو بالکل نہیں جانتی" پھر دفعتاً وہ جھینپ گئی۔ اس نے لارڈ وار برٹن سے بھی یہی کہا تھا۔

"اگر تم اس قدر جلد نہ جا رہی ہوتیں تو مجھ کو زیادہ اچھی طرح جان لیتیں۔"

"پھر کبھی سہی"

"مجھے جاننا بہت آسان ہے۔"

"آپ بن رہے ہیں۔ آپ کو پہچاننا بہت مشکل کام ہے۔"

وہ ہنس پڑے۔

"میں اپنے آپ سے خوب واقف ہوں۔"

"ممکن ہے۔ آپ بہت گُنی انسان ہیں۔"

"تم خود مجھ سے کم نہیں!"

"بہر حال، اس وقت میرا گیان یہی بتاتا ہے آپ اب چلے جائیے۔ شب بخیر"

"شب بخیر" مگر وہ کھڑے رہے۔ ان کی مستقل مزاجی قابل تعریف تھی۔ ایک بات اور کہنا تھی — ایک چھوٹی سی درخواست — کاش ابھی تم چند روز اور روم میں رہتیں مگر تمہاری خالہ کی مرضی یہی ہے کہ ———"

"خالہ کی مرضی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"نہیں۔ یہی مناسب ہے کہ تم اپنی خالہ کے ساتھ رہو — میں خود پرانے دستور اور قاعدوں کا بہت قائل ہوں۔"

"آپ قدامت پرست تو بالکل نہیں۔"

"میں بذات خود ایک دستور سا بن کر رہ گیا ہوں۔" پھر دفعتاً انھوں نے کہا۔ "واپس آجاؤ۔ ابھی تم سے اتنی بہت سی باتیں کرنا ہیں۔"

ازابل آنکھیں نیچی کیے کھڑی رہی۔ "آپ ابھی کیا کہہ رہے تھے؛ چھوٹی سی درخواست —؟"

"فلورنس سے جانے سے پہلے میرے مکان جا کر میری لڑکی سے مل لو۔ وہ وہاں

اکیلی ہے۔ مَیں نے اسے بہن کے پاس نہیں بھیجا۔ اس سے کہنا اپنے بے چارے باپ سے اسی طرح پیار کرتی رہے۔"

"ضرور — اچھا شب بخیر۔"

وہ جلدی سے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔

آنابل ہاتھ پر ہاتھ رکھے بدنما قالین کے بدنما گل بوٹوں کو غور سے دیکھتی رہی۔ اس کا اضطراب بہت خاموش، بہت گہرا تھا۔ اس کے تصور نے اب اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ سامنے ایک دھندلا سا خلاء تھا۔ نیم تاریک، غیر یقینی، جیسے جاڑوں کے جھٹ پٹے میں دُور سے کوئی پیڑ دکھلائی دے جائے۔

لیکن ابھی اسے اس خلاء کو عبور کرنا تھا۔

(۳۰)

دوسرے دن آنابل رالف کے ساتھ فلورنس لوٹ آئی۔ ہنری ایٹاروم ہی میں رہ گئی تھی اور مسٹر ہنٹنگ کے ہمراہ نیپلز جانے والی تھی۔ فلورنس سے آگے چلنے سے قبل آنابل نے ہنری سے ملنے کا ارادہ کیا۔ مادام مرل ابھی "قصر ملال" میں موجود تھیں۔ اور اب بقول خود چند اور پرانے دوستوں کے یہاں مہمان جانے والی تھیں۔ ان کے نئے میزبان ٹسکنی کی پہاڑیوں پر اپنے قلعے میں رہتے تھے۔ اور مادام ان کی دعوت بھلا کیسے نامنظور کر سکتی تھیں۔

"گلبرٹ چاہتے ہیں کہ میں ہنری کو دیکھ آؤں" آنابل نے مادام سے کہا۔ گلبرٹ نے ساتھ ساتھ جو اظہارِ عشق بھی کر دیا تھا اسے صاف گول کر گئی۔

"ابھی خیال تھا کہ جانے سے پہلے بچاری بچی سے ملتی چلوں" مادام نے کہا۔

"تو چلیے ہم لوگ اکٹھے چلے چلتے ہیں" آنابل نے گرم جوشی کا اظہار کیے بغیر جواب دیا۔

"دونوں کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی سفر کی ساری تیاری کرنے کو پڑی ہے"

"رہنے دیجیے۔ میں اکیلی ہی چلی جاؤنگی۔"

"کسی غیر شادی شدہ اور خوبصورت مرد کے یہاں تمھارے تنہا جانے کی میں تو قائل نہیں۔ ویسے تمھاری مرضی۔"

"مسٹر اوسمنڈ تو گھر پر موجود نہیں ہیں۔ اس میں بھی کوئی حرج ہے؟"

"لوگوں کو تو یہ معلوم نہیں کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔"

"لوگ کون؟"

"سبھی۔ خیر۔ ہٹاؤ گولی مارو اس قصّے کو۔"

"اگر آپ جا سکتی ہیں وہاں تو میں کیوں نہیں جا سکتی؟"

"میں بڑھیا کھوسٹ ہو چکی ہوں۔ تم جوان اور حسین ہو۔"

"اجی ہاں! بہرحال، میں پنزی کو دیکھنے کا وعدہ بھی کر چکی ہوں۔"

"تمھیں وعدے نبھانے کا بڑا خیال ہے!" مادام نے ذرا تمسخر کے ساتھ کہا۔

"اور کیا نہیں — آپ کو بہت تعجب ہوا!"

"تم سچ سچ اس بچّی پر بہت مہربان ہو۔"

"میں کسی نہ کسی طرح اس کے کام آنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور — جاؤ — سدھارو۔ اس سے کہہ دینا اگر تم نہ جاتیں تو میں اس سے ملنے کے لیے ضرور گئی ہوتی — اچھا رہنے دو۔ یہ نہ بتلانا۔ اسے میری کوئی خاص پرواہ نہیں ہے۔"

چنانچہ آزابل بغیر چھت کی کھلی بگھی میں سوار ہو کر پہاڑی پر جا پہنچی جہاں گلبرٹ اوسمنڈ کا مکان تھا۔ اسے لوگوں کی نکتہ چینی کی کیا پرواہ ہے۔ اور پھر مادام کیا سمجھتی ہیں وہ کبھی کوئی ایسی حرکت کرے گی جو محض دوسروں کی انگشت نمائی کے خوف سے چوری چھپے کی جاتی ہے؟

اندر سے پنزی کے پیانو کی آواز آ رہی تھی۔ آزابل کی آمد کی اطلاع سن کر وہ ہاتھوں سے اپنے سائے کی سلوٹیں ٹھیک کرتی فوراً باہر آ گئی اور آدھ گھنٹے تک آزابل کی آؤ بھگت

میں لگی رہی۔ بڑے رکھ رکھاؤ سے اس سے باتیں کیں اس کی خیریت دریافت کی۔ آزابل حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔ اس قدر مہذب اور ہنس مکھ لڑکی اس نے پہلے کہاں دیکھی تھی بھلا۔ ایسی بھولی بھالی۔ اتنی سیدھی سادی۔ ایسی تمیزدار۔ واہ وا۔ خوبصورت، نیم تاریک کمرے میں پردوں کی جنبش کے ساتھ سورج کی ایک کرن داخل ہو جاتی اور کوئی نقشین چوکھٹا، کوئی مدہم رنگ و فعتاً جھلملا اٹھتا۔ چنانچہ یہ طے ہو گیا۔ نینزنی درحقیقت ایک سادہ صفحہ تھی۔ نہایت کامیابی سے اسے اس قدر شفاف اور ہموار رکھا گیا تھا۔ بناوٹ عیاری، مزاج، ہنر، ہر شئے سے عاری۔ صرف دو یا تین خوبصورت جبلتیں اس کی ملکیت تھیں —— دوست کو پہچاننا، غلطیوں سے بچنا، پرانے کھلونے یا نئے لباس کو احتیاط سے رکھنا۔ ایسی نرم و نازک ہستی کس آسانی سے بدقسمتی کا شکار ہو سکتی تھی۔ اس کی کبھی کوئی مرضی نہ ہو گی۔ کوئی قوت ارادی، اپنی اہمیت کا احساس۔ وہ صرف اتنا جاننے کی صلاحیت رکھے گی کہ کب اور کہاں اپنے تحفظ کے لیے کسی دوسری ہستی سے چپٹی رہے۔

"مجھے یہ بتائیے:" اس نے آزابل سے کہا۔ "روم میں بابا مادام کیتھرین سے ملے تھے؟ انھوں نے کہا تھا اگر فرصت ہوئی تو ان کے پاس جائیں گے۔ شاید انھیں وقت نہیں ملا۔ بابا کو وقت کی ہمیشہ بڑی ضرورت رہتی ہے۔ بابا کو میری تعلیم کے متعلق معلوم کرنا تھا۔ پتا نہیں مدرسے میں ابھی میرے ساتھ اور کیا کیا جائے گا۔ میری تعلیم ابھی دور دور بھی مکمل نہیں۔ بابا کہتے ہیں اب وہ خود مجھے پڑھائیں گے۔ مدرسے میں لانبی لانبی لڑکیوں کو جو استاد پڑھاتے ہیں وہ تنخواہ بہت مانگتے ہیں۔ بابا امیر نہیں ہیں اگر انھوں نے میرے اوپر زیادہ خرچ کیا تو مجھے بہت افسوس ہو گا۔ میں اس لائق نہیں ہوں کہ میرے اوپر مزید روپیہ اٹھایا جائے۔ میں تیزی سے سبق یاد نہیں کر سکتی۔ میرا حافظہ بہت ہی کمزور ہے۔ مدرسے میں ایک لڑکی تھی، میری بہترین دوست، جوں ہی وہ چودہ سال کی ہوئی اسے پڑھائی سے اٹھا لیا گیا۔ اسے انگریزی میں کیا کہتے ہیں —— جہیز کی تیاری کو —؟ انگریزی میں کچھ نہیں کہتے؟ میرا مطلب تھا کہ اسے مدرسے سے اس لیے اٹھا لیا گیا کہ

اس طرح جو پیسہ بچے اس سے اس کا جہیز بنایا جا سکے۔ پتا نہیں۔ پتا نہیں بابا بھی میرے بیاہ کے لیے پیسہ جوڑنا چاہتے ہیں۔ بیاہ بڑی مہنگی چیز ہے —" پنزی ایک آہ بھر کے کہتی رہی —"میرا خیال ہے بابا کو ذرا احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ بہر حال، ابھی یہ سب سوچنے کے لیے میں بہت چھوٹی ہوں۔ میں کسی آدمی کی پروا بھی نہیں کرتی — سوا آپ کے۔ اگر وہ میرے بابا نہ ہوتے تو میں ان ہی سے بیاہ کر لیتی — ان کی بیٹی ہونا — کسی اجنبی کی بیوی بننے سے لاکھ درجے بہتر ہے۔ مجھے بابا بہت یاد آتے ہیں لیکن میں ان سے ہمیشہ علیحدہ رہی ہوں اس لیے اس کی عادت سی ہو گئی ہے۔ مجھے مادام کیتھرین بھی بہت یاد آتی ہیں۔ پر بابا سے یہ نہ بتلا دیجیے گا۔ آپ ان سے پھر نہیں ملیں گی؟ ارے یہ تو بڑی بُری بات ہے۔ ان کو بھی بہت رنج ہو گا۔ جتنے لوگ یہاں آتے ہیں مجھے ان سب میں آپ سب سے زیادہ اچھی لگتی ہیں یہ آپ کی تعریف تو نہ ہوئی کیونکہ یہاں آتا ہی کون ہے! آپ اتنی دور سے چل کر مجھ سے ملنے آئیں۔ یہ کتنی عنایت ہے۔ کیونکہ میں تو ابھی بچی ہی ہوں آپ کی ہم عمر بھی نہیں اور آپ فرض کر کے مجھ سے ملاقات کے لیے آئی ہیں۔ جی ہاں خالی میرے مشغلے ہی بچوں والے ہیں۔ آپ نے یہ مشغلے کب ترک کر دیئے تھے؟ آپ کی عمر جانے کتنی ہو گی۔ گو یہ بدتمیزی کی بات ہے کبھی پوچھنا نہیں چاہیئے۔ میں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرتی جو قاعدے کے خلاف ہو۔ مجھے خود بھی زندگی کا اچانک پن پسند نہیں۔ بابا ہر چیز کا انتظام کر گئے ہیں میں سر شام ہی سے سو رہتی ہوں۔ سورج ڈوبنے لگتا ہے تب ہی باغ میں جاتی ہوں بابا سختی سے منع کر گئے ہیں کہ دھوپ میں ہرگز نہ بیٹھوں۔ مجھے پہاڑوں کا نظارہ بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ روم میں مدرسے کی چھت پر سے ہمیں سوا مکانوں کی چمنیوں اور گرجاؤں کے گھنٹوں کے اور کچھ دکھلائی نہ دیتا تھا۔ میں روزانہ تین گھنٹے پیانو کی مشق کرتی ہوں۔ آپ کچھ بجائیے۔ بابا کا خیال ہے کہ مجھے اعلیٰ درجے کی موسیقی سے واقف ہونا چاہیے۔ مادام مرل نے کئی دفعہ مجھے پیانو سنایا ہے۔ مجھے ان کی یہی بات بس سب سے زیادہ پسند ہے بہت روانی سے بجاتی ہیں۔ یہ روانی مجھے کبھی میسر نہ ہو گی۔ میری آواز بھی بہت خراب ہے۔ جیسے سلیٹ پر پنسل

سے لمبی لمبی لکیریں کھینچی جاتی ہوں ــــ"

ازابل پیانو پر جا بیٹھی۔ نینزی اس کی سفید انگلیوں کو پردوں پر رواں دیکھتی رہی پھر ازابل نے خدا حافظ کہتے ہوئے اسے پیار کیا "اپنے بابا کو خوش رکھو" اس نے کہا اور جانے کے لیے اٹھی۔

"اسی لیے تو میں زندہ ہوں" اس نے جواب دیا "زیادہ مسرّت بابا کے نصیب میں نہیں۔ وہ بہت اداس انسان ہیں"

ازابل کا جی چاہا کہ لڑکی سے اس کے باپ کے متعلق اور باتیں پوچھے پھر یک لخت اسے اپنے کمینے پن کا احساس ہوا کہ وہ اس بچی کی معصومیت کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہ رہی ہے۔ اس نے نینزی کو خدا رشک سے دیکھا۔ یہ ننھی منّی ہلکی پھلکی گڑیا جو گلبرٹ اوسمنڈ سے اتنی قریب تھی۔ نینزی اس کے ساتھ ساتھ صدر دروازے تک آئی جو صحن میں کھلتا تھا اور دہلیز پر ٹھٹک گئی "میں اس سے آگے نہیں جا سکتی۔ میں نے بابا سے وعدہ کیا ہے کہ چوکھٹ کے باہر قدم نہ رکھوں گی"

"تم اپنے بابا کا کہنا مانتی ہو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ وہ تمھیں کوئی بے جا حکم کبھی نہ دیں گے"

"میں ہر حال میں ان کی تابعداری کروں گی۔ آپ کب جا رہی ہیں؟ پھر ضرور آئیے۔ میں فقط ایک چھوٹی سی لڑکی ہوں لیکن ہمیشہ آپ کی منتظر رہوں گی"

اس کی ننھی سی پرچھائیں اونچے نیم تاریک دالان میں موجود رہی۔ یہاں تک کہ ازابل صحن میں سے گزر کر باہر کی تیز روشنی میں واپس پہنچ گئی۔

(۳۱)

ایک سال گزر گیا۔ ازابل فلورنس واپس آ چکی تھی۔ موسم بہار کے آخیر دنوں میں ایک روز وہ "قصر بلال" کے دریچے میں بیٹھی تھی۔ اور شاید کسی کی منتظر بھی تھی۔ طویل او نچا دریچہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ اس کی سبز جھلملیوں میں سے روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔

باغ کے پھولوں کی خوشبو کمرے میں تیر رہی تھی۔ آزابل کمر پہ ہاتھ رکھے کچھ دیر تک بے چینی سے کھڑکی کے باہر دیکھتی رہی۔ پھر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ محل کے پائیں باغ پر سناٹا طاری تھا۔ آنے والا جو کوئی بھی وہ تھا، صدر دروازے سے داخل ہوگا جس کا رخ دوسری سمت تھا۔ میں مضطرب کاہے کے لیے ہوں۔ وہ سوچ رہی تھی۔ میں پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو چکی ہوں۔ ایک سال بیت چکا ہے۔ اس عرصے میں میں نے زیادہ دنیا دیکھ لی ہے۔ تجربات حاصل کیے ہیں۔ اب وہ بقول خود لامکاں کی وسعتوں کی سیاحت کر چکی تھی۔ انسانیت کا جائزہ لے چکی تھی۔ اپنے حساب اب وہ اس سبک سر، نادان لڑکی سے بہت مختلف تھی جو چند برس اُدھر ایلینی سے انگلستان آئی تھی اور "گارڈن کورٹ" کے بنرے پر بیٹھ کر یورپ کی جانچ پڑتال شروع کرنے والی تھی۔ اگر وہ وقتی طور پر اس قدر بے چین نہ ہوتی، اگر وہ ماضی پر ایک نظر ڈالتی تو ایک دفعہ پھر فانوس کی ایسی بہت سی تصویریں بہت سے مناظر اس کے سامنے گھوم جاتے۔ اس کی بہن للی نیویارک سے آکر پانچ ماہ اس کے ساتھ گزار گئی تھی۔ وہ اپنے بچوں کو بھی ہمراہ لائی تھی۔ آزابل بڑے اطمینان سے غیر شادی شدہ بڑھیا خالاؤں والی شفقت اور بزرگی سے ان کے ساتھ پیش آتی۔ پھر مسٹر لڈلو بھی نیویارک سے پیرس آگئے تاکہ واپسی میں اپنی بی بی کو ساتھ لیتے جائیں۔ للی کی آل اولاد ابھی اتنی بڑی نہیں ہوئی تھی کہ امریکن نقطۂ نظر کے مطابق، سیاحوں کے دائرے میں شمار کی جائے۔ لہٰذا آزابل کو اپنا سارا وقت اس کنبے کے ساتھ ہی گزارنا پڑتا۔ جولائی کے مہینے میں للی اور اس کے بچے آزابل کے پاس سوئٹزرلینڈ آگئے۔ ایلپس کی وادیاں ان دنوں پھولوں سے پٹی پڑی تھیں۔ پہاڑیوں کی چڑھائی کرتے کرتے سستانے کے لیے یہ سب اکثر شاہ بلوط کے سایہ دار درختوں کے نیچے بیٹھ جاتے۔ پھر یہ خاندان پیرس واپس آگیا۔ للی اس شہر پہ جی جان سے فدا ہو چکی تھی۔ لیکن آزابل کو وہاں کی بھیڑ بھاڑ اور غل غپاڑہ کھوکھلا اور سطحی نظر آتا۔ ان دنوں وہ روم کو اسی طرح یاد کرتی جیسے کسی بند اور گرم کمرے میں جہاں بہت سے لوگوں کا اژدحام ہو۔ دل و دماغ کو فرحت پہنچانے والی خوشبو کی پھریری رومال سے نکال کر چپکے سے سونگھ لی جائے۔

پیرس پر اس طرح واری جانے کے باوجود للی کو بہت ساری فکریں کھائے جا رہی تھیں ـــ ایڈمنڈ لڈلو جب نیویارک سے پہنچے تو اس نے آزابل کا قصہ ان سے چھیڑا۔ مسٹر لڈلو اپنی سالی کی حرکتوں پر اسی لحاظ سے بھونچکا، پریشان، یا مسرود ہوا کرتے تھے۔ یہ ان کا پرانا دستور تھا۔ للی طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتیں۔ آزابل نیویارک لوٹ کر کوئی بڑا شاندار سا مکان لے کے اس کے پڑوس میں رہنے لگے گی۔ جانے اس نے ان بڑے بڑے شہزادوں رئیس زادوں میں کسی کو اپنا رفیقِ زندگی کیوں نہ چنا۔ بہر حال اصل چیز خوشی کی یہ تھی کہ ان کی منی بہن پلٹنے والی تھی۔ یوں للی کے نزدیک آزابل نے اور کسی طرح کی ترقی نہ کی تھی۔ ترقی سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ صبح کو اپنے ہم پلہ ملاقاتیوں کے یہاں جائیے۔ شام کو اپنے گھر پہ دعوتیں کیجیے۔ وغیرہ۔ رہا ذہنی ارتقار۔ تو للی کی سمجھ میں یہ سب نہ آتا تھا۔ اور ویسے ظاہر ہی تھا کہ آزابل پہلے سے بھی زیادہ عاقل و دانا بن چکی تھی۔ لیکن آخر یورپ میں ایسے کون سے لعل جڑے تھے۔ نیویارک میں بھی آزابل اپنی مرضی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ انھوں نے اپنے پتی سے درخواست کی اس مسئلے پہ روشنی ڈالیں۔ آزابل نے جو فتوحات یہاں حاصل کی تھیں اپنے دیش میں بھی اسی طرح کامیاب رہتی۔ بہر حال، آزابل نے اپنے بہن بہنوئی کو لارڈ واربرٹن کی تواریخ اور مسٹر گلبرٹ اوسمنڈ کی ذہنی کیفیت سے روشناس نہیں کرایا تھا۔ اس سکوت میں بھی کتنا رومان تھا۔ للی سے اس سلسلے میں کوئی رائے لینے سے تو بہتر تھا کہ وہ اس خوبصورت کتاب کو خود ہی بند کر دیتی ـــ للی کے نزدیک آزابل کی یہ موجودہ زندگی ان رومانی توقعات کے مقابلے میں بالکل ہی مایوس کن اور از حد پھسپھسی تھی۔ آخر یوروپ آ کر اس نے کون تیر مار لیے۔ ایڈمنڈ نے آزابل کے خیالوں میں گھر کر لیا تھا۔ لیکن وہ اس کے متعلق بالکل خاموش رہی۔ للی نے یہ سکوت دیکھ کر ایک بار پھر طے کیا کہ ان کی بہن دنیا سے نرالی مخلوق ہے۔ اور صبر کر کے بیٹھ رہیں۔

اپنے عزیزوں کے جانے کے بعد آزابل نے خود کو پہلے سے زیادہ نڈر محسوس کیا۔ پیرس میں موسم سرما بسر کرنے سے بہتر، زیادہ ہمت طلب مشغلے بھی دنیا میں موجود

تھے۔ پیرس میں بعض دفعہ نیویارک کی جھلک آجاتی ۔ پیرس بھی نیویارک کی مانند، چمکدار جلی حروف میں لکھی ہوئی عبارت تھا۔ مادام مرل سے خط و کتابت کی وجہ سے اس کو تخیل کی اڑان میں بہت مدد ملتی۔ جب وہ اپنی بہن اور اس کے کنبے کو لورپول کے لیے ٹرین میں سوار کرانے کے بعد یوسٹن اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر سے واپس مڑی اس وقت دفعتاً اسے معلوم ہوا کہ آزادی، ہمت اور بے خوفی کے مکمل اور بھرپور احساس سے وہ اب تک اس طرح لطف اندوز نہ ہوئی تھی۔ وہ ٹرین کو آہستہ آہستہ باہر جاتے دیکھتی رہی۔ الوداع کے لیے رومال ہلانے کے بعد باہر نکل کر لندن کی کہر آلود سڑک پر لوٹ آئی۔ اب ساری دنیا اس کے قدموں میں، اس کے سامنے پھیلی تھی۔ وہ جو چاہے کر سکتی تھی۔ لیکن فی الحال اس نے یوسٹن اسکوائر میں اپنے ہوٹل تک واپس پہنچنے ہی پر اکتفا کیا۔ نومبر کی سہ پہر کا جھٹ پٹا سارے میں بکھر گیا تھا۔ بھاری، سرمئی رنگ کی فضا میں سڑک کی بتیاں مضمحل اور سرخ نظر آرہی تھیں۔ ازابل کے ساتھ کوئی نہ تھا اور یوسٹن اسکوائر سے پکیڈلی تک کا فاصلہ بہت طویل تھا لیکن محض اپنی خود مختاری کے سرور کا اندازہ لگانے کے لیے اس نے پیدل چلنا شروع کر دیا۔ کئی دفعہ جان بوجھ کر وہ راستہ بھی بھولی۔ مگر افسوس کہ پولیس کے ایک فرض شناس سپاہی نے اس کو پھر صحیح راہ بتلا دی۔ سڑکوں پہ اندھیرا گرتا آرہا تھا۔ تیز قدم راہگیروں کا کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ دوکانوں میں روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ ہر شے کہر اور پانی میں بھیگی تھی۔ اور دھند لکے میں جھلملا رہی تھی۔ شام کو ہوٹل واپس لوٹ کر اس نے مادام مرل کو خط کے ذریعے مطلع کیا کہ وہ ایک دو دن میں روم کے لیے روانہ ہونے والی ہے۔ وہ پہلے وینس گئی اور پھر فلورنس میں رکے بغیر سیدھی روم پہنچ گئی۔ اس نے یہ سارا سفر صرف ایک ملازم کی معیت میں طے کیا۔ اس کے پرانے نگران اب اس کے ساتھ نہیں تھے۔ رالف کورفو میں جاڑے گزار رہا تھا۔ اور ہنرئی اٹیا پچھلے ستمبر میں "عکاس" کی طرف سے ایک برقیہ موصول ہوا تھا اور وہ امریکہ لوٹ چکی تھیں۔ مسٹر گڈ ووڈ سے وعدے وعید ہو چکے تھے کہ وہ بھی امریکہ تشریف لے جائیں گے۔ ازابل نے خط لکھ کر مسز تو شیت سے فلورنس نہ آسکنے کی معذرت

چاہی۔ ان کا جواب آیا: "معذرت کو میں پانی کا بُلبلہ سمجھتی ہوں۔ اس لفظ کے استعمال کی قائل نہیں۔ آدمی یا ایک کام کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ اور جس کام کا ارادہ کیا جائے اور وہ پورا نہ ہو سکے اس کا ذکر ہی بیکار ہے۔ حیات بعد الممات اور تخلیق کائنات کے سبب کے تذکرے کی طرح لاحاصل۔" پھر بھی اس خط میں انھوں نے اس صاف گوئی سے کام نہ لیا تھا جو ان کا خاصہ تھی۔ انھوں نے بھانجی کے فلورنس نہ آنے کے تصور کو آسانی سے معاف کر دیا کیونکہ ان کو یقین تھا کہ گلبرٹ اوسمنڈ کا معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کہ گلبرٹ صاحب کسی بہانے سے روم پہنچ جائیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ فلورنس ہی میں موجود ہیں۔

پندرہ دن روم میں ٹھہرنے کے بعد آزابل نے مشرق کی سیر کی ٹھانی۔ اور مادام مرل کو ساتھ لے کر چل کھڑی ہوئی۔ ان دونوں نے یونان، ترکی اور مصر میں تین ماہ گزارے آزابل تیز گام، اور بے دھڑک سفر کرتی رہی۔ جیسے ایک پیاسا انسان پانی کے پیالے پر پیالے چڑھاتا چلا جائے۔ وہ گویا ایک شہزادی تھی جو بھیس بدل کر گمنامی کے عالم میں اپنی یاترا پر نکلی تھی۔ مادام اس کی خواص تھیں۔ وہ اس کی تیز رفتاری سے گھبرا گھبرا کر پھولے سانس کے ساتھ ستا ستا کر چلتیں یا ایک قدم پیچھے رہتیں انھوں نے حقِ رفاقت ادا کر دیا۔ ایک ایسی ساتھن کی حیثیت سے جس کے تمام اخراجات نہایت فراخ دلی سے برداشت کیے جا رہے تھے، اپنے فرائض انجام دیتی رہیں۔ پھر بھی سفر میں کوئی صعوبتیں نہ تھیں لوگ ان کم سخن اور متین بیبیوں کو دیکھ کر یہ تمیز نہ کر سکتے تھے کہ ان میں مالکن کون ہے اور مصاحب کون۔ ان تین مہینوں میں آزابل نے مادام کو زیادہ قریب سے جانا۔ بالآخر انھوں نے آزابل کو اپنی سرگزشت سنا ڈالی۔ بڑی المناک داستان تھی۔ موسیو مرل خدا بخشے بڑے دل چلے انسان تھے جنھوں نے مادام کے بھولپن کا فائدہ اٹھایا (باور کیجیے ایک زمانے میں مادام بے حد معصوم اور ناتجربہ کار تھیں) یہ کہانی اتنی درد بھری تھی کہ آزابل کو حیرت ہوئی کہ ان جیسی دکھیاری عورت نے اپنی شگفتگی اور زندگی میں اپنی دلچسپی کو کس طرح قائم رکھا۔ پھر آزابل نے دیکھا کہ یہ شگفتگی مادام اسی ماہر پیشہ ورانہ

انداز میں محفوظ کر کے ساتھ لیے گھومتی تھیں جس طرح رباب نواز اپنے کمانچے کو بکس میں احتیاط سے رکھتے ہیں یا جس طرح شہسوار اپنے ریس کے گھوڑے کو کمبل اوڑھا کر آرام پہنچاتے ہیں۔ پھر بھی آزابل پردے کا ایک کونہ ایسا تھا جو اب بھی نہ اٹھا پائی۔ مادام کی حیثیت اس تماشائی سی رہی جسے اپنے مصنوعی کردار اور اپنی اسٹیج کی ملبوسات سے کبھی علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک دفعہ مادام نے کہا تھا کہ وہ ایک بہت پرانی دنیا کی باسی ہیں۔ آزابل کو اب بھی یہی لگا۔ مادام ایک مختلف معاشرے، کسی اور طرح کی اخلاقی اقدار کی پروردہ تھیں۔ وہ اس آسمان، ان ستاروں کے نیچے پروان چڑھی تھیں جسے آزابل نے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ زمانہ، وہ دور آزابل کے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ، آزابل نے طے کیا کہ مادام کی اخلاقی اقدار کو کسی دوسرے پیمانے سے ناپا جائے۔ یہ ضرور ہے کہ سبھی متمدن، تہذیب یافتہ انسانوں کی قدروں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ جوانی کے غرور کے ساتھ اس نے سوچا کہ مادام کا نظریۂ اخلاق چونکہ اس کے نظریے سے مختلف ہے لہٰذا لازمی طور پر کمتر درجے کا ہے۔ اسی تیقّن کے سہارے وہ اکثر مادام میں (یعنی اس عورت میں جس نے شیریں گفتاری اور خوش مزاجی کو ایک بلند پایہ فن کی حیثیت پر پہنچا دیا تھا) بے رحمی، جھوٹ اور مکاری کی ایک جھلک بھی دیکھ لیتی۔ مادام کے پاس مقاصدِ حیات کی جو فہرست تھی وہ لگتا تھا گویا کسی زوال پذیر بادشاہت کے شاہی دربار میں تیار کی گئی تھی۔ ان میں بہت سے مقصد ایسے تھے جن کا آزابل نے آج تک نام بھی نہ سنا تھا۔ ظاہر ہے، وہ سوچتی کہ وہ بہت سی باتوں سے واقف نہ تھی، لیکن ان گنت چیزیں دنیا میں ایسی بھی ہیں جنھیں جاننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ دو ایک دفعہ آزابل دل ہی دل میں چلا اٹھی۔ خدا اسے معاف کرے۔ یہ عورت مجھے ذرا نہیں سمجھ پاتی۔ یہ ذہنی دھچکا ایسا تھا کہ آنے والے دھندلے سے خطروں کے احساس کا عنصر بھی اس میں شامل ہو گیا تھا۔ پھر اسے مادام کی شدید ذہانت کا کوئی اور ثبوت مل جاتا اور اس صدمے کا تاثر ذرا کم ہو جاتا۔

اعتماد اور بے اعتمادی کے اس جوار بھاٹے میں خوف کا یہ احساس لہروں کا ایک اونچا نشان بن کر اپنی جگہ پر قائم رہا۔ ایک مرتبہ مادام نے کہا تھا کہ دوستی جب بڑھنے کے بجائے ایک جگہ پر پہنچ کر ٹھہر جائے تو سمجھ لو کہ وہیں سے فوراً اس کا زوال شروع ہو گیا۔ کیونکہ

زیادہ پسند کرنے اور کم پسند کرنے کے مابین کوئی حدِ توازن موجود نہیں۔ جامد اور غیر متحرک نسبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ جذبہ یا آگے بڑھتا ہے یا گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔

بہرکیف، آزابل کی رومان پرست طبیعت ان دنوں بہت مسرور تھی۔ اس نے اہرامِ مصر کو بہروں ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔ ایتھنز کے کی فصیل کے شکستہ ستونوں کے درمیان گھومی۔ اور مارچ کے آخری ہفتے میں روم واپس آ گئی۔ چند روز بعد فلورنس سے گلبرٹ اوسمنڈ بھی آ پہنچے اور چونکہ آزابل مادام مرل کے مکان میں ٹھہری تھی اور مادام مرل گلبرٹ اوسمنڈ کی پرانی دوست تھیں لہٰذا لازمی بات تھی کہ یہ صاحب روز وہاں تشریف لا دیں۔ اپریل میں آزابل اپنی خالہ کے پاس فلورنس چلی گئی۔ رالف ابھی یونان سے واپس نہ آیا تھا۔

(۳۲)

لیکن اس سمے دریچے میں کھڑی وہ رالف کا انتظار نہیں کر رہی تھی۔ ماضی کے اس فانوس پر بھی اس کی نظریں نہ تھیں۔ وہ تو کسی بہت گہری سوچ میں مبتلا تھی۔ اسے یہ فکر نہ تھی کہ آنے والے کو کیا جواب دے گی۔ جواب وہ پہلے ہی دے چکی تھی۔ وہ خالی یہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کیا کہے گا۔ وہ خالو کے سوگ کا لباس اتار چکی تھی۔ بڑے چمکیلے کپڑے اس نے پہن رکھے تھے۔ اور اپنے آپ کو سن و سال کے لحاظ سے بے حد پختہ سمجھ رہی تھی۔ گویا وہ بھی نوادر کے کسی ذخیرے میں شامل تھی اور زیادہ پرانی ہونے کی وجہ سے اب بہت بیش قیمت بن چکی تھی۔ ملازم کارڈ لے کر اندر آیا — صاحب سے کہو آ جاویں۔ اس نے جواب دیا اور دریچے سے باہر دیکھنے لگی۔ آنے والے نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بھیڑا تب وہ چونک کر اس کی جانب مڑی۔

کیسپر گڈووڈ اس کے سامنے موجود تھا۔ لیکن، آزابل نے دیکھا کہ وقت کی رفتار نے اس پر کوئی آنچ نہ آنے دی تھی۔ بلند و بالا، مضبوط، کڑیل اس کی قطع سے نہ جوانی کا اظہار ہوتا تھا نہ بڑھاپے کا۔ لگتا تھا سفر نے اسے تھکا دیا ہے۔ وہ منہ سے کچھ نہ بولا۔ مانو اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ آزابل کو اس کی حالت پر افسوس کرنے کا وقت مل گیا۔

بچارہ اپنی شاندار صلاحیتیں کس حماقت میں ضائع کر رہا ہے۔ کیسے رنج کی بات ہے کہ انسان ہر ایک کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ "میں تم کو کس طرح بتلاؤں میں نے کیسی کیسی دعائیں مانگیں کہ کاش تم نہ آؤ۔"

"مانتا ہوں۔" اس نے کرسی کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا۔ ایک تو آپ ڈلے کی طرح آئے ہی تھے اب قیام کرنے کا بھی ارادہ تھا۔

"بڑے نڈھال نظر آتے ہو۔" آزابل ازراہ کرم خود بیٹھ گئی تاکہ اسے بھی بیٹھنے کا موقع مل جائے۔

"بالکل نہیں — تم نے مجھے کبھی تھکا ہارا دیکھا ہے؟"

"صد افسوس کہ نہیں دیکھا! کب آنا ہوا؟"

"کل رات۔ کیچوے کی ایسی رفتار کی ٹرین تھی۔ نام ان لوگوں نے اس کا 'ایکسپریس' رکھ چھوڑا ہے۔ یہ اطالوی ریل گاڑیاں اس طرح چلتی ہیں جس طرح امریکہ میں جنازے لے جائے جاتے ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے! تم کو لگا ہوگا جیسے مجھے دفنانے کے لیے آرہے ہو۔" اس نے صورتِ حال کو ذرا مزاحی رنگ دینے کی سعی کی۔ اس نے خوب سوچ بچار کر لیا تھا کہ نہ وہ وعدہ خلافی کر رہی ہے نہ اس نے کسی نوع کے عہد و پیمان کو توڑا ہے۔ پھر بھی وہ اس آدمی سے ڈرتی تھی۔ اپنے اس ڈر پر اسے شرم بھی آرہی تھی۔

"میں تمھیں مرا ہوا کبھی تصوّر نہیں کر سکتا۔ کاش کہ یہ مجھ سے ممکن ہوتا۔" کیسپر نے سچے دل سے کہا۔

"تسلیم۔ عنایت۔"

"لیکن اس تصوّر سے کہ تم کسی اور کی بیوی بن چکی ہو تمھاری موت کا خیال کہیں بہتر ہے۔"

"بڑے خود غرض ہو۔" آزابل نے اصول پرستی کی خاطر بحث شروع کی۔ "تم خود خوش نہیں ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ دوسروں کو بھی خوش رہنے کا کوئی حق نہ ہونا چاہیے؟"

"کتنا ہی برا بھلا مجھے کہہ لو اب مجھ پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ تمھارے نشتراب

میرے لیے سوئی کی نوک کی چبھن سے زیادہ نہیں۔ تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اس کے بعد سے میں ہر طرح کے احساس سے عاری ہو چکا ہوں۔" کیسپر نے آہستہ آہستہ یہ جملے بے ترتیبی سے، اپنے شدید امریکی لہجے میں ادا کیے۔ آزابل کی جھنجلاہٹ اور بڑھ گئی۔

"نیویارک سے کب چلے تھے؟" اس نے غصہ کم کرنے کے لیے غیر ضروری سا سوال کیا۔

"دس اور سات — سترہ دن ہوئے —" کیسپر نے سر پیچھے ڈال کر گویا حساب لگاتے ہوئے بتایا۔

"اتنی سست رفتار ریل گاڑیوں کے باوجود سفر تو تم نے پلک جھپکتے میں طے کر لیا؟"

"اگر بس چلتا تو میں پانچ روز قبل یہاں پہنچ لیا ہوتا۔"

"لیکن اس سے بھی فرق کچھ نہ پڑتا۔ مسٹر کیسپر گڈ ووڈ!" آزابل نے سرد مہری سے مسکرا کر جواب دیا۔

"تمہارے لیے کوئی فرق نہیں میرے لیے تو ہے۔"

"آخر تمہیں فائدہ کیا ہوتا ہے —؟"

"یہ میں ہی جانتا ہوں۔"

"مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ بیکار میں خود کو اذیت دیتے ہو —" موضوع تبدیل کرنے کی غرض سے آزابل نے ہنری اسٹیا کا قصہ چھیڑا۔ اس نے آزابل کو اس طرح دیکھا گویا وہ بوسٹن سے فلورنس محض ہنری اسٹیا کا تذکرہ سننے کے لیے نہیں آیا۔ پھر بھی اس نے صاف آواز میں جواب دیا — "ہنری اسٹیا بوسٹن میں میرے دفتر آئی تھیں۔ اسی روز مجھے تمہارا خط ملا —"

"تم نے اس سے ذکر کیا تھا میرے خط کا؟" آزابل نے ذرا تردد سے پوچھا۔

"نہیں —" کیسپر نے سادگی سے جواب دیا۔ "پھر بھی، اسے معلوم ہو جائے گا۔ اسے ہر بات آپ ہی معلوم ہو جاتی ہے۔"

"میں اسے لکھوں گی۔ پھر وہ مجھے ڈانٹ پھٹکار سنائے گی۔" آزابل نے دوبارہ

مسکرانے کی کوشش کی۔

کیسپر سنجیدہ رہے "وہ ایک بار پھر سرپٹ بھاگی آئے گی —"

"مجھے ڈانٹ پلانے کے لیے؟"

"پتا نہیں۔ لگتا تھا اس کا خیال ہے اس نے یوروپ ابھی جی بھر کے نہیں دیکھا۔"

"اچھا ہوا تم نے بتا دیا میں ابھی سے اس کے سواگت کا انتظام کر لوں۔"

کیسپر نے لمحے بھر کے لیے آنکھیں فرش پر گاڑے رکھیں۔ بالآخر سوال کیا "ہنری اٹیا مسٹر اوسمنڈ سے واقف ہے؟"

"تھوڑی سی۔ انھیں پسند نہیں کرتی۔ لیکن میں اس کی خوشی یا ناخوشی کے لحاظ سے تو شادی نہیں کروں گی۔"

"کب ہے آپ کی یہ تقریب سعید؟"

"ابھی کچھ پتا نہیں۔ لیکن میں نے فی الحال صرف تمھیں تبلایا ہے۔ اور ایک بیگم صاحبہ کو جو مسٹر اوسمنڈ کی بہت پرانی دوست ہیں۔"

"اس رشتے کو تمھارے دوست احباب پسند کریں گے؟"

"کیا معلوم۔ لیکن میں نے ابھی تم سے کہا ہے کہ میں دوستوں کی خاطر تو شادی نہیں کر رہی ہوں۔"

"اور یہ مسٹر اوسمنڈ کون ہیں اور کیا ہیں؟"

"یہ سب میں نہیں جانتی۔ ہیں تو وہ کچھ بھی نہیں۔ مگر بہت اچھے، بہت وضعدار، بہت عالی منش آدمی ہیں۔ کہیں کے ملک التجار نہیں۔ نہ کسی ریاست کے مالک ہیں۔ کسی خصوصیت کی بنا پر مشہور تک نہیں ہیں۔"

اسے کیسپر کے سوالات بہت ناگوار لگ رہے تھے۔ لیکن اس نے سوچا کہ ان کا جواب دینا اس کا اخلاقی فرض تھا۔ ان جوابات سے کیسپر بے چارہ کس حد تک مطمئن ہو سکتا تھا۔ یہ دوسری بات تھی۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور آزابل کو تکنے لگا "یہ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ کس جگہ سے تعلق ہے ان کا؟"

جس ناک میں بولنے والے امریکن انداز میں اس نے یہ سوال کیا اس سے آزابل اور زیادہ چڑ گئی۔ اتنی کوفت اسے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔" ان کا تعلق —— ؟ کہیں سے بھی نہیں۔ زیادہ عمر انھوں نے اٹلی ہی میں گزاری ہے۔"

"تم نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ایک امریکن صاحب ہیں۔ آخر ان کا اصل وطن کہیں تو رہا ہوگا؟"

"انھیں یاد نہیں۔ بچپنے میں وہاں سے چلے آئے تھے۔"

"کبھی واپس نہیں گئے!"

"واپس کا ہے کے لیے جاتے؟" آزابل نے مدافعت کا انداز اختیار کرتے ہوئے ذرا سٹ پٹا کر کہا۔" وہ کوئی کام ہی نہیں کرتے۔"

"تو تفریح کے لیے جا سکتے تھے۔ انھیں امریکہ پسند نہیں؟"

"وہ امریکہ سے واقف ہی نہیں ہیں ایک سرے سے۔ بہت خاموش اور سادہ دل آدمی ہیں۔ اٹلی ہی پر قانع ہیں۔"

"اٹلی پر اور تم پر ——" کیسپر نے حاضر جوابی کی کوشش کیے بغیر، اداسی سے کہا۔ "پھر آخر انھوں نے کیا کیا ہے؟"

"کہ میں ان سے بیاہ کر لوں؟ کچھ نہیں کیا۔" آزابل نے ضبط سے کام لیتے ہوئے ذرا درشت لہجے میں جواب دیا۔" لیکن انھوں نے اگر بہت سے میدان مارے ہوئے تھے تب اس صورت میں تم مجھے معاف کر دیتے؟ میرا خیال چھوڑ دو کیسپر گڈ وڈ۔ میں ایک بڑے معمولی، گمنام آدمی سے شادی کر رہی ہوں۔ اس آدمی میں دلچسپی لینے کی کوشش نہ کرو۔ ناکام رہوگے۔"

"ہاں ہاں۔ میں بھلا ان کی خوبیاں کس طرح سراہ سکتا ہوں۔ میری سمجھ ہی میں نہ آئیں گی۔ اور تم یہ بھی سوچتی ہو کہ وہ معمولی گمنام آدمی نہیں۔ بہت عظیم الشان، دیوتا سماں ہستی ہیں گو دوسروں کا یہ خیال نہیں۔"

"ہمیشہ تم یہی کیوں سوچتے رہتے ہو کہ دوسرے کیا کہیں گے۔ میں تم سے مسٹر اوسمنڈ کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں۔"

"ظاہر ہے۔" وہ لاچاری کے عالم میں کرسی پر بیٹھا رہا۔ گویا یہ بالکل صحیح بات تھی کہ ازابل مسٹر اوسمنڈ کے بارے میں مزید تبادلہ خیالات کے لیے تیار نہیں لیکن یہ بھی ایک واقعہ تھا کہ ان کے سامنے کوئی دوسرا موضوع گفتگو اب باقی نہ رہا تھا۔

"دیکھو تو سہی تمھیں کیا فائدہ ہوتا؟ میں تمھیں کوئی راحت نہیں پہنچا سکتی۔"

"میں نے اس کی توقع کب کی ہے؟"

"پھر آخر تم آئے کیوں ہو؟"

"تمھیں صرف ایک بار اور دیکھنا چاہتا تھا — اسی پرانی ازابل کو —"

"اگر ذرا تامل کرتے تو ہماری ملاقات زیادہ خوشگوار حالات میں ہوتی۔"

"یعنی تمھاری شادی کا انتظار کرتا؟ تمھارے بدل جانے کے بعد تم سے ملتا؟"

"میں زیادہ نہیں بدلوں گی — ہمیشہ تمھاری دوست رہوں گی —"

"یہ اور غضب ہوگا — "کیسپر نے ملول ہو کر کہا۔

"اب میں یہ تو کر نہیں سکتی کہ خواہ مخواہ تم سے نفرت کر دوں تاکہ تم بیٹھے بیٹھے خود پہ اور زیادہ ترس کھاؤ —"

"کر لو نفرت بھی — مجھے پروا نہیں۔"

ازابل بے صبری سے اٹھ کر دریچے کے نزدیک چلی گئی۔ پھر اس نے مڑ کر دیکھا۔ کیسپر اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ ازابل نے واپس آ کر کرسی کی پشت پہ ہاتھ ٹکا دیے۔ "یعنی آپ محض میری زیارت کے لیے آئے ہیں؟"

"تمھاری آواز بھی سننا چاہتا تھا۔"

"سن لی؟ اس آواز نے تم سے بڑی پیاری پیاری باتیں تو کی نہیں۔"

"میرے کانوں میں تو اس نے رس ہی گھولا۔"

اے لیجیے! اب اس کا کیا جواب دیا جاتا!! فلورنس میں اس دیوانے کی آمد اطلاع سن کر ازابل کی جان نکل گئی تھی۔ اب پھر وہی شکوے ہوں گے۔ منت سماجت، آہ وزاری لیکن اب ازابل کو غصہ آ رہا تھا کہ یہ توقع خلاف امید بڑے ضبط و تحمل سے کام لے رہا ہے۔

کیا مجال جو ایک آہ بھی بھری ہو۔ لیکن اس کے اس گونگے، بے زبان کرب کی کیفیت نے آنابل کو اور زیادہ چڑا دیا۔ جس شانِ جوانمردی سے کیسپر نے اپنا ہاتھ میز پر رکھا ہوا تھا۔ اس نے آنابل کے دل کی دھڑکن کو تیز کر دیا۔ اس نے اندر ہی اندر کھولنا شروع کیا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا، میں کیوں پیچ و تاب کھاتی ہوں۔ میں نے کوئی غلطی تھوڑا ہی کی ہے۔ میں تو برابر حق بجانب ہوں۔ لیکن اس کے باوجود اس نے تمنا کی کہ کیسپر اسے بُرا بھلا کہے۔ اسے گالیاں کیوں نہیں دیتا۔ گپ چُپ کا لڈو بنا بیٹھا ہے۔ اس نے چاہا تھا کہ یہ ملاقات بہت مختصر سی رہے۔ لیکن اب جبکہ کیسپر چلنے کے لیے اٹھا تو اسے دفعتاً یہ ہولناک خیال آیا کہ اب وہ بالآخر ہمیشہ کے لیے واپس جا رہا ہے۔ بغیر ایک لفظ منہ سے کہے۔ خط میں اس نے چند بڑے مناسب الفاظ میں کیسپر کو اپنی منگنی کی اطلاع دی تھی۔ اور ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بیان کی تھی۔ لیکن اب وہ اس کے سامنے موجود تھا لیکن اس نے یہ بھی موقع نہ دیا کہ وہ کچھ اور اپنی صفائی پیش کرے لیکن وہ کوئی غلطی نہیں کر رہی تھی تو اسے اپنی صفائی پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو اس کی فراخ دلی کی انتہا تھی کہ وہ چاہ رہی تھی کہ کیسپر گڈووڈ اس سے خفا ہو۔ اس نے یک لخت تقریباً چلا کر کہا "میں نے تمہیں کسی قسم کا قول نہیں دیا۔ میں اپنی مرضی کی مختار ہوں۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔"

"میں نے تم کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ جو جی میں آئے گا کروں گی۔"

"آپ نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ عمر بھر کنواری رہیے گا۔ اور اس طرح کہا تھا کہ مجھے بھی یقین سا آ گیا تھا۔"

وہ ایک لمحے کے لیے چپکی ہو گئی "مجھے خود حیرت ہے کہ میں نے اپنا ارادہ کیسے بدل دیا۔"

"تم نے کہا تھا اگر کبھی تمہاری نسبت کی خبر سنوں تو ہرگز اس کا یقین نہ کروں۔ کیسپر کہتا رہا۔ "بیس روز ہوئے تم نے خط کے ذریعے خود مجھے یہ خبر سنائی۔ تب مجھے یاد آیا۔ پچھلے سال تم نے کیا کہا تھا۔ میں نے سوچا ممکن ہے تمہارے خط کا مضمون سمجھنے میں

مجھے ہی غلطی ہوئی ہے ۔ ایک وجہ یہ بھی ہے جس کے مارے اتنی دُور سے پھر تم سے ملنے آیا ہوں۔"

"پھر سے سننا چاہتے ہو تو اب کان کھول کر سن لو ۔ یہ خبر لفظ بہ لفظ صحیح ہے۔"

"اس کمرے میں داخل ہوتے ہی مجھے بھی اس کا اندازہ ہو گیا تھا۔"

"میں اگر عمر بھر شادی نہ کروں تو تمہارا کیا فائدہ ہو گا ۔" آزابل نے دفعتاً جھنجلا کر پوچھا۔

"کنواری ہی رہو۔ لیکن کسی دوسرے کی بیوی نہ بنو ۔"

"عجب خود غرض مردوا ہے ۔"

"بالکل ٹھیک ہے ۔ اور لوہے کی طرح سخت دل ۔

"کبھی کبھی لوہا بھی پگھل جاتا ہے ۔ معقولیت سے کام لو تو میں تم سے ہمیشہ ملتی رہوں گی۔"

"اس وقت میں نے کون سی نامعقول بات کی ہے؟"

"سمجھ میں نہیں آتا تم سے کیا کہوں۔" آزابل نے دفعتاً بے حد عجز کے ساتھ کہا۔

"رہنے دو ۔" اب کچھ نہیں ہو سکتا ۔ خیر ۔ میں نے تم کو ایک بار تو اور دیکھ لیا۔" کیسپر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہ تکلیف وہ لمبی مسافت تم کو کتنی آسان معلوم ہوتی ہے ۔ منہ اٹھایا اور امریکہ سے چل دیئے ۔" آزابل نے ایک بے معنی سی بات کہی۔

"میرے آرام تکلیف کی تم فکر نہ کرو۔" کیسپر نے خدا حافظ کہے بغیر دروازے کی طرف مڑتے ہوئے جواب دیا۔ دروازے کے دستے پر ہاتھ رکھ کر وہ بولا۔" کل میں فلورنس سے روانہ ہو جاؤں گا۔" اس کی آواز میں ارتعاش تک نہ تھا۔

"بڑی خوشی کی بات ہے۔" آزابل نے بھنا کر جواب دیا اور کیسپر کے جانے کے بعد ہچکو ہچکو رونے لگی۔

(۳۲)

اچھی طرح رو دھو چکنے کے بعد آنسو پونچھ، بال سنوار، وہ اپنی خالہ کے سامنے جا پہنچی۔ اور انھیں بھی یہ خبر سنا ڈالی۔ اسے معلوم تھا کہ خالہ اس مژدے سے بالکل خوش نہ ہوں گی۔ آزابل کو انتظار تھا پہلے کیسپر سے مل لے اس کے بعد خالہ جان کو مطلع کیا جائے گا۔ اس کو کچھ عجیب سا احساس تھا کہ کیسپر کو بتانے سے پہلے دوسروں کو اس خبر کی اطلاع دینا شرافت کی بات نہیں ہوگی۔ لیکن کیسپر فوراً ابھی نہ چپکا چلا آیا۔ آزابل کو افسوس تھا کہ اس نے اتنا وقت بھی کیوں برباد کیا اسے خالہ کو یہ خبر پہلے ہی سنا دینا چاہیے تھی۔ دوپہر کے کھانے سے پہلے مسز تو شیت نشست گاہ میں آئیں۔

"خالہ لیڈیا میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں" اس نے کہا۔

مسز تو شیت نے چونک کر اسے دیکھا "تمھارے بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں جان چکی ہوں"

"کیسے؟"

"کیسے معلوم ہوتا ہے کہ دریچہ کھل گیا۔؟ کمرے میں زوروں کی ٹھنڈی لہر داخل ہو جاتی ہے۔ تم اس آدمی سے شادی کر رہی ہو"

"کون آدمی؟" آزابل نے بڑے وقار کے ساتھ دریافت کیا۔

"مادام مرل کا یار غار — گلبرٹ اوسمنڈ —"

"مادام مرل کا حوالہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی ساری خصوصیت خالی یہی تو نہیں ہے کہ وہ مادام کے دوست ہیں"

"اگر نہیں ہیں تو ہونے چاہئیں۔ مادام نے ان کے ساتھ جو احسان کیا ہے۔ مسز تو شیت نے اونچی آواز میں کہا "مجھے اس عورت سے یہ امید نہ تھی۔ شتغل۔ بدذات۔"

"آپ سمجھتی ہیں مادام اس رشتے کی ذمے دار ہیں۔ یہ آپ کی بڑی زبردست غلط فہمی ہے" آزابل نے شدید سرد مہری کے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں۔ یوں کہو تمھارا اپنا جادو اس بلا کا تھا کہ مسٹر آدسمنڈ کو تم پر عاشق ہونے کے لیے مزید ہمت افزائی کی حاجت ہی نہیں تھی۔ ٹھیک ہے۔ تمھاری کشش میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن مادام اسے مشکارانہ دیتی تو اس شخص کی اتنی جسارت نہ ہو سکتی تھی کہ تمھاری طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ وہ خود کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ لیکن تم کو ورغلانا اس اُدھمی آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ زحمت مادام مرل نے اس کی طرف سے گوارا فرمائی۔"

"انھوں نے بھی خود کچھ کم کوشش نہیں کی خالہ جان۔" ازابل نے ہنسنے کی سعی کرتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ ورنہ وہ تم کو یوں اپنا گرویدہ نہ بنا لیتا۔"

"مَیں سمجھتی تھی آپ تک اسے پسند کرتی ہیں۔"

"ایک زمانے میں مجھے بُرا نہیں لگتا تھا۔ اسی وجہ سے مجھے اس پر طیش آرہا ہے۔"

"اس پر کیوں۔ مجھ پر خفا ہو جیے۔"

تم سے تو میں ہمیشہ خفا رہتی ہوں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم نے اس آدمی کی خاطر لارڈ وار برٹن کو چھوڑا۔"

"خدایا۔ اب پھر وہی قضیہ شروع ہو گیا۔ مسٹر آدسمنڈ کو آخر میں کیوں نہ پسند کروں۔ دوسرے بھی تو انھیں پسند کرتے رہے ہیں۔"

"دوسری لڑکیوں نے انتہائی جنون کے عالم میں بھی اس سے شادی کر لینے کا خیال نہ کیا ہو گا۔"

"تم سمجھتی ہو تم خوش رہو گی۔ ایسی شادیوں سے کبھی خوشی نہیں ملتی۔"

"آخر بیاہ کاہے کے لیے کیا جاتا ہے؟"

"خدا ہی جانے تم اس آدمی سے کیوں شادی کر رہی ہو۔ عموماً لوگ شادی کرتے ہیں ایک طرح کی رفاقت کے واسطے۔ ایک دوسرے کے اشتراک سے اپنا گھر بناتے ہیں۔ تمھارے معاملے میں یہ اشتراک یک طرفہ ہو گا۔ گھر تمھاری وجہ سے بنے گا۔"

"مسٹر آدسمنڈ کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ یہی آپ کا مطلب ہے نا؟"

"پیسہ۔ نام و نمود۔ عزت۔ ہے کیا ان کے پاس ———— ؟ میں ان چیزوں کو بہت اہم سمجھتی ہوں اور مجھ میں ڈنکے کی چوٹ یہ کہنے کی اخلاقی جرأت ہے دولت اور عزت بڑی قابلِ قدر چیزیں ہیں۔ اور لوگ بھی دل میں یہی سمجھتے ہیں۔ لیکن وجہیں دوسری پیش کرتے ہیں۔"

انزابل ذرا ہچکچائی۔ "میں بھی ان سب باتوں کی اہمیت پہچانتی ہوں مجھے روپے کی بہت قدر ہے اسی لیے چاہتی ہوں کہ مسٹر اوسمنڈ اپنی تنگدستی سے چھٹکارا پائیں۔"

"روپیہ ان کو دے دو لیکن از برائے خدا شادی کسی اور سے کرو۔"

"ان کا نام میرے لیے کافی ہے۔ بہت خوبصورت نام ہے۔ کیا میرا اپنا خاندان بہت ہی اونچا ہے ؟"

"پھر تو اور بھی لازم ہے کہ اپنے خاندان کے نام کو پہلے سے زیادہ اونچا بناؤ۔ امریکہ میں صرف درجن بھر اعلیٰ گھرانے ہیں۔ تو گویا تم یہ شادی خیرات کے طور پر کر رہی ہو۔ ازراہِ انسانی ہمدردی۔"

"خالہ لیڈیا میرا فرض تھا اپنے ارادے کی آپ کو اطلاع دے دوں۔ لیکن یہ میرا فرض نہیں ہے کہ اس کے جواز بھی آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ مجھ پر بیکار کا غصہ نہ کیجئے۔ اس سلسلے میں بات کرتے ہوئے آپ کا پلہ ہی بھاری رہے گا۔ میں اب کچھ نہیں کہنا چاہتی۔"

"میں غصہ نہیں کر رہی تمھاری بات کا جواب دیتی ہوں۔ مجھ میں بھی تھوڑی بہت عقل ہے۔ مجھے بہت دنوں سے معلوم ہے کہ کوئی نہ کوئی گل کھلنے والا ہے۔ لیکن میں چپ رہی۔ میں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑاتی پھرتی۔"

"عنایت۔ شکریہ۔"

"میں مادام مرل سے بھی دو دو باتیں کروں گی۔"

"مادام مرل کو بار بار کیوں بیچ میں گھسیٹتی ہیں۔ مادام میری بہت اچھی دوست ثابت ہوئی ہیں۔"

"ممکن ہے۔ لیکن میری دوستی کا انھوں نے بے حد ناجائز فائدہ اٹھایا۔"

"آپ کا انھوں نے کیا بگاڑا ہے؟"

"میرے ساتھ دغابازی کی ہے اور کیا بگاڑا ہے۔ مجھ سے انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ ادتمنڈ سے تمھاری شادی نہ ہونے دیں گی۔"

"وہ میری شادی روکنے والی کون ہوتی ہیں؟"

"وہ سب کچھ کر سکتی ہیں۔ اس رشتے میں بھی کھنڈت ڈال سکتی تھیں۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اتنی دوغلی ہیں۔ ایسے دوطرفے پن پر اتر آئیں گی۔"

"مجھے پتا نہیں آپ کے ساتھ انھوں نے کیا دوغلاپن کیا ہے۔ یہ آپ جانیں اور وہ۔ میرے ساتھ انھوں نے ہمیشہ بڑا اخلاص برتا ہے۔"

"اخلاص۔ سچ تو ہے۔ اپنے بیٹے کی تم سے شادی کرانا چاہتی تھی اور مجھ سے کہتی تھی کہ بس موقع کے انتظار میں ہے کسی طرح یہ رشتہ رکوا دے۔"

"آپ کو خوش کرنے کے لیے کہ دیا ہوگا۔" ازابل نے کہا لیکن اپنی اس توجیہ کی ناکامی کا احساس بھی رہا۔

"مجھے دھوکا دینا مجھے خوش کرنا ہے؟ وہ مجھ سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس وقت میں بہت باغ باغ ہوں؟"

"آپ تو کبھی کسی حالت میں بھی خوش نہیں ہوتیں۔ مادام کو اگر معلوم ہوتا کہ آپ کو دیر یا سویر خود ہی پتا چل جائے گا تو وہ آپ کو دھوکے میں کیوں رکھتیں؟ ان کا کیا فائدہ تھا؟"

"فائدہ یہ تھا کہ میں اس انتظار میں رہی کہ وہ اس معاملے کو آگے بڑھنے سے روکیں گی۔ اور اس درمیان میں پانی سر سے اونچا ہو جائے گا۔"

"آپ نے خود دیکھ لیا کہ معاملہ ہاتھوں سے نکل رہا ہے آپ نے خود کوئی روک تھام کیوں نہ کی۔"

"میرا خیال تھا کہ کوئی اور تمھیں راہ راست پر لے آئے گا۔"

"کوئی اور کون ـــ" ازابل نے مسز توشیت کو کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ مسز توشیت بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے دیکھتی رہیں۔ "تم رالف کا کہا

مان لیتیں؟

"اگر وہ ادسمنڈ کو گالیاں دینے لگتا تو میں اس کا کہنا بھی ہرگز نہ مانتی؟"

"رالف تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی کو گالیاں نہیں دیتا اور وہ تمہارا بہت خیال کرتا ہے۔"

"معلوم ہے۔ مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں جو کچھ بھی کروں گی اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی۔"

اسے پکا یقین تھا کہ تم ایسی حرکت تو کبھی نہ کرو گی۔ میں نے اس سے کہا کہ تم سے یہ بھی بعید نہیں اس پر الٹا اس نے تمہاری طرفداری میں مجھ ہی سے بحثنا شروع کر دیا۔"

"محض محبّت کی خاطر آپ سے اُلجھ پڑا ہوگا۔" آزابل نے مسکرا کر کہا۔ "آپ اس کو دھوکے باز نہیں سمجھتیں کہ اس نے آپ کو میرے متعلق فریب میں رکھا۔ مادام غریب پر یہ الزام کیوں دھرتی ہیں۔"

"رالف نے کبھی یہ تو نہ کہا تھا کہ یہ بیاہ رکوا دے گا۔"

"خوب۔" آزابل نے شگفتگی سے جواب دیا۔ "رالف جب گھر آئے تو سب سے پہلے اسے میری منگنی کی خبر سنا دیجیے۔"

"میں اس سے اس بات کا ذکر ضرور کر دوں گی۔ لیکن تم سے اس سلسلے میں آئندہ ایک لفظ نہیں کہنے کی۔"

"آپ کی مرضی۔ لیکن بہتر یہی ہوتا کہ میری منگنی کی اطلاع میرے بجائے آپ کی طرف سے سب لوگوں کو دی جاتی۔"

خالہ بھانجیاں کھانا کھانے کے لیے چلی گئیں۔ اور مسز توشیت نے اپنے قول کے مطابق کھانے کے دوران میں اشارۃً بھی گلبرٹ آدسمنڈ کا ذکر نہیں کیا۔ گھنٹے بھر کی خاموشی کے بعد البتہ انھوں نے اپنی بھانجی سے یہ ضرور دریافت کیا کہ صبح کون صاحب تشریف لائے تھے۔

"تھے ایک — پرانے دوست — امریکن۔" آزابل نے گلابی پڑتے ہوئے

جواب دیا۔

"ظاہر ہے امریکن ہی رہے ہونگے۔ امریکن حضرات ہی صبح تڑکے دس بجے ملاقات کے لیے آسکتے ہیں۔"

"اس وقت ساڑھے دس بجے تھے۔ ایک بات۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ صاحب ہمیشہ جلدی میں رہتے ہیں۔ شاموں شام ہی انھیں واپس جانا تھا۔"

"کل شام کو قدم رنجہ نہیں فرما سکتے تھے جو عام طور پہ ملاقات کا وقت سمجھا جاتا ہے۔"

"رات ہی تو پہنچے ہیں بے چارے۔"

فلورنس میں صرف چوبیس گھنٹے گزارنے کے لیے آئے تھے؟ تب تو سچ مچ اصل نسل امریکن رہے ہوں گے۔"

"ہیں تو سہی۔" آزابل دل میں خوش ہو رہی تھی کہ کیسپر کے اس طرح آدھمکنے سے یہ فائدہ تو ہوا کہ مسز تو شیت اور جلیں۔

دو روز بعد رالف آگیا۔ آزابل کو یقین تھا کہ آنے کے ساتھ ہی مسز تو شیت نے اسے آزابل کے متعلق خبر سنا دی ہوگی۔ لیکن رالف نے اپنی حد تک بڑے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔ آزابل اس کی صحت کے متعلق سوالات کرتی رہی۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئی تھی۔ وہ انتہائی بیمار اور شکستہ نظر آرہا تھا۔ یونان کے جزیروں میں رہنے کے باوجود اس کی صحت بے انتہا گر گئی تھی۔ آزابل سوچتی رہی کہ آیا وہ واقعی اتنا بیمار ہے یا اتنا عرصہ الگ رہنے کی وجہ سے اس کی نحیف و نزار حالت کو دیکھتے رہنے کی عادی نہیں رہی۔ بچارہ رالف پہلے ہی کون ایسا حسین تھا اور اب عمر کے ساتھ ساتھ اس کی بدہیئتی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ ایک ایسی ٹوٹی پھوٹی لالٹین کی مانند نظر آیا جس کے اندر چراغ کی کمزور سی لو مدھم مدھم جھلملاتی ہو۔ اس کے پتلے گل مچھے نیچے کو جھک آئے تھے۔ اور اس کی ناک کا خم زیادہ واضح ہو گیا تھا۔ اس کی ساری قطع ڈھیلے ڈھالے، لانبے، منحنی، آڑے ترچھے اعضاء کا بے ترتیب سا مجموعہ تھی۔ اس کی

بھوری مخملیں صدری لگتا تھا اس کی جان کو چمٹ گئی ہے۔ اس کے ہاتھ اب کبھی جیبوں سے باہر نہ نکلتے۔ اس بے چارگی کے عالم میں وہ ادھر ادھر چلتا پھرتا جس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ جسمانی طور پر ہر طرح سے معذور ہو چکا ہے۔ اس قطع کی وجہ سے وہ اور زیادہ مسخرہ نظر آرہا تھا، ایسا اپاہج مسخرہ جو اپنی مجبوری کو بھی اس عظیم لطیفے کا ایک حصہ سمجھتا ہو۔ اپنی بے بسی کی وجہ سے وہ دنیا کی ہر چیز کا مذاق اڑاتا تھا۔ شاید وہ سوچتا تھا کہ اس دنیا کے متعلق سنجیدہ کیوں ہو جس میں اس کے زندہ رہنے کی کوئی معقول وجہ ہی نہیں تھی۔ آزابل کو اس کی بدشکل ہیئت سے محبت سی ہو گئی تھی۔ اس کے وجود کا یہ بے تکا پن اسے بے حد پیارا لگتا تھا۔ اتنے عرصے دونوں اکٹھے رہے تھے۔ وہ ایسا پیارا ایسا دلکش انسان تھا۔ اس کی یہ بیماری ہی اس کی جاذبیت کا ایک سبب تھی۔ اس کی خرابی صحت اس کے لیے نقصان دہ نہ معلوم ہوتی بلکہ اس سے اسے ایک طرح کا ذہنی فائدہ ہی حاصل تھا۔ اس کے روگ کی وجہ سے اسے ہمیشہ مردانہ اور سرکاری قسم کے سارے جذبات اور تفکرات سے نجات مل گئی تھی اب وہ چین سے خالص شخصی زندگی کی عشرت سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔ بیماری انسان میں جو باسی پن پیدا کر دیتی ہے اس سے وہ کوسوں دور تھا۔ وہ ہمیشہ بے انتہا بیمار رہتا لیکن کچھ ایسا سلسلہ تھا کہ اسے تکلفاً بھی مریض نہ سمجھا جا سکتا تھا۔ آزابل رالف کو اسی روشنی میں دیکھتی تھی اس کی حالت پر خاص توجہ سے سوچ بچار کرتی تب ہی اس کو رالف کی حالت پر ترس معلوم ہوتا۔ بڑے غور و خوض کے بعد آزابل نے اس کی حالت پر رحم بھی کھایا لیکن ہمیشہ اسے یہی احساس ہوا کہ وہ بیکار اپنے جذبۂ ترحم کو ضائع کر رہی ہے۔ اب اسے آسانی سے پتا چل گیا کہ بچارے رالف کی زندگی کا چراغ کسی وقت بھی آناً فاناً بجھ سکتا ہے۔ وہ ایسا تیز فہم فیاض طبع علم دوست انسان تھا لیکن اپنی دماغی برتری کا جا و بے جا اظہار اس نے کبھی نہیں کیا۔ اور اب وہ اس اندوہناک طریقے سے گھُل گھُل کر ختم ہو رہا تھا۔

آزابل کو یہ سوچ کر اپنے اوپر شرم سی آئی کہ زندگی دوسرے لوگوں کے لیے کس قدر تکلیف دہ ہے اور خود اس کی زندگی اب کتنی پُرسکون اور آسان بننے والی ہے۔ وہ

اپنی منگنی کے سلسلے میں رالف کی ناراضگی برداشت کرنے کے لیے تیار تھی لیکن پھر بھی، رالف سے اپنی انسیت کے باوجود وہ اس کے لیے آمادہ نہیں تھی کہ رالف کی وجہ سے اس کی موجودہ رومانی صورتِ حال کسی طرح سے بگڑ جائے۔ رالف کو حق تھا کہ اس پر خفا ہو۔ اس کی تو افتادِ طبع ہی ایسی تھی کہ ہر شادی میں مین میخ نکالے۔ یہ رشتے کے بھائی لوگ اپنے بہنوئیوں سے ہمیشہ نفرت کرتے ہیں۔ یہ پرانا دستور ہے۔ روایت ہے۔ یہ بھی اسی افسانویت کا ایک جزو ہے کہ رشتے کے بھائی ہمیشہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اپنی عم زاد بہنوں کے پرستار ہیں۔ اگر وہ رالف کی مرضی کے مطابق ہی کسی سے شادی کرتی تب بھی وہ کون ایسا خوش ہوتا۔ نکتہ چینی اس کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ اور بہر حال، اس کے خیالات تھے ہی کیا۔ پہلے اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ اگر آزابل لارڈ وار برٹن سے بیاہ کرے تو بہت اچھا ہو گا۔ اور یہ وہ اس لیے کہتا تھا کیونکہ آزابل لارڈ وار برٹن کو نامنظور کر چکی تھی۔ وہ اگر لارڈ وار برٹن کی بیوی بننے کے لیے تیار ہو جاتی تو یہ رالف کا بچہ فوراً اس کے خلاف ہو جاتا۔ اور پھر بات تو یہ ہے کہ ہر شادی میں کیڑے ڈالے جا سکتے ہیں۔ یہ چیز ہی ایسی ہے۔ کنواری ارمان۔ بیاہی پشیمان۔ وہ خود اگر کوشش کرے تو اپنی ہونے والی شادی کے پرخچے اڑا کر رکھ دے۔ بہر نوع، اب وہ رالف کے ہر اعتراض کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے گی۔ لیکن اس کے مفاہمت کے اس نئے رویّے کو دیکھ کر رالف نے تو بالکل چپ سادھ لی۔ تین دن گزر گئے اور اس نے کچھ کہہ کر ہی نہ دیا۔ آزابل انتظار کرتے کرتے عاجز آگئی۔ آزابل کی شادی کے متعلق بات کرنا اسے بے حد کھلے گا مگر کم از کم تکلفاً ہی وہ اس پر ناراض ہو لے۔ اخلاق کا تقاضا یہی تھا! لیکن آزابل کو کیا پتا کہ یہ خبر سننے کے بعد رالف پر کیا بیت رہی تھی۔ اسے شدید صدمہ پہنچا اسے محسوس ہوتا تھا اس کی توہین کی گئی ہے۔ اس کے منہ پر طمانچہ لگا ہے۔ اس کے قیاس غلط نکلے۔ وہ ہستی جو اسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی، کہیں کھو گئی۔ وہ تند و تیز پتھریلی ندی پر تیرتی ہوئی بے پتوار کی ناؤ کی مانند سارے گھر میں بے مقصد ڈولتا پھرتا۔ یا محل کے باغ میں بید کی آرام کرسی

پڑا ٹانگیں پھیلائے ٹوپی آنکھوں پر رکھے لیٹا رہتا۔ اسے ایسا پہلے کبھی محسوس نہ ہوا تھا۔ اب وہ کیا کہہ سکتا تھا کیا کر سکتا تھا؟ یہ لڑکی اب کسی طرح سے نہیں بچائی جا سکتی؟ وہ کیسے کرب میں گرفتار تھا۔ نہ وہ خلوص کے ساتھ آزابل کے انتخاب پر صاد کر سکتا تھا۔ نہ اسے یہ امید تھی کہ اس کے منع کرنے پر وہ اپنا ارادہ تبدیل کر دے گی۔ اسی دوران میں وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ آزابل اور اوسمنڈ روز ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ اوسمنڈ اب قصر بلالی بہت کم آتے۔ لیکن چونکہ نسبت کا باقاعدہ اعلان ہو چکا تھا لہٰذا آزابل آزادی کے ساتھ ان سے دوسری جگہوں پر جا کر مل سکتی تھی۔ اس نے ایک بگھی الگ سے کرائے پر لے رکھی تھی۔ تاکہ گاڑی کے معاملے میں مسز ٹوشیت کا احسان مند نہ ہونا پڑے۔ صبح سویرے وہ باہر چلی جاتی۔ مضافات کے ایک جنگل میں جہاں اغیار کا گزر بہت کم ہوتا تھا، اوسمنڈ بھی آ جاتے، اور دونوں اطالوی درختوں کے سائے میں اپنے ٹہلتے اور بلبلوں کے گیت سنا کرتے۔

(۳۴)

ایک روز اپنی گل گشت سے واپس آ کر اس نے محل کے صحن میں بگھی رکوا لی اور بڑے زینے پر چڑھنے کے بجائے صحن میں سے گزر کر محراب کے نیچے سے نکلتی باغ کی اور چلی گئی۔ دوپہر کا بھاری پن سارے میں چھایا تھا۔ جھاڑیوں کے درمیان اور کنجوں کی ہری چھاؤں میں وسیع اور عمیق گھاؤں کی سی خاموشی طاری تھی۔ رالف ایک رقصاں اپسرا کے مجسمے کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ آزابل کو گمان ہوا کہ شاید سو رہا ہے گھاس پر اس کے ہلکے پھلکے قدموں کی آواز سن کر بھی رالف نے آنکھیں نہ کھولیں۔ آزابل واپس مڑنے سے پہلے ایک لمحے کے لیے کھڑی اسے دیکھا کی۔ رالف نے پلکیں اٹھا کر اس پر نظر ڈالی۔ وہ دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔ اپنی جھنجھلاہٹ میں اس نے دل ہی دل میں رالف پر بے نیازی اور بے تعلقی کا الزام لگایا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ رالف کسی گہری پریشانی کسی عظیم دکھ میں مبتلا ہے۔ اس کی اس کھوئی کھوئی حالت کے لیے

آزابل نے کئی وجہیں سوچ رکھی تھیں۔ اس کی صحت بہت گر گئی ہے۔ باپ کی موت کے بعد کاروبار کا سارا بوجھ اس کے سر پر آن پڑا ہے۔ بینک کے جھگڑے قضیئے ہیں۔ فلورنس آنے کے بجائے وہ انگلستان کیوں نہیں چلا گیا۔ مہینوں سے اس نے بینک کے معاملات پر ذرا سی بھی توجہ نہیں دی تھی۔

"ارے تم جگ گئے۔ تمہارا جی ماندہ ہے؟"

"یہ خستگی میرے دل و جان میں رچ گئی ہے بیگم صاحبہ۔ میں سوتا نہیں تھا۔ تمہارے متعلق سوچ رہا تھا۔"

"میرے متعلق سوچتے سوچتے بھی تھک گئے ہو نا؟"

"ہاں — اس سوچ کا فائدہ کیا ہے؟ سڑک بہت طویل ہے اور میں منزل پر کبھی نہیں پہنچ پاتا۔"

"منزل تمہاری کہاں پر ہے؟" آزابل نے چھتری بند کرتے ہوئے سوال کیا۔

"کسی طرح اس نکتے پر پہنچ جاؤں جہاں تمہاری جنگی کے بارے میں اپنے خیالات کا مکمل اظہار کر سکوں۔"

"اس کا تردد کیوں کرتے ہو۔" آزابل نے ذرا بشاشت سے کہنا چاہا۔

"بالفاظ دیگر — مجھے تمہارے معاملات میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں —"

"ہاں۔ ایک حد تک تو نہیں —"

"میں اسی حد فاصل کا تعین کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں۔ تم مجھے بڑا بدتہذیب سمجھتی ہو گی ابھی تک تمہیں مبارک باد بھی نہیں دی۔"

"میں تو برابر یہ دیکھ رہی ہوں کہ تم آج کل بالکل گم صم رہتے ہو۔"

"اس کے سبب کئی ہیں۔ ٹھہرو۔ میں تم کو بتلاؤں۔" رالف نے کہا۔ اس نے ٹوپی آنکھوں پر سے ہٹا کر نیچے گھاس پر ڈال دی اور اٹھ بیٹھا۔ اور اسے تکتا رہا۔ پھر وہ میٹے کے سہارے نیم دراز ہو گیا۔ اور اپنے ہاتھ دونوں طرف ڈھیلے ڈھالے چھوڑ کر آرام کرسی کے ہتھوں پر رکھ دیئے۔ وہ بڑا بے چین اور بے ڈول سا معلوم ہو رہا تھا۔ آزابل کچھ نہ بولی۔

لوگ جب اس طرح گو مگو کے عالم میں نظر آتے تھے تو اسے ان کی حالت پر افسوس ہوتا تھا لیکن اس وقت زالف اگر اس کے فیصلے پر اعتراض کرنے والا تھا تو اسے اس سے بالکل ہمدردی نہ تھی۔ "ابھی تک میں اس قدر ہکا بکا ہوں کہ یہ کیوں ہو گیا" بالآخر زالف نے کہنا شروع کیا۔ "کم از کم تم ایک ایسی لڑکی تھیں جس کے لیے میں ہرگز نہ سوچ سکتا تھا کہ اس طرح کسی کے پھندے میں آ جاؤ گی"

"کیسا پھندا۔؟"

"تمھیں پنجرے میں بند کر دیا جائے گا۔ تم کو یہ معلوم نہیں"

"مجھے اگر یہ پنجرہ پسند ہے تو تم فکر کرنے والے کون۔"

"یہی میں سوچتا ہوں"

"سوچ بچار مت کرو میاں۔ میں بڑے مزے میں ہوں"

"تم حد سے زیادہ بدل گئی ہو۔ سال بھر قبل تمھارا عزیز ترین سرمایہ تمھاری آزادی تھی۔ تم تو محض زندگی کا مطالعہ کرنا چاہتی تھیں!"

"کر لیا میں نے مطالعہ۔ اب میں مانتی ہوں کہ یہ وسعتیں ایسی زیادہ قابل دید نہیں"

"درست۔ میں نے یہ کب کہا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ تم گلشن ہستی کا گویا ایک قسم کا طائرانہ جائزہ لینے کے لیے پر تول رہی تھیں"

"میں نے دیکھ لیا ہے کہ طائرانہ جائزہ، مجموعی تاثرات وغیرہ سب گپ ہے۔ یہ جو گلشن ہستی ہے نا تمھارا ــــ اس میں صرف ایک ٹہنی چن کر اس پر آشیاں بندی کیا چاہیے (کیا شاعرانہ بات کہی ہے میں نے۔!)"

"جواب نہیں واہ۔ واہ ـــ! لیکن کوشش یہ کی جاتی ہے عام طور پر کہ یہ گلستان کی بہترین ٹہنی ہو ـــ جاڑوں بھر، جب میں تمھارے دلچسپ خطوط پڑھتا رہا مجھے کیا پتا تھا کہ تم اس شاخ کے انتخاب میں مصروف ہو۔ تم نے کوئی مذکور اس کا نہ کیا تھا"

"یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس کا چرچا میں تم سے کرتی۔ اس کے علاوہ، مجھے مستقبل کا کیا پتا تھا۔ یہ سب تو بالکل ابھی ابھی ہوا ہے۔ اگر تمھیں معلوم بھی ہو جاتا تو تم کیا کر لیتے؟"

"میں تم سے صرف یہی کہتا کہ تھوڑا سا انتظار اور کر لو ——"

"وہ کاہے کا انتظار —؟"

"ذرا سی روشنی کی تمھیں ابھی اور ضرورت تھی"۔ راآلف نے بے تکی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ جیبوں میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ روشنی مجھے کس سے ملتی۔ تم سے —؟"

"ایک آدھ چنگاری تو میں تم کو دے ہی ڈالتا۔ لاحول ولا —پھر شاعری شروع ہو گئی!"

آزابل نے اپنے دستانے اتار دیئے تھے۔ اور انھیں اپنے زانو پر رکھ کر ان کی سلوٹ نکال رہی تھی۔ "بیکار کی جھک جھک کرکے یہ کہنا یہ چاہتے ہو کہ گلبرٹ اوسمنڈ تمھیں پسند نہیں۔ اور اس کے لیے اب مناسب الفاظ تمھیں مل نہیں رہے ۔اور کہتے ہوئے ڈر بھی لگتا ہے؟"

"چوٹ لگانے کی خواہش ہو تو اس کا ڈر کیسا —؟ تمھیں نہیں۔ میں اس آدمی کو زخمی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمھارا خیال ہے۔ اس کا نہیں۔ اگر تم اس سے بیاہ کر رہی ہو تو میری کہی ہوئی یہ ساری باتیں تمھیں زہر لگیں گی"

"اگر میں اس سے بیاہ کر رہی ہوں —تم سمجھتے ہو مجھے اپنے ارادے سے باز رکھ سکو گے؟"

"تم مجھے کتنا مورکھ سمجھتی ہو گی —— اس مغالطے میں مبتلا ہوں کہ شاید تم میرا کہا مان جاؤ —"

"مورکھ تو نہیں۔ البتہ قابلِ رحم ضرور سمجھتی ہوں —"

"ایک ہی بات ہے۔ جب تم مجھ پر ترس کھاتی ہو میں اپنے آپ کو اور زیادہ تمسخر انگیز معلوم ہوتا ہوں"

آزابل نے اپنے دستانوں پر دوبارہ انگلیاں پھیریں "تمھیں معلوم ہے مجھے تم سے بہت گہرا لگاؤ ہے میں اس سے چھٹکارا کبھی نہیں پا سکتی"

اس لگاؤ کو برائے خدا فراموش نہ کرنا کبھی نہ کبھی تو تمھیں اندازہ ہوگا کہ میں کتنی شدت

سے تمھاری بھلائی کا خواہاں تھا۔"

"اور اس کے باوجود تم مجھ پر کتنا بھروسا کرتے ہو۔"

لحظے بھر کے لیے دونوں چپ ہو گئے۔ دوپہر کا گہرا سناٹا بھی گویا ہمہ تن گوش تھا۔

"مجھے تم پر بھروسا ہے۔ اس آدمی پر نہیں۔" رالف نے کہا۔

ازابل نے نگاہیں اٹھائیں اور اسے دیکھتی رہی۔

"تم نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے اتنی صاف گوئی سے کام لیا۔ لیکن تم ابھی یہ الفاظ جو مجھ سے کہے ہیں اس کی وجہ سے دکھ اٹھاؤ گے۔"

"گویا تم انصاف نہیں برتو گی"

"میں نے کون سی بے انصافی کی ہے۔ یہی کتنی بڑی بات ہے کہ تم سے خفا نہیں ہوں۔ جانے کیا وجہ ہے۔ مگر مجھے تم پر غصہ نہیں آرہا۔ جب تم نے بات شروع کی اس وقت میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔ لیکن فوراً ہی میں نے اس پر قابو پا لیا۔ غالباً مجھے تلملا اٹھنا چاہیے۔ لیکن آوسمنڈ چاہتے ہیں کہ میں کبھی کسی چیز پر ناراض نہ ہوں۔ ان کی تمنا ہے کہ زندگی کی ہر اونچ نیچ سے واقف ہو جاؤں۔ اسی لیے وہ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ تمھیں کوئی فائدہ نہیں۔ صرف میری خیر خواہی منظور ہے۔ بحیثیت ایک جوان لڑکی کے میں نے تمھارے ساتھ کبھی اس قسم کا التفات نہیں برتا کہ تم میرے بیاہ کر لینے پر رنج کرو۔ تم نے مجھے بڑا عمدہ مشورہ دیا ہے۔ تم اکثر بڑے عمدہ مشورے دیتے رہے ہو۔ نہیں میں خفا نہیں ہوں۔ میں بڑے ضبط سے کام لے رہی ہوں۔ میں نے ہمیشہ تمھاری ذکاوت پر اعتماد کیا ہے۔" وہ اپنے ضبط و تحمل کا بہت فخریہ اعلان کر رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس کی آواز اونچی ہوتی گئی۔ وہ رالف کے ساتھ زیادتی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ رالف کو بھی اس کی اس خواہش کا احساس تھا۔ اس کے دل پر بڑا اثر ہوا کیونکہ اس نے اپنے الفاظ کے ذریعے ازابل کو تکلیف پہنچائی تھی۔ وہ ازابل کی بات کاٹ کر اپنے الفاظ واپس لینے کے لیے تیار ہو گیا لیکن ازابل نے اسے کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ "بتاؤ اب کیا کہتے ہو۔ لیکن یہ سن لو میں تمھاری باتوں میں آکر اپنا ارادہ ہرگز تبدیل نہیں کروں گی۔ اب تم ایک

اب بھی مجھے اپنے موجودہ مقام سے نہیں سرکا سکتے۔ اس کا وقت اب نکل چکا ہے بقول تمہارے میں صیاد کے دام میں گرفتار ہو چکی ہوں۔ ظاہر ہے میری قید کا یہ خیال تمہارے لیے بہت جانفزا نہ ہوگا لیکن تمہارا دکھ تمہارے اپنے دل و دماغ تک محفوظ رہے تو اچھا ہے۔ میں کبھی تم سے شکایت نہ کروں گی۔"

"شکایت اور مجھ سے۔؟ ظاہر ہے ایسا تم کبھی نہیں کر سکتیں لیکن اس کی مجھے ہرگز توقع نہ تھی کہ تم اس قسم کی شادی بھی کر سکتی ہو۔"

"کس قسم کی۔؟"

"اس طرح کا آدمی تم نے اپنے لیے منتخب کیسے کیا۔ کمال ہے۔"

"مسٹر ادسمنڈ میں کیا خرابی ہے؟ گویا انھیں بھی ایک "قسم" کہا جا سکتا ہے! اتنی شدید انفرادیت کے مالک ہیں وہ۔ تم کو ان کے متعلق کیا معلوم ہے؟ تم تو انھیں اچھی طرح سے جانتے بھی نہیں۔"

"مانتا ہوں ان کے بارے میں میری معلومات ایسی مکمل نہیں کہ انھیں پکا بدمعاش ثابت کر سکوں پھر بھی یہ کہے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں کہ تم ایک شدید خطرہ مول لے رہی ہو۔ بہت بھاری جوا کھیلنے والی ہو۔"

"شادی کو تو ہر حالت میں جوا ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور پھر ادسمنڈ بھی تو اپنی حد تک اتنا ہی بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں۔"

"یہ تو وہ خود جانتے ہوں گے۔ اگر ڈرتے ہیں تو اس قصے کو ختم کر ڈالیں۔ خدا کرے وہ ہی شادی سے انکار کر دیں۔"

ازابل کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ اور اپنی باہیں ایک دوسرے پر رکھ کر رالف کو گھورتی رہی۔ پھر اس نے بڑی سرد مہری سے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ جانے تم کیا بکے جا رہے ہو۔"

"میرا خیال تھا تم کسی اہم ہستی کسی شریف آدمی سے شادی کرو گی۔"

ازابل تلملا اٹھی۔ "کیسی اہمیت۔؟ کس کے نقطۂ نظر کے مطابق؟ شوہر کا خود

اپنی بیوی کی نظروں میں اہم ہونا کافی ہے۔ اوروں سے مطلب؟"

رالف کو شرم سی محسوس ہوئی۔ وہ کمر سیدھی کر کے بیٹھ گیا۔ اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے۔ اور زمین پر نظریں گاڑ کر گویا بڑے شدید غور و خوض میں مصروف ہو گیا۔ "میں بتاتا ہوں تم سے کیا کہنا چاہتا تھا۔" وہ بہت سٹ پٹایا ہوا تھا۔ اس نے ہی یہ تذکرہ چھیڑا تھا اور اب اپنے خیالات کا پورم پورا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی یہ کوشش بھی تھی کہ انتہا سے زیادہ نرمی کا لہجہ برقرار رکھے۔

ازابل کچھ دیر اس کے بولنے کی منتظر رہی پھر خود ہی بڑی شان سے بات شروع کی: "مسٹر اوسمنڈ ہر طریقے سے اور لوگوں سے ممتاز ہیں۔ ان کے جیسے عالی حوصلہ اور بلند طبیعتوں کے انسان دوسرے بھی ہوں گے لیکن میں نے تو کہیں دیکھے نہیں۔ میرے لیے وہ کافی شاندار کافی دلچسپ اور کافی ذہین ہیں۔ جو کچھ ان کے پاس ہے، جن چیزوں کی وہ نمائندگی کرتے ہیں، میرے نزدیک وہ سب ان چیزوں سے کہیں زیادہ قابل قدر ہے جو ان کے پاس موجود نہیں۔"

"میں تمہارے لیے ایک دلآویز مستقبل کے خواب دیکھا کرتا تھا۔" رالف نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کہا۔ "تمہارے نصیبے کی بلندی کے متعلق قسم قسم کی باتیں سوچ کر خوش ہوا کرتا تھا۔ میں نے یہ نہ سوچا تھا کہ ایک دن تم نے اس طرح بلندی سے اتنی پستی کی طرف اتر آؤ گی۔"

"پستی کی طرف — تم کہتے ہو؟"

"ہاں — تم تو کھلی فضاؤں میں، دنیا کے انبوہ سے بہت اوپر، تیز روشنی میں پرواز کر رہی تھیں۔ اچانک کسی نے ایک مرجھائی ہوئی گلاب کی کلی تمہاری طرف پھینکی اور تم اس کی زد میں آتے ہی اُن کی آن میں نیچے آن گریں۔ مجھے دکھ ہے۔ مجھے دکھ ہے۔" رالف نے گہری آواز میں کہا۔ "گویا اس طرح گرنے سے خود مجھے چوٹ لگی ہے۔"

ازابل کے چہرے پر کرب اور تحیر کے آثار نمایاں ہو گئے۔ "میں تم کو بالکل نہیں

سمجھ پائی ہے" اس نے دوبارہ کہا ہے "تم میرے مستقبل کے بہانے سپنے دیکھ دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے۔ گویا میں تمہارے لیے ایک دماغی تفریح تھی ہے"

" مجھے اس کا افسوس نہیں کہ تمہیں اب یہ یقین بھی نہیں آتا کہ میں بڑی اونچی توقعات تمہاری ذات سے وابستہ کیے بیٹھا تھا۔"

"اونچی کا کیا مطلب ـــ؟ میرا خیال ہے اس وقت میں سب سے اونچی اڑان پر ہوں۔ کسی لڑکی کے لیے اپنی پسند کے مرد سے بیاہ کرنا ہی اس کی معراج ہے۔ اس سے زیادہ اونچائی اور کیا ہو سکتی ہے۔" ازابل نصیحت آموز فلسفے پر اتر آئی۔

"تمہاری اس پسند ہی کا تو یہ سارا فساد ہے۔

"میں سمجھتا تھا تمہارا رفیقِ سفر زیادہ باعمل، زیادہ بلند اور وسیع طبیعت کا مالک ہوگا۔" رالف ذرا ہچکچایا اور پھر بولا "اور آوسمنڈ ـــ آوسمنڈ چھوٹا آدمی ہے۔ چھوٹی طبیعت کا آدمی ہے ـــ" اس نے بہت جھجک کر، یہ الفاظ رک رک کے ادا کیے۔ اسے ڈر تھا کہ ازابل پھر بپھر جائے گی، لیکن اس کے بجائے وہ خاموش رہی۔ اور سوچ میں محو۔

"چھوٹی طبیعت ـــ؟" اس نے کچھ دیر بعد سوال کیا "تنگ نظر۔ خود غرض۔ اپنے کو اس قدر اہم سمجھتا ہے ـــ"

"وہ اپنی عزت کرنا جانتے ہیں۔" ازابل نے جواب دیا۔ "خودی کی بلندی کوئی بُری بات ہے؟ اس سے انسان دوسروں کی عزت زیادہ اعتماد سے حاصل کر سکتا ہے۔"

ازابل کے اس معقول لہجے سے رالف کی ہمت پھر بندھی "ہاں لیکن یہ سب بڑی اضافی قسم کی باتیں ہیں۔ زندگی کو دوسرے انسانوں کے رشتے سے بھی تو دیکھنا چاہیے آوسمنڈ صاحب یہ نہیں کرتے ـــ"

"مجھے صرف اس سے غرض ہے کہ ان کا رویہ میرے لیے کیسا ہے ـ میرے لیے ان کا لطف و کرم بے پایاں ہے۔"

"جی ہاں۔ ان کے ذوقِ سلیم کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ مجسم ذوقِ سلیم ہیں۔" رالف نے بہت غور کے بعد ایسے الفاظ چنے جن کے ذریعے کسی بھدے پن کے بغیر گلبرٹ آوسمنڈ

کی خباثت پر روشنی پڑ سکے - وہ ان کا تذکرہ بڑے غیر شخصی اور سائنٹفک طریقے سے کرنا چاہتا تھا" وہ دنیا کو، انسانوں کو اپنے ذوقِ نظر کی تسکین کے لیے پرکھتے ہیں، جانچتے ہیں، ناپتے اور تولتے ہیں - پسند کرتے ہیں یا مردود قرار دیتے ہیں"

"یہ تو خوش قسمتی کی بات ہے کہ ان کا ذوق اتنا پاکیزہ ہے"

"پاکیزہ اور بلند — کیا بات ہے اظاہر ہے - ورنہ وہ تم کو اپنی دلہن منتخب نہ کرتے لیکن تم نے کبھی ایسے اعلیٰ و ارفع، حسین و جمیل ذوقِ سلیم کو سلوٹیں پڑے، پُرشکن بھی دیکھا ہے — ؟"

"میری تو خدا سے یہی دعا ہے کہ اپنے شوہر کو ہمیشہ مطمئن رکھ سکوں"

ان الفاظ سے رالف آگ بگولا ہی تو ہو گیا" یہ باتیں تمھیں زیب نہیں دیتیں بیٹیا- تمھاری زندگی کا مقصد یہ نہ تھا کہ ایک روکھے، بے جان، فنونِ لطیفہ کے بر خود غلط اتالی کی نازک دماغی کی پہریداری کرو- اس کے ناز اٹھاؤ"

آزابل اٹھ کھڑی ہوئی - وہ بھی اٹھا - ایک لمحے کے لیے دونوں ایک دوسرے کو دیکھا کیے - گویا رالف نے اس کی زبردست ہتک کی تھی - اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ کھینچ مارا تھا - منہ در منہ اس کا مقابلہ کیا تھا -

"میں نے اب تک بہت طرح دی - لیکن تم حد سے آگے بڑھے جاتے ہو —"

اس نے سانس روک کر نیچی آواز میں کہا -

"میں نے جو کچھ میرے دل میں تھا وہی اگلا ہے - اور اس لیے کہ مجھے تم سے محبت ہے —"

آزابل زرد پڑ گئی - کیا یہ بھی اسی اکتا دینے والی فہرست میں موجود تھا؟

"خوب — تو بے غرضی سے یہ سب نہیں کہہ رہے ہو —"

"مجھے تم سے محبت ہے لیکن یہ محبت محض برادرانہ ہے" رالف نے جلدی سے کہا اور مسکرانے کی کوشش کی -

آزابل دو قدم ہٹ کر باغ کی منور خاموشی کو دیکھنے میں مصروف ہو گئی" اپنی

نراشا کے اندھیرے میں جو تمہارے دماغ میں آرہا ہے کہے جا رہے ہو۔ بہر حال، میں تم سے
تکرار نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے پوری توجہ سے تمہاری باتیں سنی ہیں اور تمہاری ممنون ہوں کہ
تم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔" اس نے رسان سے کہا گویا اس کے غصّے کی آگ بجھ چکی
تھی "تم نے بڑا کرم کیا کہ مجھے خطروں سے آگاہ کرنا چاہا۔ لیکن میں تمہاری زرّیں نصیحتوں کو
یاد رکھنے کا وعدہ نہیں کر سکتی۔ میں بہت جلد سب کچھ بھلا دوں گی۔ جو تم نے مجھ سے کہا
تم بھی اسے بھولنے کی کوشش کرو۔ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ کوئی شخص اس سے زیادہ اور
کچھ نہیں کر سکتا۔ رہی میں۔ تو میں اپنے محسوسات تم پر آشکار کرنے سے معذور ہوں۔ اگر
ایسا کر بھی سکتی تو نہ کرتی۔" ایک لمحے کے تامل کے بعد بے ربطی سے اس نے پھر کہنا شروع
کیا۔ رالف اپنے اضطرار کے باوجود اس کی طرف سے کسی رعایت کا منتظر تھا۔ "مسٹر ادسمنڈ
کے متعلق میں تمہاری ہم خیال نہیں ہو سکتی۔ میں ان کو بالکل دوسری نظر سے دیکھ رہی ہوں۔
وہ کوئی اہم ہستی نہیں ہیں، قطعاً نہیں۔ وہ کسی قسم کی اہمیت کی پروا بھی نہیں کرتے۔ اگر
اس وجہ سے تم انھیں چھوٹا آدمی سمجھتے ہو تو سمجھا کرو۔ یہ تمہاری اپنی مرضی ہے۔ مجھے
تو یہی ان کی بڑائی جان پڑتی ہے۔ اس سے زیادہ بلندی میری عقل سے باہر ہے۔ جس
انسان سے میں شادی کر رہی ہوں اس کے متعلق اس طرح کی گفتگو سننے کے لیے ہرگز
تیار نہیں۔ میں ان کی حمایت نہیں کر رہی۔ انھیں کسی قسم کی پشت پناہی کی ضرورت
نہیں۔ تمھیں عجیب لگتا ہوگا میں ان کے لیے اسی سرد مہری اور بے تعلقی سے بات کر
رہی ہوں۔ تم نے جو کچھ ان کے لیے کہا اس کے بعد میں تمھیں صرف ایک جواب دے
سکتی ہوں —— کیا تم چاہتے ہو میں ایسی شادی کروں جو دنیاوی اغراض پر مبنی ہو؟
میری صرف ایک آرزو ہے —— صرف ایک حسین جذبے کو اپنانے کے قابل ہو جاؤں۔
ایک زمانے میں اور بہت سے جذبات بھی میرے دل میں تھے۔ وہ سب ختم ہو چکے۔
تمھیں مسٹر اوسمنڈ سے یہ گلہ ہے کہ وہ امیر نہیں؛ اور مجھے وہ محض اسی وجہ سے پسند ہیں۔
خوش قسمتی سے میں روپے والی ہوں۔ آج میں اس دولت کے لیے خدا کی شکر گزار
ہوں۔ اکثر میرا دل چاہا ہے تمہارے باپ کی قبر کے پاس جا کر دو زانو جھک جاؤں شاید

ان کو یہ پتا نہ تھا کہ وہ ایک ایسا اقدام کر رہے ہیں جس کی وجہ سے میں ایک غریب آدمی سے شادی کرنے کے قابل ہو سکوں گی — ایسے آدمی سے جو اپنی مفلسی کو اس وقار اس بے نیازی سے نباہ رہا ہے۔ انھوں نے کبھی جدوجہد نہیں کی۔ کبھی ادھر ادھر ہاتھ پاؤں نہیں مارے۔ ظاہری ٹیم ٹام کی انھیں پروا نہیں۔ اگر یہی تنگ نظری اور خود غرضی ہے تو اس کے قربان جائیے۔ مجھے ان الفاظ سے جو تم نے ان کے لیے استعمال کیے ڈر نہیں لگتا۔ مجھے تو غصہ بھی نہیں آتا۔ خالی یہ رنج ہے کہ تم نے ایسی فاش غلطی کی۔ دوسرے اس طرح کی باتیں سوچ سکتے تھے۔ لیکن تم — تم کو میں ایسا نہ سمجھتی تھی۔ تم تو ایک انسان کی شرافت کو، اس کی عالی دماغی کو پہچان سکتے تھے۔ وہ اتنا کچھ جانتے ہیں۔ اتنا کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کی طبیعت میں ایسی نرمی، اتنی مہربانی، اتنی بلندی ہے۔ تم ایسے غلط خیالات کہاں سے لے آئے۔ مجھے تم پر ترس آ رہا ہے۔ مجھے اپنا نہیں تمھارا افسوس ہے۔" اس کے لہجے میں نرمی کے ساتھ غم و غصے کا امتزاج بھی تھا۔ اس کے غرور کو ٹھیس لگی تھی۔ وہ بات کرتے کرتے رکی۔ لیکن رالف خاموش رہا۔ وہ بڑی اونچائی سے بات کر رہی تھی۔ لیکن اس بے تعلقی میں عشق کی وارفتگی بھی موجود تھی۔ "تم کس طرح کے انسان سے میری شادی کرنا چاہتے تھے؟" اس نے اچانک سوال کیا۔ — وہ تم ہواہیں اڑنے کے متعلق بات کرتے ہو لیکن شادی کر کے تو انسان لامحالہ نیچے زمین پر آن رہتا ہے۔ اس کے جذبات ہوتے ہیں ضروریات — دل۔ ایک مخصوص فرد کو اپنا لینے کی حاجت۔ لارڈ واربرٹن کے سلسلے میں تمھاری ماں نے مجھے اب تک معاف نہیں کیا۔ انھیں یہ دیکھ دیکھ کر ہول آ رہا ہے کہ میں ایک ایسے آدمی سے بیاہ کرنے والی ہوں جس کے پاس نہ خطابات ہیں۔ نہ ریاست، نہ امارت نہ شہرت۔ لیکن ان ہی ساری چیزوں کا مکمل فقدان مجھے اوسمنڈ کی طرف کھینچ رہا ہے۔ وہ ایک بہت اکیلے، بہت مہذب، بہت دیانت دار انسان ہیں۔ زر و مال، دھوم دھڑکے کی انھیں حاجت نہیں۔"

رالف دھیان سے اس کی باتیں سننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا دماغ کہیں اور تھا۔ وہ محض یہ دیکھ رہا تھا کہ یہ لڑکی کس بے پناہ خلوص، کس ارادت کی اہل ہے غلطی

پر تھی مگر سمجھتی تھی کہ حق بجانب ہے۔ دھوکے میں تھی پر اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔ اس نے اوسمنڈ کے لیے چند دلفریب نظریے تیار کر لیے تھے۔ ان کی کم مائیگی کو ایک زرق برق لباس پہنا دیا تھا۔ راتف کو یاد آیا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا تھا اسے لائق فائق کر دیجیے کہ اپنے تصورات کی دنیا اپنی مرضی کے مطابق آباد کر سکے۔ بابا نے یہی کیا تھا اور اب آزبل ٹھاٹھ سے ذہنی عیاشی میں مشغول تھی۔ راتف نے محسوس کیا وہ بے حد نڈھال ہو چکا ہے۔ اسے پھر شرم سی آئی۔ آزابل نے آہستہ آہستہ بات کر کے گویا بحث کو ختم کر دیا اور محل کی طرف مڑی۔ راتف بھی کھڑا ہو گیا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے صحن میں داخل ہوئے اور بڑے زینے کی جانب بڑھے۔ سیڑھیوں کے قریب ٹھٹک کر آزابل نے پوچھا "ناشتے کے لیے اوپر نہیں آ رہے ؟"

"بھوک ہی نہیں لگتی۔ کیا کروں۔!"

"کچھ تو کھایا کرو۔ بالکل ہوا پر زندہ ہو۔"

"ہر وقت تو ٹھونستا رہتا ہوں۔ باغ میں واپس جا کر پھر کچھ اور ٹھونسوں گا! تم سے حرف یہ کہنے ادھر تک آیا تھا۔ پچھلے سال میں نے تم سے کہا تھا کہ تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئیں تو میں سمجھوں گا ساری ذمے داری میری ہے۔ آج وہ وقت آن پہنچا ہے۔"

"میں کونسی مصیبت میں گرفتار ہوں ؟"

"غلط فہمی میں مبتلا ہونا کم قیامت ہے ؟"

"بہت اچھا۔ اپنی مصیبتوں کی تم سے کبھی فریاد نہ کروں گی۔" وہ زینے پر چڑھنے لگی۔ راتف جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے دیکھتا رہا۔ پھر صحن کی سرد، یخ آلود اونچی اونچی دیواروں کو دیکھ کر اسے جاڑا سا لگا اور وہ دھوپ سینکنے کے لیے باغ میں واپس آگیا۔

(۳۵)

مضافات کے کنجوں میں ٹہلتے سمے آزابل نے اپنے محبوب کو کبھی یہ بتانے کی ضرورت نہ سمجھی کہ گھر والے اس کے لیے کیا کہتے ہیں۔ راتف اور اس کی ماں کی دبی دبی مخالفت کا

بھی آزابل پر کوئی اثر نہیں ہؤا اس کا افسوس بھی نہ تھا۔ بلکہ اس سے اور بھی ظاہر ہوتا کہ وہ خالص اپنی مرضی سے شادی کر رہی ہے۔ گلبرٹ اس کے عشق میں مبتلا تھا۔ رآلف کی لعنت ملامت سے آزابل پر محض یہ ثابت ہؤا کہ دو محبّت کرنے والے دل ساری دنیا سے الگ ہیں۔ اب صرف ایک دوسرے کے وجود میں سمو جانا ان کے لیے اشد ضروری ہے۔ وہ اب اپنے آپ کو ساری دنیا سے علیحدہ اور مختلف تصوّر کرنے لگی۔ اس کی دونوں بہنیں جو ادائگی فرض کے طور پر اسے خطوں میں لکھ بھیجتی تھیں کہ امید ہے وہ ہر حال میں خوش رہے گی، ہنری اٹیا جو اگر ہو سکا تو بعد از وقت اسے جھاڑ پلانے کے لیے آن موجود ہوگی، لارڈ واربرٹن جو سکونِ دل کی خاطر یقیناً کوئی سہارا ڈھونڈیں گے کیسپر جو شاید برابر ٹسوے بہاتا رہے گا، خالہ جن کے خیالات شادی کے متعلق اتنے بر فیلے، اتنے سطحی تھے، رآلف جس کا کہنا کہ وہ اس کے لیے اونچے اونچے خواب دیکھتا تھا محض اس کی ذاتی مایوسی کو چھپانے کا ایک طریقہ تھا۔ (رآلف تو چاہتا ہی نہ تھا کہ وہ کبھی بھی شادی کرے۔ اس کی تنہا زندگی کے زیر و بم کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا۔ اپنی ناکامی کا اظہار اس نے اپنے غیظ و غضب سے کیا۔) وہ یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتی رہی کہ رآلف اس سے خفا ہے۔ اپنی سوچنے اور محسوس کرنے کی ساری صلاحیتوں کو وہ ایسی شدت سے گلبرٹ اوسمنڈ کی ہستی پر نچھاور کر چکی تھی کہ اب دوسرے بندھنوں کو توڑ دینا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ (محبّت میں یہ بھی تو ایک قباحت تھی کہ اپنی راحت دوسرے کا رنج بن جاتی تھی)۔

اوسمنڈ نے اپنی جیت کا گرم جوشی سے اظہار نہیں کیا۔ یہی ان کے کردار کی بڑی خوبی تھی۔ ایک خود پرست شخص کے لیے اپنے اس مکمّل ضبطِ نفس کی کیفیت میں بھی ایک عجب سرشاری، عجب لذّت تھی۔ وہ اپنے ہوش و حواس کو کامل طور پر برقرار رکھ کر ایک دوسری ہستی کے عالمِ وارفتگی، شانِ خود سپردگی کا بہتر مطالعہ کر سکتے تھے۔ ساتھ ہی وہ اپنے جذبات کی لطافت، اپنے گہرے لگاؤ کا اظہار کرنا بھی خوب جانتے تھے۔ وہ مادام مرل کا لوہا مان چکے تھے۔ کیا بڑھیا قسم کی لونڈیا اس نیک بخت نے ان کے حوالے

کردی تھی۔ ایسی کومل، نربل، لاجونتی کے ساتھ زندگی گزارنا کس مسخرے کو برا لگے گا؟ ایسی افلاطون بقراط لڑکی جو ہر قسم کے فلسفے کو چٹکی بجاتے میں سمجھ جاوے اور جس کا دماغ ان کے لیے گویا ایک آئینے کا کام دے گا۔ یہ نہیں کہ وہ ان کی ہر بات طوطے کی طرح دہرائے گی۔ بلکہ ان کی اونچی اونچی باتیں سمجھ کر وہ گویا خود ان پر صیقل کرے گی جس طرح نغمے کے الفاظ موسیقی میں ڈھل کر زیادہ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ جی ہاں۔

ان کی انانیت میں یہ بھدا پن نہ تھا کہ کم عقل بیوی کی تمنا کریں۔ آزابل کی ذہانت گویا ایک نقرئی تھالی تھی جس میں وہ رنگ برنگے پھلوں کا انبار لگا دیں گے اور مزے مزے قیلولہ کرتے جائیں گے اور کھاتے جائیں گے۔ آزابل کے دماغ کی کھری چاندی کو وہ ٹھونک بجا کر اس کی کھنک کی آواز تک سن سکتے تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ آزابل کے خاندان والے اس رشتے کے مخالف ہیں۔ پر انھوں نے اس بات کی پروا نہ کی۔ ایک روز انھوں نے آزابل سے کہا "تمھارے عزیزوں کا خیال ہے کہ تمھارے پیسے کے مارے میں تمھارا دم بھرتا ہوں۔"

"آپ کا میری خالہ کی طرف اشارہ ہے یا میرے بھائی کی طرف ۔"

تم نے آج تک مجھ سے نہیں کہا کہ وہ لوگ خوش ہیں۔ کل میں نے مسز توشیت کے نام رقعہ لکھا تھا اس کا انھوں نے جواب تک نہیں دیا۔ میری غربت ہی انھیں بہت کھل رہی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایک غریب آدمی کسی امیر لڑکی سے شادی کرنا چاہے تو اسے اس قسم کی باتیں سننے کے لیے پہلے سے تیار رہنا پڑے گا ۔۔ مجھے ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں مجھے صرف یہ اطمینان ہے کہ تم کو میری نیت پر کوئی شبہ نہیں۔ میں نے آج تک دنیا والوں کی پروا نہیں کی تو اب کیا کروں گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے تمھاری امارت کا افسوس ہے۔ میں تو بے حد خوش ہوں۔ مجھے تمھاری ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ چاہے تمھاری دولت ہو چاہے تمھاری سیرت ۔ دولت کے پیچھے بھاگنا بڑی خوفناک چیز ہے۔ لیکن مایا اگر چھم چھم کرتی خود گھر میں آن اترے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ میں نے ساری عمر ایک پیسہ کمانے کی کوشش نہیں کی۔ لہٰذا میں ان لوگوں کے زمرے میں شمار نہیں کیا جا سکتا جو

دھن کی لاپچ میں دوڑ پڑتے ہیں۔ بہر حال تمھارے کنبے والے اگر یہ شبہ کرتے ہیں تو بھی حق بجانب ہیں بے چارے۔ لیکن کبھی نہ کبھی تو وہ مجھے پسند کریں گے ہی۔ اس دوران میں، آپس میں بدمزگی پیدا کرنے کے بجائے میں خدا کی نعمتوں کا ـــ زندگی اور محبت کا ـــ شکر ادا کرتا رہوں گا۔ تمھاری محبت نے مجھے ایک بہتر انسان بنا دیا ہے ــ انھوں نے ایک اور موقع پر کہا ــ زیادہ سمجھدار اور نیک خو، اور مضبوط۔ پہلے میں بہت سی چیزوں کی تمنا کیا کرتا تھا۔ گو نظریاتی طور پر میں قانع تھا۔ میں نے ایک بار تم سے کہا بھی تھا۔ میں سوچ کر خوش ہو لیا کرتا تھا کہ میں نے اپنی خواہشوں کو مختصر کر لیا ہے لیکن میری طبیعت میں جھنجھلاہٹ تھی۔ اب میں واقعی مطمئن ہوں کہ تم سے بہتر کسی اور شے کی آرزو نہیں کر سکتا۔ لگتا ہے جیسے شفق کی روشنی میں کتاب کے حروف پہچاننے کی کوشش کی جا رہی ہو اور دفعتاً چراغ جل اٹھیں۔ میں کتاب ہستی کو پڑھنے کی سعی میں اپنی آنکھیں کھو رہا تھا اور میری محنت کا ثمر کچھ نہ تھا۔ اب میں آسانی سے اسے پڑھ سکتا ہوں۔ اور یہ کیسی دلکش کہانی ہے ـــ میری جان ـــ تم کو کیا بتاؤں ـــ زندگی کی وسعتیں ہمارے سامنے کس طرح پھیلی ہیں۔ موسم گرما کی ایک طویل، خوشگوار دوپہر کس طور پر ہماری منتظر ہے ـــ اٹلی کی یہ دوپہر ـــ یہ سنہرا روپہلا دھندلکا۔ درختوں کے سائے طویل ہوتے جاتے ہیں، یہ کومل ہوا۔ یہ ہوشربا منظر جسے میں نے عمر بھر پیار کیا ہے۔ جسے اب تم محبت سے دیکھ رہی ہو ــ خدا کی قسم بھلا ہم لوگوں کی ازدواجی زندگی کامیاب کیوں نہ رہے گی۔ ہم ایک دوسرے کے ہیں اور ہمارے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی تمنا کی جا سکتی ہے۔ خوش ذوقی، ایک سے ایک بڑھیا خیالات۔ ہم نہ کورمغز ہیں نہ کمینے۔ نہ جہالت اور خشک مزاجی کے پھندوں میں گرفتار۔ تم تر و تازہ ہو اور میں زمانے کے سرد و گرم سے واقف۔ میری بچاری بچی ہم دونوں کا جی بہلائے رکھے گی۔ اس کی زندگی میں بھی تھوڑی سی رونق آجائے گی۔ یہ سارا نظارہ کتنا لطیف کتنا مدّھم ہے۔ خالص اطالوی طرز کی مصوری کی مانند نرم و نازک۔"

انھوں نے اسی طرح اور بہت سے منصوبے بنائے۔ طے کیا گیا کہ فی الحال

اٹلی ہی میں رہا جائے گا۔ اٹلی میں یہ دونوں پہلی بار ملے تھے۔ اٹلی ہی میں ایک دوسرے کو چاہا تھا اور اٹلی ہی ان کی نئی اور اتم مسرتوں کا گہوارہ ہونا چاہیے۔ اوسمنڈ کے پرانے دوست اور عزیز و اقارب یہاں موجود تھے اور ازابل کے نئے۔ ازابل اب ہر چیز کو جمالیات کے بہت اونچے پیمانے سے ناپتی۔ پہلے وہ وسعتوں میں تیرنے کی متمنی تھی۔ اب ساری زندگی کو ایک نقطے، ایک مرکز پر سمیٹ لانا چاہتی تھی۔ اس کے وہ سارے ارادے کیا ہوئے؟ اس کا جوش و خروش، ولولہ، آزاد رہنے کا عہد۔ کنواری رہنے کا پیمان۔ بہت سے سوال ان کہے رہ گئے۔ ان سب کے جواب میں صرف ایک نئی صورتِ حال سامنے آگئی۔ بہت سادہ، بہت آسان، بہت واضح ــــ یہ کہ اب اس کا ایک محبوب تھا۔ ایک مالک ــ اس کا اپنا، جس کی وہ خدمت کرے گی، جس کے قدموں پر عجز کے ساتھ جھک جائے گی۔ ایک قسم کے غرور کے ساتھ بھی۔ بیاہ کرے گی وہ صرف لے ہی نہیں رہی تھی، کچھ دے بھی رہی تھی۔

دو تین مرتبہ وہ پنزی کو بھی اس جنگل میں لایا۔ سال بھر میں اس کا قد زیادہ نہ بڑھا تھا۔ وہ خود بھی اتنی ساری ہی تھی۔ یہ ہمیشہ چھوٹی سی بچی رہے گی۔ باپ نے کہا اور اسے الگ جا کر کھیلنے کا حکم دے کر ازابل کے پاس بیٹھ گئے۔ پنزی حسبِ معمول ایک ڈھنگا سا فراک اور ایک ہیٹ پہنے تھی۔ اس کی ٹوپی اس کے سر پر ہمیشہ بہت بڑی معلوم ہوتی۔ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتی وہ ادھر ادھر ٹہلتی رہی۔ اس کا باپ اسے اب تک دودھ پیتا بچہ سمجھتا تھا۔ "اسے کچھ خبر نہیں۔" اوسمنڈ نے ازابل سے کہا۔ "اس کے نزدیک یہ ایک بڑی قدرتی سی بات ہے کہ میں اور تم دو دوستوں کی طرح یہاں ٹہلتے ہیں۔ میں اس کی اس معصومیت کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ زندگی میں نامراد رہا ہوں۔ لیکن اب سوچتا ہوں کہ دو باتوں میں کامرانی حاصل ہوئی ہے۔ جس عورت کی پرستش کرتا ہوں اس سے شادی کر رہا ہوں۔ اور اپنی بچی کو پرانے طریقے سے پروان چڑھانے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

اس کی اس خاموش انداز کی قدامت پرستی ہی پر تو ازابل لوٹ ہو گئی تھی۔

"مگر نجانے اس اطلاع کا اس پر کیسا اثر ہو۔ ممکن ہے ڈر جائے۔ ممکن ہے مجھ سے جلنے لگے۔"

"نہیں۔ تم اسے بہت بھا گئی ہو۔ میں کچھ عرصے اسے لاعلم رکھ کر یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آیا اس کے دماغ میں یہ نہیں آ سکتا کہ میری اور تمھاری شادی ہو جانی چاہیے۔"

ازابل کو اوسمنڈ کا یہ فنکارانہ، لچکدار، ملائم رویہ اور زیادہ اچھا لگا۔ چند روز بعد انھوں نے ازابل کو مطلع کر دیا کہ انھوں نے پنزی کو بتا دیا ہے۔ جس پر پنزی نے ایک بڑی حسین بات کہی ــــ کہنے لگی پنزی ــــ "ہائے۔ میرے پاس اب ایک اتنی خوبصورت بہن ہو گی۔" نہ وہ متعجب ہوئی، نہ روئی، نہ گھبرائی۔ کیا پیاری بچی تھی۔

دوسرے روز کاؤنٹس جیمنی کے یہاں ازابل کی پنزی سے ملاقات ہوئی۔ جہاں پنزی دن گزارنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ کیونکہ پھوپھی کی رائے تھی کہ اب وہ اتنی بڑی ہو چکی تھی کہ اسے بڑوں کی محفل میں بیٹھنے کی ودّیا سکھلائی جائے۔ پچھلے سال اس کے باپ نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے مدرسے واپس بھیج دینا چاہیے۔ اور اس عرصے میں مادام کیتھرین اس نتیجے پر پہنچی تھیں کہ پنزی بالآخر اس وسیع دنیا میں قدم رکھنے کے قابل ہو چکی ہے۔

"بابا نے بتلایا ہے کہ آپ نے ازراہِ مہربانی ان سے شادی کرنا منظور کر لیا ہے۔" مادام کیتھرین کی اس ہونہار شاگرد نے عرض کی۔ "یہ بے حد جانفزا خبر ہے۔ میں سمجھتی ہوں آپ بے حد مناسب رہیں گی۔"

"تمھارے لیے بھی مناسب رہوں گی؟" ازابل نے سوال کیا۔

"قطعی۔ آپ اور بابا ایک دوسرے کے بہترین ساتھی ثابت ہوں گے۔ آپ دونوں سنجیدہ طبیعتوں کے مالک ہیں۔ آپ ان کی مادام مرل کی طرح خاموش تو نہیں ہیں لیکن اور بہت سوں سے کہیں زیادہ متین ہیں۔ بابا کو، مثال کے طور پر، میری پھوپھی جیسی بیوی نہیں چاہیے۔ پھوپھی ہر وقت بڑبڑاتی رہتی ہیں۔ خفقان زدہ۔ درس گاہ میں ہمیں بتایا گیا تھا کہ بزرگوں پر رائے زنی نہ کرنا چاہیے۔ لیکن بڑوں کے متعلق اچھی رائے ظاہر کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ بابا کی بہترین رفیق رہیں گی۔"

"اور تمہاری بھی۔"

"میں بابا کے لیے خاص طور پر کہہ رہی ہوں۔ آپ کو تو شروع سے میں نے بہت پسند کیا ہے۔ آپ کو اپنا آدرش بنا کر آپ کی تقلید کی کوشش کروں گی۔ بابا کو مجھ سے بہتر کسی ہستی کی رفاقت کی ضرورت تھی۔ آپ میری سوتیلی ماں ہوں گی لیکن ہمیں یہ لفظ استعمال نہ کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے آپ مجھ پر کوئی ظلم نہ کریں گی۔ میں بالکل خلاف نہیں ہوں آپ سے۔"

"بیٹیا میں تو ہمیشہ تم سے پیار کروں گی۔" آنابل نے کہا۔ ایک مبہم سے تصور نے اس کے جسم میں سردی کی لہر دوڑا دی کہ اس لڑکی کو اس کے پیار اور مہربانی کی شدید حاجت ہو گی۔

"بہت اچھا۔ پھر بھلا مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔" پنتری نے برجستگی سے جواب دیا۔ اسے آدابِ گفتگو کیسے کیسے رٹلٹے گئے ہوں گے۔

کاؤنٹس پر پھڑپھڑاتی کمرے میں داخل ہوئیں۔ اور آنابل کی پیشانی کو چوما گویا کوئی قدیم پر اسرار رسم ادا کرتی ہوں۔ اپنی مہمان کو صوفے پر بٹھا کر طرح طرح سے سر موڑ کر اسے یوں دیکھا جیسے آنابل کوئی مکمل تصویر تھی جس پر موقلم سے آخری نقوش بنانے باقی رہ گئے تھے۔ "تم کو توقع ہو گی میں تمہیں مبارک باد دوں گی۔ لیکن اس فرض کی ادائیگی سے مجھے معاف ہی رکھیو۔ اور شاید تمہیں میری تہنیت کی پروا بھی نہ ہو گی۔ تم جیسے عالی دماغ لوگ ایسی معمولی معمولی باتوں کی پروا نہیں کرتے۔ میں خود بے فائدہ جھوٹ نہیں بولا کرتی۔ اور تم سے جھوٹ بول کر مجھے ملے گا بھی کیا۔ جس صفائی سے کاغذی تمغے ہمیشہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں میرے جھوٹ میرے نقلی گلابوں کی طرح بالکل سفید ہوتے ہیں! میں اپنے لحاظ سے بہت خوش ہوں کہ تم آدمنڈ سے بیاہ کر رہی ہو۔ لیکن میں خواہ مخواہ یہ کیوں کہوں کہ یہ سنجوگ تمہیں بھی راس آئے گا۔ تمہارے حسن، تمہاری دولت اور تمہاری سمجھ بوجھ کا ہمارے خاندان میں آنا بہت اچھا شگون ہے ہمارے لیے۔ ہمارا خاندان، تم کو آدمنڈ نے بتایا ہو گا، بہت نفیس ہے۔ میری ماں امریکن کر دین

اپنے زمانے میں خاصی نامور گزری ہیں۔ اب ہم بہت تباہ حال ہو چکے ہیں۔ لیکن تم ہمیں اس گڑھے سے نکال لوگی۔ میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ میں لڑکیوں کو ان کے بیاہ کے موقع پر کبھی مبارک باد نہیں دیتی۔ لوہے کی زنجیریں پہننے پر بغلیں بجانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ہنری کو یہ باتیں نہیں سننی چاہئیں۔ لیکن یہ اسی غرض سے یہاں بھی گئی ہے کہ سوسائٹی کے طور طریقوں کو اپنا سکے۔ جب مجھے معلوم ہؤا کہ میرا بھائی تمہیں ڈورریا سے بیاہ جاتا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ تمہیں خط لکھوں۔ اور نہایت پر زور الفاظ میں تم سے درخواست کروں کہ اس کی باتوں پہ کان نہ دھرو۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ اپنے ماں جائے کے ساتھ غداری ہوگی۔ اور مجھے غداری سے نفرت ہے۔ اور بہر حال یہ خبر بڑی مسحورکن تھی کیونکہ میں بھی تو بڑی مطلبی ہوں۔ برسبیل تذکرہ، یہ بھی بتلا دوں کہ تم میری کبھی رتی بھر بھی عزت نہ کروگی۔ اور ہم کبھی ایک دوسرے سے بے تکلف نہ ہو سکیں گے۔ میری خواہش ہے کہ تمہارے نزدیک آؤں لیکن تم یہ ہرگز پسند نہیں کر سکتیں۔ پھر بھی، ایک نہ ایک دن ہمارے تعلقات پہلے سے بہتر ضرور ہو جائیں گے۔ ابھی میرے میاں تم سے ملنے آرہے ہیں۔ سالے بہنوئی کی بالکل نہیں بنتی۔ میاں میرے خوبصورت لڑکیوں سے ملنے کے بڑے شوقین ہیں۔ لیکن مجھے تمہاری طرف سے کوئی ڈر نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں میری پیزار کی نوک سے۔ دوسری یہ کہ تم خود ان کے آگے گھاس نہ ڈالوگی۔ کسی روز، جب تم یہ سب برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ تو شاید میں تمہیں ان کا پورا قصہ سناؤں۔ کیا خیال ہے۔ ہنری کمرے سے باہر چلی جائے ۔۔؟ ہنری میرے کمرے میں جا کر پیانو بجاؤ ۔ چلو۔"

"بیٹھا رہنے دیجیے" ازابل نے جواب دیا "اگر اسے سننے کی مناہی ہے تو میں بھی کچھ نہ سنوں گی۔"

―――― (۳۶) ――――

سنہ ۱۸۷۶ء کے موسم خزاں کی ایک سہ پہر، سورج ڈھلنے کے وقت، روم کے ایک

پرانے بوسیدہ مکان کی تیسری منزل پر پہنچ کر ایک خوش شکل نوجوان نے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ دروازہ کھلا اور اس نے سوال کیا "مادام مرل تشریف رکھتی ہیں؟" فرانسیسی چہرے مہرے والی خادمہ نے اسے اندر لاکر ایک چھوٹے سے دیوان خانے میں بٹھلا دیا۔ اور اس کا نام دریافت کیا۔

"ایڈورڈ روزیر" جواب ملا۔

پڑھنے والے نہ بھولے ہوں گے کہ میاں ایڈورڈ پیرس کے امریکن حلقے کی زینت تھے۔ اور کبھی کبھی اس افق سے غائب بھی ہو جاتے تھے۔ اور سردیوں کا زمانہ اسپین کی سرحد پر گزارتے تھے وہ تو مدتوں ایسا ہی کرتے رہتے لیکن ۱۸۷۶ء کے موسم گرما میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ان کے نظام زندگی کو تلپٹ کر دیا۔ بلکہ ان کے خیالوں کی دنیا میں بھی ہلچل مچا کر رکھ دی۔ ہوا یہ کہ سینٹ موٹرز میں ان کی ملاقات ایک نوجوان دوشیزہ سے ہوئی۔ یہ ان کو عین وہی گھریلو دیوی نظر آئی جس کے وہ عرصے سے متلاشی تھے۔ ایڈورڈ بڑے رکھ رکھاؤ کے آدمی تھے۔ لہٰذا انھوں نے حالِ دل فوراً ہی نہ کہہ سنایا۔ لیکن جب بچھڑنے کا وقت آیا اور دیوی اٹلی واپس جانے لگی اور یہ جنیوا کے لیے پا بر کاب ہوئے تب انھیں خیال آیا کہ اگر دوبارہ اس سے نہ ملے تو جینا دوبھر ہو جائے گا۔ آسان ترین نسخہ یہ تھا کہ اٹلی چلا جائے۔ جہاں مس آوسمنڈ رہتی تھیں چنانچہ یکم نومبر کو یہ بھی روم آن پہنچے۔ سفر لوں تو معمولی سی بات ہے لیکن مسٹر روزیر جیسے نازک مزاج چھبیلے کے لیے جان جوکھوں کی مہم تھی۔ نومبر کا مہینہ۔ موسم یونہی خراب ہوتا تھا۔ جو ان کی طبع نازک پر گراں گزر سکتا تھا۔ لیکن قسمت ہمیشہ بہادروں کا ساتھ دیتی ہے۔ اور یہ شیر دل سورما جو ایک خوراک کونین ہمیشہ نوش جان کرتا تھا۔ سارے مہینے کھیلتا مانتا، چاق چوبند رہا۔ اس عرصے میں انھوں نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی کہ کہیں سے پنزی آوسمنڈ میں کوئی نقص نظر آجائے۔ مگر وہاں تو حسن کاری کا ایک ایسا مکمل نفیس نمونہ رکھا تھا کہ جس کا ثانی ملنا ناممکن تھا۔ وہ عالمِ محویت میں اسے اس طرح دیکھتے گویا وہ ڈریسڈن کی بنی ہوئی بیش قیمت چینی کی مورت تھی۔ واقعی

مس اوسمنڈ میں لوئی چہاردہم یا لوئی پانزدہم کے زمانے کے طرز آرائش کی ایک ایسی جھلک موجود تھی جسے روزیر جیسا قدر شناس کسی طرح نظر انداز نہ کر سکتا تھا۔ ظاہر تھا کہ وہ نسبتاً عیاش زمانوں کی سجاوٹ کو بہت سراہتے تھے۔ کیونکہ مادام مرل کا دیوان خانہ سترھویں اور اٹھارویں صدی کے طرز میں سجا ہوا تھا اور وہ اسے بے حد دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے فوراً اپنی یک چشمی عینک کا شیشہ جیب سے نکال کر ایک آنکھ میں لگایا اور چاروں طرف نظر ڈالی۔ کیا نفیس سامان مادام کے پاس موجود ہے انھوں نے ذرا رشک کے ساتھ زیر لب کہا۔ کمرہ بہت چھوٹا تھا اور میز کرسیوں، گھسے ہوئے ریشم، چھوٹے چھوٹے مجسموں اور شیشہ آلات سے اٹا ٹوٹ بھرا ہوا تھا۔ لگتا تھا کہ ذرا ہلے چلے نہیں اور یہ سارا الم غلم دھڑام سے نیچے آن رہے گا۔ روزیر اٹھے اور احتیاط سے قدم رکھتے میزوں پر جھک جھک کر چیزوں کا جائزہ لینے لگے۔ مادام جب کمرے میں آئیں تو انھوں نے دیکھا کہ یہ آتش دان کے پاس کھڑے قدیم جالی کی جھالر کو بالکل ناک کے قریب لا کر بہت انہماک سے دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے اسے بڑی احتیاط سے اٹھا رکھا تھا گویا سونگھتے ہوں۔

"یہ قدیم وینس کا تحفہ ہے۔" مادام نے کہا

"یہ تو اس لائق ہے کہ آپ زیب تن کیجیے۔ یہاں کیوں ڈال رکھا ہے۔"

"سنا ہے اس سے بہتر جالی تمھارے پاس پیرس میں موجود ہے۔ جو تم نے بھی انگیٹھی پر سجائی ہوئی ہے۔"

"اب میں اسے پہن تو سکتا نہیں!" روزیر نے مسکرا کر کہا: "آپ کے پاس بڑا عمدہ سامان ہے۔"

"مجھے ان سب چیزوں سے نفرت ہے۔"

"آپ ان کو علیحدہ تو نہیں کرنا چاہتیں؟" روزیر نے جلدی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔ کسی نہ کسی چیز سے نفرت کرتے رہنا اچھا ہی ہے۔ اس طرح اس جذبے کی نکاس کا ایک راستہ باقی رہتا ہے۔"

مجھے تو اپنے سامان سے بڑی محبت ہے۔" اوزبیرن نے بیٹھتے ہوئے کہا۔"مگر میں آپ سے کسی اور معاملے کے بارے میں بات کرنے کے لیے آیا ہوں۔" پھر انھوں نے ذرا رک کر کہا۔" مجھے مس آوسمنڈ یورپ کے سارے نوادر سے زیادہ پیاری ہیں۔"

مادام نے اپنی آنکھیں پھیلا دیں۔"تم مجھے یہی بتانے آئے ہو۔۔؟"

"اور آپ کی رائے لینے۔۔"

انھوں نے بڑے دوستانہ انداز میں ناک بھوں چڑھائی اور اپنے بڑے بڑے سفید ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی سہلانے لگیں۔

"بلاکشانِ محبت صلاح مشورے نہیں لیا کرتے۔"

"میری توراتوں کی نیندیں حرام ہیں۔ میں پہلے بھی کئی محبتیں کر چکا ہوں لیکن اب کے بالکل جان پر آبنی ہے۔ اب آپ بتائیے کوئی امید ہے میرے لیے؟ میں تو سمجھتا ہوں مسٹر اوسمنڈ جیسے جوہری کے لیے میں تو معمولی سے ٹوم چھلوں میں بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔"

"چاہتے ہو میں تمھاری وکالت کروں؟"

"جی ہاں۔ جب تک مسٹر اوسمنڈ منظور نہ کریں میرا ان کی بیٹی سے عرض مدعا کیے جانا بالکل لاحاصل ہے۔"

"درست۔ لیکن تمھیں تھوڑا سا یہ مغالطہ بھی ہے کہ میں تمھیں بہت ہی نایاب سمجھتی ہوں۔"

"آپ میرے حال پر ہمیشہ مہربان رہی ہیں۔"

"پنزی اوسمنڈ کے شادی بیاہ کا اختیار مجھے حاصل نہیں۔"

"آپ کے ان کے خاندان سے بڑے گہرے مراسم ہیں۔"

"خاندان سے تمھارا مطلب کیا ہے۔؟"

"ان کے والد۔۔۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ انگریزی میں سوتیلی ماں کو کیا کہتے ہیں۔ وہی۔"

"والد کا تو ٹھیک ہے لیکن سوتیلی ماں کو اس کنبے کا ایک فرد سمجھنا بالکل بیکار ہے۔ مسز اوسمنڈ پنزی کے رشتے کے معاملے میں کچھ نہیں بول سکتیں۔"

"ہے ہے۔ میں سمجھتا تھا مسز اوسمنڈ میری خاص رعایت کریں گی۔"

"بہت ممکن ہے۔ ان کے شوہر اگر تمہارے خلاف ہوئے تو وہ یقیناً تمہاری ہی طرفداری کریں گی۔"

"مسز اوسمنڈ ہر بات میں اپنے شوہر کا الٹ کرتی ہیں؟" روزیر نے بھویں اٹھا کر دریافت کیا۔

"ہر بات میں ان دونوں کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"چچ چچ چچ — بہرحال ان کے معاملات پر رائے زنی کرنا میرا کام نہیں لیکن مسز اوسمنڈ پنزی سے بہت محبت کرتی ہیں۔"

"یہ بھی درست ہے۔"

"اور پنزی مجھ سے کہتی تھیں وہ بھی مسز اوسمنڈ کو اپنی سگی ماں کی طرح چاہتی ہیں۔"

"تو تمہاری پنزی سے کافی تفصیل سے باتیں ہوئی ہیں۔ اس سے اظہار عشق کر چکے ہو؟"

"بالکل نہیں۔" روزیر نے اپنا نفیس دستانے والا ہاتھ اٹھاتے ہوئے گرم جوشی سے جواب دیا۔ "جب تک مجھے ان کے والدین کا عندیہ معلوم نہ ہو جائے میں ایسی غیر شریفانہ حرکت کبھی نہیں کر سکتا۔"

تم ہمیشہ والدین کے عندیے کا انتظار کرتے ہو۔ یہ اصول اور ضابطۂ اخلاق کی پابندی قابلِ داد ہے۔!"

"دیکھیے آپ تو میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔" روزیر نے کرسی پر پیچھے گرتے ہوئے اپنی چھوٹی چھوٹی مونچھوں پر انگلی پھیر کر کہا۔ "مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی۔"

"میں تو میاں تمہاری عالی ظرفی کی تعریف کر رہی ہوں۔"

"میں پنزی کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے اس سے سچا پریم ہے۔!"

"دیکھو میں کوئی نہ کوئی راہ تمہارے لیے نکالوں گی۔"

"مجھے آپ سے یہی امید تھی۔" اس نے فوراً خوشی سے اُچھل کر جواب دیا۔

"لیکن ذرا اپنے متعلق بھی تو بات کر دو۔" مادام نے ذرا خشکی سے کہا۔

"میں بے حد شریف آدمی ہوں بے عیب ذات تو خدا کی ہے مگر کم از کم کوئی بری عادتیں مجھ میں نہیں۔"

"بڑی منفی بات ہے۔ اور "بری عادتیں" بھی بہت اضافی سا فقرہ ہے۔ تمھارا مثبت رخ کون سا ہے؟ ہسپانوی جالی اور ڈریسڈن کی چائے کی پیالیوں کے علاوہ تمھارے پاس اور ہے کیا؟"

"چالیس ہزار فرانک سالانہ کی میری آمدنی ہے۔ اور میں حسن انتظام کا اہل ہوں اس کی بدولت ہم دونوں بڑی خوبصورتی سے اس میں گزر کر سکتے ہیں۔"

"اتنی قلیل آمدنی میں کس شہر میں تمھاری بسر ہو سکے گی؟"

"پیرس — پیرس — وہیں رہ کر دکھا دوں گا۔"

"پھر تمھیں چائے کی پیالیوں کو روزمرہ کے استعمال میں لانا پڑے گا۔ اور اگر وہ گمئیں ٹوٹ —؟"

"مس اوسمنڈ ہر حالت میں میرے ساتھ خوش رہیں گی۔ ان کو تو میرے گھر میں مٹی کے کلھڑ بھی اچھے لگیں گے — وہ تو اتنی حسین ہیں کہ انھیں ہمیشہ صرف ململ پہننا چاہیے۔ بغیر کرتمعت کی —" روزیر نے سوچتے ہوئے کہا۔

اس کا باپ اسے کچھ نہ دے سکے گا۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ والد صاحب بہتے بڑے ٹھاٹھ سے ہیں۔"

"بیوی کے روپے پر۔"

"مسز اوسمنڈ اپنی سوتیلی بیٹی کو بہت چاہتی ہیں۔ ممکن ہے وہ ہی کچھ دے دیں۔"

"اپنے سودائے عشق کے باوجود تم کافی چوکس نظر آتے ہو —"

"بڑا جہیز تو زبردست نعمت ہے۔ مگر خیر اس کے بغیر بھی گزر کر لوں گا —"

"مسز اوسمنڈ اپنا روپیہ اپنے بچوں کے لیے محفوظ رکھنا چاہیں گی —"

"ان کے یہاں تو ایک بھی بچہ نہیں ہے۔"

"ہو تو سکتے ہیں۔ ایک مرگلا سا لڑکا پیدا ہوا تھا جو دو سال گزرے چھ مہینے کی عمر میں ختم ہو گیا۔ اور بھی ہو سکتے ہیں۔"

"خدا ایسا ہی کرے۔ ان کو کچھ مسرت تو نصیب ہو گی۔ بڑی اچھی بی بی ہیں۔"

"وہ تو ہیں ہی۔ ان کی اچھائی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ آپ اچھے بُرے ہیں یا نہیں۔ بری عادتوں کا فقدان کوئی ذریعہ آمدنی تو نہ ہوا۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"اپنی اپنی معصومیت کے بل بوتے پر زندہ رہتے ہوئے تم دونوں میاں بی بی سخت "قابلِ رحم نظر آؤ گے!"

"آپ میری اصلیت کو نہیں پہچانتیں۔"

"یعنی تم حقیقت میں ایسے ننھے نہیں ہو — ! بہرحال چالیس ہزار سالانہ۔ اور ایسا فرشتہ صفت کردار۔ اس پر تو اب غور کرنا چاہیے۔ اس سے بدتر نسبتیں بھی آ سکتی ہیں گو مسٹر اوسمنڈ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی بیٹی کے لیے آسمان سے کوئی شہزادہ گلفام اتر کر آئے گا۔"

"پنزی تو اسی شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے جس سے اسے خود کو محبت ہے۔"

"مجھے معلوم ہے مگر تم نے اس سے خود نہیں پوچھا تو تم کو کیسے پتا چلا؟"

"ایسی باتیں بتلائی نہیں جاتیں۔ آپ نے خود کہا ہے کہ ہم لوگ معصوم ہیں۔ مگر آپ نے کیسے جانا؟"

"میں نے جو کہ معصوم نہیں، محض اپنی عیّاری کی بدولت — ! اچھا اب رہنے دو۔ باقی حالات میں خود معلوم کر لوں گی۔"

روزیر ٹوپی پر ہاتھ پھراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"صرف معلوم ہی نہیں بلکہ سلسلہ جنبانی بھی کیجیے۔ اتنے میں مسز اوسمنڈ سے جا کر ملتا ہوں۔"

مادام بھی اٹھیں "یہ غضب نہ کرنا۔ سارا معاملہ خراب ہو جائے گا"

"میں مسز اوسمنڈ کا پرانا دوست ہوں۔ اور وہ میرا بھلا ہی چاہیں گی"

"پرانی دوستی ہے تو نباہے جاؤ۔ کیونکہ نئے دوستوں سے ان کی پرگت نہیں ملتی۔ لیکن انھیں اپنی حمایت کے لیے آمادہ نہ کرنا۔ ان کی مسرت کے خواہاں ہو تو ان کی ازدواجی زندگی کی الجھنوں میں اضافہ نہ کرو"

روزیر بڑے متفکر نظر آئے۔ یہ پنزی سے شادی کا معاملہ تو بہت ٹیڑھی کھیر معلوم ہو رہا تھا۔ "مجھے مسٹر اوسمنڈ کی پروا نہیں" انھوں نے جواب دیا۔

"لیکن ان کی بیوی کا خیال تو کرو۔ تم ان کے پرانے شناسا بنتے ہو۔ چاہتے ہو کہ وہ دکھ اٹھائے — یہ بات اب مجھ پر چھوڑ دو"

لیکن ذرا جلدی کیجیے گا مادام۔ میں رات رات بھر تارے گنتا ہوں۔ فراق کی گھڑیاں اب کاٹے نہیں کٹتیں"

ان جوشیلے الفاظ کے ساتھ وہ رخصت ہوئے کہ اگر مادام نے ان کی شادی کروا دی تو وہ اپنا نوادر کا سارا ذخیرہ ان کے حوالے کر دیں گے۔

وہ مسز اوسمنڈ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے۔ مسز اوسمنڈ کے یہاں ہر جمعرات کی شام کو محفل جمتی تھی۔ وسط شہر میں ایک فلک بوس عمارت میں یہ بی بی رہا کرتی تھیں۔ ننھی پنزی اسی محل کی باسی تھی۔ بچارے روزیر کو یہ محل سرا ایک قید خانہ معلوم دیتی جس میں اس کے خوابوں کی شہزادی کو اس کے جابر اور سنگدل باپ نے بند کر رکھا تھا۔ محل کا کوئی قدیم تاریخی نام تھا۔ اس میں بھی اٹلی کی تاریخ کے قاعدے کے مطابق بہت سارے قتل کیے گئے تھے۔ زہر خورانی کی وارداتیں ہوئی تھیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مرے کی تصنیف میں اس کا ذکر تھا۔ سیاح اس کو دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ یہاں جابجا ٹوٹے پھوٹے مجسمے تھے۔ اور دیواروں پر پرانے مصوروں کے بنائے ہوئے نقوش اور نیچے نم آلود صحن میں فوارہ چلتا رہتا تھا۔ فوارے کے چاروں طرف کائی جمی تھی۔ یہاں پچھلی صدیوں میں نوجوان دوشیزاؤں کو ان کے سچے عاشقوں سے ملنے سے روک کر کمروں

میں مقید رکھا جاتا ہوگا یا رُہبانیت کی زندگی گزارنے کے لیے زبردستی خانقاہوں میں بھیج دیا جاتا ہوگا۔ یا خلاف مرضی پکڑ دھکڑ کر ان کی شادیاں کر دی جاتی ہوں گی۔ اور ایسا ہی قسم کی دوسری لرزہ خیز باتیں۔ اُفوہ۔ بہر کیف، دوسری منزل پر مسز اوسمنڈ کے شاندار دیوان خانوں میں پہنچ کر رونذیر کو کم از کم ان کے ذوق کی تعریف تو کرنا ہی پڑی لیکن مادام مرل بتا چکی تھیں کہ مکان کی آرائش مسٹر اوسمنڈ نے اپنی پسند سے کی تھی وہی اس سلسلے میں ماہر فن تھے۔ چنانچہ، اس جمعرات کو بھی جب وہ اس محل کی دہلیز کے اندر داخل ہوئے تو انھیں اس پریشان کن صورتِ حال کا احساس ہُوا جو مادام مرل نے ان کی شادی کے سلسلے میں ان کی نظروں کے سامنے واضح کی تھی۔ انھوں نے گھبرائی ہوئی نظروں سے گھر کی بیٹی کی تلاش میں چاروں طرف دیکھا۔ اور بڑی بہادری سے مسکراتے ہوئے آگے بڑھے۔

(۳۷)

پینزی سرخ زربفت سے سجے ہوئے ایوانِ نشست میں موجود نہ تھی۔ یہاں پر مسز اوسمنڈ بزم آرائی کرتی تھیں۔ آج رات بھی ان کے قریبی دوستوں کا گروہ آتشدان کے نزدیک بیٹھا تھا۔ کمرے میں مدّھم گہری نارنجی سی روشنی پھیلی تھی۔ پھولوں کی خوشبو سارے میں مہک رہی تھی۔ پینزی غالباً دوسرے کمرے میں تھی جہاں نسبتاً کم سن مہمانوں کا مجمع تھا۔ چائے پی جا رہی تھی۔ اوسمنڈ انگیٹھی کے سامنے دیوار کے سہارے کھڑے ایک پیر آگے بڑھائے اپنے پاؤں کا تلوا سینکتے تھے۔ پانچ چھ دوست ان کے آس پاس بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ لیکن مسٹر اوسمنڈ کا دھیان کہیں اور تھا۔ رونذیر کمرے میں داخل ہو گیا پر انھیں پتا نہ چلا۔ رونذیر نے قریب آکر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اوسمنڈ نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر بایاں ہاتھ آگے کر دیا۔ "مزاج شریف — میری بیوی یہیں کہیں ہوں گی —" انھوں نے بے توجہی سے کہا۔

"انھیں تو میں آپ ہی تلاش کر لوں گا —" رونذیر نے بشاشت سے جواب دیا۔

اوسمنڈ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اور روزیر نے محسوس کیا آج تک اتنا گہرا مطالعہ اس کا پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا تھا۔ مادام نے بتا دیا ہے اور انہیں میں پسند نہیں۔ کاش مادام ہمت بڑھانے کے لیے یہاں موجود ہوتیں۔ اس نے مسکرا کر چاروں طرف دیکھا لیکن کسی نے اسے تقویت نہ دی۔

"آج مجھے کاپوڈی مونتے کا بڑا عمدہ نمونہ ایک دوکان پر نظر آیا۔" اس نے کہا

"مجھے کاپوڈی مونتے کی مطلق پروا نہیں۔"

"آپ کو نایاب اشیاء سے دلچسپی نہیں رہی ؟"

"پرانے برتن بھانڈوں سے ؟ ہاں۔ بالکل دلچسپی نہیں رہی۔" اوسمنڈ نے جواب دیا۔

روزیر اپنی مصیبتیں لمحے بھر کے لیے بالکل بھول گیا۔ "آپ ایک آدھ چیز علٰحدہ تو نہیں کرنا چاہتے ۔ ؟"

"نہیں۔ میں اپنی کوئی چیز علٰحدہ نہیں کرنا چاہتا مسٹر روزیر ۔" اوسمنڈ نے نوجوان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔

"آپ اپنی املاک اپنے پاس ہی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ ان میں اضافے کے بھی خواہشمند نہیں ۔" روزیر نے گویا بڑی حاضر جوابی سے کام لیا۔

"بالکل درست۔ میرے پاس ایسی لاثانی چیزیں ہیں جن کے مقابلے پر اور کوئی شے ٹھہر نہیں سکتی۔"

روزیر شرما گیا۔ اسے اپنی بے بسی پر رونا آرہا تھا۔ وہ سٹ پٹا کر برابر کے دیوان خانے کی طرف مڑا۔ دروازے میں مسز اوسمنڈ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ سیاہ مخمل کے لباس میں کتنی شاندار کیسی مُدھر نظر آرہی تھیں۔ مسز اوسمنڈ اور ان کی سوتیلی بیٹی کے حسن و خوبی کو وہ ان نظروں سے جانچتا تھا گویا وہ بھی اعلیٰ درجے کے شیشہ آلات کے ایسے عدد تھیں جن کی قدر و قیمت کا اندراج اب تک کسی فہرست میں نہیں کیا گیا تھا۔ مسز اوسمنڈ پہلے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے رہی تھیں۔ ٹمکتی کلی اب کھل کر پھول بن چکی تھی۔ اور یہ پھول اپنی شاخ پر اب خاموشی اور تمکنت کے ساتھ مہک رہا تھا۔ اب ان

میں وہ جوش و خروش وہ ولولہ نہیں رہا تھا جو شروع شروع میں ان کے شوہر کو بہت ناگوار گزرتا تھا۔ اب شاید وہ سکون کے ساتھ انتظار کرنا سیکھ گئی تھیں۔ سنہرے چوکھٹ والے دروازے میں کھڑی وہ ایک باوقار شہزادی کی تصویر کی مانند نظر آئیں۔ " دیکھیے میں وقت کا کیسا پابند ہوں۔" روزیر نے کہا۔

" ہاں۔ میں تو بچپنے سے تمھاری صالح عادتوں سے واقف ہوں۔ آؤ تمھیں ایک نوجوان خاتون سے ملاؤں۔"

" کون خاتون ـــ؟" روزیر نے اخلاق سے پوچھا۔ لیکن یہاں تو وہ ایک اور ہی غرض سے آیا تھا۔

" وہ جو آتش دان کے پاس گلابی لباس میں چپکی بیٹھی ہے۔ بچاری سے کوئی بات ہی نہیں کر رہا۔"

" مسٹر اوسمنڈ ان سے گفتگو نہیں کر سکتے؟ ان سے صرف چھ فیٹ کے فاصلے پر موجود ہیں ـــ" روزیر نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا۔

مسز اوسمنڈ بھی ذرا ہچکچائیں۔ " یہ بی بی ذرا زیادہ چونچال نہیں ہیں۔ مسٹر اوسمنڈ کو مرجھائی ہوئی طبیعتوں کے لوگ بہت کھلتے ہیں ـــ تم بہت خوش اخلاق ہو ـــ ہر ایک سے اچھی طرح نباہ کر لیتے ہو۔"

" مسٹر اوسمنڈ بھی کچھ کم خوش اخلاق نہیں ـــ"

" میرے ساتھ تو وہ زیادہ اخلاق نہیں برتتے ـــ"

مسز اوسمنڈ نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

" مجھے چائے کی ضرورت ہے ـــ" روزیر نے دوسرے کمرے کی جانب دیکھتے ہوئے اظہار تمنا کیا۔

" بہت ٹھیک۔ جا کر ان بی بی کو چائے پلاؤ ـــ"

" میں مس اوسمنڈ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

" اس سلسلے میں افسوس میں تمھاری مدد نہیں کر سکتی!"

پانچ منٹ بعد، گلابی لباس والی خاتون کو چائے بنا کر دیتے ہوئے روزیر کو خیال آیا کہ مسز اوسمنڈ سے پنزی کا ذکر کر کے اس نے کہیں وہ وعدہ تو نہیں توڑ دیا جو مادام مرل سے کیا تھا۔ لیکن وقتی طور پر وہ سب کچھ بھول گیا۔ پنزی جو حسبِ معمول چائے بنا بنا کر مہمانوں کو دے رہی تھی گلابی کپڑوں والی بی بی کی طرف آئی۔ اور ان سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئی۔ روزیر اپنی ننھی سی محبوبہ کو محویت سے دیکھتا رہا پنزی اب انیس[19] سال کی ہو چکی تھی لیکن اب بھی اس میں عورتوں والا کوئی انداز نہ آیا تھا۔ لباس جو وہ پہنے تھی اس سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ ابھی وہ عمدہ پوشاک پہننے کی عادی نہیں ہوئی اور بس خاص خاص موقعوں پر مانگے تانگے کی چیزیں زیب تن کر لیتی ہے۔ روزیر سے زیادہ ان کوتاہیوں کو دیکھنے والا اور کون ہو سکتا تھا۔ مگر وہ سوچ رہا تھا۔ واہ کیا بات ہے۔ کیسی دلربا لڑکی ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ جدید وضع کی لڑکی نظر نہیں آتی۔ نیویارک کے براڈوے پر اسے ممکن ہے کوئی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے لیکن یہ پیاری سی گڑیا تو سترھویں صدی کے ہسپانوی فنکار ویلازکیز کی مشہور تصویر "اندلس کی شہزادی" کی طرح دکھلائی دیتی تھی۔ یا کسی بچے کی دعا کی مانند معصوم اور ہلکی پھلکی، اب وہ بھلا اس سے کس طرح سوال کرے کہ کیا وہ اسے چاہتی ہے۔ روزیر کو کرسی پر بیٹھے بیٹھے بڑی بے آرامی سی محسوس ہوئی۔ اس نے ٹوپی اتار کر رومال سے پیشانی پونچھی۔ اس نے ہمیشہ مثالی لڑکی کے خواب دیکھے تھے جو مثالی ہونے کے باوجود فرانسیسی نہ ہو کیونکہ دوسری تو میت کا معاملہ ذرا پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ پنزی کے متعلق اسے یقین تھا کہ اخبار نہیں پڑھتی ہو گی۔ بہت ہوا تو سروالٹر اسکاٹ کے ناول پڑھ لیے۔ امریکن مثالی لڑکی۔ واہ وا۔ اس سے زیادہ اسے اور کیا چاہیے تھا۔ صاف گو۔ اور شگفتہ طبیعت۔ لیکن اس کے باوجود تنہا چہل قدمی کے لیے نہیں جائے گی۔ دوسرے مردوں سے خط و کتابت نہیں کرے گی۔ نہ دوست احباب کی ٹولیوں کے ساتھ ناٹک دیکھنے جایا کرے گی۔ اپنی ننھی میزبان سے یہ ٹیڑھا سوال کس طرح کیا جائے گا کہ کیوں جی کیا تم بھی مجھے چاہتی ہو ــــ مادام مرل نے اس کے باپ کو ضرور بتا دیا ہو گا۔ مگر باپ کمبخت اس قسم کا آدمی ہے کہ اس نے اپنی لڑکی سے اس کے متعلق کچھ بھی نہ کہا اب اسے غصہ آنا شروع ہوا۔ یہ گلبرٹ اوسمنڈ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے

اوسمنڈ اس کے ساتھ بدتمیزی کرسکتا ہے تو وہ خود اب ہمت سے کام لے گا۔ اس نے اپنے آپ کو فی الفور بہت بہادر سمجھنا شروع کر دیا۔

گلابی کپڑوں والی کم سخن لڑکی کو اس کی ماں نے اپنی طرف بلا لیا۔ اب وہ اکیلے میں پنزی سے دو دو باتیں کرسکتا تھا۔ لیکن زندگی بھر اسے ایسا موقع نہ ملا تھا کہ کسی شائی لڑکی کے ساتھ تنہائی کی چند گھڑیاں بھی میسّر آ جائیں۔ وہ پھر اپنی پیشانی پونچھنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نشست گاہ کے آگے ایک اور چھوٹا سا بغلی کمرہ تھا۔ جو سنسان پڑا تھا۔ اس میں بھی آگ جل رہی تھی۔ اور بہت سارے لیمپوں کی روشنی میں اس کے زرد رنگ کے قالین، پردے، اور میز کرسیوں اور صوفوں کے کپڑے اور زیادہ پراسرار اور دلآویز نظر آ رہے تھے۔ کھلے دروازے میں ایسا لگتا تھا گویا یہ چھوٹا سا کمرہ محبت کی دیوی کا معبد ہے۔ روزیر وہیں کھڑا رہا۔ اسے ڈر تھا کہیں پنزی وہاں سے غائب نہ ہو جائے۔ شاید وہ بھی خوفزدہ تھی۔ مگر وہ ایسی قدسی الاصل تھی اسے بھلا کاہے کا خوف ہو سکتا تھا۔ آخر ہکلاتے ہوئے روزیر نے زبان کھولی۔ سامنے والا پیلا کمرہ کیسا نظر فریب، اچھوتا معلوم ہو رہا ہے۔ چلو اسے چل کر دیکھیں (حالانکہ وہ اوسمنڈ کے ساتھ پہلے بھی اس کا مطالعہ کر چکا تھا) یہ پہلی فرانسیسی سلطنت کے طرز میں سجا تھا اور اس عہد کے ایک بڑے گھڑیال پر اس نے خصوصیت سے توجہ دی تھی۔ لہٰذا اب اس نے محسوس کیا کہ وہ حکمتِ عملی باقاعدہ آزما رہا ہے۔

"ضرور — اگر آپ چاہیں تو میں چل کر آپ کو دکھلائے دیتی ہوں —" وہ بالکل خوفزدہ نہ تھی۔

دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے۔ روزیر کو یہ جگہ بہت ٹھنڈی اور بہت بدصورت معلوم ہو رہی تھی۔ پنزی نے شاید یہ محسوس کر لیا۔ "یہ جاڑوں کی راتوں کے لیے مناسب نہیں۔ لیکن بابا کے ذوق کے عین مطابق ہے۔ بابا کا ذوق تو اس قدر بے تحاشا ہے —"

بابا کے پاس بدمذاقی کی بھی کمی نہیں — روزیر نے سوچا۔ اس نے چاروں اور نظر ڈالی "یہ مسز اوسمنڈ کو اس کی پروا نہیں کہ ان کے کمرے کس طرح سجائے گئے ہیں؟"

"ارکیوں نہیں جی ہاں۔ مگر ان کو ادب سے زیادہ شغف ہے۔ اور باتیں کرنا انھیں اچھا لگتا ہے۔ بابا کو بھی یہ مشغلے پسند ہیں۔ وہ تو خیر سب کچھ جانتے ہیں۔"

روزیر چپکا رہا پھر بولا ــــ "ایک بات تو حضور جانتے ہیں کہ میں ان سے یا ان کی بیگم صاحب کے لیے نہیں بلکہ محض تمھاری وجہ سے یہاں حاضری دیتا ہوں۔

"میری وجہ سے ــــ؟" ہنری نے ذرا انجان پن سے پوچھا۔

"ہاں ــــ" روزیر نے اب باوثوق لہجے میں دُہرایا۔

ہنری سادہ لوحی اور اطمینان سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر اتنا انکسار برس رہا تھا کہ اسے شرمانے لجانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ "مجھے معلوم ہے۔" اس نے کہا۔

"تم کو میرا آنا بُرا تو نہیں لگتا؟"

"بتا نہیں ــــ آپ نے مجھ سے کبھی کچھ کہا ہی نہیں ــــ"

"مجھے ڈر تھا تم بگڑ جاؤ گی۔"

"میں آپ سے خفا نہیں ہو سکتی۔" لڑکی نے فرشتوں کی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"تم مجھے پسند کرتی ہو ــــ" روزیر نے فرطِ انبساط سے بے حال ہو کر دریافت کیا۔

"ہاں ــــ"

وہ آتشدان کے نزدیک پہنچ چکے تھے جہاں اولین سلطنت کے زمانے کا گھڑیال ٹک ٹک کر رہا تھا۔ بہادر روزیر نے ہنری کا ہاتھ اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ ایک اعتماد آفریں، پاکیزگی کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔ چنانچہ وہ اسے پسند کرتی تھی صرف اس کے بولنے کی کسر تھی۔ وہ بس اسی کی منتظر تھی۔ اگر وہ اس وقت اس سے اظہارِ محبت نہ کرتا تو وہ عمر بھر اسی طرح اس کی راہ دیکھتی رہتی۔ جوں ہی اس کے منہ سے بات نکلی وہ آندھی سے ہلے ہوئے درخت کی ناسپاتی کی مانند ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آن گری۔ مگر پمپئی رنگ کے اس شاہانہ کمرے میں اس سلسلے میں مزید تجربے ذرا مخدوش ثابت ہوئے۔

"تم مجھے بے حد پیاری ہو" بالآخر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بابا کو معلوم ہے ؟"

"تم ہی کہتی ہو کہ کائنات کا کوئی راز ان کی نظروں سے پنہاں نہیں ۔"

"پھر بھی ۔ ان کی طرف سے اطمینان ہو چکا ہے اب کسی بات کی ضرورت نہیں"

وہ دونوں کمرۂ ملاقات کی طرف مڑ گئے۔

مادام مَرل دیوان خانے میں داخل ہو چکی تھیں اور مسز اوسمنڈ سے سلام دعا کے بعد خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ کر صاحبِ خانہ سے نیچی آوازمیں باتوں میں مصروف ہو گئی تھیں۔

"روزیر آیا ہے ۔؟"

"آیا تھا ۔ جانے کہاں غائب ہو گیا" اوسمنڈ نے جواب دیا۔

"پنزی کہاں ہے"

"برابر والے کمرے میں"

"روزیر بھی شاید وہیں ہو"

"اس سے ملنا چاہتی ہو ؟" اوسمنڈ نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لے کر پوچھا۔

مادام نے انھیں نظر بھر کر دیکھا ۔ دونوں ایک دوسرے کی رگ رگ سے واقف تھے "میں اسے بتا دینا چاہتی ہوں کہ میں نے اس کی درخواست تم تک پہنچا دی ہے اور تمھیں اس میں دلچسپی نہیں"

"یہ نہ کہنا ۔ وہ اپنے میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ہر وقت میرے سر پہ سوار رہے گا اس سے کہہ دو مجھے وہ شدت سے ناپسند ہے ۔ میں جان بوجھ کر اس کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آیا ہوں تاکہ وہ سمجھ لے کہ مجھے پنزی کی شادی کی کوئی جلدی نہیں ۔"

"میں کہہ دوں گی تم اسے سوچ کر جواب دو گے"

"ہرگز نہیں جواب تو اسی وقت دے رہا ہوں"

"میں نے اسے نفی میں جواب دیا تب بھی جان کھاتا رہے گا۔"

"لیکن تم نے اس سے یہ کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا تو وہ جلدی کرنے کے لیے طرح طرح کی تاویلیں پیش کرے گا۔ اپنی تعریفیں کرے گا۔ یہ سب سخت کوفت کی باتیں ہیں۔ صاف انکار ہوا تو چپ تو ہو جائے گا گو در پردہ کسی نہ کسی ترکیب میں لگا ضرور رہے گا۔ مگر مجھے نجات ملے گی۔ میں گدھوں کے ساتھ سر نہیں کھپا سکتا۔"

"بچارہ لڑکا گدھا ہے؟"

"اس نے میرا ناک میں دم کر دیا ہے۔ چوبیس گھنٹے وہی ریں ریں۔ وہی پرانے نقشی برتنوں کا ذکر۔"

مادام نظریں جھکا کر ذرا مسکرائیں۔

"شریف زادہ ہے۔ چالیس ہزار فرانک سالانہ کی آمدنی۔ اور کیا چاہیے۔"

"ہنری کے لیے میں نے اس سے کہیں اونچے خواب دیکھے ہیں۔"

"بہت خوب! اس نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ ہنری سے بات بھی نہ کرے گا۔"

"تم کو اس کے وعدے کا یقین آگیا؟" اوسمنڈ نے بے دھیانی سے سوال کیا۔

"ہاں۔ مگر ہنری سراسر اسے پسند کرتی ہے۔ تمہیں اس کی رضامندی کی کوئی پروا نہیں۔"

"بالکل نہیں۔ لڑکیوں کو ان معاملات میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ علاوہ ازیں، میں جانتا ہوں ہنری کو اس لڑکے سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ تم جو کہو سب ٹھیک ہے۔" مادام نے نیچی آواز میں جواب دیا۔

"اس نے تم سے کہا ہے کہ روزیر سے محبت کرتی ہے؟"

"تم نے اسے کیا سمجھ رکھا ہے؟ اور مجھے بھی — میں کٹنی تو نہیں ہوں —"

اوسمنڈ نے بڑے اطمینان سے ایک پاؤں اٹھا کر دوسرے پر رکھا۔ اور ٹخنے پر انگلیوں کا حلقہ بنا کر سامنے کی جانب دیکھتے رہے۔ "میں نے اسے ایسی تربیت دی ہے کہ ایسا موقع پڑنے پر میری نافرمانی نہ کرے۔"

"مانتی ہوں۔ تم سے سرتابی کی اسے مجال نہیں۔"

"پھر چنتا کس بات کی —؟"

"میں تو یہی کہوں گی روزیر کو ایک دم ہری جھنڈی نہ دکھاؤ۔ ممکن ہے بوقت ضرورت کام آجائے۔"

"تم خود ہی اسے ہلکائے رکھو۔"

"ٹھیک۔ اسے کونے میں بٹھال کر دانہ پانی ڈالتی رہوں۔" انھوں نے حسب عادت چاروں طرف نظریں گھما کر کہا اور اسی وقت انھوں نے دیکھا کہ ہنری اور روزیر اندر داخل ہو رہے ہیں۔ ہنری چند قدم آگے بڑھی لیکن مادام اور اپنے باپ کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"روزیر نے اس سے بات کر لی ہے۔" مادام نے ادمنڈ سے کہا۔

"آپ کو تو اس کے وچن پر بڑا اعتبار تھا! اسے تو درے لگنے چاہئیں درے۔" ادمنڈ نے سر کو جنبش دیئے بغیر بات کی۔

"اعتراف جرم کے لیے بیتاب نظر آتا ہے۔"

ادمنڈ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی لڑکی کو گھور کر دیکھنے کے بعد "اس کی ضرورت نہیں" کہتے دوسری طرف مڑ گئے۔

ہنری مادام کی جانب آئی۔ مادام نے گرم جوشی یا بے تکلفی کا اظہار نہیں کیا۔ صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔

"آپ بہت دیر میں پہنچیں۔" ہنری نے رسان سے کہا۔

"بٹیا میری تاخیر میں بھی مصلحت ہوتی ہے۔" مادام ہنری کی تعظیم میں صوفے پر سے نہیں اٹھی تھیں اب وہ روزیر سے مخاطب ہوئیں۔

"میں نے اس سے کہہ دیا۔" روزیر نے جلدی سے ان کے کان میں پھونکا۔

"پتا ہے۔ اب چپکے بیٹھے رہو۔ کل شام سوا پانچ بجے میرے گھر آنا۔" ان کا لہجہ درشت تھا۔ روزیر نے غیر ارادی طور پر ازابل کی طرف قدم بڑھائے۔ جو کسی معمر اطالوی خاتون سے باتوں میں مصروف تھی۔ روزیر نے سوچا بڑھیا کو انگریزی کہاں آتی ہوگی۔

لہٰذا فوراً کہنا شروع کر دیا — "تم نے کہا تھا میری مدد نہ کرو گی۔ مگر جب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ — کہ —"

"کیا معلوم ہو جائے گا بھئی —؟"

"کہ ہنزی بالکل ٹھیک ٹھاک ہے — یعنی —"

"یعنی —؟"

"ہم نے ابھی ایک عہد کیا ہے —"

"ہنزی ٹھیک ٹھاک نہیں ہے۔ وہ شروع سے آخر تک غلط ہے۔ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھنے کی۔"

روڈ زیر نے اسے غصّے، التجا اور چوٹ کھائے ہوئے انداز میں دیکھا۔ "میرے ساتھ ایسا برتاؤ آج تک نہیں کیا گیا۔ آخر میں نے کون ایسا جرم کیا ہے۔ میں اس رویّے کا عادی نہیں ہوں۔ اگر چاہتا تو اب تک بیس دفعہ شادی کر سکتا تھا۔"

"افسوس تم نے یہ نہ کیا۔ بیس دفعہ نہیں میرا مطلب ہے ایک ہی دفعہ۔ آرام سے اپنا گھر بسا لیتے۔" آزایل نے بڑی نرمی سے مسکرا کر کہا۔ "دیکھو بات یہ ہے کہ تم اتنے دولتمند نہیں کہ ہنزی سے رشتہ کر سکو۔"

"اسے دولت کی رتّی بھر پروا نہیں۔"

"اس کے باپ کو تو ہے —"

"یہ تو اس کا باپ پہلے ہی بہت اچھی طرح ثابت کر چکا ہے۔"

آزایل اطالوی جہان سے معذرت چاہے بغیر دفعتاً اٹھی اور دوسری طرف مڑ گئی۔ روڈ زیر نے ظاہر کیا گویا میز پر سجے ہوئے ظروف کا مطالعہ کر رہا ہے مگر درا صل اسے اپنے سامنے کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ اس بے انصافی کا غصّہ اسے کھائے ڈال رہا تھا۔ ایسا کبھی نہ ہوا تھا کہ اسے ناکارہ سمجھا گیا ہو۔ فضول، غیر ضروری۔ اسے معلوم تھا وہ کیسا ہیرا ہے۔ لاکھوں میں ایک۔ اس نے ہنزی کو ڈھونڈنا چاہا۔ وہ بھی کہیں غائب ہو چکی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا جلد از جلد اس محل، اس قید خانے سے نکل بھاگے۔ آزایل سے اس نے ایک سخت اور

بداخلاقی کی بات کہی تھی یہی اسے راندۂ درگاہ بنانے کے لیے کافی تھی۔

"میں نے مسٹر اوسمنڈ کے لیے اس پیرائے میں بات کہی جو مجھے نہیں کہنا چاہیے تھی"

وہ آزابل کے پاس جاکر بولا "لیکن ذرا میرے حال پر بھی تو غور کرو ـــ"

"مجھے یاد نہیں تم نے کیا کہا تھا" آزابل نے رکھائی سے جواب دیا۔

"تم بھی ناراض ہوگئیں ـــ اب تو ہرگز میری مدد نہ کروگی ـــ"

وہ چپ رہی پھر بالکل دوسرے لہجے میں بولی ـــ "یہ بات نہیں کہ میں تمھاری مدد نہیں کرنا چاہتی ـــ میں کچھ کرہی نہیں سکتی"

"تم ذرا سا بھی میرا کام کردو تو میں ہمیشہ تمھارے میاں کے قصیدے پڑھا کرونگا"

"یہ رشوت بھی خوب رہی ـــ!" آزابل نے روزیر کی نگاہوں سے نگاہیں ملاکر کہا۔ اس وقت روزیر کو آزابل کا بچپن یاد آگیا ـــ وہ زمانہ جب وہ چھوٹی سی تھی۔ ان نظروں کی تاب نہ لاکر وہ وہاں سے سرپٹ بھاگا۔

ـــــــــ(۳۸)ـــــــــ

دوسرے دن وہ مادام مرل کے گھر پہنچا۔ وہ بولیں صبر سے کام لو۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ وغیرہ۔ مسٹر اوسمنڈ بیٹی کے لیے بہت اونچے اڑ رہے ہیں۔ لطف یہ کہ جہیز میں اسے خود کچھ دینے دلانے کا بالکل کوئی ارادہ نہیں لیکن چاہتے یہ ہیں کہ کوئی بادشاہ زادہ آکر اسے بیاہ لے جائے۔ رہی پنزی سو وہ اپنے باپ سے بغاوت نہیں کرسکتی۔ لہٰذا جلد بازی اور ہلّہ کرنے کا کیا فائدہ۔ ممکن ہے آخر میں مسٹر اوسمنڈ تمہیں ہی قبول کرلیں۔ روزیر نے کہا یوں معلق رہنا تو بڑا مشکل ہے۔ مادام نے جواب دیا اگر مسٹر اوسمنڈ نے پسند کیا تو وہ تمھیں بہ نفس نفیس خود ہی خط لکھ بھیجیں گے۔ چند ہفتے اور انتظار کرو۔ تمہیں پنزی سے بات نہ کرنا چاہیے تھی۔ مسٹر اوسمنڈ کو تمھاری یہ حرکت بہت سخت ناگوار گزری ہے۔

"وہ مجھ سے خود یہ سب کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"وہ کہنے پر آئے تو میاں صاحبزادے تمھیں اور بہت کچھ بھی سننا پڑے گا بہتر یہی اسی میں ہے کہ کم از کم ایک ماہ تک اس گھر کا رخ نہ کرو۔ دوسرے احباب کے ساتھ جمعرات کی جمعرات تھوڑی دیر کے لیے مہمان طرتی ہو آیا کرو لیکن ہر وقت وہیں نہ ڈٹے رہو۔ اور نینری کی فکر نہ کرو۔ وہ سمجھ دار لڑکی ہے۔ خود بردباری سے کام لے گی۔"

ان ہدایتوں سے لیس ہو کر روزیر اگلی جمعرات کو پلازورد کا نیرا پہنچے اس رات وہاں دعوت تھی اور بہت سے لوگ پہلے ہی سے آئے ہوئے تھے۔ مسٹر اوسمنڈ آگ کے سامنے اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے دروازے کی سمت دیکھ رہے تھے۔ روزیر کو لامحالہ ان کی طرف جانا پڑا۔

"یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ عقلمندوں کے لیے واقعی اشارہ کافی ہے۔" اوسمنڈ نے اسے کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اشاروں کی پروا نہیں کرتا۔ مگر مجھے ایک پیام موصول ہوا تھا۔"

"او ہو ۔۔۔ ! کیسا پیام ؟" اوسمنڈ نے تمسخر سے دریافت کیا۔ اب روزیر کی پھر بری طرح توہین کی جا رہی تھی۔ عاشق صادق بھی آخر کہاں تک برداشت کرے۔

"مادام مرل نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھے اس کا موقع بھی نہیں دینا چاہتے کہ میں اپنی عرضداشت آپ کے سامنے پیش کروں۔" اسے یہ سوچ کر خوشی ہوتی کہ نہایت کڑک دار لہجے میں اس نے یہ الفاظ ادا کیے۔

"مادام مرل کو اس معاملے سے کیا تعلق ہے ؟ آپ ان کے پاس سفارش کے لیے کیوں پہنچے ؟"

"میں نے تو محض ان سے رائے لی تھی ۔۔۔ وہ آپ کی اتنی گہری دوست ہیں۔"

"اس کا انھیں مغالطہ ہے ۔۔۔ وہ مجھے بالکل نہیں جانتیں۔" اوسمنڈ آگ کے شعلوں کو دیکھتے رہے پھر بولے ۔۔۔ "میری لڑکی بے حد بیش قیمت ہے۔"

"میں اس کو جتنا قیمتی سمجھتا ہوں آپ سمجھ ہی نہیں سکتے اسی لیے میں اسے اپنانے کا خواہشمند ہوں۔"

"میں اس کی شادی کسی اچھی جگہ کرنا چاہتا ہوں۔" اوسمنڈ نے رکھائی سے جواب دیا۔

"میری بیوی بن کر وہ بہت خوش رہے گی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے شیدائی ہیں۔"

"میری لڑکی کس کو چاہتی ہے کس کو نہیں یہ سب مجھے بتانے والے آپ کون ہوتے ہیں؟"

"آپ کی لڑکی مجھ سے کہہ چکی ہے کہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔"

"اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔" اوسمنڈ نے ذرا آگے کو جھک کر اپنے جوتوں کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"میں اس سے وعدہ لے چکا ہوں بندہ نواز۔" روزیر نے تقریباً چلا کر کہا۔

اب تک یہ دونوں بے حد نیچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ لیکن اب مجمع میں سے چند مہمانوں نے سر اٹھا کر انھیں دیکھا۔ اوسمنڈ نے مہمانوں کی طرف توجہ دیئے بغیر بڑے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔ "اسے مطلق یاد نہیں کہ آپ سے اس نے یہ وعدہ کب کیا تھا۔" یہ دونوں آدمی آگ کے رُخ کھڑے تھے۔ صاحب خانہ جب یہ الفاظ ادا کر چکے تو دوبارہ دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابھی روزیر کوئی جواب نہ دے پایا تھا کہ اتنے میں روم کے رواج کے مطابق بغیر اطلاع کے ایک اور صاحب کمرے میں داخل ہوئے اور میزبان کی طرف بڑھے۔ مسٹر اوسمنڈ نے بے دھیانی سے مسکراتے ہوئے ان پر نظر ڈالی گویا نووارد کو بالکل نہ پہچانتے ہوں۔ یہ نیا مہمان بے حد خوبصورت انسان تھا۔ اس کی داڑھی بھی تھی گھنی اور سنہری۔ اور بشرے سے انگریز دکھائی دیتا تھا۔

"آپ مجھے نہیں پہچان پائے کیا ۔۔؟" اجنبی نے بڑے خلیق تبسم کے ساتھ پوچھا۔

"جی ہاں۔ اب یاد آیا لیکن آپ یہاں کہاں ۔۔؟" روزیر موقع غنیمت جان کر پنزی کی تلاش میں فوراً چپکے سے کھسک لیا۔ اس کا خیال تھا کہ حسب معمول وہ برابر والے کمرے میں ہوگی۔ لیکن راہ میں اسے پھر مسز اوسمنڈ مل گئیں۔ "آپ کا شوہر انتہائی بے درد

انسان ہے۔" اس نے بڑے غم و غصّے کے ساتھ آزابل کو مخاطب کیا۔

آزابل کے ہونٹوں پر پھر وہی پُراسرار مسکراہٹ بکھر گئی جو وہ پہلے دیکھ چکا تھا۔

"تمہارے میاں اپنی بیٹی کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"یہ کہو جاننا نہیں چاہتیں۔" بیگم صاحبہ بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ ہمہ خانہ آفتاب سمجھیے۔

"نہیں۔" آزابل نے دفعتاً جواب دیا۔ لیکن اس کی آنکھوں کی چمک ظاہر کرتی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

"میں تمہاری بات کا یقین نہیں کر سکتا۔ مس آوسمنڈ کہاں ہیں؟"

"دوسرے کونے میں چائے بنا رہی ہے۔ اس کا پیچھا نہ کرو۔"

روڈیر کی نظروں نے اسے فوراً ڈھونڈ نکالا۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔ لیکن پنزی اپنے کام میں منہمک تھی۔ "اس کے باپ نے کیا کر دیا ہے؟" روڈیر نے ملتجیانہ لہجے میں پھر کہا۔ "ان کا کہنا ہے پنزی مجھے قطعی فراموش کر چکی ہے۔"

"یہ بالکل غلط ہے۔" آزابل نے نظریں اٹھائے بغیر نیچی آواز میں جواب دیا۔

اسی لمحے، روڈیر نے دیکھا کہ آزابل کا رنگ دفعتاً پیلا پڑ گیا۔ آوسمنڈ اس نئے مہمان کو ساتھ لیے ان کی طرف آ رہے تھے۔ نووارد اپنی وجاہت، شاہانہ چال ڈھال اور مجلسی زندگی کے تجربے کے باوجود خاصا گھبرایا ہوا نظر آتا تھا۔

"آزابل —" آوسمنڈ نے کہا — "ایک پرانے دوست سے ملو۔"

آزابل نے بھی اسی طرح اپنے اضطراب کو چھپایا اور مسکرائی "خوش آمدید لارڈ واربرٹن۔" اس نے کہا۔ ادھر روڈیر نے سوچا کہ اب آزابل کو کیا پتا چلے گا کہ وہ نکل گیا ہے۔ لہٰذا وہ نظریں بچا کر پھر پنزی کی طرف لپکا۔

آزابل کو معلوم نہ ہو پایا کہ یہ کیفیت کیا تھی۔ مسرت یا کرب۔ واربرٹن اس کی نظروں کے سامنے موجود تھا۔ اس کی بھوری، سرمئی آنکھوں میں دبی جانی پہچانی، اخلاص

کی جھلک تیر رہی تھی۔ پہلے سے زیادہ بھاری بھرکم۔ زیادہ باوقار، سمجھ دار۔

"آپ کو شاید توقع تھی کہ مجھ سے دوبارہ ملاقات نہ ہوگی" وہ کہہ رہا تھا۔ "میں شام ہی روم پہنچا ہوں۔ دیکھیے آپ کے در دولت پر حاضری دینے میں میں نے دیر نہیں لگائی۔ مجھے معلوم تھا کہ جمعرات کی شاموں کو آپ گھر ہی پر ہوتی ہیں"

"دیکھا تم نے۔ تمھاری جمعرات کی محفلوں کی شہرت انگلستان تک پہنچ چکی ہے!" اوسمنڈ نے اپنی بیوی سے کہا۔

"لارڈ وار برٹن کی تشریف آوری کے ہم دونوں بے حد ممنون ہیں" آزابل نے جواب دیا۔

"ان ذلیل مسافر خانوں میں ٹھہرنے سے تو یہاں چلا آنا ہی بہتر ہے" اوسمنڈ نے کہا۔

"جی نہیں۔ میرا ہوٹل تو اچھا خاصا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے چار سال قبل میں نے آپ کو بھی اسی ہوٹل میں مقیم دیکھا تھا" لارڈ وار برٹن نے اوسمنڈ سے کہا۔ پھر آزابل سے مخاطب ہوئے — "آپ کو یاد ہے میں نے روم میں آپ کو کس جگہ خدا حافظ کہا تھا۔۔؟ کیپٹال کے پہلے کمرے میں —؟"

"یہ تو مجھے بھی یاد ہے" اوسمنڈ بولے "میں بھی اتفاق سے وہیں موجود تھا"

"جی ہاں۔ میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ مجھے روم چھوڑنے کا بہت افسوس تھا۔ اس کی یاد خاصی اذیت دہ بن کر رہ گئی تھی۔ اسی لیے میں نے آج تک اس طرف آنے کا ارادہ نہیں کیا۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ آپ یہاں رہتی ہیں۔ یہ بڑا خوبصورت مکان ہے" انھوں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ آزابل کو ان کی نگاہوں میں اسی اداسی کی جھلک دکھلائی پڑی۔

"ہمیں تو آپ سے دوبارہ مل کر ہمیشہ بڑی مسرت ہوگی" اوسمنڈ نے بیحد تکلف کے ساتھ ارشاد کیا۔

"عنایت۔ اب تک میں انگلستان سے باہر ہی تھا لیکن پچھلے مہینے تنگ آ کر میں نے طے کیا کہ سیاحت کے اس سلسلے کو اب ختم کر دینا چاہیے"

"میں اکثر آپ کے متعلق خبریں سنتی رہتی ہوں اخباروں میں لوگوں سے ۔" آزابل کو یک لخت یہ احساس ہو گیا تھا کہ لارڈ وار برٹن سے دوبارہ ملاقات اس کے لیے کیا معنی رکھتی ہے۔

"امید ہے آپ نے بُری بُری باتیں میرے لیے نہ سنی ہونگی! میری زندگی مکمل طور پر سپاٹ گزر رہی ہے۔"

"تاریخ کے بہترین اور پُرامن دور بھی تو ہمیشہ سپاٹ ہی گذرے ہیں ۔" آوسمنڈ نے لقمہ دیا۔ اب گویا وہ میزبانی کے سارے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے چکے تھے۔ ان کی ہر ادا میں تصنع تھا۔ ہر بات میں بناوٹ۔ ممکن ہے، لارڈ وار برٹن نے جن کی فطرت میں تصنع کا دُور دُور گزر نہ تھا، اس چیز کو محسوس کیا ہو۔ "آپ میری بیگم صاحب سے باتیں کیجیے" آوسمنڈ کہہ رہے تھے، "آپ دونوں کی بہت سی پرانی مشترکہ یادیں ایسی ہیں جن میں میرا دخل نہیں ۔" یہ کہہ کر وہ دوسرے مہمانوں کی سمت چلے گئے۔ لارڈ وار برٹن نے بڑی حساس، گہری، سنجیدہ نظروں سے آزابل کو دیکھا۔ "مجھے تم کو دیکھ کر واقعی بہت خوشی ہوئی ۔۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی ۔"

"تمھیں معلوم ہے ۔۔ تم بدل گئی ہو ۔۔؟"

"ہاں، معلوم ہے۔"

"یہ تبدیلی ناخوشگوار نہیں۔ لیکن یہ کس دل سے کہوں کہ تمھاری حالت پہلے سے اچھی ہے ۔۔!!"

"اگر میری حالت اچھی نہیں تو میں اس کے متعلق آپ کو بتانے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھوں گی۔" آزابل نے بڑی بہادری سے جواب دیا۔

"اتنا زمانہ گزرتا جا رہا ہے۔ وقت کی رفتار کا کوئی نعم البدل نہیں ۔" لارڈ وار برٹن نے اداسی سے کہا۔ وہ دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ آزابل نے ان کی بہنوں کی خیریت دریافت کی۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں۔ آزابل نے دیکھا کہ وہ بڑی دل جمعی سے گفتگو کر رہے تھے۔

بہت دلچسپی سے اس کے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔ گویا اپنے غمِ دل پر ایک حد تک قابو پا چکے تھے۔ وقت جو فراٹے بھرتا نکلتا جا رہا تھا اس کی تیز سرد لہر نے ان کے زخم کو سکون پہنچایا تھا۔ اب وہ قانع اور مطمئن نظر آتے تھے "یہ تم کو ایک بات بتانا چاہتا تھا۔" انھوں نے کہا "رالف تو شیٹ کو میں اپنے ہمراہ لایا ہوں۔"

"اپنے ہمراہ؟" آزابل نے انتہائی تعجب کے ساتھ دہرایا۔

"رالف اس وقت ہوٹل میں ہے۔ بہت تھکا ہوا تھا۔ یہاں آنے کے بجائے پڑ کر سو گیا۔"

"میں اسے دیکھنے کے لیے چلتی ہوں۔" آنابل نے فوراً جواب دیا۔

"میں بھی یہی چاہتا تھا۔ اپنی شادی کے بعد سے تم نے اس سے ملاقات نہیں کی۔ تم دونوں کے تعلقات میں غیریت سی آگئی ہے۔ اسی لیے میں تم سے اس کا ذکر کرتے ہوئے ذرا جھجک رہا تھا۔ یہ جھجک ہی تو ہم برطانوی لوگوں کی کمزوری ہے۔!"

"رالف۔ مجھے اب بھی اسی طرح عزیز ہے۔" آزابل نے رسان سے جواب دیا۔ پھر دفعتاً اس نے ذرا تلخ لہجے میں دریافت کیا "وہ روم کیا کرنے آیا ہے؟"

"مسز اوسمنڈ -- رالف بہت دور جا چکا ہے۔ اب وہ محض چند روز کا مہمان ہے۔"

"روم اس کے لیے بالکل غیر موزوں ہے۔ اس نے مجھے لکھا تھا کہ اب وہ جاڑے باہر کے ملکوں میں گزارنے کے بجائے انگلستان میں چہار دیواری کے اندر کی نقلی، مصنوعی آب و ہوا میں مقید رہا کرے گا۔"

"تصنع اور نقلی چیزیں اسے کسی حال میں راس نہیں آتیں۔ تین ہفتے ہوئے میں اس سے ملنے کے لیے گارڈن کورٹ گیا تھا۔ وہاں دیکھا کہ آپ عجیب کس مپرسی کے عالم میں بے انتہا بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ پچھلے چند سال سے اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن اب اس کی ہمت نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم سوچ سکتی ہو کہ وہ سگریٹ بھی ترک کر چکا ہے۔ مصنوعی آب و ہوا ۔۔ ذرا غور کرو۔ مکان کو اتنا گرم

کر رکھا تھا کہ لگتا تھا کلکتے میں بیٹھے ہیں۔ بہر حال۔ اب ایکبارگی اسے یہ سوجھی کہ سسلی چلنا چاہیے اس کے معالج اور سارے دوست احباب اس ارادے کے مخالف تھے۔ لیکن ان کی والدہ محترمہ امریکہ میں تشریف رکھتی ہیں۔ انھیں روکنے والا کون تھا۔ لہٰذا چل کھڑے ہوئے۔ میں نے بہتیرا زور ڈالا کہ جہاز سے آئے کہ سفر کی صعوبتوں میں کچھ تو کمی ہو۔ لیکن بھائی کا اصرار تھا کہ خشکی کے راستے چلیں گے تاکہ روم میں ٹھہر سکیں۔ ہار جھک مار کر میں نے طے کیا کہ اس کی دوسراتھ کے لیے میں بھی چلا چلوں۔ اب میں سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہوں پندرہ روز قبل ہم لوگ انگلستان سے روانہ ہوئے تھے۔ راہ میں اس کی حالت زیادہ بگڑ گئی۔ اب وہ برابر سردی سے کپکپاتا رہتا ہے۔ جنوب کی سمت آنے میں بھی اسے جاڑا ستایا کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب دوا اور دعا دونوں بیکار ہیں۔ میں چاہتا تھا اپنے ساتھ کوئی اچھا ڈاکٹر لیتا چلے پر وہ یہ سب کہاں سنتا ہے۔ شاید تمھیں برا لگے مگر میں یہی کہوں گا کہ ایسے وقت میں مسز توشیت کو امریکہ جانا کیا ضرور تھا۔"

آزابل تکلیف اور تعجب کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ یہ داستان سنتی رہی "خالہ جان کے سفر کے مختلف اوقات مقرر ہیں۔ رالف مر بھی رہا ہوگا لیکن وہ اپنے نظام کی ترتیب میں فرق نہ آنے دیں گی۔"

"میں سمجھتا ہوں رالف مر رہا ہے۔"

"میں فوراً چلتی ہوں" آزابل اٹھ کھڑی ہوئی۔ لارڈ وار برٹن فوراً سٹ پٹائے "میرا مطلب یہ نہیں کہ خدانخواستہ آج ہی رات کو اس کا چل چلاؤ ہے بلکہ ٹرین میں تو وہ بہت ہی ہشاش بشاش تھا۔ روم پہنچنے کی اسے بے حد خوشی تھی۔ روم اسے بہت اچھا لگتا ہے۔ ابھی گھنٹہ بھر پہلے میں نے اسے شب بخیر کہا ہے۔ اس وقت بھی وہ تھکا ماندہ لیکن مسرور نظر آتا تھا۔ کل صبح اس سے مل آؤ۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تمھارے پاس آرہا ہوں۔ ایک دفعہ اس نے ذکر کیا تھا کہ جمعرات کے روز تمھارے یہاں ملنے جانے والوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ میں نے سوچا کہ اس کی آمد کی تمھیں اطلاع دے دوں۔ اور

یہ بتا دوں کہ وہ خود آ کر تم سے ملنے کے قابل نہیں ہے۔ شاید اس نے تمہیں خط نہیں لکھا علاوہ ازیں میں خود بھی تم سے ملنا چاہتا تھا" انھوں نے بڑے اخلاق سے آخری جملے کا اضافہ کیا۔

"رالف جانے کیا کر بیٹھے گا" آزابل نے فکرمندی سے کہا "میں خوش تھی کہ وہ گارڈن کورٹ کی مضبوط دیواروں کے اندر محفوظ ہے۔"

"اس کی شدید تنہائی کا تمہیں اندازہ ہے؟ وہاں "گارڈن کورٹ" کی مضبوط دیواریں ہی اس کی رفیق تھیں۔"

"آپ اس سے ملنے چلے جاتے تھے — آپ نے حق دوستی خوب ادا کیا ہے۔"

"ارے نہیں بھئی — اس میں حق دوستی کی کیا بات ہے — میں تو پرلے درجے کا ناکارہ انسان ہوں۔"

"اس کے برخلاف ہم تو یہاں یہ سنتے ہیں کہ اپنے ملک میں آپ بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کو بہت بڑا مدبر اور سیاست دان سمجھا جاتا ہے۔ روزنامہ تو میں آپ کا نام "ٹائمز" میں پڑھتی ہوں — گو "ٹائمز" آپ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ آپ اب بھی ہمیشہ کی طرح اسی شدت سے انتہا پسند ہیں!"

"میں اتنا آشفتہ سر تو نہیں رہا۔ دنیا نے مجھے جھکنا سکھلا دیا ہے۔ لندن سے یہاں تک راستے بھر میں اور رالف بہت سخت پارلیمانی قسم کا مباحثہ کرتے آئے ہیں۔ میں اسے قدامت پسندوں کی آخری شمع کہتا ہوں۔ وہ مجھے توم گوتھ [1] کا بادشاہ پکارتا ہے۔ کہتا ہے میری وضع قطع بھی ان ہی کی ایسی ہے اور وحشیانہ پن بھی وہی ہے — رالف میں اب تک زندگی کی رمق باقی ہے وہی زندہ دلی، وہی نوک جھوک اور چوٹیں۔"

آزابل نے دیکھ لیا تھا کہ لارڈ وار برٹن کے انداز میں وہ والہانہ پن وہ شدت جذبات

---

[1] المانیہ کے وحشی جنہوں نے تیسری اور پانچویں صدی عیسوی کے مابین مشرقی اور مغربی سلطنت روما پر حملہ کیا اور اطالیہ، فرانس اور اسپین میں حکومتیں قائم کیں۔

اب باقی نہیں رہی۔ وہ سکون کے ساتھ اس سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اسے معاف کر چکے تھے۔ یہ گھٹیا پن ان میں نہ تھا کہ پرانی باتوں کا اشارۃً یا کنایتہً بھی کوئی ذکر کریں۔ یہ کسی قسم کا انتقام بھی نہ تھا۔ وہ اپنے اظہار مایوسی سے اسے اور زیادہ ستانا نہ چاہتے تھے۔ شانِ جوانمردی، اور شرافت کی آن کے ساتھ اپنی شکست تسلیم کر چکے تھے۔ برطانوی سیاست نے ان کے زخموں کو مندمل کر دیا تھا۔ آزابل کو شروع سے ان کے متعلق یہی توقع تھی۔ اس نے سوچا ایسے لوگ کتنے قابلِ رشک ہیں جو زندگی کے کارزار میں کود کر اپنے ذاتی دکھوں کو بھلا سکتے ہیں۔ لارڈ مارمبرٹن نے ماضی کا ذکر کیا۔ مگر بڑے ہلکے پھلکے انداز میں۔ روم کی پچھلی ملاقات کے متعلق بھی باتیں کیں۔ لیکن صرف یہی کہا — "وہ کتنا دلچسپ وقت گزرا تھا!" انھوں نے کہا کہ یہ خبر انھوں نے بڑی دلچسپی سے سنی کہ آزابل نے شادی کر لی ہے۔ اور آج مسٹر اوسمنڈ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ کیونکہ اس مرتبہ تو بڑی روا روی میں ملاقات ہوئی تھی ان سے۔ لارڈ مارمبرٹن نے اس ساری مدت میں اسے خط نہیں لکھا تھا مگر اس کے لیے انھوں نے معذرت نہیں کی۔ انھوں نے اپنے سارے انداز سے محض یہی ظاہر کیا کہ وہ پرانے بے تکلف دوست ہیں اور بس۔

اسی یگانگی اور بے تکلفی سے انھوں نے دفعتاً سوال کیا — "تو قصہ مختصر۔ تم بہت خوش ہو — وغیرہ —" چاروں طرف نظر ڈال کر انھوں نے اس طرح بات کی گویا وہ کوئی قصباتی نوٹنکی دیکھ رہے ہیں۔

آزابل بھی ہنسی "آپ کا خیال ہے اگر میں خوش نہیں بھی ہوں تو کیا آپ سے کہہ دوں گی؟"

"معلوم نہیں۔ کیوں نہیں کہہ دو گی؟ اس میں کوئی حرج ہے؟"

"اچھا — تو خوش قسمتی سے میں واقعی بے انتہا خوش ہوں۔"

"تمھارا مکان بہت خوبصورت ہے۔"

"اچھا خاصا ہے۔ لیکن اس میں میری تعریف کی کوئی بات نہیں۔ یہ میرے شوہر کا ذوق ہے —"

"یعنی انھوں نے سجایا ہے مکان کو — ؟"

"جی ہاں۔"

"تب تو یہ بڑے سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ پردوں، اور صوفوں کے کپڑے انتخاب کرنے میں ان کا جواب نہیں۔"

"لیکن تمھاری اپنی پسند بھی تو کچھ ہوگی۔"

"میں تکمیل شدہ چیزوں کو سراہ لیتی ہوں۔ اپنی طرف سے کوئی نیا خیال پیش نہیں کر سکتی۔"

"یعنی جو کچھ کوئی دوسرا تجویز کرے اسے مان لیتی ہو —"

"بلا چون وچرا —!"

"بہت خوب — اب میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔"

"ضرور — لیکن یہ بھی سن لیجیے کہ اکثر باتوں میں آغاز میں خود بھی کر سکتی ہوں! مثلاً یہ کہ اپنے چند مہمانوں سے آپ کا تعارف کرا دوں —"

"خدارا مجھے یہیں بیٹھا رہنے دو — میں کسی سے ملنا ملانا نہیں چاہتا۔ ہاں ان خاتون کی دوسری بات ہے جو نیلے رنگ کا لباس پہنے ہیں۔ بڑی موہنی صورت ہے انکی۔"

"وہ جو اس لگابی گلابی چہرے والے نوجوان سے باتیں کر رہی ہیں؟ یہ میرے شوہر کی بیٹی ہیں۔"

"تمھارا میاں خوش قسمت انسان ہے۔ کس قدر پیاری لڑکی ہے۔"

"اس سے تو مل لیجیے۔"

"یقیناً۔ ابھی چلو — لیکن وہ مجھے یہاں سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہی ہے" وہ بار بار آزابل کو دیکھتے ہوئے معلوم ہے۔" انھوں نے کہا "میں نے ابھی کہا تھا کہ تم بدل گئی ہو — لیکن واقعہ یہ ہے کہ تم میں کوئی تغیر نہیں آیا۔"

"پھر بھی، تاہل کی زندگی ایک نئی چیز ہے —" آزابل نے ذرا شگفتگی سے کہا۔

"گو تم پر اس نئے تجربے کا کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا۔ لوگ شادی کر کے مختلف

ہو جاتے ہیں اسی لیے میں برہمچاری ہی رہوں گا۔!"

"تعجب۔۔!!"

"تمھیں تو تعجب نہ کرنا چاہیے۔ بہر حال۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

"شادی ایسی کوئی لمبی چوڑی بات تو نہیں۔" آنابل نے ملتزم ہوتے ہوئے کہا۔ اور اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ اس کے اس کرب کا اندازہ لارڈ واڈ برٹن نے بھی کیا۔

اس دوران میں میاں رو زیر نیتری کے پاس چائے کی میز کے سامنے ترکی وضع کے دیوان پر بیٹھے تھے۔ نیتری نے ان سے پوچھا" یہ کون نئے صاحب اندر آئے ہیں؟"

"کوئی انگریز لارڈ وارڈ ہیں۔ میں نہیں جانتا۔"

"جانے چائے پئیں گے یا نہیں۔ انگریز چائے کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔"

"ان کی فکر نہ کرو۔۔۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔"

"اوفوہ۔ اتنے زور سے مت دہاڑو۔ سب لوگ سن رہے ہیں۔"

"تم بھی اس طرح بیٹھی ہو جیسے تمھاری جان اس چائے کی کیتلی میں بند ہے۔"

"اب جاکر گرم ہوئی۔ کمبخت نوکر اتنے نکمے ہیں کہ جس کی حد نہیں۔" اس نے خانہ داری کی ذمے داریوں کے بوجھ تلے گویا دب کر آہ بھری۔

"جانتی ہو تمھارے باپ نے ابھی کیا کہا۔۔۔ کہ جو بات تم نے ہفتہ بھر ہوا مجھ سے کہی تھی اب بالکل بھول چکی ہو۔۔"

"غلط۔۔۔ میں تمھیں بھلا کس طرح بھول سکتی ہوں۔"

"پھر سب معاملہ ٹھیک ہے نا۔۔۔؟"

"اُوں ہُوں۔۔۔ بابا بہت سخت خفا ہیں۔ انھوں نے حکم دیا ہے کہ تم سے بیاہ کرنے کا خیال تک اپنے دل میں نہ لاؤں۔"

"اس کی کیا پروا۔۔۔"

"واہ پروا کیسے نہیں۔ میں بابا کی حکم عدولی نہیں کر سکتی۔"

"میری خاطر بھی نہیں— ؟ میں جو تم پر اپنی جان نثار کر سکتا ہوں۔ اور تم بھی مجھ پر دم دیتی ہو۔"

پنتری نے چائے دانی کا ڈھکنا اٹھایا اور یہ آٹھ لفظ اس کی بھاپ میں گرا دیئے۔

"میں اب بھی تمھیں اتنا ہی چاہتی ہوں۔"

"اس چاہت کا مجھے فائدہ؟"

"خدا جانے —" پنتری نے بھولپن سے کہا اور کرسی پر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم نے مجھے بن موت مارا—" روزیر نے کہا

پنتری نے چائے کی پیالی ملازم کے ہاتھ میں تھما دی۔

"اب چُپکے رہو—"

"میری ساری تمناؤں کا بس یہی جواب ہے؟"

"بابا نے کہا ہے کہ تم سے بات نہ کروں۔"

"تم مجھے قتل کیسے ڈال رہی ہو—"۔

"تھوڑا سا انتظار کرو۔ میں تمھیں آسانی سے نہیں بھول سکتی۔"

"باپ تمھارے کسی اور سے تمھارا بیاہ جو کر دینگے۔"

"میں کسی اور سے بیاہ نہ کروں گی۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"مَیں مسز آدسمنڈ سے رائے لیتی ہوں۔"

"وہ کچھ نہیں کر سکتیں۔ ڈرتی ہیں۔"

"کاہے سے ڈرتی ہیں؟"

"تمھارے باپ سے۔"

"مسز آدسمنڈ کو کسی کا ڈر نہیں۔ ہمیں ذرا صبر سے کام لینا چاہیے۔"

"صبر— صبر— کیا ذلیل خوفناک لفظ ہے۔" اس نے آداب مجلس کو فراموش کرکے سر ہاتھوں میں دے دیا اور جھک کر قالین کو گھورنے میں مصروف ہو گیا۔ دفعتاً

اسے محسوس ہُوا کہ اس کے آس پاس بڑی گہما گہمی ہو رہی ہے ——— پنزی اوسمنڈ مین مین اپنے خانقاہ کے انداز میں تعظیماً جھک کر لارڈ وار برٹن سے ملاقات کر رہی تھی۔

(۳۹)

آزابل کی شادی کے بعد رالف نے اس سے ملنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ اس روز مسز تو شیت کے محل کے پائیں باغ میں ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس نے آزابل اور رالف کی دوستی اور یگانگت کے ایک باب کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔ اس واقعے کے بعد رالف نے آزابل کے سامنے اوسمنڈ کا کبھی نام تک نہیں لیا۔ اُسے معلوم تھا کہ گلبرٹ اوسمنڈ کے لیے جن خیالات کا اس نے اظہار کیا تھا اس کی بنا پر آزابل اسے کبھی معاف نہ کرے گی۔ آزابل کو خود یہ خیال تھا کہ وہ رالف کو معاف کر چکی ہے۔ اس کی ایسی کوئی خاص پروا نہیں کرتی۔ لیکن اصلیت یہ تھی کہ رالف کی باتیں اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہیں۔ اوسمنڈ کی بیوی بن جانے کے بعد وہ اپنے خالہ زاد بھائی سے پرانا رفاقت اور محبت کا ناطہ دوبارہ کبھی نہ جوڑ سکتی تھی۔ اگر وہ اپنی نئی زندگی سے خوش تھی تو کس طرح بھول سکتی تھی کہ رالف نے اس کے لیے ایسی بُری بُری بدشگونی کی باتیں کہی تھیں۔ اگر وہ اپنی شادی سے ناخوش تھی تب بھی رالف کو کس منہ سے یہ بتا سکتی تھی کہ تمہاری باتیں سچی نکلیں ——— یہ دکھ اس کی روح کو پیسے جا رہا تھا اس کے وجود میں رچ چکا تھا ——— وہ رالف سے کس طرح آنکھیں ملائے گی۔ آزابل کی جب شادی ہوئی ہے ان دنوں رالف کی صحت پہلے سے زیادہ گر چکی تھی۔ تب بھی اس نے رسومِ نکاح کے موقع پر نہایت خوبصورتی کے ساتھ بڑے بھائی کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کیے۔ اسے اپنی ماں سے معلوم ہُوا تھا کہ آزابل امریکہ واپس جا کر وہاں شادی کرنا چاہتی تھی لیکن مسٹر اوسمنڈ اسے اپنے حلقۂ زوجیت میں لانے میں مزید تاخیر کے خواہشمند نہ تھے۔ لہٰذا جون کے مہینے میں فلورنس کے ایک امریکن گرجا گھر میں یہ مقدس رسم ادا کی گئی۔ اس مبارک و مسعود

موقع پر صرف گنتی کی چند ہستیاں موجود تھیں۔ مسز توشیت رالف، ہنری اومنڈ، اور کاؤنٹس جمینی۔ اس مختصر سے گروہ کو دو شخصیتیں اپنے دم قدم سے زیادہ رنگین اور جاندار بنا سکتی تھیں۔ مگر افسوس کہ وہ موجود نہ تھیں۔ مادام مرل، اور ہنری اٹیا اسٹیک پول۔ مادام کو نیوتا بھیجا گیا لیکن انھیں اسی زمانے میں روم سے باہر جانا تھا چنانچہ انھوں نے معذرت کا ایک بڑا پیارا خط لکھ بھیجا تھا۔ ہنری اٹیا غریب کو تو بلایا بھی نہ گیا کیونکہ وہ اپنے اخبار کے کام میں اتنی مصروف تھی کہ امریکہ سے اس کا آنا ناممکن تھا۔ پھر بھی اس نے ایک خط لکھ دیا تھا جو مادام مرل کے خط جیسا پیارا نہ تھا۔ اس نے لکھا تھا اگر ہو سکتا تو وہ ضرور اٹلی آکر شادی میں شرکت کرتی لیکن بحیثیت گواہ یا دوست کے نہیں۔ بحیثیت نقاد اور نکتہ چین کے۔ کچھ عرصے بعد وہ پھر یورپ آئی اور پت جھڑ کے موسم میں پیرس میں ازابل سے ملی۔ جہاں اس نے دل کھول کر ازابل کی شادی پر نکتہ چینی کی۔ تم دیوانی ہو گئی تھیں۔ سٹھیا گئی تھیں۔ میں کہتی ہوں تمھیں ہوا کیا تھا جو اس آدمی کے ساتھ نکاح پڑھوا لیا۔ تم نے اس کی ہامی ہی کیسے بھری۔ ہائے ہائے۔" وہ حسب عادت خوب بکی جھکی۔ اور گلبرٹ آوسمنڈ نے اپنی دلہن سے کہا کہ انھیں اس اخبار نویس بندریا کی صورت سے نفرت ہے۔ عین موقع پر مسٹر بٹلنگ آ پہنچے اور ہنری اٹیا ان کے ساتھ چلی گئیں۔ وہاں پہنچ کر ہنری اٹیا نے ایک سے ایک بڑھیا مضمون لکھے۔ خصوصاً وہ والا۔ "چاندنی رات میں عرب فنکاروں کا خواب" تو اُن کا شاہکار سمجھا گیا تھا۔

ازابل کو یہ دیکھ کر ذرا مایوسی ہوئی کہ اس کے شوہر ہنری اٹیا کی زندہ دلی سے محظوظ ہونے کے بجائے سنجیدگی سے اس کا برا مان گئے۔ ہنری اٹیا ایسی مسخری لڑکی کا برا کون مان سکتا تھا۔ تو گویا اس کا یہ مطلب تھا کہ ان میں مزاحی حس نہیں تھا۔ وہ مذاق بالکل برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی موجودہ پرمسرت زندگی میں بچاری ہنری اٹیا کا کہیں بھی دخل نہ تھا لیکن مسٹر اوسمنڈ کو ازابل اور ہنری اٹیا کا بہنا پا سخت ناگوار گزرتا۔ ان کے نزدیک ہنری اٹیا انتہائی بیہودہ، آوارہ عورت تھی۔ ازابل نے ان کی

اس رشتے پر شدت سے احتجاج کیا تو مسٹر آوسمنڈ کو خود اپنی بیوی پر حیرت ہوئی۔ کیا عجیب عورت ہے۔ ایسی ایسی لچی لفنگیوں سے دوستی کر رکھی ہے ۔۔۔ آزابل جواب میں کہتی کہ وہ اپنے سے مختلف اور متضاد شخصیتوں کو جاننے کی شوقین تھی تو پھر اپنی دھوبن سے بہناپا کیوں نہیں گانٹھ لیتیں۔ وہ بھی تم سے بہت مختلف اور متضاد ہے۔ جس پر آزابل نے کہا کہ دھوبن کو اس کی دوستی کی بالکل پروانہ ہوگی اور اس کے برعکس ہنری اٹیا اس پر جان چھڑکتی ہے۔

آزابل کی شادی کے دو سال بعد تک رالف اس سے نہ مل سکا۔ وہ روم میں تھی۔ رالف اپنی ماں کے ساتھ سان ریمو میں مقیم رہا۔ وہاں سے ٹھنک کے قصبوں میں سر کھپانے کے لیے انگلستان چلا گیا۔ آزابل اسے کبھی کبھار خط لکھ بھیجتی لیکن جو کچھ وہ جاننا چاہتا تھا اس کا اسے کبھی پتا نہ چلا۔ اس کی ماں بھی اپنی بھانجی سے تقریباً قطع تعلق کر چکی تھی۔ مسز توشیت کو اس شادی سے شدید رنج پہنچا تھا۔ فلورنس میں اکثر کاونٹس جمینی سے ان کی مڈبھیڑ ہو جاتی جن کو وہ کبھی خاطر میں نہ لاتیں۔ لیکن کاونٹس کو دیکھ کر ان کو اوسمنڈ کا خیال آتا اور اوسمنڈ کے ساتھ آزابل کی یاد وابستہ تھی۔ مادام مرل کو دیکھ کر مسز توشیت کو آزابل کا خیال زیادہ شدت سے آتا۔ مادام کے ساتھ بھی مسز توشیت کے تعلقات میں فرق آچکا تھا۔ انھوں نے صاف مادام سے کہا تھا کہ آزابل کو اس طرح پھنسوانے کی ذمہ دار وہی ہیں۔ مادام برسوں سے مسز توشیت کے ساتھ بڑی خاموشی سے رہتی آئی تھیں لیکن یہ سن کر انھیں غصہ آ گیا۔ انھوں نے کہا یہ ایسی گری ہوئی تہمت ہے کہ وہ اس سلسلے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتیں۔ مادام نے مزید یہ بھی کہا کہ انھوں نے آزابل کو شادی کا متمنی کبھی نہ سمجھا تھا۔ اور آوسمنڈ آزابل کے چکر میں "قصرِ ہلال" آتے تھے۔ وہ تو اپنے پہاڑی والے مکان میں تنہا بیٹھے بیٹھے اکتا گئے تھے اس لیے محض جی بہلانے کے واسطے یہاں چلے آیا کرتے تھے۔ آزابل نے تو مادام سے کبھی اپنے دل کی بات کہی ہی نہیں بلکہ یونان و مصر کی سیاحت کے دوران میں صرف ان کی آنکھوں میں اس نے دھول جھونکی ذرا سا بھی اشارہ نہ کیا کہ شادی کرنے والی ہے۔ مسز توشیت کے اس بہتان کو وہ کبھی معاف نہ کریں گی۔ وقت

گزر جاتا ہے لیکن بات رہ جاتی ہے۔

راکف کو سنی سنائی پر یقین نہ تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا کہ آزابل کی زندگی کیسی گزر رہی ہے۔ اسے رنج تھا کہ اس نے آزابل سے وہ باتیں کہہ کر اسے اول دن سے اپنے خلاف بھڑکا دیا تھا۔ اب وہ اس سے کبھی کچھ نہ کہے گی۔ اس کے سامنے ہمیشہ ایک نقلی چہرہ پہنے رہے گی۔ اس چہرے پہ سکون کے جو نقوش ثبت کیے گئے تھے، ان سے ایک طرح کا میکانکی انداز ہویدا تھا۔ اس کا ننھا بچہ مر چکا تھا۔ لیکن اس نے اپنے غم کا راکف سے ذکر نہ کیا۔ اس کا ذکر وہ کسی سے بھی نہیں کرتی تھی۔ راکف نے یہ دیکھا کہ بڑے شاہانہ طریقے کی زندگی گزار رہی ہے۔ لوگ اس کے حلقۂ احباب میں شامل ہونا فخر سمجھتے ہیں۔ لیکن مسٹر اور مسز آدسمنڈ کی زندگی میں کوئی بات قابلِ ذکر نہ تھی ایک نپے تُلے بندھے ٹکسیے دیے انداز میں گزر رہی تھی۔ اس انداز میں بھی راکف کو آقا کا ہاتھ نظر آیا۔ آزابل اب گھومنے پھرنے، رات رات بھر جاگنے، اور شہسواری کرتے کرتے تھک کر چور ہو جانے کی شائق معلوم ہوتی۔ اب اسے تفریحیں بہت اچھی لگتی تھیں۔ بھانت بھانت کے لوگوں سے ملتی۔۔۔ روم کی پرانی سوسائٹی کے زنگ آلود نمونوں سے دوستی گانٹھتی پھرتی۔ لیکن ان سب باتوں میں گہرائی اور سنجیدگی کی وہ جھلک راکف کو نہ دکھائی دی جو پہلے آزابل کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ اس کا یہ نیا ہیجان زیادہ تیز و تند تھا۔ اب اس کی باتوں میں غلو بھی شامل ہو چکا تھا۔ وہ جو ایک زمانے میں خالص سچائی کی پرستار تھی دگرگرم بحث کے دوران اپنی شکست کو ایک ہلکا سا پر سمجھ کر سامنے سے ہٹا دیتی تھی اور کتنی پیاری معلوم ہوتی تھی اس وقت ۔۔۔ اب دنیا کی کسی چیز کو اس لائق ہی نہ گردانتی تھی کہ اس سے اتفاق یا اختلاف کیا جائے۔ پہلے تجسس تھی، اب بے نیاز۔ لیکن اس بے نیازی میں بھی سرگرمی موجود تھی۔ دُبلی پتلی، کامنی۔ پہلے سے زیادہ حسین نظر آتی۔ ابھی اس کی شکل صورت میں سن کی پختگی نہ آئی تھی۔ لیکن رکھ رکھاؤ میں پہلے سے زیادہ آب و تاب تھی۔ جس نے حسن کو ایک حد تک مغرور بنا دیا تھا۔ بچاری کمزور، پر شکستہ آزابل ۔۔۔ کس ان دیکھی طاقت نے اسے اپنا شکار بنایا تھا؟ اب وہ بھاری بھاری کپڑے پہنتی ۔

گہنے پاتے، بناؤ سنگھار۔ وہ ہلکی پھلکی تتری اب ایک بھاری بھرکم بیگم صاحب بن چکی تھی جن کی شخصیت کسی پینٹر کی نمائندگی کرتی تھی —— کا ہے کی — ؟ گلبرٹ اوسمنڈ کی!! خداوندا۔ کیا زندگی ہے۔ رالف اسرارِ حیات پر محوِ حیرت ہو کر رہ گیا۔ خدا کی قدرت کے کارخانے کیسے نرالے ہیں۔ کمال ہے۔

اوسمنڈ اسے ہر چیز میں کارفرما نظر آیا۔ گھر کا انتظام۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ آمدنی اور خرچ کا حساب کتاب۔ اوسمنڈ ہمیشہ کا نمائش پرست۔ اب اسے وہ سارے لوازمات میسر تھے جن کے ذریعے اپنے جذبۂ خود نمائی کی تسکین کر سکے۔ فن بذاتِ خود بہت بلند چیز ہے۔ لیکن جس طرح اس کا دکھاوا کیا جا رہا تھا اس سے گھٹیا پن اور کور ذوقی کی جھلک ظاہر ہوتی تھی۔ اس شخص کو ازابل نے دیوتا سروپ سمجھا تھا۔ یہ شخص جس کی زندگی کی تمام تر آرزو یہ تھی کہ اپنے مکان اپنے ماحول کو اس طرح سجا کر پیش کرے گویا وہ ساری کائنات سے علٰحدہ منفرد ہستی ہے جو ظاہر کرتا تھا کہ دنیا کا آقا ہے دراصل اس کا ایک کمترین غلام تھا۔ جس حد تک دنیا اس کی طرف متوجّہ رہتی تھی اسی کو وہ اپنی کامیابی کی معراج سمجھتا تھا۔ رات دن دنیا کو چکمہ دینے کی فکر میں چوکس بیٹھا رہتا۔ اس کی ہر بات میں نہایت سادہ و پرُکار قسم کا تصنع تھا۔ رالف نے آج تک ایسا کوئی شخص نہ دیکھا تھا کہ جو اپنے ذوق، اپنے معاملے، اپنی ہنرمندی، ہر چیز کی نوک پلک سنوار کر اس طرح دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہو —— فلورنس کے اس پہاڑی والے مکان میں وہ برسوں ایک مستقل انداز میں بیٹھا رہا۔ اس کی تنہائی، اس کی کاہل بیٹی کے لیے اس کی محبت، اس کا اپنا اعلیٰ اخلاق، اس کی بدتمیزی۔ ہر چیز بنی بنائی گھڑی گھڑائی ملمع شدہ موجود تھی۔ دنیا کو اپنے متعلق جل دینا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ دوسروں کی اپنی ہستی میں دلچسپی پیدا کر کے پھر انہیں مایوس کرنے کا گر جانتا تھا۔ اس مرتبہ اس نے ازابل سے شادی کر کے بھی وہی کھیل کھیلا۔ دنیا اب بچاری ازابل کی ذات میں سمٹ آئی تھی۔ اور ازابل بھی کس مزے سے دھوکا کھا گئی۔ رالف نے اوسمنڈ کے لیے یہ سب سوچا۔ حالانکہ اس کے روم کے دورانِ قیام میں اوسمنڈ نے یہ ظاہر کیا گویا اسے اپنی بیوی کے اس رشتے دار

سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ وہ دراصل رآلف کو اب اتنا اہم ہی نہ سمجھتا تھا۔ وہ بس آزابل کا ایک عزیز تھا۔ جو خاصے ناگوار طریقے سے ہمیشہ روگی رہتا تھا۔ اور بس۔۔ اس نے بڑے اخلاق کے ساتھ رآلف کی خیریت پوچھی۔ موسم پر تبادلۂ خیالات کیا۔ جتنی مرتبہ آسمنڈ کی رآلف سے ملاقات ہوئی رآلف نے سوچا اس شخص کو اپنی بیوی کا اس سے ملنا جلنا پسند نہیں۔ یہ جذبہ حسد نہ تھا۔ رآلف سے کسی کو حسد ہو ہی نہیں سکتا تھا لیکن آزابل اس سے اسی پرانی اُنسیت اور شفقت کے ساتھ پیش آتی تھی۔ رآلف کو جب یہ احساس ہُوا کہ آزابل کے دل میں محبّت اور ہمدردی کے سوتے ابھی خشک نہیں ہوئے اس نے فوراً وہاں سے چل دینے کی ٹھانی۔ اس کے چلے جانے سے آزابل اپنے ایک دلچسپ مشغلے سے محروم ہو گئی۔ وہ سوچ سوچ کر حیران ہُوا کرتی تھی کہ رآلف کس اندرونی لگن کے سہارے زندہ ہے۔ شاید گپیں ہانکنے کا شوق ابھی تک اسے جیے جانے پر مجبور کیے تھا۔ اب وہ چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔ سارا سارا دن وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر گزار دیتا۔ وہ اس حد تک اپاہج ہو چکا تھا کہ اگر اس کی باتوں میں اتنی جان نہ ہوتی تو یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ رآلف اپنی بصارت بھی کھو چکا ہے۔ آزابل کو کیا معلوم تھا کہ کون چیز اسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ جس ہستی سے اسے اتنی دلچسپی تھی۔ ابھی وہ اسے اچھی طرح دیکھ نہ پایا تھا۔ ابھی وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آزابل اپنے شوہر کا کیا بنائے گی یا بالفاظ دیگر اس کا شوہر اس کا کیا حشر کرے گا۔ ابھی ناٹک کا پہلا باب ہی شروع ہُوا تھا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ پورا کھیل دیکھنے کے بعد ہی دنیا سے اٹھے گا۔ اٹھارہ مہینے اس نے اسی ہمّت کے سہارے گزار دیئے اور لارڈ واربرٹن کے ساتھ روم واپس آ گیا۔ مسز ٹوشیت کو اپنے اس عجیب و غریب ناکارہ بیٹے میں زندگی کی ایسی لہر نظر آئی کہ وہ بھی اطمینان سے امریکہ چل دیں۔

یہی سوچتی ہوئی کہ رآلف آخر اب تک کس طرح زندہ ہے۔ آزابل رآلف کے کمرے کے زینے پر چڑھی۔

گھنٹہ بھر وہ اس کے پاس بیٹھی۔ اس کے بعد بھی وہ کئی بار اس سے ملنے آئی گلبرٹ آسمنڈ بھی پابندی کے ساتھ اپنے سالے کی عیادت کے لیے آتے رہے۔ او۔ گارڈی

بھجوا کر رالف کو اپنے یہاں بھی مدعو کیا۔ پندرہ روز بعد رالف نے لارڈ وار برٹن سے کہا کہ اس نے سسلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ یہ دونوں کھانا کھا رہے تھے، لارڈ وار برٹن سگار سلگانے کے بعد آتشدان کے پاس جا کھڑے ہوئے تھے۔ رالف کے یہ الفاظ سنتے ہی انھوں نے سگار اپنے ہونٹوں سے ہٹایا۔

"سسلی نہیں جاؤ گے؟ پھر کہاں جاؤ گے؟"

"کہیں نہیں۔" رالف نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے خاصی ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"یعنی انگلستان لوٹ رہے ہو؟"

"نہیں۔ یہیں رہوں گا، روم میں۔"

"روم تمھیں راس نہیں آتا۔ یہاں کی آب و ہوا سخت بیہودہ ہے۔"

"راس آجائے گا۔ دیکھتے نہیں کیسا ہٹا کٹا ہو رہا ہوں۔"

لارڈ وار برٹن نے سگار کا دھواں چھوڑتے ہوئے اسے غور سے دیکھا۔ "تم پہلے سے بہت بہتر ہو۔ پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ سسلی چلے جاؤ۔ اسے بھی آزما دیکھو۔"

اب میں مزید آزمائشیں مطلق نہیں کرنا چاہتا۔ سفر کی ہمت اب مجھ میں باقی نہیں رہی۔ میں سسلی کے میدانوں میں پہنچ کر دم نہیں توڑوں گا۔"

"پھر آئے کیوں تھے؟"

"بس یونہی۔ جی چاہا تھا۔ لیکن میں نے دیکھ لیا ہے کہ ساری کوششیں بیکار ہیں۔ ساری آب و ہوائیں، سارے علاج معالجے۔ بس اب یہیں پڑا رہنے دو۔ سسلی میں میری کوئی شادی شدہ خالہ زاد بہن تک موجود نہیں۔"

"تمھاری خالہ زاد بہن کی موجودگی یہاں بہت کشش انگیز سہی لیکن تمھارا معالج کیا کہتا ہے؟"

"میں نے اس سے پوچھا نہیں مجھے اس کی قطعی پروا نہیں۔ مر گیا تو مسز آسمنڈ میرا کفن دفن کروا دیں گی۔ لیکن میں یہاں پر مروں گا نہیں۔"

"خدا نہ کرے۔" لارڈ وار برٹن نے سگار پیتے ہوئے کہا۔ "بہرحال، سسلی کے

سفر کے خیال سے مجھے بھی خاصی وحشت ہو رہی تھی۔"

"میں تمھیں اپنے ہمراہ نہ گھسیٹتا۔"

"میں تمھیں تنہا جانے کب دیتا۔"

"وار برٹن مجھے یہ امید نہ تھی کہ تم روم سے آگے بھی میرا ساتھ دو گے۔"

"میں تم کو سسلی تک پہنچا کر لوٹ آتا۔"

"تم بڑے بھلے آدمی ہو۔ سچے دوست۔ ہمدرد۔۔! اور پھر یہاں سے انگلستان روانہ ہو جاتے؟"

"نہیں تو۔ یہیں رہتا۔"

"خوب۔ چنانچہ ہم دونوں کا ارادہ یہی تھا۔ تو پھر سسلی کو خواہ مخواہ کیوں بیچ میں گھسیٹا جائے۔"

لارڈ وار برٹن خاموش بیٹھے شعلوں کو تکتے رہے پھر بولے ۔"ایک بات بتاؤ یار۔ انگلستان سے روانہ ہوتے وقت تم نے واقعی سسلی کے ارادے سے سفر شروع کیا تھا؟"

"تم بھی ایک بات بتلا دو ۔ بھائی۔ محض جذبۂ رفاقت تمھیں میرے ہمراہ یہاں کھینچ کر لایا ہے؟"

"جانے تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ میں تو بہر طور سیاحت کے لیے ادھر آنا چاہتا تھا۔"

"مجھے ایسا نظر آرہا ہے کہ ہم دونوں چپکے چپکے ایک دوسرے کو دھوکے میں رکھنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔"

"تم اپنی کہو۔ میں تو کچھ عرصے کے لیے روم آنے ہی والا تھا۔ یعنی کہ۔۔"

"ہاں۔ خوب یاد آیا۔ تم نے کہا تو تھا کہ تمھیں اٹلی کے وزیر امور خارجہ سے ملاقات کرنا ہے۔"

"تین بار اس سے بھی مل چکا ہوں۔ بہت مزیدار آدمی ہے بچارہ۔"

"لیکن یہاں آنے کا مقصد شاید تم بھول گئے۔"

"شاید" لارڈ وار برٹن نے متانت سے جواب دیا۔

"غالباً تم بھول ہی گئے کہ کاہے کے لیے یہاں آئے تھے" رالف نے کہا

"غالباً"

یہ دونوں لندن سے روم تک راستے بھر یہی تجاہلِ عارفانہ برتتے آرہے تھے۔

"میں تو یہی کہوں گا اپنے ڈاکٹر کی رائے لے لو۔" لارڈ وار برٹن نے ذرا بے ربطی سے بات شروع کی۔

"جہنم میں گئی ڈاکٹر کی رائے"

"اور مسز اوسمنڈ کا کیا خیال ہے؟"

"وہ بھی یہی فرمائیں گی کہ روم میں جاڑا پڑتا ہے۔ ان سے یہ بھی بعید نہیں کہ میرے ساتھ کاتانیہ تک چلنے کے لیے تیار ہو جائیں"

"میں تمھاری جگہ ہوں تو اس تجویز کو پسند کروں"

"ان کے شوہر اس تجویز کو پسند نہیں کریں گے"

"میں سمجھتا ہوں تمھیں ان کے شوہر کی ایسی لمبی چوڑی پروا نہیں ہے"

"میں ان دونوں کے درمیان زیادہ فضیحتا نہیں کروانا چاہتا"

"فضیحتا پہلے سے بھی ہے؟"

"حالات تو ایسے ہی ہیں۔ اِزابل کا میرے ساتھ چلنا جلتے کو آگ دکھانے کے مصداق ہوگا"

ظاہر ہے۔ لیکن تمھارے یہاں ٹھہرنے پر بھی صاحب بہادر کچھ کم جز بز نہ ہوں گے جھگڑا بہر صورت ہونے والا ہے۔"

"یہی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پچھلی بار میں روم میں تھا جب بھی انھوں نے دنگا کیا تھا۔ اسی لیے میں یہاں سے کھسک گیا تھا۔ لیکن اب مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرا فرض

---

۵۷ سسلی کے مشرقی ساحل کا ایک شہر

ہے کہ یہیں رہ کر آزابل کا بچاؤ کروں۔"

"میرے دوست ــ تم اور آزابل کا بچاؤ!!" لارڈ وار برٹن مسکرائے لیکن رالف کا چہرہ دیکھ کر رک گئے۔ "تمھارا فرض ــ یہ بھی ایک غور طلب مسئلہ ہے!!"

"میں بہت کمزور انسان ہوں۔ لاچار۔ اور اپاہج۔ اور ممکن ہے گلبرٹ آوسمنڈ مجھے اپنا ہدف ملامت بنانے کے لائق ہی نہ سمجھے۔ بہر حال ذرا دیکھوں تو سہی۔"

"تماشے کے شوق میں اپنی صحت اچھی طرح برباد کر ڈالو۔"

"مجھے اپنی صحت کی نہیں مسز آوسمنڈ کی فکر ہے۔"

"مجھے بھی ان کی طرف سے تردد ہے۔ لیکن پہلا جیسا نہیں۔" لارڈ واربرٹن نے پہلی مرتبہ اصل موضوع کی طرف اشارہ کیا۔

"تم سمجھتے ہو آزابل بہت خوش ہے؟" رالف نے ذرا ہمت کر کے پوچھا۔

"پتا نہیں۔ میں نے کبھی اس کے متعلق سوچا بھی نہیں۔ کل رات تو مجھ سے کہتی تھیں کہ بے حد خوش ہیں ــ"

"تم سے کہتی تھیں ــ بہت خوب!" رالف بھی مسکرایا۔

"جانے کیوں۔ حالانکہ میں اس قسم کا آدمی ہوں کہ وہ مجھے اپنا دکھ سکھ سنا سکتی تھیں۔ شکایت بھی کر سکتی تھیں۔"

"شکایت؟ ہرگز نہیں۔ جو کچھ وہ کر چکی ہے اس کے متعلق اب ایک لفظ بھی کسی سے نہ کہے گی۔ کم از کم تم سے تو کسی حالت میں نہیں وہ اس معاملے میں بے حد محتاط ہے ــ"

"کیوں؟ میں اب اس سے اظہارِ عشق تو کرنے سے رہا۔"

"بہت خوب۔ چلو تمھیں تو اپنے فرض کے متعلق کوئی شبہ نہیں۔"

"بالکل نہیں۔"

"میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ چونکہ جناب اب آزابل سے محبت کی پینگیں نہیں بڑھا سکتے اس لیے ان کی بیٹی کے ساتھ غیر معمولی اخلاق سے پیش آ رہے ہیں؟"

لارڈ وار برٹن دفعتاً چونک اٹھے۔ آگ کے سامنے کھڑے ہو کر انھوں نے پوچھا "تمھیں یہ بات بڑی مضحکہ خیز لگتی ہے؟"

"نہیں تو۔ اگر سچ مچ اسے پسند کرتے ہو تو اس میں مسخرے پن کی کوئی بات نہیں۔"

"بڑی پیاری بچی ہے۔ اس عمر کی کوئی لڑکی مجھے آج تک اتنی نہیں بھائی۔"

"درست۔ اور یہ بچی جو ہے بڑی پر خلوص بھی معلوم ہوتی ہے۔"

"اور ظاہر ہے کہ ہماری عمروں میں بڑا فرق ہے۔ لگ بھگ بیس سال کا۔"

"بھائی وار برٹن ــــ" رالف نے کہا "کیا تم سنجیدہ ہو؟"

"قطعی ــ"

رالف کی پیشانی پر بل پڑ گئے "خدا رحم کرے۔ اوسمنڈ کی تو چاندی ہو گئی۔ پانچوں گھی میں سر کڑھائی میں ــ وغیرہ ــ"

"کیا بکتے ہو۔ میں اوسمنڈ کو خوش کرنے کے لیے اس کی لونڈیا سے شادی نہیں کر رہا۔"

"بہر حال۔ اسے باغ باغ ہونے سے کون روک سکتا ہے۔"

"اوسمنڈ کو مجھ سے اتنا عشق نہیں۔"

"ہاں! لاٹ صاحب ــــ تمھارے ساتھ مصیبت تو یہی ہے کہ لوگ تمھیں پسند کریں نہ کریں تمھارے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کے شدت سے خواہشمند ہوتے ہیں۔"

لارڈ وار برٹن انگیٹھی کے شعلوں کو دیکھتے رہے۔

"وہ خوش ہو گی؟" کچھ دیر بعد انھوں نے سوال کیا۔

"لونڈیا ــ؟ یقیناً لوٹ پوٹ ہو جائے گی بالکل۔"

"وہ نہیں ــ آزابل۔"

رالف نے انھیں ایک لحظے کے لیے تاکا "اسے اس قصے سے کیا سروکار؟"

"ہو سکتا ہے۔ اسے پنزی سے بہت انس ہے۔"

"ہے تو سہی" رالف آہستہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ بھی ایک غور طلب مسئلہ ہے ــــ پنزی سے یہ انسیت کس حد تک آزابل کا

ساتھ دے گی۔" وہ ابرو پر بل ڈالے جیبوں میں ہاتھ دیئے کھڑا رہا۔ "خدا کرے تم — اس معاملے میں واقعی سنجیدہ ہو — لاحول ولا — سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کہوں۔"

"کہہ ڈالو — برجستہ الفاظ کا تمھارے پاس ہمیشہ بڑا عمدہ خزانہ موجود رہتا ہے۔"

"یہ بڑی عجیب سی بات ہے — لیکن — کہیں ایسا تو نہیں کہ اس مس آڈسمنڈ کی جملہ خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس رشتے کی وجہ سے تم ان کی سوتیلی ماں کے زیادہ قریب ہو جاؤ گے؟"

"خداوندا — تو تثلیث —" لارڈ وار برٹن نے جھنجھلا کر کہا۔ "تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے — ایں — ؟؟"

(۴۰)

شادی کے بعد آزابل کی مادام مرل سے بھی بہت کم ملاقات ہوئی تھی۔ مادام روم سے عموماً غائب رہتیں۔ ایک مرتبہ انگلستان میں چھ مہینے گزار کر آئیں۔ دوسری بار پیرس میں سردیاں بسر کیں۔ مختلف دوستوں کے یہاں مہمان رہنے کے لیے دور دور کے ملکوں میں گھومتی رہیں۔ ظاہر یہی ہوا کہ اب روم میں وہ رہنا نہیں چاہتیں۔ بے تکلفی بڑھنے کے بعد سے آزابل کی نظروں میں وہ ایک آسمانی ہستی تو نہیں رہی تھیں لیکن آزابل اب بھی ان کی بہت سی خوبیوں کی مداح تھی۔ یہ عورت سوسائٹی کے میدانِ جنگ کے لیے کس قدر مکمل طور پر کیل کانٹے سے لیس تھی۔ ان کے ہتھیار کبھی اوچھے نہ پڑتے۔ وہ آزمودہ کار سپاہیوں کی طرح لڑتیں۔ کبھی پژمردہ یا بیزار نظر نہ آتیں۔ کبھی یہ نہ معلوم ہونے پاتا کہ انھیں آرام یا دلاسے کی ضرورت ہے۔ انھیں زندگی بسر کرنے کا اصل گُر معلوم تھا۔ آزابل جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، کبھی کبھی زندگی سے عاجز آجاتی کبھی سوچتی آخر وہ زندہ کاہے کے لیے ہے۔ اس عمیق اندھیرے میں اس کا کیا مصرف ہے۔ وہ جو ایک زمانے میں بجلی کی طرح کوندتی اور لپکتی تھی، اب منہ ٹکا کر سوچتی کاش میں بھی مادام کی ایسی خلق اور سمجھ سے کام لے سکتی۔

لیکن اس بار جاڑوں میں جب مادام روم آئیں تو ازابل کا مطلق جی نہ چاہا کہ ان سے جینے کا گر سیکھے۔ اپنے دکھ اس نے اپنے دل ہی میں مقید رکھے۔ مادام اب اس کے زخموں پر پھاہا نہ رکھ سکتی تھیں لیکن مادام اپنی خفت مٹانے کے لیے دوسروں کے سامنے سپر کبھی نہیں ڈالتیں یہی اسے بھی کرنا چاہیے۔ دوبارہ ملنے پر ازابل نے دیکھا کہ مادام بدل چکی ہیں بہت بے واسطہ سی نظر آتی ہیں۔ رالف نے ایک بار کہا تھا کہ مادام کو مبالغہ بہت پسند ہے۔ اب ازابل نے دیکھا کہ اوسمنڈ خاندان سے بے تعلق رہنے کے انداز میں بھی وہ حد سے تجاوز کر گئی تھیں۔ مادام کو بہت شدت سے یہ احساس تھا کہ اب ازابل ایک شادی شدہ عورت ہے اور گو وہ خود اوسمنڈ اور پینزی سے بہت پہلے سے واقف تھیں لیکن اب ان کے گھریلو جلسے میں شامل نہیں۔ وہ ان لوگوں کے نجی معاملات میں دخل دینے سے مکمل احتراز کرتیں۔ بڑی صاف گو انسان تھیں۔ چنانچہ انھوں نے ازابل سے خود کہا "میں محتاط رہنا چاہتی ہوں۔ میں تمھارے میاں کو بہت پہلے سے جانتی ہوں۔ اگر تم احمق قسم کی عورت ہوتیں تو مجھ سے اسی بنا پر جلنے لگتیں لیکن تم ایسی نہیں ہو۔ نہ میں اتنی بیوقوف ہوں کہ کسی جھگڑے کی لپیٹ میں آجاؤں۔ رائی کا پہاڑ بڑی آسانی سے بن سکتا ہے۔ مجھے تمھارے میاں سے عاشقی کرنا ہوتی تو اس کے لیے پچھلے دس سال کا عرصہ بہت کافی تھا۔ اور مجھے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ پھر بھی اگر زیادہ بے تکلفی تم لوگوں سے برتوں تو تم یہی سوچو گی کہ میں اپنے آپ کو بھول رہی ہوں۔ اور میں اپنے آپ کو بھولتی کبھی نہیں۔ اگر اس کے باوجود بھی تم مجھ سے جلنے لگو تو یہ جان لو کہ تمھارے میاں کا کوئی قصور نہیں تھا ممکن ہے میری ہی غلطی رہی ہو۔"

تین سال تک ازابل کو اس نظریے پر غور کرنے کی فرصت رہی کہ اس کی شادی مادام نے کروائی تھی۔ ازابل اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ ممکن ہے گلبرٹ اوسمنڈ کی شادی مادام مرل نے کروائی ہو لیکن اس کی اپنی شادی کے پیچھے بہت سی عجیب و غریب پراسرار طاقتیں کارفرما تھیں۔ اسے معلوم نہ تھا اصل وجہ کیا تھی ۔۔ فطرت، قدرت، خدا کی مصلحت، قسمت، زندگی کا ازلی ابدی اسرار، مسز ٹوشیٹ کے خیال میں مادام نے دو غلہ پن کیا تھا۔ لیکن ازابل کے نزدیک مادام مجرم نہ تھیں۔ پھر بھی شادی کے بعد اس نے دیکھا کہ اوسمنڈ مادام کا

تذکرہ نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیشہ پہلو بچاتے ہیں۔

"تمہیں، مادام اچھی نہیں لگتیں ــ" آزابل نے ایک دفعہ ان سے پوچھا تھا" وہ تو تمہارے بہت گُن گاتی ہیں۔"

"میں تمہیں پہلی اور آخری بار یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں مادام سے عاجز آچکا ہوں۔ ایک زمانے میں وہ مجھے اب سے بہتر لگتی تھیں لیکن اب تو مجھے ان کا نام لیتے بھی شرم آتی ہے۔ وہ اس قدر حد سے زیادہ عمدہ ہیں کہ میرا دم گھبرا جاتا ہے۔ شکر ہے کہ اٹلی سے چلی گئیں۔ میں ان کا ذکر نہیں سننا چاہتا۔ ان سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ وہ زندگی بھر یونہی میرے سر پر مسلط رہیں گی۔"

اور واقعی مادام پھر آن پہنچی تھیں۔ آزابل سوچتی اگر سچ مچ مادام ہی نے اس کی شادی کروائی تھی تو بہت برا کیا تھا۔ لیکن اپنی تکلیفیں میں خود سہوں گی کسی دوسرے کو اپنی کم نصیبی کا ذمہ دار کیوں ٹھہراؤں؟ جب مادام نے یہ سب اس سے کہا آزابل کے دماغ میں کوئی ایک بات بھی واضح نہ تھی۔ پچھتاوے تھے۔ اور مستقبل کا لرزہ خیز خوف، وہ بڑی بے بسی کے عالم مادام کو دیکھا کی۔ کاش وہ اس عورت کے لیے کسی قسم کی جلن ڈاہ ہی محسوس کرسکتی۔ جذبۂ رقابت بھی تو مسرت کی ایک علامت ہے۔ پر اب مادام کو اپنی مایوسیوں کے لیے خطاوار ٹھہرانا بڑا گھٹیا پن تھا۔ اس نے تو جان بوجھ کر، آنکھیں کھول کر اس شخص کو اپنایا تھا۔

رالف کو روم آئے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ آزابل پنزی کے ساتھ ہوا خوری کر کے گھر واپس آئی۔ وہ محض انصاف پرستی کی بنا پر اس لڑکی سے محبت نہیں کرتی تھی۔ اسے ہر پاکیزہ، الم رسیدہ چیز پر پیار آتا تھا۔ پنزی کے وجود کے دھیمے پن کا احساس اسے بہت آرام دہ لگتا۔ پنزی کو اپنی سوتیلی ماں پر بے اندازہ بھروسا تھا اور عقیدت۔ آزابل جانتی تھی کہ پنزی کے لیے اس کا جذبۂ ہمدردی گویا غیب کی طرف سے ایک تنبیہ تھی۔ ایک موقع۔ کاہے کے لیے ـــ اسے خود معلوم نہ تھا۔ آزابل ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھتی۔ دونوں ماں بیٹیوں کو اکٹھا دیکھ کر ایسا لگتا گویا ایک ہی گلدستے کی دو کلیاں ہیں۔ پنزی اب آزابل کے ساتھ رقص کی محفلوں اور ضیافتوں میں جاتی۔ بہت جلد اس نے دو مردوں کے دلوں

کی تسخیر شروع کر دی۔ وہ پریوں کی طرح ناچتی، مجلسی زندگی کی یکسانیت اسے کبھی نہ کھلی رقص گاہوں کی گرم فضا، دعوتوں کی اکتاہٹ۔ دروازوں میں سے باہر نکلتے وقت کا ہجوم۔ گاڑیوں کا انتظار۔ یہ سب باتیں ہنری کو بری نہ لگتیں۔ اس وقت بھی وہ آزابل کے ساتھ بگھی میں ذرا آگے کو جھکی ہوئی اس طرح مسکرا رہی تھی گویا زندگی میں پہلی بار ہوا خوری کے لیے نکلی ہے۔

اس روز یہ دونوں شہر پناہ کے باہر پہنچ کر گاڑی سے اتریں اور سبزے پر ٹہلنے لگیں۔ جاڑوں کے باوجود گھاس پر جا بجا سفید پھول کھلے تھے۔ آزابل نے بہت سی کلیاں چنیں اور گھر واپس پہنچ کر انھیں ایک گلدان میں سجا دیا۔ وہ ایوانِ نشست کی طرف جانے لگی اور دفعتاً اسے احساس ہوا کہ کوئی اور بھی اس کمرے میں موجود ہے۔ وہ ٹھٹک گئی۔ اس نے دیکھا کہ اوسمنڈ اور مادام مرل آہستہ آہستہ باتوں میں مصروف ہیں ان کے انداز سے عجیب طرح کی یگانگی اور رفاقت ٹپک رہی تھی۔ مادام آگ سے ذرا ہٹ کر قالین کے پاس کھڑی تھیں۔ اوسمنڈ اپنی آرام کرسی پر نیم دراز انھیں تک رہے تھے۔ آزابل نے فوراً اس واقعیت کو محسوس کیا۔ مادام کھڑی تھیں اور اس کا شوہر کرسی پر بیٹھا تھا۔ دونوں اس طرح وہاں موجود تھے جیسے دو پرانے دوست اکثر باتیں کرتے کرتے خاموش ہو جاتے ہیں۔ انھیں الفاظ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ بھی کوئی نئی بات نہ تھی۔ آزابل کو معلوم تھا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو مدتوں سے جانتے ہیں۔ پھر بھی یہ منظر شعلے کی لپک کی طرح اس کے ذہن میں کوند کر رہ گیا۔ مادام اسے دیکھ کر سکون سے مسکرائیں لیکن گلبرٹ اوسمنڈ بری طرح ہڑبڑا گئے۔ "میں ذرا ٹہل آؤں" انھوں نے کہا اور باہر چلے گئے۔

"میں تم سے ملنے آئی تھی۔ تمھارے انتظار میں رک گئی۔" مادام نے کہا

"گلبرٹ نے آپ سے بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا۔" آزابل نے خفیف سے تبسم کے ساتھ دریافت کیا۔

مادام نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ "میں بس جانے ہی والی تھی۔"

"اب تو تشریف رکھیے۔"

"ہاں۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔"

"میں نے تو پہلے ہی سوچا تھا کہ کوئی بہت ہی غیر معمولی بات ہو تب آپ قدم رنجہ فرماتی ہیں۔"

"خیر۔ میں اپنی حد تک تو ہمیشہ تم سے محبت کرتی رہوں گی۔"

"یہ بھی آپ مجھے بتلا چکی ہیں۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو گویا میرا یقین نہیں کرتیں۔"

"آپ کی محبت کی گہرائی پر کون کافر شک کر سکتا ہے۔"

"تمھیں میرے خلوص تک کا اعتبار نہیں۔"

"آپ کی مہربانیوں کی میں ہمیشہ سے ممنون ہوں۔"

"اس وقت ایک ضروری بات کی خاطر آئی تھی۔ تمھارے میاں سے اسی کا ذکر کر رہی تھی۔ میں ایک زبردست مشکل میں گرفتار ہوں۔"

"تعجب — میرے میاں کو مشکلات سے کوئی لگاؤ نہیں۔ ان سے بات کرنا لاحاصل نہیں تھا؟"

"بہرحال۔ یہ مسٹر روزیر کا قصّہ ہے۔"

"مسٹر روزیر کے قصّے سے آپ کو کیا دلچسپی ہے؟"

"ہفتے میں دس دس بار آکر اپنی رودادِ غم مجھے سناتا ہے۔ میں کیا کروں۔"

"میں جانتی ہوں۔ روزیر صاحب پنزی سے بیاہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"تمھارے میاں کی باتوں سے مجھے اندازہ ہوا تھا کہ غالباً تم کو اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔"

"انھیں کیسے معلوم؛ انھوں نے آج تک مجھ سے اس معاملے پر گفتگو نہیں کی۔"

"شاید ان کی سمجھ میں نہ آتا ہوگا کہ تم سے اس کے متعلق بات کس طرح چھیڑیں۔"

"ایسے نادان نہیں ہیں کہ بیٹی کے رشتوں کے سلسلے میں ان کے ہاتھ پاؤں پھول

جائیں۔"

"بہرحال۔ اس وقت گلبرٹ کافی پریشان ہیں"

"آپ نے ان کی پریشانی دُور نہیں کی؟"

"تم بہت اُکھڑی اُکھڑی باتیں کر رہی ہو"

"مسٹر روزیر مجھ سے بات کر چکے ہیں۔"

"ان کو تم پر بڑا مان ہے۔ اور تم بھی بچی سے اتنا پیار کرتی ہو۔"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی"

"یہ غلط ہے۔ جانے کیوں روزیر کا خیال ہے کہ میرے اور پنزی کے درمیان کوئی بڑا پراسرار سمبندھ ہے۔ وہ بھاگا بھاگا میرے پاس ہی آتا ہے"

"پنزی کو وہ دیوانہ وار چاہتا ہے اور پنزی بھی اس سے بیگانہ نہیں"

"پنزی بیحد دلکش لڑکی ہے" مادام نے کہا۔

"ہے تو۔ لیکن اس کی دماغی صلاحیتیں بہت محدود ہیں"

"مسٹر روزیر کی دماغی صلاحیتیں بھی غیر محدود نہیں"

"ہاں۔ روزیر صاحب کے ذہن کی وسعت ایک چھوٹے سے جھالردار ریشمیں رومال سے زیادہ نہیں ہے" ازابل کے مزاج میں اب طنز کا رنگ غالب آ چکا تھا۔ گو اس وقت اسے پنزی جیسی معصوم اور بے ضرر ہستی کے خواستگار کے لیے ایسی جلی کٹی باتیں کرتے خود افسوس ہوا۔

"پنزی اسے بہرطور بہت پسند کرتی ہے۔ تم نے کبھی اس کے دل کا حال جاننے کی کوشش نہیں کی"

"یہ میرے بجائے اس کے باپ کا کام ہے"

"توبہ ہے! تم سے تو سیدھی بات کرنا بھی مشکل ہے۔ جھاڑ کا کانٹا بنی جاتی ہو!" مادام نے مسکرا کر کہا۔

"یعنی۔؟"

"تمہیں ناراض کر دینا بے حد آسان ہے۔ خیر میں تم سے بھی کہے دیتی ہوں جیسے میں نے ابھی ابھی آوسمنڈ سے کہا ہے میں ہنری اور روزیر کے قصے کی طرف سے ہاتھ دھوتی ہوں۔ میں لڑکی سے بھی اس کے بارے میں کوئی بات نہ کروں گی۔ روزیر کوئی بہت مثالی قسم کے بر تو ہیں نہیں۔"

"ہاتھ تو آپ ہرگز نہیں دھو سکتیں۔" آزابل نے تبسّم کے ساتھ کہا۔ "آپ کو اس معاملے سے بے حد دلچسپی ہے۔"

مادام آہستہ سے اٹھیں۔ "روزیر سے تم خود پوچھ دیکھنا۔"

"روزیر اب یہاں نہیں آتے۔ گلبرٹ نے اس کی مناہی کر دی ہے۔"

"ہاں یہ بھی اس نے مجھے بتایا تھا کہ آوسمنڈ نے اس کی سخت بے عزتی کی۔ لیکن یہ اوسمنڈ کا محض خیال ہی ہے کہ وہ روزیر سے متنفر ہیں۔ اصلیت یہ نہیں۔"

"روزیر کو آپ نے یہ بتایا؟ بہت خوش ہوا ہو گا۔"

"ہاں ظاہر ہے میں نے اسے یہ بھی بتا دیا ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ ذرا چپکا بیٹھا رہے تو ممکن ہے کہ ہر مراد اسی کو حاصل ہو۔ مگر بدقسمتی سے اب اس نے حسد بھی شروع کر دیا ہے۔ اب وہ لارڈ وار برٹن کو اپنا رقیب سمجھتا ہے۔"

آزابل آتشدان کے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اور خاموشی سے اس میں اپنا عکس دیکھتی رہی۔

"روزیر غریب سمجھتا ہے کہ لارڈ وار برٹن کا ہنری پر فریفتہ ہو جانا ناممکنات میں سے نہیں۔ یہی تمہارے میاں کا بھی خیال ہے۔ اور بہر حال، تم نے خود بھی اس کا اندازہ لگا لیا ہو گا۔ تمہاری ان سے پرانی دوستی ہے۔"

"میں آپ کو یہ اطلاع دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی کہ لارڈ وار برٹن مجھے بتا چکے ہیں۔"

"کیا ـــــ کیا ـــــ"

"انھیں ہنری بہت پسند ہے۔"

"اور تم نے آوسمنڈ سے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔" مادام نے بڑی بے تابی سے

اُچھل کر پوچھا۔ پھر دفعتاً انھیں اپنے لہجے کی اضطرابی کیفیت کا احساس ہو گیا۔

"لارڈ وار برٹن بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔ اپنا مدعا آوسمنڈ کو خود نہیں بتا سکتے؟"

مادام نے اپنی آواز پر قابو پانے کے بعد ذرا بے تعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"روزیر کے مقابلے میں لارڈ وار برٹن تو کہیں بہتر رہیں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"لارڈ وار برٹن کی بڑی نوازش ہے ۔۔ کہ ۔۔"

"کیسی نوازش؟"

"۔۔ اتنا بڑا آدمی اور ایک معمولی سی لڑکی کو ۔۔"

"پنزی سے زیادہ دلکش لڑکی انھوں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

"میرا خیال تھا تم پنزی کو بہت معمولی سمجھتی ہو۔"

"لارڈ وار برٹن بھی غیر معمولی نہیں ۔۔"

"یوں تو ہم میں سے کوئی بھی آسمان سے نہیں اترا۔ لیکن پنزی کے لیے یہ رشتہ کس قدر شاندار رہے گا۔ اتنے بڑے آدمی کی بیوی ۔۔۔ اُوہ ۔۔ کہاں لارڈ وار برٹن کہاں وہ چھوکرا روزیر۔"

"روزیر نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔"

"سچ کہتی ہو۔ لو بس اب آج سے روزیر میرے گھر کی دہلیز میں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

مادام اپنا لبادہ سنبھال کر دروازے کی طرف مڑیں۔

"پھر بھی روزیر کے ساتھ زیادہ سختی نہ برتیے گا۔" آزابل نے درخواست کی۔

"تمھاری باتوں کا یہ تضاد میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اب اسے جھوٹی تسلیاں کیوں دوں۔ میں تو اب پنزی کو لیڈی وار برٹن بنتے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"لارڈ وار برٹن نے ابھی پیغام کہاں دیا ہے۔ ایک لفظ اس سلسلے میں انھوں نے پنزی سے نہیں کہا۔"

"اگر تم چاہو تو ان سے یہ بھی کہلوا سکتی ہو۔۔"

"اگر میں چاہوں —؟"

"اور کیا نہیں —، تمھارا ان پر بہت اثر ہے۔ وہ بالکل تمھارے بس میں ہیں۔"

"آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا؟" آزابل نے ابرو پر بل ڈال کر دریافت کیا۔

"مسز نوشت مجھے سب بتلا چکی ہیں۔"

"میری خالہ آپ کے لیے بہت عمدہ مُخبر ثابت ہوئیں۔"

"تم نے لارڈ وار برٹن سے شادی نہیں کی یہ بہت اچھا کیا۔ مگر اب کسی اور کی شادی تو ان سے کروا سکتی ہو۔"

"پنزی سے ان کا بیاہ ہو جائے تو مجھے بہت مسرت ہو گی۔" آزابل نے رسان سے کہا۔

یہ سن کر مادام کی باچھیں کھل گئیں۔ آزابل کو گلے لگا کر خدا حافظ کہنے کے بعد وہ خوش خوش وہاں سے رخصت ہوئیں۔

(۴۱)

اس شام، پہلی بار اوسمنڈ نے یہ تذکرہ چھیڑا۔ آزابل نشست گاہ میں تنہا بیٹھی تھی پنزی سونے کے لیے اوپر جا چکی تھی۔ اوسمنڈ اب تک اپنے "دارالمطالعے" میں تھے۔ دس بجے کے قریب لارڈ وار برٹن آئے۔ انھیں معلوم تھا کہ آزابل اس وقت گھر پر موجود ہو گی لیکن انھیں کہیں اور جانا تھا لہٰذا آدھ گھنٹے بعد وہ بھی چلے گئے۔ آزابل نے ان سے رالف کی حالت دریافت کی۔ لیکن جان بوجھ کر زیادہ باتیں نہیں کیں۔ وہ چاہتی تھی کہ لارڈ وار برٹن پنزی کی طرف مخاطب رہیں۔ کچھ دیر وہ کتاب پڑھنے میں مصروف رہی۔ پھر پیانو پر جا بیٹھی۔ اس رشتے کا تصور اسے بہت بھایا تھا۔ وہ خود بیحد دُکھی تھی لیکن چاہتی تھی کہ اپنے شوہر کو ہر ممکن طریقے سے خوش رکھے۔ اوسمنڈ ایک عظیم المرتبت برطانوی نواب کا خسر بن کر کس قدر بے انتہا مسرور ہو گا۔ یہ ظاہر تھا۔ ایک وفا شعار بیوی کی حیثیت سے آزابل کا فرض تھا کہ اپنے شوہر کی یہ خواہش بھی پوری کرے۔ علاوہ ازیں اس نسبت کے لیے کوشش کرنا وغیرہ بھی ایک دلچسپ مشغلہ رہے گا۔ دوسرے یہ کہ لارڈ

وار برٹن کے ساتھ اس نے جو بدسلوکی کی تھی اس کی تلافی بھی ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ حضرت سچ مچ اس لڑکی پر لٹو ہو چکے تھے۔ پنزی بہت سوں کو موہ سکتی تھی لیکن لارڈ وار برٹن کو اپنا گرویدہ کر لینا تو واقعی کمال تھا۔ وہ اتنی چھوٹی سی، دبلی پتلی، ننھی، غیر اہم مصنوعی گڑیا ایسی معلوم ہوتی۔ اور لارڈ وار برٹن کو چینی کی گڑیوں کی تلاش کبھی بھی نہیں رہی بہر کیف مردوں کی بھلی چلائی۔ ان کا کیا ٹھکانا۔ وہ جو کسی نے کہا ہے کہ دل کے آنے کے ڈھنگ نرالے ہیں۔ یا کیا۔ نجانے یہ لوگ کاہے کے متلاشی ہوتے ہیں اور کیا پا کر مگن ہو جاتے ہیں؛ جو چیز جہاں نظر آئی اسی پر مر مٹے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جسے پیا چاہے وہی سہاگن۔ اس معاملے میں سارے کتابی نظریے بیکار ہیں۔ ساری منطق، ساری تاویلیں مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہیں۔ اگر لارڈ وار برٹن واقعی آزابل سے محبت کر چکے تھے تو اب یہ کتنی عجیب بات تھی وہ پنزی کو چاہ رہے تھے۔ اور پنزی اور آزابل میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ لیکن غالباً یہ بھی ان کا وہم ہی رہا ہوگا کہ انھیں آزابل سے عشق تھا۔ درحقیقت یہ عشق وشق کچھ نہ تھا۔ اور اگر تھا تو اب اسے فراموش کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے اور اپنا غم بھلانے کے لیے ایک بالکل دوسری قسم کی لڑکی کا سہارا ڈھونڈ رہے تھے۔ یہ سب سوچ کر اسے دفعتاً بڑی عجیب طرح کی مسرت کا احساس ہوا۔ یہ کتنی حیرت کی بات تھی کہ وہ اب بھی اپنے لیبس میاں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خواہاں تھی۔ پر افسوس کہ یہ مسٹر روزیر بیچ میں آن کودے —

آزابل کو یقین تھا کہ بدقسمتی سے پنزی بھی روزیر کی طرف مائل ہے۔ سچ مچ روزیر کا لارڈ وار برٹن سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ اور پنزی ایک نواب بیگم کے روپ میں کتنی سجے گی!!

پنزی زیادہ مخالفت نہ کرے گی۔ یہ درست تھا کہ وہ روزیر کی دلدادہ تھی لیکن آزابل کو بتا چکی تھی کہ لارڈ وار برٹن بھی بڑی مزیدار باتیں کرتے ہیں۔ انھوں نے اسے ہندوستان کے متعلق آنا بہت کچھ بتلایا ہے۔ آزابل نے بھی یہ دیکھا تھا کہ لارڈ وار برٹن مشفقانہ اور سرپرستانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے پنزی سے اس طرح باتیں کرتے گویا وہ ان کی گفتگو بڑی آسانی سے سمجھ سکتی ہے۔ آزابل کو یاد آیا — انھوں نے "گارڈن کورٹ" میں بھی ایک اتنی چھوکری کے ساتھ اسی لطف و کرم کا اظہار کیا تھا۔ وہ بھی پنزی کی طرح ان کی باتوں سے متاثر ہوتی

تھی۔ گو اگر وہ پنزی کی طرح سادہ لوح رہی ہوتی تو اس پر بھی ان کا اتنا ہی گہرا اثر ہوتا جتنا اس دوسری لڑکی پر ہو رہا تھا لیکن آزابل سادہ لوح نہ تھی۔ اور اس نے جتنی ذہنی الجھنوں کے ساتھ لارڈ وار برٹن کو رد کیا تھا انہی الجھنوں کے ساتھ اوسمنڈ کو قبول بھی کر لیا تھا۔ پنزی، بھولی بھالی، لارڈ وار برٹن کی باتوں کو دھیان سے سنتی اور سمجھتی بھی جاتی — وہ اس سے چاندنی راتوں اور رقص گاہوں کی باتیں نہ کرتے تھے۔ انھوں نے اٹلی کی سیاست، کسانوں کے حالِ زار، مالگذاری کے مسائل، روم کے اونچے طبقے کے متعلق اپنے تاثرات کا اس سے ذکر کیا۔ وہ کشیدہ کرتی جاتی اور میٹھی میٹھی شرمائی لجائی نظروں سے انھیں دیکھتی رہتی۔

اس شام بالآخر آزابل نے اس اہم اقدام کا فیصلہ کر لیا — یعنی یہ کہ وہ خود کمرے سے اٹھ کر چلی جائے اور ان دونوں کو تنہائی کا موقع دے — یہی اوسمنڈ کی خواہش تھی اور اسے اپنے شوہر کی مرضی کو پورا کرنا تھا — نوبت بہ اینجا رسید کہ میں اب کٹناپے پر بھی اتر آئی۔ اس نے دفعتاً بڑی کوفت کے ساتھ سوچا۔ عورتوں کو عام طور پر اس طرح کی سازشوں میں بڑا مزا آتا ہے۔ لیکن آزابل دوسری عورتوں سے بہت مختلف تھی۔ اب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ سچ مچ باہر چلی جائے تاکہ لارڈ وار برٹن پنزی کے پاس اکیلے رہ جائیں — اسی ادھیڑبن میں وہ کمرے میں بیٹھی رہ گئی اور لارڈ وار برٹن اٹھ کر چلے گئے۔ انھیں یہاں سے کسی دعوت میں پہنچنا تھا۔ ان کے جانے کے بعد آزابل نے سوچا کہ کمرے سے باہر نہ جاکر اس نے کسی ایسی بات کو وقوع پذیر نہ ہونے دیا جو ممکن ہو سکتی تھی۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ لارڈ وار برٹن اگر خود تخلیہ چاہتے تو اسے اشارۃً بتا سکتے تھے۔ بہرحال، اب تو وہ چلے گئے۔ پنزی کو چاہتے ہیں تو حرف مدعا زبان پر لانے میں تاخیر کیوں کر رہے ہیں۔ پنزی سونے کے لیے جانے لگی تب یکبارگی آزابل کو یہ احساس ہوا کہ وہ پہلی مرتبہ یہ نہیں جان سکتی کہ پنزی اس وقت کیا سوچ رہی ہے۔

وہ آگ کے پاس بیٹھی رہی۔ تب اوسمنڈ اندر آئے۔ اور چپ چاپ بیٹھ کر خود بھی شعلوں کو دیکھنے میں محو ہو گئے۔ آزابل نے اپنے شوہر کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ خاموشی سے، نظر بچا کر چپکے چپکے تکتے رہنا آزابل کی عادت بن چکی تھی۔ یہ بھی شاید اپنے بچاؤ کا ایک حربہ تھا۔

وہ ہمیشہ یہ جاننے کی سعی میں لگی رہتی کہ جانے، اس وقت یہ کیا سوچ رہا ہے۔ تاکہ پہلے سے جواب تیار کرلے۔ اس کے باوجود وقت پر اسے مناسب الفاظ کبھی یاد نہ آتے۔ لیکن خطرے سے خبردار رہنے کی حس اس میں بیدار ہو چکی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے چہرے کی مختلف کیفیتوں کو دیکھ کر ہی فوراً سمجھ جاتی اب خود اس پر کون سی افتاد پڑنے والی ہے۔ یہ وہی چہرہ تھا جس نے فلورنس کے اس مکان میں اپنی نرمی اور جاذبیت کی وجہ سے اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ گو اوسمنڈ ذرا فربہ ہو چکا تھا لیکن اب بھی اتنا ہی خوبرو نظر آتا۔

"لارڈ وار برٹن یہاں آئے تھے ۔۔؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔ آدھ گھنٹے کے لیے۔"

"پنزی سے ملے؟"

"صوفے پر اس کے پاس ہی بیٹھے تھے۔"

"اس سے باتیں کیں؟"

"صرف اسی سے باتیں کیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے وہ کافی مائل ہیں ۔۔ یہی کہا جاتا ہے نا ۔۔"

"میں نہیں جانتی اسے کیا کہا جاتا ہے۔ میں منتظر ہوں کہ تم خود اس سلسلے کے لیے کوئی نام سوچو۔"

"میرے لیے ایسے لحاظ اور مروت کا تم عموماً اظہار نہیں کرتیں۔"

"اس دفعہ میں نے طے کر لیا ہے کہ تمہاری مرضی پر چلوں گی۔ مجھے اکثر اس میں ناکامی ہوئی ہے۔"

اوسمنڈ نے آہستہ سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا ۔۔ "مجھ سے جھگڑنا چاہتی ہو"

"نہیں۔ میں امن کے ساتھ رہنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ میں بھی تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتا۔ میں آسانی سے جھگڑا نہیں کرتا۔"

"اور جب تم مجھے غصہ دلاتے ہو اس وقت کیا ہوتا ہے؟"

"میں کبھی غصہ نہیں دلاتا۔ حالانکہ آسانی سے یہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"خیر" آزابل مسکرائی "میں نے ٹھان لی ہے کہ آئندہ تم سے کبھی خفا نہ ہونگی۔"

"بڑا نیک ارادہ ہے۔ تمہارا مزاج بہت خراب ہے۔"

"ہاں۔ بہت خراب ہے۔" آزابل نے کشیدہ کاری کا اڈا اٹھا لیا جو ہنری میز پر چھوڑ گئی تھی۔

"زیادہ تر اسی وجہ سے میں نے اپنی لڑکی کے معاملے میں تم سے کچھ نہیں کہا۔ مجھے یقین تھا کہ تم مخالفت کرو گی۔ میں نے روزیرہ کو جلتا کر دیا ہے۔"

"تم سمجھتے تھے میں روزیرہ کی حمایت کروں گی؟ تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ میں نے آج تک اس کا ذکر تم سے نہیں کیا۔"

"میں نے کبھی تمھیں اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ ہم دونوں بے حد کم سخن ہو گئے ہیں۔ روزیرہ تمہارا پرانا دوست ہے۔"

"ہاں۔ بہت پرانا دوست ہے۔" اسے روزیرہ کی مطلق پروا نہ تھی لیکن یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ اس کا شوہر اس کے کنوار پنے کے زمانے کے ان معصوم بندھنوں کا مذاق اڑائے۔

"مگر ہنری کے معاملے میں میں نے اسے شہ نہیں دی۔"

"بہت خوب۔ میں اسے کان پکڑ کر باہر نکال چکا ہوں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اب بھی آس میں ہے۔"

"ہوا کرے۔ میری لڑکی کو صرف چپکی بیٹھے رہنے کی ضرورت ہے اور وہ آن کی آن میں لیڈی وار برٹن بن جاتی ہے۔"

"تمہیں اس کی بہت آرزو ہے۔؟" آزابل معلوم کرنا چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ادسمنڈ لارڈ وار برٹن سے رشتہ کرنے کی تمنا میں مرا جا رہا ہے پھر بھی وہ اس کے اپنے منہ سے یہ الفاظ سننا چاہتی تھی۔ کیونکہ ادسمنڈ کا رویہ ہمیشہ یہ رہا تھا گویا دنیا کی بڑی سی بڑی نعمت اس کے نزدیک قابلِ اعتنا نہیں۔ وہ یونہی ایک طرف کو بیٹھا رہے گا اور ہنری کسی شہزادے سے شادی رچائے گی تو اب لارڈ وار برٹن کے لیے اتنا بدحواس کیوں ہوا

جاتا تھا؛ یہ کیسا تضاد تھا!! اوسمنڈ نے چاہا کہ آزابل اس نکتے کو نظر انداز کر کے آگے دوسری باتیں کرے۔ آزابل نے اس وقت گویا اس کی بڑی توہین کی تھی۔ مگر وہ بھی تو بات بے بات آزابل کی عزت اتارتا رہتا تھا۔

اوسمنڈ نے اس جملے کا بڑے وقار سے جواب دیا "ہاں۔ مجھے یہ رشتہ بعد پسند ہے۔ ایک اور بات بھی ہے —— وہ تمھارا پرانا دوست ہے۔ اور وہ بھی اس طرح خاندان میں شامل ہو جائے گا۔ ذرا عجیب سی بات ہے کہ پنزی کے سارے خواستگار تمھارے قدیم شناسا ہیں۔"

"میرے قدیم شناسا مجھ سے ملنے آتے ہیں اور پنزی سے بھی ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اس میں عجیب بات کیا ہے؟ اس رشتے سے میں بھی بہت خوش ہوں گی۔ تم کہتے ہو پنزی کو چپکی بیٹھے رہنے کی ضرورت ہے۔ لیکن روزیر کو کھو دینے پر ممکن ہے وہ چپ نہ رہے۔"

اوسمنڈ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آگ کو دیکھتا رہا، پھر بولا "پنزی کو نواب بیگم بننا خود بہت اچھا لگے گا۔ علاوہ ازیں، وہ دوسروں کی خوشنودی کو مقدم سمجھتی ہے۔"

"مسٹر روزیر کی خوشنودی کو ——"

"نہیں —— میری ——"

"تھوڑی سی میری بھی —— شاید ——"

"ہاں۔ لیکن وہ حکم محض میرا مانے گی۔ اور اس اثنا میں میں چاہتا ہوں کہ لارڈ صاحب کچھ منہ سے پھوٹیں۔"

"وہ مجھ سے کہہ چکے ہیں —— کہ —— پنزی انھیں پسند ہے۔"

"تم نے مجھے کیوں نہ بتایا؟"

"اس کا موقع نہ تھا۔"

"تم نے ان سے روزیر کا تذکرہ بھی کیا ——؟"

"تھوڑا سا۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی ——؟"

"وہ بہتر یہی تھا کہ انھیں صورتِ حال کا علم ہو جائے۔"

"تا کہ ——"

"تاکہ وہ اسی لحاظ سے اگلا قدم اٹھائیں —"

"یعنی روزیر کے لیے راستے سے ہٹ جائیں"

"نہیں —تاکہ موقع و محل کی مناسبت سے اپنا فیصلہ کریں"

"تم نے ان سے یہ تو نہ کہا ہو گا —"

"ذرا صبر سے کام لو — تم انگریزوں کی طبیعت سے واقف نہیں۔ بے حد شرمیلے لوگ ہیں"

"تم سے اظہارِ عشق کرتے وقت تو اس انگریز کے بچے کو بالکل شرم نہ آئی —"

آزابل کو خوف تھا کہ وہ یہی کہے گا۔ وہ ایک کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا "تمہارا اس پر بہت اختیار ہے۔ چاہو تو ہنری کے لیے اسے ڈھرے پر لا سکتی ہو"

"کیوں۔ میں نے ان پر کونسے احسان کیے ہیں جو وہ میرے اختیار میں ہونگے؟"

اس نے کتاب فرش پر پھینک دی اور اٹھ کھڑا ہوا "بہر حال۔ اب معاملہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تم وار برٹن کو آسانی سے قابو میں کر سکتی ہو" کچھ دیر اس نے آزابل کے جواب کا انتظار کیا اور جب وہ کچھ نہ بولی تو کمرے سے باہر چلا گیا۔

۴۲

وہ کچھ نہ بولی کیونکہ اس کا دماغ اس وقت مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس نے کرسی پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ خدمت گار آگ میں ایندھن ڈالنے کے لیے اندر آیا۔ آزابل نے اس سے چند شمعیں لانے کے لیے کہا اور پھر لیٹ گئی۔ تو کیا یہ سچ تھا کہ لارڈ وار برٹن اس کے اختیار میں تھا۔ اس کے کہنے پر چل سکتا تھا۔ ان دونوں کے درمیان اب بھی ایک تعلقِ خاطر موجود تھا۔ یہ سوچ کر اسے بڑا ڈر سا لگا۔ کیا اب بھی لارڈ وار برٹن کے دل میں اس کی چاہت باقی تھی؟ پھر وہ ہنری سے کیوں بیاہ کر رہا تھا۔

بیک وقت دو عورتوں سے محبّت کیسے کر سکتا تھا۔ اور اس کے شوہر نے حکم دیا تھا کہ کسی نہ کسی داؤ پیچ سے وہ اس کی نسبت تیزی سے کرا دے۔ یہ سب کیا گورکھ دھندا تھا اسے یہ سب سوچ کر کراہت سی آئی۔ اس کی روح کی اندھیری وسعتوں میں طرح طرح کے خوف اپنا سر اٹھانے لگے۔ اسے مادام مرل اور اپنے شوہر کی ملاقات کا وہ منظر یاد آیا جو اس نے دوپہر دیکھا تھا۔ ان دونوں میں کون سا پراسرار تعلق تھا۔ اوسمنڈ کے وجود کی کیسی نحوست تھی جس کے ایک لمس نے آزابل کی زندگی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ ان دونوں کے درمیان جو خلیج تھی اس میں کتنا بھیانک اندھیارا تھا۔ ایک اندھی گلی تھی جس میں وہ آگے کی اور بڑھتی جا رہی تھی۔ آگے صرف پاتال کی گہرائی تھی۔ اور تنہائی، اور موت۔ گلبرٹ اوسمنڈ کی شخصیت کی اندھیری پرچھائیں نے ساری دنیا کو تاریک کر دیا تھا۔ اذیت کی یہ کیفیت آزابل کے لیے غیر شعوری نہ تھی۔ اس میں تفکّر کی شدّت تھی۔ اور ہر طرح کے باؤ کے ردِّ عمل کو محسوس کرنے کی اہلیت۔ وہ یہ سوچ کر خوش ہو لیتی کہ سوا اوسمنڈ کے اور کسی کو علم نہیں کہ اس کی ہمّت اب جواب دے رہی ہے۔ اوسمنڈ بھی اس شکست سے بے حد مسرور تھا۔ شادی کے دوسرے برس آزابل کو احساس ہوا کہ حقیقت دفعتاً اس پر روشن ہو گئی ہے سائے بڑھنے شروع ہوئے۔ گویا اوسمنڈ نہایت اطمینان سے ایک ایک کر کے ساری روشنیاں بجھاتا جا رہا تھا۔ ابھی یہ جھٹ پٹے کا سماں تھا۔ جس میں آزابل کو اپنا راستہ دھندلا دھندلا دکھائی دے جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ یہ سائے اس کے دماغ کی اختراع نہ تھے۔ یہ اس کے شوہر کی ذات تھی جس کی تاریکی چاروں طرف منڈلا رہی تھی۔ اس کا شوہر مجرم نہ تھا۔ اس نے کوئی سفلہ پن نہ کیا تھا۔ وہ اسے کسی بات کے لیے موردِ الزام نہ ٹھہراتی تھی۔ اس نے کبھی کسی سختی کا اظہار نہ کیا تھا۔ وہ ظالم نہیں تھا لیکن آزابل صرف اتنا جانتی تھی کہ وہ اس سے بے پناہ نفرت کرتا ہے۔ یہ نفرت ایک ایسا جرم تھا جس کا کوئی تدارک وہ نہ ڈھونڈ سکتی تھی۔ اوسمنڈ یہ جان گیا تھا کہ آزابل اس سے بہت مختلف ہے۔ وہ اسے اپنے سانچے میں نہیں ڈھال سکتا۔ وہ بھی اب زیادہ عرصے تک اپنا نقلی چہرہ نہیں پہن سکتی تھی۔ وہ اس سے خائف نہیں تھی لیے

یہ ڈر نہیں تھا کہ وہ اسے کوئی گزند پہنچائے گا۔ آدسمنڈ بلکہ ہمیشہ یہی کوشش کرتا کہ اسے کسی شکایت کا موقع نہ دے۔ ایسے اہتمام کرتا کہ وہ اس سے الجھتی رہے۔ اپنے آپ کو مجرم ٹھہرائے۔ خود اپنی غلطیاں تسلیم کرے۔ اسے اکثر آدسمنڈ پر ترس آجاتا۔ اس بے چارے نے آزابل کے متعلق شروع میں کیسے دھوکا کھایا جب وہ اس پر اپنی شخصیت کا جادو ڈال رہا تھا وہ خود اپنی ذات کی اہمیت بھول کر کیسی بھیگی بلی بن گئی تھی۔ اس زمانے میں وہ خود تو وہی رہا ہوگا جو آج تھا مگر اس نے اپنے کردار کا صرف ایک رخ آزابل کے سامنے پیش کر دیا تھا اور بس جس طرح چاند کا روشن حصہ نظر آتا ہے اور دوسرا حصہ زمین کی پرچھائیں میں چھپا رہتا ہے۔ اب وہ چاند کو چاروں طرف سے دیکھ چکی تھی۔

وہ اب بھی ایک حد تک اس کے جادو کے زیر اثر تھی۔ جانتی تھی کہ اگر آدسمنڈ چاہے تو بے انتہا پرکشش بن سکتا ہے۔ عشق کے اولین دور میں آدسمنڈ نے اسے بڑی لگن سے سراہا تھا۔ اسے اس لڑکی کا دماغ پسند تھا۔ جس میں تخیلات کی ایک وسیع کائنات آباد تھی۔ اس نے آدسمنڈ کو ایک تنہا، افلاس زدہ، بلند مرتبت انسان کے روپ میں دیکھا تھا۔ اس کی بے چارگی اور بے اثری نے آزابل کے جذبۂ محبت کو ابھارا۔ اس انسان کی بے پناہ عزت کی۔ آدسمنڈ اسے ایک ڈھلمل یقین ملاح کی مانند دکھلائی پڑا جو جوار بھاٹا کے انتظار میں ساحل پر کھڑا ہو لیکن اپنی کشتی کو لہروں کے سپرد کرنے میں پس و پیش کرتا ہو۔ وہ اس کی کشتی کا لنگر اٹھائے گی۔ اس کے لیے بادبان تیار کرے گی۔ اسے چاہے گی۔ اس چاہت میں کیسی ماتمائی تھی۔ آدسمنڈ کے لیے مسرت فراہم کرنا اس نے اپنا فرض جانا۔ اپنی عظیم ذمہ داری۔ اگر اس کے پاس روپیہ نہ ہوتا، آج اس نے سوچا، تو وہ ہرگز یہ سب نہ کرتی۔ کہاں کی کشتی۔ اور کیسا بادبان۔ مسٹر تو تشت اسے اندوہ کے اس سمندر میں دھکیل کر خود آرام سے انگلستان کی ہری بھری گھاس کے نیچے سو رہے ہیں۔ ایک زمانے میں اس نے سوچا تھا کہ کاش وہ اپنی دولت کے اس بوجھ کو کسی اور کے ضمیر پر منتقل کر سکتی۔ اس بوجھ کو اس نے اس انسان کے سپرد کر دیا جو اس قدر باذوق اور ہوشمند تھا۔ یا وہ اس روپے کو کسی ہسپتال کے نام کر سکتی تھی۔ لیکن گلبرٹ آدسمنڈ سے بہتر کوئی اور خیراتی ادارہ اس کی سمجھ میں

اس وقت نہ آیا تھا۔ ایسے اچانک طور پر اتنا بڑا ترکہ حاصل کرنے کے واقعہ میں جو ایک قسم کا بھونڈا پن تھا گلبرٹ کے حوالے کرنے سے اس میں کچھ کمی سی آگئی تھی۔ سات لاکھ روپے کا ترکہ حاصل کرنا کوئی شرمناک بات نہیں۔ لیکن شرم کی بات یہ تھی کہ یہ روپیہ مسٹر ٹوشیت نے اس کے نام چھوڑا تھا۔ اور گلبرٹ اوسمنڈ میں یہ کہنے کی اخلاقی جرأت بھی تو تھی کہ اسے خوشی ہے کہ آزابل دولتمند ہے۔

اس نے اپنے آپ سے ایک سوال کیا۔ اور اس کے رخسار تمتما اٹھے۔ سوال یہ تھا کیا واقعی اس نے اس مفروضہ نظریے کے تحت شادی کر ڈالی تھی کہ اپنے روپے کا کوئی صحیح مصرف تلاش کرے؟ نہیں۔ اس نے فوراً جواب دیا۔ وہ اس انسان کے دل و دماغ کے شدید حسن پر کھیست رہی تھی۔ اس کے ذہن رسا پر عاشق ہوئی تھی۔ اور اب اسی ذہن رسا کا اسے مقابلہ کرنا تھا۔ اوسمنڈ نے ایک مرتبہ اس سے کہا تھا (اور گویا پہلی بار خطرے کی گھنٹی بج اٹھی تھی) کہ تمھارے دماغ میں خیالات کی بھرمار ہے۔ ان سے چھٹکارا حاصل کرو۔ اس نے شادی کیوں کی تھی —؟ اسی لیے کہ اس کا رفیق بھی اس کے خیالات کا شریک ہو سکے۔ اس کے بجائے وہ انھیں جڑ سے اکھاڑ کر کس طرح پھینک سکتی تھی۔ اوسمنڈ کو اس کے عقائد پر اعتراض نہیں تھا بلکہ اس کا پورا کردار اوسمنڈ کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ آزابل کا سوچنے، سمجھنے، فیصلہ کرنے کا انداز۔ اس کی ہر بات — شادی سے پہلے تک اس نے ازابل کے کردار کی اس اہمیت کو دیکھا ہی نہ تھا۔ اور اب جبکہ دروازہ بند ہو چکا تھا اور آزابل اس کے مقابل میں تنہا کھڑی تھی۔ اوسمنڈ کو پہلی بار اندازہ ہوا تھا وہ جم کر دوسروں سے ٹکرا سکتی ہے۔ تعجب ہے کہ اوسمنڈ ازابل سے اور زیادہ متنفر کیوں نہیں ہوا۔ زندگی کے متعلق جو رویہ آزابل کا تھا اسی سے اوسمنڈ کو ذاتی طور پر چڑ تھی۔ اور خدا جانتا تھا کہ آزابل کا یہ رویہ اب تو بے حد عاجزانہ، بے حد مسکین بن چکا تھا۔ حیرت کی بات تھی کہ اوسمنڈ کے اندازِ فکر کو آزابل نے شروع میں کس قدر بلند، اور دیانت دار سمجھا۔ اس نے آزابل کو بتایا تھا کہ وہ توہمات، تعصب اور تنگ نظری سے کوسوں دور ہے۔ زندگی کی کھلی فضاؤں میں سانس لینے والا ایسا انسان جو محض راستی اور حسن کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اور وہ

اسی قسم کے ہم خیال انسان اکٹھے اس تلاش کو جاری رکھتے کتنے بھلے معلوم ہوں گے ۔۔ اوسمنڈ نے کہا تھا کہ وہ قدامت پرست ہے ۔ اور ازابل نے اس اصطلاح کو اپنے دماغ میں کیسے تابناک اور شاندار معنی پہنائے تھے ۔ ہم آہنگی، موزونیت، حسنِ ترتیب، پاکیزگی، زندگی کی ساری عالیشان قدروں کا احترام۔ لیکن اس کے پیچھے پیچھے جب وہ راستے پر آگے بڑھی تو اسے معلوم ہوا کہ وہ اوسمنڈ کی زندگی کے اس تنگ گلیارے میں آن پہنچی ہے جہاں وہ اس وقت موجود تھی۔

دہشت کے ساتھ اس نے اس چہار دیواری کا تصور کیا جہاں وہ مقید تھی۔ جہاں اسے مرتے دم تک جیسے جانا تھا۔ یہاں تاریکی تھی ۔ اور بے زبانی ۔ اور دم گھونٹنے والی فضا۔ اوسمنڈ کا حسین دماغ اس قید خانے کو کوئی روشنی یا ہوا بہم نہ پہنچاتا تھا۔ اس کا یہ حسین دماغ اوپر ایک روزن سے جھانک کر اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ یہ جسمانی اذیت نہ تھی جس کا مداوا کیا جا سکتا۔ ظاہری طور پر وہ ہر جگہ آجا سکتی تھی۔ آزاد تھی۔ اس کا شوہر اس کے ساتھ بے حد مہذب برتاؤ کرتا تھا۔ لیکن کتنی خوفناک بات تھی کہ وہ اپنے آپ کو اس قدر اہم سمجھتا تھا۔ اس کی تہذیب، جودتِ طبع، علمیت، اور خوش مزاجی کے پھولوں کے تلے اس کی انا ایک سانپ کی مانند چھپی بیٹھی تھی اور پھنکاریں مارتی رہتی تھی۔ خود ازابل نے اسے بہت اہم سمجھا تھا۔ لیکن اتنا بھی نہیں۔ وہ اپنے آپ کو یورپ کا نفیس ترین انسان سمجھتا تھا۔ وہ اسے خود ایسا کس طرح سمجھ سکتی تھی۔ گو پہلے اس کا بھی یہی خیال تھا اور محض اسی وجہ سے اس نے اوسمنڈ سے بیاہ رچا لیا تھا۔ جب اس نے دیکھا اس وصف کے کیا معنی ہیں تو اس نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اس خصوصیت اس تعلق میں جو بندشیں تھیں وہ انھیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھی ۔ وہ دنیا کے تین چار بڑے آدمیوں کے علاوہ سارے عالم کو قابلِ نفرت گردانتا تھا۔ آدھی درجن کے قریب اس کے اپنے جو خیالات تھے ان کے علاوہ سارا فلسفہ، سارے نظریے، سب بکواس تھی۔ وہ اس راستے پر کافی دور تک اس کا ساتھ دے لیتی۔ اوسمنڈ نے اسے زندگی کے گھٹیا پن سے روشناس کر دیا تھا۔ دیکھو دنیا کتنی ذلیل ہے۔ یہاں کتنا سفلہ پن ہے۔ کتنی بے ذوقی

لوگ کس قدر جاہل ہیں۔ کوڑ مغز۔ اس نے بھی یہ سب سن کر طے کر لیا تھا کہ اس عالم موجودات میں دراصل کس قدر بے پایاں عامیانہ پن اور بے ہودگی پنہاں ہے۔ ان سب چیزوں سے علیحدہ رہ کر خود کو پوتر رکھنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اس کمینی، رذیل دنیا ہی کی خاطر، بہر حال زندہ رہنا ہے۔ اس خراب آباد کو شاداب بنانے یا اس کی اصلاح کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس پر اپنی ذاتی برتری اور عظمت کا سکہ جمانے کے لیے تمہیں ہمیشہ چوکس رہنا چاہیے۔ ایک طرف تو یہ دنیا بالکل قابلِ گردن زدنی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی وجہ سے ایک معیار بھی برقرار رہتا ہے۔ پھر اوسمنڈ نے اسے اپنے تیاگ، اپنی بے تعلقی کے متعلق بتایا۔ کیسے کیسے اس نے کامیابی کی دیوی کا سواگت کرنے سے ہمیشہ انکار کیا وغیرہ۔ یہ سب باتیں آزابل کو بڑی قابلِ ستائش معلوم ہوئیں۔ یہ تیاگ کتنا الوہی تھا کس قدر عظیم الشان اور خوبصورت۔ گو اپنی بے نیازی کے باوجود وہ ہمیشہ دوسروں کی فکر میں رہتا۔ خود آزابل کو دنیا سے بڑی گہری دلچسپی تھی۔ دوسروں کا مطالعہ کرنے کا اسے ہمیشہ خبط رہا۔ اس کے باوجود، اگر اسے یقین ہوتا کہ جس شخص کے لیے یہ براگ وہ لے رہی ہے وہ اسے یقین دلا سکے گا کہ اس کے کچھ معنی بھی ہیں، تو وہ خود بھی سب کچھ تج دیتی۔ جس انداز سے اوسمنڈ اپنے ہم چشموں میں اپنی برتری کا اظہار کرنے کے لیے بے قرار رہتا تھا۔ اس سے تو واقعی یہ براگ ہی بہتر تھا۔ وہ سوسائٹی کے بغیر زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ دراصل وہ جیتا اسی کے لیے تھا۔ آزابل کی طرح اس کا بھی ایک آدرش تھا۔ گو اس سے بہت مختلف۔ یہ آدرش بے اندازہ دولت، خوشحالی اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ کے تصوّرات پر مبنی تھا۔ اپنے حساب اس نے ہمیشہ اسی کے مطابق زندگی گزاری تھی۔ یہاں بھی آزابل اس کی ہم خیال نہ بن سکتی تھی۔ شاہانہ زندگی اس کے نزدیک اعلیٰ درجے کی علمیت اور آزادی کے سنجوگ سے عبارت تھی۔ علم دوستی انسان میں فرض شناسی پیدا کرتی تھی اور آزادی زندگی سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت بخشتی تھی۔ اوسمنڈ کے لیے یہ طرز زندگی محض پُر تکلف اصولوں اور شعوری طور پر تخلیق شدہ نپے تلے رویّے کا دوسرا نام تھا۔ وہ پچھلی صدیوں کی روندی ہوئی قدروں کا دلدادہ تھا۔

وہ بھی تھی۔ لیکن ان قدروں کا انتخاب اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ وہ روایات اور قدامت کا عاشق تھا۔ ایک دفعہ اس نے آزابل سے کہا تھا کہ اگر یہ شے پہلے سے حاصل نہ ہو تو فوراً اس کی تخلیق کر لینا چاہیے۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اس میں آوسمنڈ کا یہ اشارہ مضمر تھا خود آزابل کے پاس قدامت کا یہ جوہر موجود نہیں اور آوسمنڈ اس دولت سے مالا مال ہے گو وہ یہ کبھی نہ سمجھ سکی کہ پرانی تہذیبی روایات کا یہ گراں بہا خزانہ اس نے کہاں سے حاصل کیا ہے۔ اس کے پاس ڈھیروں، الغاروں روایات کا انبار لگا ہوا تھا۔ آزابل کا فرض تھا کہ وہ بھی اپنے شوہر کی طرح ان کے سہارے زندگی گزارے۔ آزابل کا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا کہ کسی ایک شخص یا ایک ادارے کی روایات بے اندازہ بلند و برتر ہوں جب ہی دوسروں کو انھیں اپنانے کے لیے کہنا چاہیے۔ اس کے باوجود وہ اس عظیم الشان موسیقی کے سُروں پر قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو گئی جو اس کے شوہر کے نامعلوم ماضی کی گپھاؤں میں سے بہتی ہوئی آرہی تھی۔ عمر بھر آزابل نے مروجہ دھنوں کا ساتھ نہ دیا تھا۔ جلوس کے ساتھ چلنے کے بجائے اپنی آزاد روی قائم رکھی تھی۔ لیکن یہاں یہ قاعدہ تھا کہ ایک خاص انداز اختیار کرو۔ چند مخصوص باتیں کرو۔ چند لوگوں سے ملو۔ چند سے ہرگز نہ ملو۔ زندگی منجمد پردوں کی تصویروں کی طرح سخت، جامد اور بیجان ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک گلتے ہوئے، بگڑتے ہوئے ملبے کے انبار کے تلے دفن ہوئی جا رہی ہے۔ اس نے مقابلہ کیا۔ شروع شروع میں خوشدلی سے، طنز سے، نرمی سے کام لیا۔ جب حالات بد سے بدتر ہونے لگے تو وہ گڑگڑائی۔ اسے طیش آیا۔ اس نے التجائیں کیں۔

یہاں اس کے شوہر کی شخصیت مکمل طور پر بے نقاب ہو کر اس کے سامنے آگئی۔ اس کے استہزاء نے ظاہر کیا گویا وہ آزابل کے وجود کو اپنے لیے باعث شرم سمجھتا ہے۔ گویا وہ بھی گھٹیا، کمینی، عامیانہ تھی۔ اس کا پس منظر "روایات" سے خالی تھا۔ اس کو نہ معلوم تھا کہ آزابل کی ذہنیت ایسی سپاٹ ہوگی۔ اس کے خیالات کسی انتہا پسند اخبار یا کسی موحّد[1] پادری کے عقائد کا چربہ معلوم ہوتے تھے۔ لیکن، آزابل نے

---

[1] عیسائیوں کا ایک فرقہ جو نظریۂ تثلیث کا منکر ہے اور خدا کی وحدانیت میں یقین رکھتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں توحید پرست عیسائی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ مترجم

سوچا کہ اس کا سب سے بڑا جرم اوسمنڈ کے نزدیک تھا کہ آزابل کے پاس اس کا اپنا ذاتی دماغ موجود تھا۔ اس کے دماغ کو تو اوسمنڈ کے ذہن سا کے ساتھ اس طرح ملحق رہنا چاہیے تھا جیسے ہرنوں کی شکارگاہ کے قریب ایک چھوٹا سا باغیچہ لگا دیا جائے۔ وہ کبھی کبھار کدال سے کر سان سے اس کی مٹی ہموار کر دیا کریگا پھولوں میں پانی دے گا۔ کیاریوں میں سے جھاڑ جھنکاڑ صاف کر کے کبھی ایک آدھ شگوفہ اپنے لیے توڑے گا تاکہ اسے اپنے کوٹ کے کالر میں سجالے۔ آقا کے پاس ایک ایسی خوبصورت سی ننھی سی جائداد بھی تو ہونی چاہیے۔ وہ یہ تھوڑا ہی چاہتا تھا کہ آزابل بیوقوف ہو۔ آزابل کی ذہانت ہی نے تو دراصل اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ لیکن اس کی خواہش تھی کہ آزابل محض اس کے طریقے سے سوچے۔ اس کی ہاں میں ہاں ملائے۔ ہر بات میں اس کی ہم خیال ہو۔ آزابل یہ اعتراف کر سکتی تھی کہ ایک صاحبِ نظر انسان نے جو شروع شروع میں اتنا نرم دل شوہر بھی ثابت ہوا ہو، اگر ایسا چاہا تو اس میں کوئی بہت بڑی بد دماغی کی بات نہ تھی۔ لیکن چند چیزیں ایسی تھیں جنھیں وہ ہرگز برداشت نہ کر سکتی تھی۔ سب سے پہلی چیز ان باتوں کی خوفناک حد تک گندگی تھی۔ وہ کٹر علیسائیوں کی بیٹی نہ تھی پھر بھی پاکیزگی اور شرافت کے متعلق اس کا ایک واضح تصور تھا۔ لیکن اوسمنڈ کے یہاں ان تصورات کا گزر نہ تھا۔ اس کی اکثر "روایات" آزابل کو بے حد لرزہ خیز لگتیں۔ کیا ساری عورتیں ایک ایک عاشق اپنے سے وابستہ رکھتی تھیں؟ کیا سب کی سب جھوٹ بولتی تھیں؟ کیا بہترین سے بہترین عورت کی بھی قیمت مقرر تھی؟ کیا صرف تین یا چار عورتیں سوسائٹی میں ایسی تھیں جنھوں نے اپنے شوہروں سے بے وفائی نہیں کی تھی؟ اس طرح کی باتیں سن کر اسے شدید کراہت آتی۔ پھر، اس کی نند کا داغدار وجود تھا۔ کیا اوسمنڈ ساری عورتوں کو کاؤنٹس جیمنی کا ایسا سمجھتا تھا؟ یہ بی بی جھوٹ اور مکر کی استاد تھیں۔ اور یہ سب بھی گویا اوسمنڈ کی ان مشہور و معروف روایات میں شامل تھا۔ آزابل کے استہزاء پر اوسمنڈ نے ناک بھوں چڑھائی۔ جذبۂ تنفر خود اس کے پاس وافر تھا۔ اس کی بیوی بھی ایسے جذبات کی حامل ہو تو سبحان اللہ۔ لیکن وہ اپنی نفرت کے دھارے کا رخ خود اپنے شوہر کے محبوب تصورات کی طرف موڑ دے گی یہ تو اوسمنڈ کے سان و گمان میں بھی نہ تھا۔ اب

اسے خیال آیا کہ آزابل کے جذبات کے بند کو پہلے ہی سے باندھ دینا چاہیے تھا۔اب اسے یہ سوچ کر کتنا غصہ آتا ہوگا کہ شروع میں اس نے آزابل پر کس قدر اعتبار کیا تھا۔ جب آپ اپنی بیوی کے متعلق یہ سوچنے لگیں تو پھر اس کے لیے سوا نفرت کے اور باقی کیا رہ سکتا ہے۔

نفرت کا یہ جذبہ پہلے اوسمنڈ کے لیے ایک جائے پناہ ایک مفرح قلب ونظر کا کام دیتا تھا۔اب اس کا سارا مشغلہ ساری عشرت اسی ایک جذبہ میں سمٹ کر آگئی تھی۔ یہ جذبہ بے حد گہرا تھا اور انتہائی پرخلوص۔ آزابل کے پاس روایات وتھیں اس کا اخلاقی افق کسی توحید پرست پادری کے دماغ کی طرح محدود تھا۔بچاری آزابل جو آج تک عیسائیوں کے اس فرقے کے عقائد سمجھ ہی نہ سکی تھی!

اب کیا ہوگا ۔۔؟ کیا ہونے والا ہے؟ اسے کیا کرنا چاہیے؟ جب ایک شوہر اپنی بیوی سے متنفر ہو جائے تو اس کا نتیجہ کیا ہؤا کرتا ہے؟ اسے اوسمنڈ سے نفرت نہیں تھی۔ اسے کبھی کبھی اس آدمی سے ڈر لگتا۔ان کی زندگی عجیب وغریب طریقے سے، بڑے خوفناک انداز میں گزر رہی تھی۔آج پورے ایک ہفتے کے بعد اوسمنڈ نے اس سے بات کی تھی۔اس کے لہجے میں بجھی ہوئی راکھ کی ایسی خشکی تھی۔ آزابل کو اس کی وجہ معلوم تھی۔ وہ رالف کے روم میں قیام کرنے پر جلا بھنا بیٹھا تھا۔ وہ آزابل سے کہہ چکا تھا کہ رالف سے ملنے کے لیے اس کا ہوٹل جانا انتہائی گری ہوئی رکیک حرکت ہے۔ رالف کی حالت اتنی خراب نہ ہوتی تو اوسمنڈ شاید اس سے بھی سخت الفاظ استعمال کرتا۔ لیکن آزابل کے خاموش رہنے پر اس کے تنفر میں زیادتی ہوگئی تھی۔ آزابل جانتی تھی کہ رالف کا نام سنتے ہی اوسمنڈ کو اتنا طیش آتا ہے کہ اگر اس کا بس چلے تو وہ اپنی بیوی کو کمرے میں مقفل کر دے۔ وہ عام طور پر اوسمنڈ کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی تھی۔لیکن رالف قریب المرگ تھا۔ وہ اسے پھر کبھی نہ دیکھ سکے گی۔ وہ ختم ہو جائیگا۔ وہ ختم ہو رہا تھا۔اس کا اپنا، چہیتا، عزیز، اس کا ہمدم۔ اس کا دوست۔ آزابل کے لیے زندگی میں اب کوئی خوشی باقی نہ تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی تاراج کر چکی

تھی۔اس کے دل پر بوجھ تھا۔ساری کائنات اسے اُداس، نیلگوں روشنی میں ڈوبی نظر آتی۔ ایسے میں رآلف نے وہاں آکر اس اندھیارے میں ایک ننھا سا چراغ روشن کر دیا تھا۔ رآلف کے پلنگ کے پاس بیٹھے بیٹھے دفعتاً اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کا اپنا دکھ رآلف کے لیے اس کے غم میں تبدیل ہو گیا ہے۔آج اسے لگا کہ رآلف اس کا اپنا بھائی ہے۔اس کا کوئی سگا بھائی نہ تھا۔رآلف جو اسے اپنے سگے، ماں جائے کی طرح پیارا تھا، اب مرنے والا تھا۔اور وہ خود زندہ درگور تھی۔رآلف کے لیے اوسمنڈ کی جلن بھی سمجھ میں آنے والی بات تھی۔آزابل نے رآلف سے کبھی اپنے شوہر کا ذکر نہیں کیا تھا کبھی اس کی شکایت نہیں کی تھی۔اس کا نام تک ان دونوں کے ہونٹوں پر نہیں آیا۔بات محض اتنی تھی کہ رآلف بڑے دل کا انسان تھا۔اور اوسمنڈ کمینہ تھا۔رآلف عالی ظرف تھا۔اوسمنڈ کی طبیعت میں سفلہ پن تھا۔رآلف کی روم میں موجودگی، اس کی بات چیت، اس کی مسکراہٹ کی وجہ سے آزابل کی اس خزاں زدہ زندگی میں تھوڑی سی روشنی، تھوڑی سی وسعت پیدا ہو گئی تھی۔رآلف کی ذات میں اسے انسانیت کی ابدی نیکی نظر آئی۔وہ خوبصورتی جو اس کے مستقبل میں ہو سکتی تھی۔اس کے دل میں رآلف کے لیے جو عقیدت تھی اس کی بنا پر اس نے اپنے غم اس سے چھپا لیے۔بڑے اہتمام سے اپنا راز پوشیدہ رکھا۔دورانِ گفتگو میں وہ برابر اِدھر اُدھر پردے گراتی رہی۔دیواریں کھڑی کرتی رہی۔اس کی آنکھوں کے سامنے فلورنس کے اس باغ کا منظر ہمیشہ ناچتا رہتا ـــ وہ اسے ایک گھڑی کے لیے بھی نہ بھول سکتی تھی ـــ جب رآلف نے اسے اوسمنڈ کی طرف سے خبردار کیا تھا۔اس نے طے کر لیا کہ کم از کم اس کی اپنی زبان سے رآلف کو نہ معلوم ہونے پائے کہ وہ کتنا سچا تھا۔یہی رآلف کے حال پر اس کی بڑی مہربانی ہوگی۔یعنی یہ کہ وہ رآلف پر یہ ظاہر کرے کہ گو رآلف نے ایک مرتبہ اس کی دل آزاری کی تھی لیکن اب چونکہ وہ اس قدر بیمار تھا لہٰذا وہ اسے معاف کر چکی تھی اور یہاں تک تیار ہو گئی تھی کہ اپنی مسرت کا اظہار اس کے سامنے نہ کرے مبادا اس کی دل شکنی ہو ـــ رآلف صوفے پر لیٹے لیٹے دل رکھنے کے اس انوکھے طریقے کو دیکھ کر جی ہی جی میں مسکراتا۔لیکن وہ اسے معاف کر چکی تھی اس لیے

اس نے بھی آنابل کو معاف کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس پر یہ ظاہر کر کے کہ ناخوش ہے، اسے اذیت نہیں دینا چاہتی۔

آتشدان میں آگ بجھ چکی تھی۔ وہ بہت دیر تک خاموش سائلوں میں اسی طرح بیٹھی رہی۔ سردی لگنے کا اسے کوئی احتمال نہ تھا۔ کیونکہ اس کی اپنی تبخیر بہت شدید تھی۔ آدھی رات کا گجر بجا۔ پھر رات کی ساعتیں ایک کے بعد ایک کر کے گزرتی گئیں۔ وہ سوچا کی۔ وہ خود کو اوسمنڈ کا باغی نہ سمجھتی تھی۔ چنانچہ ساری رات اس نے اسی سوچ میں گزار دی کہ کوئی وجہ نہیں کہ تیزی کی شادی بھی اسی طرح نہ کر دی جائے جس طرح ڈاک خانے میں خط ڈال دیتے ہیں۔ صبح کے چار بجے وہ بستر پر جانے کے لیے اٹھی۔ لیمپ کب کا بجھ چکا تھا۔ موم بتیاں پگھل پگھل کر ختم ہو گئی تھیں۔ کمرے کے وسط میں رک کر اس نے یک لخت اس منظر کو یاد کیا۔۔ اس جگہ پر اس کا میاں اور مادام مرل غیر شعوری اور نادانستہ طور پر انتہائی یگانگت کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے —— اسی کمرے میں ——

(۴۳)

تین روز بعد آنابل تیزی کو ایک رقص میں ہمراہ لے گئی۔ اوسمنڈ ایسی دعوتوں میں کبھی نہ جاتے تھے۔ تیزی رقص کی بہت شوقین تھی۔ ابھی اس نے تفریحوں پر وہ پابندی نہ لگائی تھی جو اس نے دیکھا کہ محبت کے سلسلے میں اس پر عائد کر دی گئی ہے۔ ممکن ہے وہ اپنے باپ کو غچہ دینے کے لیے کسی موقع کی تلاش میں رہی ہو لیکن عام طور پر توقع یہی کی جاتی تھی کہ وہ ایک بڑی نیک اور شریف قسم کی لڑکی ثابت ہو گی۔ وہ بڑی احتیاط سے اپنے سائے کی جھالروں کو سنبھال کر اٹھاتی۔ اپنے گلدستے کے پھولوں کو بار بار گنتی۔ اسے دیکھ کر آنابل کو دفعتاً اپنی عمر کا احساس ہوا —— وہ بھولا بسرا زمانہ اسے یاد آیا جب وہ بھی رقص گاہوں میں پہنچ کر اتنی شرمائی لجائی رہتی تھی۔ اسی گھبراہٹ میں مبتلا نظر آتی تھی۔ تیزی کو ہم رقصوں کی کمی کبھی نہ ہوئی۔ آج بھی اس نے چند منٹ بعد ہی

آنابل کو اپنا گلدستہ تھامنے کے لیے دیا اور ناچ کے لیے چلی گئی۔ اسی وقت آنابل نے ایڈورڈ روزبیر کو دیکھا۔ ان کے حلیے میں تبدیلی دیکھ کر آنابل کو ضرور ہنسی آتی لیکن فوراً ہی اسے ان کے مصائب یاد آگئے اور اس نے اپنی مسکراہٹ کو چھپالیا۔ آج تو وہ لگتا تھا سر سے کفن باندھ کر آئے ہیں۔ ان کی چال ڈھال میں سپاہیانہ شان تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اب دو چار کو مار کر ہی مریں گے۔ ایڈورڈ روزبیر میں سے ہمیشہ گو. بارود کے بجائے سوج مکھی کے پھولوں کی مہک آتی تھی لہٰذا یہ تبدیلی واقعی بڑی دلچسپ معلوم ہوئی۔ انھوں نے شملہ بار نظروں سے آنابل کو گھورا۔ گویا مطلع کرتے ہوں کہ سخت خطرناک آدمی ہیں۔ اور پھر اس گلدستے پر نگاہیں جمادیں۔ ان کے انداز میں خود ٗ نرمی آگئی۔ بولے ــ" یہ تو ننیزی کے پھول دکھتے ہیں ــ"

"ہاں۔ یہ ننیزی کے پھول ہیں تو سہی"

"میں کچھ دیر کے لیے انھیں تھام لوں مسز آؤسمنڈ"

"میں تمھارا اعتبار نہیں کرتی۔ شاید تم گلدستہ واپس ہی نہ کرو"

"شاید۔ اچھا ایک پھول تو نکال لوں"

آنابل ہچکچائی۔ پھر اس نے مسکرا کر جواب دیا ــ"لے لو ــ تمھارے لیے مجھے جانے کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے۔ خدارا ان کو اپنے کالر میں نہ لگا لینا"

"میں یہی تو چاہتا ہوں کہ وہ مجھے یہ پھول پہنے دیکھ لے ــ ابھی ابھی اس نے میرے ساتھ ناچنے سے انکار کیا ہے مگر میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے اب بھی اس کی محبت پر یقین ہے ــ"

"درست۔ لیکن یہ سارا ناٹک دوسروں کو دکھانا تو ٹھیک نہیں۔ اس کے باپ نے اسے تمھارے ساتھ ناچنے کے لیے منع کر رکھا ہے"

"آپ میرے لیے صرف یہی کر سکیں؟ اپنی بچپنے کی دوستی بھول گئیں ــ"

"مجھے اتنا عمر رسیدہ مت بنائے ڈالو ــ تم ہر پھر کر ہمیشہ اسی بچپنے کا حوالہ دیتے ہو مگر یہ سن لو ــ گو ہم پرانے دوست ہیں، لیکن تم نے مجھ سے شادی کی درخواست

کر کے میری عزت افزائی کی ہوتی تو میں فی الفور انکار کر دیتی۔"

"تم کو میری پروا نہیں۔ صاف کہہ دو نا تم بھی مجھے پیرس کا ایک معمولی سا بانکا سمجھتی ہو — اور بس۔"

"مجھے تمہاری بہت قدر ہے۔ لیکن میں تم سے محبت نہیں کر سکتی۔"

"خوب۔ تو تم مجھے بہت قابل رحم سمجھتی ہو۔"

روزیر نے عینک کے ایک شیشے کو آنکھ پر جما کر چاروں طرف دیکھا۔ اسے ابھی ابھی یہ انکشاف ہوا تھا کہ دنیا والے عموماً اس کی قدر نہیں کرتے۔

آنابل خاموش رہی۔ روزیر کے انداز، وضع قطع — سے عظیم، شدید المیے کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ خصوصاً اس کی یک چشمی عینک تو کسی طرح بھی بلند پایہ ٹریجڈی کی یاد نہ دلا سکتی تھی — پھر اسے دفعتاً روزیر پر پیار آ گیا۔ اسے اپنی بد قسمت زندگی کا خیال آیا۔ آخر دونوں میں ایک بات تو مشترک تھی۔ دونوں دکھی تھے۔ اور یہاں گو بہت زیادہ رومانوی انداز میں نہیں، لیکن دنیا کی سب سے زیادہ پر اثر چیز اس کے سامنے موجود تھی — یعنی مصائب کے مقابلے میں ہاتھ پاؤں مارنے والی نوجوان محبت۔

"تم اسے ہمیشہ اسی طرح چاہو گے —" اس نے بالآخر نیچی آواز میں دریافت کیا

"تمھیں مجھ پر ترس معلوم ہوتا ہے اس پر نہیں؟"

"پتا نہیں وہ تو بہت بشاش نظر آتی ہے۔"

"نجانے تم بشاشت کسے کہتی ہو۔ اسے معلوم ہے وہ کیا کرنے والی ہے۔ تم خود دیکھ لینا۔"

"وہ اپنے باپ کی نافرمانی ہرگز نہیں کر سکتی۔ اے لو وہ ادھر آ رہی ہے۔ خدا کے لیے اب تم یہاں سے گاڑی بڑھاؤ۔"

ہنری اپنے ہم رقص کے بازوؤں پر سہارا لیے ہوئے قریب آئی۔ روزیر نے لحظہ بھر کے لیے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور پھر سر اونچا اٹھائے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ اسے اس طرح جاتے دیکھ کر آنابل کو اس کے عشق کا سچ مچ یقین آ گیا۔

پنری گلدستہ آزابل کے ہاتھ سے لے کر اس کے پھول گننے لگی۔ اس نے رودیزیر کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ کچھ دیر بعد اس کا ہم رقص تعظیماً جھکا اور واپس لوٹ گیا۔ پنری رقص گاہ کے فرش اور موسیقی کے متعلق باتیں کرتی رہی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے ساٹن میں ایک کمبخت کھونچ بھی کہیں سے لگ گئی ہے۔ پھر ایک اور نوجوان آیا اور وہ بڑی فرض شناسی اور بڑی نزاکت کے ساتھ اس کے ہمراہ ایوان رقص کی طرف چلی گئی یہ شدید خوش اطواری، یہ مکمل ضبط اس کے پورے وجود کا آئینہ دار تھا۔ اسی دوران میں لارڈ وار برٹن ہجوم میں سے نکل کر اِدھر آتے دکھلائی دیئے۔ نزدیک آن کر انھوں نے سلام کیا اور چاروں طرف نظریں دوڑا کر پوچھنے لگے — "چھوٹی بیگم صاحب کہاں ہیں؟" مس آوسمنڈ کو انھوں نے یہی لقب دے رکھا تھا۔

"ناچتی ہیں"

"تم کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔ خالی بیٹھی ہوں۔ خدا اسے نو لگائے!"

"میرے ساتھ ناچو"

"بہتر یہی ہوگا آپ کے حق میں کہ چھوٹی بیگم صاحب کے ساتھ جا کر رقص فرمائیے"

"کیا ان کے علاوہ وہ تمھارے ساتھ ناچنے کا شرف حاصل نہیں کر سکتا؟ اور وہ تو مصروف بھی ہیں اس وقت"

"آپ کے لیے انھیں فرصت ہی فرصت ہے"

"کیا تیتری کی طرح ناچتی ہے — واہ —"

لارڈ وار برٹن نے رقصاں مجمع میں پنری کو تاڑ کر اس پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے مجھے دیکھ لیا اور — اے لو وہ لب پہ آئی ہنسی — اے لو وہ مسکراتے ہیں —!" وہ وہاں کھڑے تھے۔ خوبصورت، رعب دار، پرشکوہ۔ اور آزابل کو دوبارہ یہ سوچ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ان جیسا آدمی اور ایسی معمولی سی چھوکری پر یوں ملتوجہ رہا ہے۔ کس قدر نامناسب اور بے جوڑ سی چیز تھی۔ پنری کے چھوٹے چھوٹے دلکش ادھا،

لارڈ واربرٹن کی اپنی نرم مزاجی، ان کی دل بستگی کی حاجت، کسی بات سے بھی اس گرویدگی کی وجہ تسمیہ پر روشنی نہ پڑتی تھی۔

"میں تمھارے ساتھ رقص میں کھو جانا چاہتا ہوں۔" انھوں نے آزابل سے کہا۔ "لیکن تم سے باتیں کرکے مجھے زیادہ راحت ملتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کی گراں باری اور وقار کا تقاضا بھی یہی ہے۔ آپ جیسے عظیم المرتبت سیاست داں کو والٹس ہرگز نہ کرنا چاہیے۔"

"یہ ظلم نہ کرو! پھر تم مجھے مس اوسمنڈ کے ساتھ ناچنے کا مشورہ کیوں دے رہی تھیں؟"

"وہ دوسری بات ہے۔ اس کے ساتھ والٹس — آپ اس کا جی بہلانے کے لیے کیجیے گا۔ لیکن میرے ساتھ ناچنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنا جی بہلاتے ہیں۔"

"مجھے اپنا دل خوش کرنے کا کوئی حق نہیں؟"

"سلطنت برطانیہ کی ساری ذمہ داریوں کا بوجھ تو آپ کے کاندھوں پر ہے پھر اس کا حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ اپنی دل بستگی میں وقت گنواتے پھریئے۔"

"جہنم میں جائے سلطنت برطانیہ — تم ہمیشہ اس کا مذاق اڑاتی ہو۔"

"اچھا تو مجھ سے باتیں کرکے اپنی طبیعت خوش کیجیے۔"

"طبیعت خوش کروں! تم باتیں کرتی ہو یا نشتر زنی۔ مجھے مستقل اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچنا پڑتی ہیں۔ آج رات تو تم ہمیشہ سے زیادہ خطرناک نظر آرہی ہو۔"

ؔ انیسویں صدی کا مقبول ترین رقص پہلے بوہیمیا، باویریا اور آسٹریا میں رائج ہوا اور رفتہ رفتہ سارے یوروپ اور انگلستان میں پسند کیا جانے لگا۔ موزارٹ، شوبرٹ، ویبر اور اشٹراس نے اس کے لیے زندہ جاوید دھنیں تخلیق کیں۔ وی آنا میں والٹس نے اپنی ہردلعزیز شکل اختیار کی جس میں ناچنے والے تیز تیز چکر کاٹتے ہیں۔ وی آنا کے والٹس اسی خصوصیت کے لیے مشہور ہیں — مترجم

ناچوگی ـــ؟ بالکل نہیں؟"

"میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھ سکتی۔ پنزی مجھے ڈھونڈنے کے لیے یہیں آئے گی۔"

وہ چپ ہوگئے۔ "تم اس کے ساتھ کمال کا برتاؤ کرتی ہو ـــ" انھوں نے دفعتاً کہا۔

"اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی بھی کر سکتا ہے؟"

"نہیں تو ـــ لیکن تم واقعی اس کے لیے بہت کچھ کر رہی ہو۔"

"میں کیا کرتی ہوں بھلا ـــــــ اسے اپنے ساتھ باہر لے آتی ہوں۔ اس کے کپڑوں لتوں کا خیال رکھتی ہوں ـــ بس ـــ۔"

"تمھارا قرب ـ فیضانِ صحبت بھی تو کوئی چیز ہے ـــ تم اس سے باتیں کرتی ہو ـــ اسے مشورے دیتی ہو۔ اس کی ذہنی نشو و نما میں مدد کر رہی ہو۔"

"جمالِ ہم نشیں ـــــــ!" ازابل ہنسی۔ لارڈ وار برٹن بھی ہنس پڑے۔ لیکن ان کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ کچھ اور سوچتے ہیں۔ "محبوب کے قرب کی تمنا تو سبھی کو ہوتی ہے ـــ" انھوں نے کہا

ازابل دوسری طرف مڑ گئی۔ پنزی اس کی جانب آنے والی تھی۔ رقص ختم ہو رہا تھا۔ ازابل کو لارڈ وار برٹن بہت پسند تھے۔ ان کی موجودگی سے زندگی کے ابدی سکون، حفاظت کا احساس ہوتا تھا۔ مگر وہ ان کے قرب سے گریز کرنا چاہتی تھی۔ ایک نامعلوم سا خوف اس پر طاری تھا۔ پنزی واپس آئی اور طویل آنکھوں کے ساتھ ساٹن کی ایک اور کھونچ کو ازابل کے ملاحظے کے لیے پیش کیا۔ اس رات بہت سے فوجی افسر وردیاں پہنے رقص کے لیے آئے ہوئے تھے اور ان کے جوتوں کے مہمیز نوجوان لڑکیوں کے لہنگوں کے لیے ہمیشہ بہت خطرناک ثابت ہوتے تھے۔ ازابل نے کہیں سے ایک پن نکال کر چپکے سے اس کھونچ کو سی دیا۔ اور مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کرتی رہی لیکن وہ پورے وقت یہ سوچنے میں مصروف تھی کہ کیا لارڈ وار برٹن پھر اس سے اظہارِ عشق کرنا چاہ رہے ہیں؛ وہ اس وقت نہایت مگن کے ساتھ پنزی سے گفتگو کر رہے تھے۔ پنزی حسبِ معمول آگے کو جھکی ہوئی بڑے اخلاق سے ان سے باتیں کرتی

رہی۔ وہ کچھ خوفزدہ معلوم ہوتی تھی لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ لارڈ وار برٹن کو علم ہے کہ وہ انھیں پسند کرتی ہے۔ کچھ دیر بعد آوسمنڈ کے احکامات کے بموجب آنابل نے اپنی کڑی نگرانی میں پنزی کو دوبارہ ایک اور ناچ کے ساتھی کے حوالے کیا۔ اس کے بعد لارڈ وار برٹن پھر اس سے مخاطب ہو گئے۔ "اس نے وعدہ کیا ہے کہ ابھی میرے ساتھ بھی ناچے گی۔"

"بڑے آنند کی بات ہے!"

"تمھارا آنند اسی میں ہے کہ میں اس کے ساتھ ناچوں ۔۔؟"

"آپ محض میری مرضی پوری کرنے کے لیے اس کے ساتھ رقص فرماتے ہیں؟"

"میں بوڑھا کھوسٹ۔ اسے اکتا دینا ہوگا۔ اس کی فہرست میں تو ایک سے ایک نوجوان چھوکرے شامل ہیں ۔۔!!"

آنابل کی نظریں لارڈ وار برٹن سے چار ہوئیں۔ اس نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا ۔۔۔۔ "ذرا مجھے سمجھ لینے دیجیے ۔"

"کیا ۔۔؟"

"ابھی دس روز ہوئے آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ میری سوتیلی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

"بجا ہے۔ میں نے آج صبح صبح ہی مسٹر آوسمنڈ کو خط لکھا ہے ۔"

"انھوں نے تو مجھ سے آپ کے خط کا ذکر نہیں کیا۔"

لارڈ وار برٹن ذرا ہکلائے ۔ "ار ۔۔۔ میں نے ۔۔۔ میں نے وہ خط بھجوایا نہیں اب تک ۔۔۔ دراصل ۔۔۔"

"بھول گئے ۔۔؟"

"نہیں تو ۔۔ دراصل وہ ۔ میں اس کی عبارت کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ اس طرح کے خط لکھنا کوئی مذاق تھوڑا ہی ہے کہ اٹھایا قلم اور گھسیٹ دیا ۔ جی جناب! آج رات پہنچ جائے گا وہ خط ۔ آج ہی لو ۔۔"

"آج ۔ تین بجے رات کے ۔۔؟ ابھی تاروں کی چھاؤں میں جا کر آپ خط لکھیں گے؟"

"میرا مطلب ہے۔ کل صبح — ابھی صبح میں دیر ہی کتنی ہے — یعنی کہ —"

"بہت ٹھیک — آپ اب بھی اس سے شادی کرنے کے لیے بالکل تُلے بیٹھے ہیں —؟"

"بالکل — بالکل —"

"آپ کو اس کا خدشہ نہیں کہ آپ بوڑھے کھوسٹ —— اسے اُکتا دیں گے؟ اگر وہ آدھ گھنٹہ آپ کے ساتھ والتس نہیں کر سکتی تو ساری زندگی کس طرح ناچے گی —؟"

"اوہو —" لارڈ وار برٹن نے فوراً جواب دیا — "چلو میں اسے دوسروں کے ساتھ والتس کرنے کی اجازت دے دیا کروں گا — اس وقت تو میں چاہتا تھا کہ تم — کہ تم ——"

"کہ میں آپ کے ساتھ ناچوں —— میں کہہ چکی ہوں کہ نہیں ناچوں گی —"

"اچھا تو پھر کہیں کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر آؤ باتیں کریں —"

اگلے رقص کے لیے پنزی نے کسی اور سے وعدہ کر لیا تھا۔ انتہائی انکسار کے عالم میں اس نے سوچا تھا کہ لارڈ وار برٹن بھلا اس کے ہم رقص کہاں بنیں گے۔ اب آزابل نے لارڈ وار برٹن سے کہا کہ کوئی اور لڑکی ڈھونڈیں لیکن انھوں نے جواب دیا کہ وہ ناچیں گے تو آزابل کے ساتھ ورنہ یونہی دھرنا دیئے بیٹھے رہیں گے۔ پنزی نے بھی دوسرے لوگوں سے معذرت چاہ لی۔ اور چونکہ وہ سب سے انکار کر چکی تھی۔ لہٰذا اب لارڈ وار برٹن کے ساتھ خصوصیت نہ برت سکتی تھی۔

"خیر — میں ناچ کی اتنی پروا بھی نہیں کرتا — عجیب وحشیانہ مشغلہ ہے —" انھوں نے فرمایا۔ وہ دونوں ایک نسبتاً خاموش کمرے میں آگئے جہاں موسیقی کی ہلکی ہلکی آواز پہنچ رہی تھی۔ آزابل دیکھنا چاہتی تھی کہ اب یہ کیا کہتے ہیں۔ وہ رقص گاہ سے نکل کر ان کے ساتھ اِدھر آگئی حالانکہ اوسمنڈ کا حکم تھا کہ پنزی کو ایک منٹ کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے۔ بہر حال۔ اس وقت تو وہ ان کی بیٹی کے خواستگار ہی کی سُن گُن لے رہی تھی لہٰذا سب ٹھیک تھا۔ راستے میں اسے میاں روزیر ملے جو دروازے میں اس

انداز سے کھڑے مجمع کو دیکھ رہے تھے گویا اب دنیا کے بارے کوئی خوش فہمی ان کے دماغ میں نہیں رہی۔

"تم ناچتے نہیں ——؟" ازابل نے رک کر پوچھا۔

"میں اس کے ساتھ نہیں ناچ سکتا تو پھر مجھے ان رنگ رلیوں سے کیا غرض ؟"

"تو گھر چلے جاؤ۔ جاکر تازہ ہوا میں ٹہلو ——"

"جب تک وہ نہیں جاتی میں بھی یہیں رہوں گا ——" رفنیر نے لارڈ وار برٹن کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا جو اسی دروازے میں سے گزر رہے تھے۔

لارڈ وار برٹن نے اس غم زدہ نوجوان کو دیکھ کر پوچھا "یہ کون لڑکا ہے ؟ میں نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔"

"پنزی کا جاں نثار۔"

"بہت مصیبت کا مارا معلوم ہوتا ہے غریب۔"

"میرے شوہر کو بالکل پسند نہیں۔"

"کیوں مجھے تو بہت بے ضرر سا دکھلائی دیتا ہے۔"

"اس کے پاس نہ زیادہ پیسہ ہے نہ زیادہ عقل یعنی آنکھ کا اندھا تو ہے گانٹھ کا پورا نہیں ——"

"واقعی —— مجھے تو خاصا معقول لڑکا نظر آیا ——"

"ہے تو سہی مگر میرے میاں بہت مشکل پسند واقع ہوئے ہیں۔"

"خوب —— اور اس کی آمدنی کتنی ہے ؟"

"چالیس ہزار فرانک سالانہ کے لگ بھگ ——"

"یعنی سولہ سو پاؤنڈ۔؟ یہ تو بہت خاصی رقم ہے ——"

"لیکن میرے شوہر کے خیالات اس سے اونچے ہیں۔"

"میں نے بھی یہ دیکھا ہے۔ تمہارے شوہر بہت بلند خیال انسان ہیں —— یہ لڑکا بچارہ بالکل ہی کُند ہے ——؟"

قطعی نہیں — جب یہ بارہ سال کا تھا تو میں خود اس کے عشق میں مبتلا تھی!"

"اب بھی یہ بارہ سال سے زیادہ کا نہیں لگتا —" لارڈ وآر برٹن نے چاروں اور دیکھتے ہوئے بے دھیانی سے کہا "ہم لوگ بیٹھ نہ جائیں —؟"

یہ کمرہ ایک قسم کی خلوت گاہ سی تھا۔ اس میں مدھم، گلابی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ان لوگوں کے پہنچنے پر ایک صاحب اور ایک خاتون باہر نکلیں۔

"آپ روزیر میں اتنی دلچسپی لے رہے ہیں — کرم گستری ہے آپ کی —"

"بڑا مصیبت زدہ معلوم ہوتا ہے غریب۔ بچارہ کیسے منہ لٹکائے کھڑا تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا اسے کیا مرض ہے —"

"آپ بڑے منصف مزاج ہیں! رقیبِ روسیاہ کے لیے اتنی ہمدردی —"

"اسے میرا رقیب کس طرح کہتی ہو —؟"

"آپ دونوں حضرات ایک ہی لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتے —؟"

"لیکن وہ تو نہیں کر سکتا شادی —"

"پھر بھی مجھے یہ بات اچھی لگی کہ آپ کو خود کو اس کی جگہ رکھ کر اس کا دکھ محسوس کر رہے ہیں۔ اور پھر اس کی جگہ حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں — اس سے آپ کے زورِ تخیل کا پتہ چلتا ہے!"

"یعنی —؟ تم میرا مذاق اڑا رہی ہو —"

"شاید۔ لیکن آپ کا مذاق اڑاتے بھی مجھے اچھا لگتا ہے —!"

"اچھا — ذرا مزید تشریح کرو۔ اس لڑکے کے لیے کیا کیا جائے —"

"میں نے ابھی آپ کے زورِ تخیل کی تعریف کی تھی۔ اب خود ہی دماغ لڑائیے میرا کیا مطلب ہو سکتا ہے — پنزی بھی اس مد میں آپ کی معترف ہو جائے گی —"

"مس آوسمنڈ پہلے ہی مجھے بہت کافی پسند کرتی ہیں —"

"درست —"

"پھر آخر تم کہنے کیا والی ہو — کیا پنزی اس لڑکے کو چاہتی ہے؟"

"میں آپ کو بتا چکی ہوں میرا یہی خیال ہے۔"

ان کی پیشانی دورانِ خون کی شدّت سے سُرخ ہو گئی۔ "تم نے کہا تھا کہ ہنری اپنے باپ کے حکم سے باہر نہیں لہٰذا میری درخواست قبول کر لی جائے گی۔"

"ہاں میں نے کہا تھا کہ اسے اپنے باپ کی خوشنودی کا بڑا خیال ہے اور اسے بہت دُور تک لے جا سکتا ہے۔"

"نیک خیال ہے۔"

"ہاں لیکن کوئی شوہر یہ پسند نہ کرے گا کہ اس کی بیوی اسے محض اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ وہ اپنے باپ سے سرتابی کی مجال نہ رکھتی تھی۔"

"پتا نہیں — اگر بیوی اچھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"آپ تو یہی کہیں گے۔"

"میں اور کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔ تم اسے بھی میری برطانوی خصوصیات پر محمول کرو گی۔ اور یہ درست بھی ہے۔"

"ہنری کے لیے یہ رشتہ بہت مناسب ہے۔ لیکن آپ کو اس سے محبّت نہیں ہے۔"

"ہے — مسز اوسمنڈ!"

"غلط — آپ یہ تصوّر کرتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں۔"

"مانتا ہوں میں اس دروازے والے لڑکے کی طرح سودائی نہیں ہوں لیکن اس میں اتنی تعجّب کی کون بات ہے؟ مس اوسمنڈ سے بہتر اور کون لڑکی ہو گی؟"

"نہیں ہو گی — لیکن محبّت وجہوں کی پابند نہیں ہوتی۔"

"میں تم سے متفق نہیں۔ میرے پاس اس چاہت کے لیے ایک سے ایک معقول دلیلیں موجود ہیں۔"

"ضرور ہوں گی۔ لیکن آپ کو اس سے واقعی محبّت ہوتی تو آپ کو معقول یا نامعقول کسی قسم کی دلیلوں کی پروا ہی نہ ہوتی۔"

"میں تو سچ مچ اس پر فدا ہو چکا ہوں —" لارڈ وآربرٹن نے کرسی پر نیم دراز ہو کر سر پیچھے کو ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ نہ بھولو کہ میں اب بیالیس سال کا ہوں اور وہ نہیں رہا جو پہلے تھا —"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔"

لارڈ وآربرٹن چپ چاپ اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر یک لخت انھوں نے سوال کیا۔ "تمھیں کوئی شک ہے؟"

ازابل نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انھیں دیکھا۔ اور ان نگاہوں میں اس نے وہی راز پڑھ لیا جس سے وہ ڈر رہی تھی لیکن وہ انھیں ہرگز نہ معلوم ہونے دیگی کہ وہ جانتی ہے — وہ جانتی ہے کہ وہ محض اس کے نزدیک آنے کے لیے پینزی سے شادی کر رہے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور خاموش رہے۔

"لارڈ وآربرٹن —" پھر ازابل نے مسکرا کر کہا۔ "جو آپ کے جی میں آئے کیجیے۔ مجھ سے غرض؟" اتنا کہہ کر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی جہاں شہر کے دو معززین نے اسے باتوں میں لگا لیا۔ لیکن اسے دفعتاً خیال آیا کہ اسے اس طرح اٹھ کر چلا نہ آنا چاہیے تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان سے بچ کر بھاگ رہی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے نہ آئے تھے۔ بہر حال اب اسے یہ طمانیت تھی کہ جو وہ جاننا چاہتی تھی اسے معلوم ہو گیا اس احساس سے وہ اس قدر مطمئن ہوئی کہ دروازے میں کھڑے کھڑے اس نے روزیر سے دوبارہ بات کی۔ "اچھا کیا جو تم گئے نہیں۔ اب میں تم کو تھوڑی سی تشفی دے سکتی ہوں۔"

"تمھاری تو ان لاٹ صاحب کے نیچے سے بہت گاڑھی چھن رہی تھی۔"

"سنو جی — جو کچھ میرے بس میں ہو گا۔ اپنے بھر میں تمھارے لیے کروں گی۔ اب تو خوش —؟"

"یہ تم اتنی جلدی بدل کیسے گئیں؟" روزیر نے اسے مغموم نگاہوں سے دیکھا "میں نے سوچا کہ تم دروازوں میں کھڑے دوسروں کا راستہ روکے رہتے ہو۔ اس کا

مداوا کرنا چاہیے ۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ اور پنزی گھوڑا گاڑی میں سوار ہونے لگیں تو لارڈ وار برٹن بھی باہر نکل آئے۔ اور سوار ہونے میں ان بیبیوں کو مدد دی۔ انھوں نے پنزی سے پوچھا ۔ "یہ کہیے۔ شام کیسی گزری ۔۔؟" اور پھر ذرا تکان کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے۔ گاڑی چلنے لگی۔" آنابل نے کھڑکی میں سے انگلی نکال کر آہستہ سے ان سے کہا" اپنے سُسر کو خط بھیجنا نہ بھولیے گا"

۴۴

کاؤنٹس جیمنی اپنی زندگی سے بیزار رہتی تھیں۔ قسمت میں ان کی یہ نرک بھوگنا لکھا تھا کہ فلورنس میں اپنے سخت پھٹیچر فناتی قسم کے میاں کے ساتھ رہے جائیں۔ اور میاں تھے کہ بارہ مہینے جوا کھیلنے اور ہارنے میں جُٹے رہتے تھے۔ حد یہ تھی کہ جو لوگ ان سے بڑی بڑی رقمیں جیتتے ہیں ان تک کو کاؤنٹ جیمنی کے وجود سے نفرت تھی۔ ان کا خاندانی نام خاصا مشہور تھا۔ مگر اس کی بھی اٹلی کی ریاستوں کے ان سکوں والی حیثیت تھی جو جزیرہ نما کے دوسرے حصوں میں نہ چل سکتے تھے۔ روم میں وہ فلورنس کے ایک ٹھس اور قصباتی قسم کے باشندے سمجھے جاتے۔ چنانچہ روم سے تو ان کو زیادہ رغبت نہ تھی۔ کاؤنٹس کا یہ تھا کہ روم میں چل کر رہنے کی تمنا میں مری جاتی تھیں۔ مگر یہ ان کے نصیب میں نہ تھا۔ ان کو تو یہ بتاتے بھی شرم آتی تھی کہ دارالسلطنت جانے کے مواقع ان کو شاذ و نادر ہی ملتے تھے۔ مگر فلورنس کے بہتیرے رؤسا تو ایسے تھے جنہوں نے ساری عمر روم کی شکل تک نہ دیکھی تھی۔ کاش کاؤنٹس سینٹ پیٹر کے گنبد کے سائے میں بقیہ عمر گزار دیتیں۔ روم ٹھہرا "ابدی شہر" اور کاؤنٹس اپنی تفریحوں اور رنگ رلیوں کی کڑی ابدیت سے ملانے کی بہت شوقین تھیں۔ روم میں ان کی ہر ہر حرکت لافانی، زندہ جاوید بن کر رہ جاتی۔ پھر اس عروس البلاد میں جاڑوں کے زمانے میں بھی انسان بڑے بڑے آدمیوں سے شام کی ضیافتوں پر ملاقات کر سکتا ہے۔ فلورنس میں مشہور

شخصیتوں کا وجود ہی نہ تھا۔ اپنے بھائی کی شادی کے بعد ان کی اس بیزاری میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ ان کی بھاوج روم میں رہ کر خوب گل چھرّے لڑاتی ہے۔ وہ اپنی بھاوج کی طرح دانشمند تو تھیں نہیں کہ روم کے کلیساؤں، کھنڈروں، عجائب خانوں اور تاریخی یادگاروں کو سراہ سکیں۔ لیکن ان کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کی قدرداں تو وہ تھیں۔ بھاوج کے یہاں انھوں نے اس کی شادی کے پہلے سال صرف ایک ہفتہ بسر کیا تھا۔ دوبارہ آنے کی دعوت انھیں نہیں دی گئی۔ وہ جانتی تھیں کہ ان کا بھائی انھیں ناپسند کرتا ہے مگر بھائی کی ان کو پروا کب تھی۔ وہ تو ضرور بالضرور دوبارہ جاتیں لیکن سوال پیسے کا تھا۔ شوہر انتہائی چرکٹ آدمی۔ کنجوس مکھی چوس۔ مجال ہے جو بیوی پر ایک پیسہ خرچ کردیں۔ آزابل کاؤنٹس کو بہت اچھی لگی تھی۔ انھوں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ اپنی قسم کی احمق عورتوں کے مقابلے میں عقلمند عورتوں سے ان کی سدا زیادہ اچھی طرح نبھی۔ احمق الذی گاؤدی عورتیں کاؤنٹس کی ہوشمندی کو نہ پا سکتی تھیں اور عاقل عورتیں ان کی بیوقوفی کو سمجھ لیتی تھیں۔ انھوں نے دیکھا کہ گو آزابل اور ان میں خود زمین آسمان کا فرق ہے مگر کوئی ایسی مشترکہ زمین ان کے قدموں تلے ضرور موجود ہے جس پر دونوں مضبوطی سے اپنے پاؤں جما کر کھڑی ہو سکتی ہیں۔ ان کو توقع تھی کہ آزابل انھیں بہت کمتر سمجھے گی۔ لیکن آزابل نے ان سے برابری کا برتاؤ کیا۔ نہ ان کی تحقیر کی نہ تعریف۔ (اور بھلا آزابل ایک گھاس کے بنڈے پر کسی قسم کا اخلاقی فیصلہ صادر ہی کس طرح کر سکتی تھی) وہ اپنی نند کی طرف سے بے پروا تھی۔ بلکہ اسے ایک حد تک اس عورت سے ڈر بھی لگتا تھا۔ یہ کاؤنٹس آزابل کا خیال تھا بڑی غیر معمولی قسم کی عورت تھی۔ اس میں روح نہیں تھی۔ ایک انتہائی شوخ رنگ کی سطح والا گلابی سیب تھا جسے ہلاؤ تو زور زور سے کھڑکھڑاتا تھا۔ یہ کھڑکھڑاہٹ درحقیقت کاؤنٹس کے روحانی اصول تھے۔ ایک ننھا سا بیج تھا جو کاؤنٹس کے وجود کے اندر لڑھکتا پھرتا تھا۔ یہ ایسی بے تکی آدمی تھیں کہ ان سے نفرت کی ہی نہ جا سکتی تھی۔ آزابل ان کو دوبارہ اپنے گھر بلاتی مگر اوسمنڈ نے منع کر دیا۔ اوسمنڈ کے خیال میں ان کی بہن اعلیٰ درجے کی گھٹیا تھی۔ اس کے پاس اس کا اپنا دل

ملک نہ تھا۔ اپنا دل وہ شادی کے باسی کیک کے ٹکڑوں کی طرح تھوڑا تھوڑا سب میں بانٹ چکی تھی۔ لیکن آج پلازو رو کانیرا میں چند ہفتے گزارنے کا دعوت نامہ کاؤنٹس جینی کو موصول ہوا تھا۔ آومنڈ نے یہ بھی لکھا کہ انھیں بہت خاموشی سے وہاں رہنا ہوگا۔ یہ فوراً رختِ سفر باندھ کر تیار ہو گئیں۔ شادی سے پہلے انھیں آزابل پر افسوس ہوا تھا۔ لیکن اب وہ دیکھ چکی تھیں کہ آزابل ان کے بھائی کے جنگل میں پوری طرح آنے والے اسامی نہیں۔ یہاں تو لوہے کو لوہا کاٹ رہا تھا۔ انھیں بہر حال، آومنڈ کی شکست پر بڑی خوشی ہوتی۔

روم جانے سے چند روز قبل ایک بی بی کاؤنٹس سے ملنے کے لیے آئیں۔ ان کا نام تھا ہنری ایٹا اسٹیک پول۔ کاؤنٹس کے ذہن سے یہ مشبُہ نام کب کا اتر چکا تھا۔ ہنری ایٹا کو دیکھ کر وہ فوراً پہچان گئیں کہ ان ادیبہ خاتون سے وہ مسز توشیت کے وہاں مل چکی تھیں۔ دراصل ساری عمر میں صرف ایک ہی ادیبہ اور وہ بھی نئے زمانے کی، انھوں نے دیکھی تھی۔ اور وہ یہی تھیں ہنری ایٹا صاحبہ۔ یہ بات انھیں بہت دلچسپ لگی تھی کیونکہ آخر کار وہ خود بھی تو ایک شاعرہ کی بیٹی تھیں۔ ممکن ہے مس اسٹیک پول سورگ باشی "امریکن کورین" کا نام سن کر ہی اس وقت ان سے ملنے آئی ہوں۔ لیکن یہ صاحبزادی نئی روشنی کی پروردہ معلوم ہوتی تھیں۔ اور غالباً ادبی ذوق رکھنے والی خواتین کے کردار (پیشہ وارانہ کردار) میں اب تک بڑی ترقیاں ہو چکی ہونگی۔ (خصوصاً مغرب کے ممالک میں)۔ کاؤنٹس کی اماں تو سیاہ مخمل کے لباس پر زرتار شال لپیٹ کر سونے کی تیلیوں والا تاج اپنے سر کی گھنی چمکیلی لٹوں پر دھر لیا کرتی تھیں۔ ہمیشہ آہیں بھرا کرتیں۔ ہل کر پانی نہ پیتیں۔ ڈرپوک پرلے درجے کی۔ ایک یہ ہنری ایٹا تھی کہ مردوں کے بھی کان کاٹتی تھی۔ اس نے بتایا کہ فلورنس میں وہ کاؤنٹس کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی۔ مسز توشیت امریکہ میں تھیں اور یوں بھی وہ ان سے ملنے نہ جاتی۔ کیونکہ انھیں وہ پسند نہیں کرتی۔

"اور مجھے ۔۔۔؟" کاؤنٹس نے پوچھا۔

"آپ ان سے کہیں بہتر ہیں۔ آپ کی بہت سی باتوں کو تو میں نے اخبار میں بھی

چھپوا دیا تھا۔"

"آے ہے — ؟" کاؤنٹس نے ذرا گھبرا کر کہا۔ "میں نے کیا باتیں کی تھیں ؟"

"اس شہر میں عورتوں کی حیثیت کے متعلق —"

"عورتوں کی حیثیت تو خیر بہت ناگفتہ بہ ہے لیکن تم نے وہ سب چھپوا دیا ٹھیک ؟"

"میں آپ کو وہ اخبار بھجوا دوں گی۔ میں نے آپ کا نام نہیں لیا تھا۔ صرف اتنا لکھا تھا۔" ایک عظیم المرتبت خاتون کے خیالات —"

"افسوس کہ تم نے میرا نام شائع نہیں کیا۔ پھر میں بھی اپنا نام اخبار میں چھپا دیکھتی۔ جانے میرے خیالات وہ کون سے تھے۔ میرے خیالات تو بے شمار ہیں۔ میں اپنے بھائی سے بے انتہا مختلف ہوں۔ ان سے ملی ہو نا ؟ ان کا نام اگر اخبار میں چھپ جائے تو وہ سمجھیں گے کہ ان کی ناک بانسے سے کچھ گئی۔ ان کے نزدیک بڑی سخت رسوائی کی بات ہے یہ —"

"خیر میں ان کا نام استعمال کرنے ہی کیوں لگی۔" ہنری ایٹا نے رکھائی سے جواب دیا۔ "آپ کو معلوم ہے انھوں نے میری عزیز ترین ہیلن سے شادی کی ہے اور اب چاہتے ہیں کہ آزابیل مجھ سے قطع تعلق کر لے۔"

"بس یہ نہ ہونے دینا۔"

"اسی لیے میں روم جا رہی ہوں۔"

"میں بھی تو جا رہی ہوں۔ چلو دونوں اکٹھے چلیں گے۔"

"ضرور اپنے سفرنامے میں میں آپ کا تذکرہ بھی کروں گی۔"

کاؤنٹس اچک کر صوفے کے پاس آگئیں۔

"مجھے وہ پرچہ ضرور بھیجنا۔ میرے میاں کو بہت کھلے گا لیکن میں ان کو دکھلاؤں گی ہی کیوں۔ علاوہ ازیں ان کو پڑھنا بھی نہیں آتا۔"

"پڑھنا نہیں آتا — ؟" ہنری ایٹا نے آنکھیں پوری طرح کھول کر پوچھا۔ "میں اپنے مضمون میں اس بات کا ذکر کر دوں — ؟ اپنے اخبار میں ؟"

"تمہارا اخبار؟"

"عکاس"

"ضرور۔ بلکہ ان کا نام بھی چھاپ دو۔ آزابل کے پاس ہی ٹھہرو گی؟"

"اس نے مجھے مدعو نہیں کیا ہے۔ میں نے اسے اپنے آنے کی اطلاع دی تھی۔ اس نے جواب میں لکھا تھا کہ کسی سرائے میں میرے لیے کمرے کا انتظام کر دے گی۔ اس کی وجہ اس نے نہیں بتائی۔"

"وجہ اوسمنڈ ہے۔" کاؤنٹس نے بڑی دلچسپی سے ہنری اٹیا کی بات سننے کے بعد کہا۔

"آزابل مقابلہ کیوں نہیں کرتی۔ ڈٹ کر لڑتی کیوں نہیں۔ بہت بدل گئی ہو گی لڑکی — میں نے پہلے ہی اس سے کہا تھا کہ بدل جائے گی —"

"اچھا — میرا خیال تھا کہ تمھاری سہیلی اپنی مرضی کی مالک ہے — میرا بھائی تمھیں کیوں ناپسند کرتا ہے؟"

"پتا نہیں۔ میری جوتی کی نوک کو بھی پروا نہیں۔ میں یہ توقع نہیں کرتی کہ کوئی شخص مجھے اچھا سمجھے۔ صحافی اور اخبار نویس اس وقت تک کامیاب ہو ہی نہیں سکتا جب تک اچھی طرح اس پر لعنت ملامت نہ کی جائے۔ لیکن آزابل سے مجھے یہ امید نہ تھی۔"

"وہ بھی تم سے متنفر ہو چکی ہے؟"

"کیا معلوم۔ یہی سب جاننے کے لیے میں روم جاتی ہوں۔ اب اس کے خطوں کا رنگ بھی دوسرا ہوتا ہے۔ اسی لیے اگر آپ کو کچھ علم ہو تو بتلائیے تاکہ میں پہلے سے تیار ہو جاؤں۔"

"میں تو اوسمنڈ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" کاؤنٹس نے حسب عادت ہونٹ پچکا کر کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "اوسمنڈ کو تو میں تم سے بھی زیادہ بری لگتی ہوں۔"

"لیکن آپ خاتون نامہ نگار نہیں ہیں۔"

"اور بہت سے سبب ہیں۔ خیر اب تو میں ان کے یہاں جا رہی ہوں۔"

"اگر آزابل نے مجھے بلایا بھی ہوتا تو اس کے گھر نہ جاتی۔ اس کی چھت کے نیچے مجھے راحت کے بجائے سخت رنج ہوتا۔"

"روم میں آج کل ایک سے ایک بڑے آدمی آئے ہوئے ہیں۔ لارڈ وار برٹن کا نام سنا ہے؟"

"خوب جانتی ہوں۔"

"سنا ہے بہت دھوم دھام کے آدمی ہیں۔ آج کل ازابل سے عشق لڑا رہے ہیں۔"

"جی۔؟ کیا ۔۔۔؟!"

"افواہ تو یہی گرم ہے۔ تفصیلات معلوم نہیں ۔۔"

ہنری اپیٹا بڑی متانت سے ان کو دیکھتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی: "آپ روم کب جا رہی ہیں؟"

"اگلے ہفتے۔"

"میں کل روانہ ہو رہی ہوں۔"

"اے ہے۔ اور میرے تو ابھی کپڑے ہی سل کر تیار نہیں ہوئے۔ آزابل کے یہاں سنا ہے آئے دن دعوتیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں تم سے وہیں ملوں گی۔ تمہارے ٹھکانے پر بھی آؤں گی۔ پر میں تمہارے ساتھ نہ چلی تو تم سفرنامے میں میرا ذکر کیسے کرو گی؟"

ہنری اپیٹا کا دھیان کہیں اور تھا۔ اس نے سوال کیا "لارڈ وار برٹن کے متعلق ابھی آپ نے جو کہا ہے میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کیوں؟ میرا خیال ہے بہت عمدہ آدمی ہیں وضع دار۔ سجیلے۔"

"آپ کے نزدیک شادی شدہ خواتین کے ساتھ عشق بازی کرنا بڑی عمدہ بات ہے؟" ہنری اپیٹا نے ایک ایک لفظ بڑی صفائی سے ادا کیا۔

کاؤنٹس زور سے ہنسیں۔ "سارے دلچسپ مرد یہی کرتے ہیں۔ شادی کر لو۔ ۔۔۔ پھر دیکھنا ۔۔۔ کیسے کیسے پروانے تمہارے گرد چکر کاٹیں گے۔"

"شادی کے بعد میں دوسروں کے شوہروں اور دوسرے مردوں کے بجائے اپنے ہی شوہر سے عشق کروں گی۔ اطمینان رکھیے ۔ کیا ۔ کیا آزابل اس قدر گر چکی ہے؟"

"نہیں تو ۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ اوسمنڈ تو وجود ہی سے دم گھبرا جائے انسان کا ۔ اور لارڈ وآربرٹن ان کے گھر پر ہمیشہ ڈٹے رہتے ہیں ۔ تم کو یہ سب سنکر بہت صدمہ ہوا ہے ۔"

"مجھے فکر ہو رہی ہے ۔"

"آزابل پر تمھیں اس سے زیادہ بھروسا ہونا چاہیے ۔ اگر تم کہو تو میں لارڈ وآربرٹن کی طبیعت ادھر سے ہٹا دوں ۔"

"آپ مجھے بالکل غلط سمجھ رہی ہیں ۔ مجھے آزابل کی طرف سے ڈر نہیں ۔ مجھے تو یہ جان لیوا خدشہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ ناخوش ہے ۔"

کاؤنٹس نے کئی بار بہت بے صبر اور طنزیہ انداز میں سر ہلایا "اور میں محض یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اوسمنڈ بھی ناخوش ہے یا نہیں ۔" اب ہنری ایٹا کی باتوں سے وہ اُکتا رہی تھیں ۔

"آزابل یقیناً بہت بدل چکی ہے ۔ اس کی وجہ وہ مجھے کبھی نہ بتائے گی ۔"

"اوسمنڈ بھی اپنی پُرلطف باتیں اب نہیں کرتا ۔ اس کی تبدیلی کی وجہ کا پتہ تو میں چلا لوں گی ۔"

"مجھے اوسمنڈ کی پروا نہیں ۔"

"مجھے تو ہے ۔ آزابل کی ناشادی کا مجھے بہت افسوس ہوگا لیکن میں اس کے لیے کچھ کر نہیں سکتی ۔ آخر اس نے اوسمنڈ سے بیاہ کیا ہی کیوں تھا ۔ اسی وقت میری بات مان لیتی تو کب کا اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتی تھی ۔ چلو اب ہی اس نے اوسمنڈ کی جان ضیق میں ڈال دی ہوتی تو کچھ آنسو تھمتے ۔ اگر اوسمنڈ اسے پیروں تلے روندتا ہے اور وہ اُف نہیں کرتی تو اس حالت میں مجھے اس پر رحم نہیں آ سکتا ۔ میں صرف یہی جاننا چاہتی ہوں کہ اس نے بھی اوسمنڈ کو اتنا ہی ستا رکھا ہے یا نہیں ۔"

ہنری اٹیا اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایسی توقعات اسے بیحد خوفناک معلوم ہوئیں۔ اسے کاؤنٹس کی طرف سے سخت مایوسی ہوئی تھی۔ "مگر اس کے بجائے وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کر سکتے تو زیادہ اچھا تھا۔" اس نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔ اوسمنڈ کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔"

"اسی لیے میں آزابل کی طرف سے فکر مند ہوں۔"

"آزابل کے خیر خواہ تو بہت سارے ہیں!" کاؤنٹس نے طنز سے کہا۔ "مگر میں اس پر ترس ہرگز نہیں کھا سکتی۔"

"ممکن ہے میں بھی اس کی کوئی مدد نہ کر پاؤں۔"

"تمہیں اس سے ہمدردی تو ہے۔ یہی بڑی بات ہے۔ شاید تم اسی لیے امریکہ سے اتنی دور آئی ہو۔"

"ہاں۔"

کاؤنٹس اُسے دیکھ کر مسکرائیں۔ "کتنی پیاری دوستی ہے۔ آزابل بڑی خوش قسمت ہے۔ اس کے اور چاہنے والے تو موجود ہیں۔ میاں لاکھ بدذات سہی۔ وہ مجھ سے کہیں زیادہ خوش قسمت ہے۔ میں بھی اسی کی طرح زندگی سے نالاں ہوں۔ میرا میاں انتہائی بیہودہ انسان ہے۔ اور میری غمخواری کوئی نہیں کرتا۔ میرے دوست ایک ایک کر کے مجھے چھوڑ چکے ہیں۔ تم نے جو کچھ آزابل کے لیے کیا ہے وہ میرے لیے کون کریگا۔"

ہنری اٹیا کو ترس آگیا۔ "سنیے۔ میں آپ کا ساتھ دوں گی۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ میں آپ کے ہمراہ چلتی ہوں۔"

"نہیں نہیں۔" کاؤنٹس نے فوراً لہجہ بدل کر جواب دیا۔ "صرف میرا ذکر اخبار میں کر دینا۔"

ہنری اٹیا نے چلتے وقت ان پہ واضح کر دیا کہ ان کے سفر روم کی فرضی روداد وہ اخبار میں ہرگز شائع نہیں کر سکتی۔ نامہ نگاری کے معاملے میں ہنری اٹیا بے حد دیانت دار تھی۔ کاؤنٹس سے رخصت ہو کر وہ اپنے سفر پہ چل کھڑی ہوئی۔ لہریں

ملرتی آرنو ندی کے گھاٹ پر چمکیلی چھتوں والی سرائیں ایک قطار میں موجود تھیں۔ ندی کی موجوں کا رنگ زرد نظر آرہا تھا۔ ہنرئیٹا کو فلورنس کے سارے گلی کوچے یاد تھے تیز تیز قدم رکھتی وہ "مقدس تثلیث کے پل" پر پہنچی اور اپنے ہوٹل میں داخل ہو کر اس نے جیب سے کاغذوں کی کتاب برآمد کی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے لکھا:

"آج شام کو تم سے مل سکتی ہوں؟ بے حد ضروری بات ہے۔ کل صبح روم جا رہی ہوں۔"

پرچہ چوکیدار کو دے کر اس سے مسٹر گڈ وڈ کے متعلق دریافت کیا "گھر پہ ہیں؟"

چوکیدار نے اپنے فرقے کے عام دستور کے مطابق جواب دیا — "ابھی بیس منٹ ہوئے باہر گئے ہیں۔"

"یہ رقعہ ان کو دے دینا۔ اس کے بعد وہ فلورنس کے مشہور تصویر خانے کی طرف روانہ ہو گئی۔ یہاں طویل غلام گردشوں کے مرمریں فرش پر جاڑوں کی چمکیلی دھوپ سکون سے بکھری ہوئی تھی۔ جناب "مرم" کی ایک مشہور تصویر کے سامنے پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ یہ اس کی پسندیدہ تصویر تھی۔ یہاں کیسپر گڈ وڈ سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔

"میں ابھی ہوٹل میں تمہارے لیے پرچہ چھوڑ کر آئی ہوں۔ معلوم ہے تم مجھ سے ملنا نہیں چاہتے مگر یہ بڑی ضروری بات ہے۔"

"اس عزت افزائی کے لیے ممنون ہوں۔" کیسپر نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔

"تم تو مجھ سے بات کرنے سے بھی بچتے ہو۔ مجھے اس کی پروا نہیں میں تفریحاً تم سے گفتگو نہیں کر رہی۔ اب یہیں پورا قصہ سن لو۔"

"میں تو ابھی واپس جا رہا تھا۔ خیر، بتاؤ۔" اس نے اخلاق سے جواب دیا۔ لیکن کسی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا۔

ہنرئیٹا کو بہر حال اس سے بات کرنا تھی۔

"تم نے تصویریں دیکھ لیں ساری؟" اس نے سوال کیا۔

"میں ایک گھنٹے سے یہیں گھوم رہا ہوں۔"

"یہ والی دیکھی۔ یہ مجھے بہت پسند ہے۔"

"تصویریں مجھے یاد نہیں رہتیں۔ کیا اس وقت تم مجھ سے آرٹ کے متعلق تبادلہ خیالات کرنا چاہتی تھیں؟"

"نہیں ——" وہ دونوں اس چھوٹے روشن کمرے میں اکیلے تھے۔ صرف ایک بھولا بھٹکا سیاح زہرہ کے مجسمے کے سامنے کھڑا تھا۔

"میرے اوپر ایک احسان کروگے؟" ہنری ایٹانے کہا۔

کیسپر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اب بڑا عمر رسیدہ نظر آرہا تھا۔ "کیا بات ہے" اس نے بڑے باصبر انداز میں کہا۔ "کیسا احسان۔ مجھے اس قسم کی باتیں بہت کھلتی ہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔" ہنری ایٹانے بہت پرخلوص لہجے میں جواب دیا۔ "تم مجھ سے ناراض ہو۔ لیکن میں نے تمھاری ناراضگی کا بُرا نہیں مانا۔ میں اب بھی تمھارے کام آنا چاہتی ہوں۔"

کیسپر اس لہجے سے متاثر ہوگیا۔ "کس طرح ——؟" اس نے ذرا تامل کے بعد پوچھا۔

"روم مت جاؤ۔"

"مجھے معلوم تھا تم یہی کہوگی۔"

"تم خود اس کے متعلق سوچ چکے ہو۔"

"میں یہاں تک محض اسی واسطے آیا ہوں۔ دو مہینے تک پیرس میں اسی پس و پیش میں ٹھہرا رہا۔"

"تم سمجھتے ہو تمھارا روم جانا تمھارے اور مسز اوسمنڈ دونوں کے حق میں بہتر ہوگا؟"

"میں مسز اوسمنڈ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔"

"ہاں لیکن تمھاری وجہ سے انھیں نقصان تو پہنچ سکتا ہے!"

"ان سے جاکر ملنے سے ان کے لیے فرق پڑے گا۔ میں ان کے لیے کچھ نہیں ہوں۔ میں تو ان سے ملنا بھی نہیں چاہتا۔"

"پھر کیوں جا رہے ہو۔"

"پتا نہیں۔ متواتر دو مہینے سے اسی الجھن میں گرفتار ہوں۔"

"وہاں جا کر اس الجھن میں اضافہ ہو جائے گا۔ تمھاری بے چینی زیادہ بڑھ جائیگی۔"

"تم کو کیسے معلوم کہ میں اب بھی بے چین ہوں؟"

"تم — تم نے کسی دوسری لڑکی پر اب تک توجہ نہیں دی۔ اسی کی لگن میں ہو۔"

"میری لگن کا تمھیں کیسے اندازہ ہوا۔" کیسپر نے دفعتاً جھینپ کر کہا۔

"بہر حال۔ میں تم کو آگاہ کر دینا چاہتی تھی۔ حالانکہ کہا جا سکتا ہے کہ مجھے دوسروں کے قصوں سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیے۔"

"تمھاری عنایات کا میں شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ اچھا۔ میں وعدہ کرتا ہوں روم جا کر مسز آرمنڈ کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤں گا۔"

"سوال یہ ہے کہ اس کی مدد تم کیا کر سکتے ہو؟"

"انھیں مدد کی ضرورت ہے؟"

"عورتیں ہمیشہ لاچار ہی ہوتی ہیں۔ اس وقت تمھیں بے لوث دوستی کا ثبوت دینا چاہیے۔ خود غرضی پر مت اتر آنا۔" پھر وہ مڑ کر تصویروں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تم نے اس کے لیے یہاں بھی کچھ سنا ہے؟"

ہنری ایٹا گول مول باتیں کرنے کی قائل نہ تھی لیکن اس وقت اس نے ذرا چالبازی سے کام لیا۔ "سنا تو بہت کچھ ہے۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ تم روم جاؤ۔ تم جانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہو۔ اب نہیں بتاؤں گی۔"

"تمھاری مرضی۔ تم نے سنا ہے کہ وہ خوش نہیں؟"

"یہ تمھیں کبھی معلوم نہ ہو سکے گا۔"

"خدا نہ کرے کہ میں اس کی تکلیف کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ کب روانگی ہے؟"

"کل شام کی ٹرین سے۔ اور تم؟"

کیسپر ذرا ہچکچایا۔ وہ ہنری آیٹا کے ساتھ سفر کرنے کا خواہشمند نہ تھا۔ گلبرٹ اوسمنڈ کی طرح وہ اس لڑکی کو ناپسند نہ کرتا تھا۔ ہنری آیٹا کی لیاقت اور تیزی میں کوئی کلام نہ تھا۔ اور عورتوں کے جس طبقے سے ہنری ایٹا کا تعلق تھا اس پر بھی کیسپر کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ ایک ترقی پذیر ملک کے نظام میں اخبار نویس خواتین کا وجود بھی لازمی بات ٹھہری۔ اس نے ان بیبیوں کے مضامین کبھی نہ پڑھے لیکن اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ، بہر حال، معاشرے کی مجموعی ترقی اور خوشحالی کی ایک قسم کی علامت تھیں۔ لیکن کاش اپنی اس قابلِ ذکر حیثیت کا فائدہ اٹھا کر ہنری ایٹا اس طرح خلائی فوجداری نہ کرتی پھرتی۔ نہ جانے اس نے یہ کیوں فرض کر رکھا تھا کہ وہ مسز اوسمنڈ کا نام آتے ہی زمین پر لوٹنے لگے گا۔ چھ مہینے قبل پیرس میں بھی اس نے اسی قسم کی باتیں کی تھیں اور اب بھی یوروپ کے دورانِ قیام میں جہاں بھی کیسپر سے اس کی ملاقات ہوئی اور اسے موقع ملتا یہ فوراً پھر وہی اپنا راگ الاپنا شروع کر دیتی۔ کیسپر بات بات پر مسز اوسمنڈ کا قصہ نہ چھیڑنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت مسز اوسمنڈ اس کے اعصاب پر سوار نہیں وہ بہت خاموش طبیعت کا انسان تھا۔ اور ہنری ایٹا تھیں کہ اس کی روح کی گہری تاریکیوں میں اپنی لالٹین چمکائے جانے پر مصر تھیں۔ کاش وہ اس کا پیچھا چھوڑ دیتی۔ اس نے اسی وقت فوراً روم جانے کا تہیہ کر لیا۔ اسے یوروپین ریل گاڑیوں سے نفرت تھی۔ جہاں گھنٹوں ان کمبخت غیر ملکیوں کے ساتھ گھٹنے جوڑ کر بیٹھے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے سفر کے لیے یہ ریل گاڑیاں اور زیادہ بیہودہ تھیں لیکن کم از کم رات کو سوتے میں انسان امریکن سیلون کار کے خواب تو دیکھ سکتا تھا۔ پر اب وہ صبح کی ٹرین سے بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ ہنری ایٹا مات کو سفر کر رہی تھی اور اگر وہ اس کے ساتھ نہ جاتا تو اس کا مطلب تھا کہ وہ ایک تنہا لڑکی کی حفاظت سے گریز کر کے اس کی توہین کر رہا ہے۔ وہ روم پہنچنے کے لیے اس قدر بے تاب تھا کہ اپنی روانگی چند روز کے لیے ملتوی بھی نہ کر سکتا تھا۔ رات کے وقت یوروپین ٹرین میں ہنری ایٹا اسٹیک پول کے ساتھ سفر — الامان و الحفیظ۔ خدا مجھ پر رحم کرے۔ ہنری ایٹا نے اس کی جان ضیق میں ڈال دی تھی۔ بہر حال

وہ تنہا سفر کر رہی تھی اور یہ اس کا فرض تھا کہ اس کے ہمراہ چلے۔ لہٰذا جان پر کھیل کر بڑے تحمل کے ساتھ اس نے کہا ــ "میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ تاکہ راستے میں تمہیں کوئی زحمت نہ ہو۔"

"بہت ٹھیک ــ" ہنرئی اٹیا نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اور تصویریں دیکھنے میں مشغول ہو گئی۔

(۴۵)

آزابل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اوسمنڈ کو رالف کا روم میں قیام بے حد ناگوار گزر رہا ہے وہ آزابل کو کسی طرح کی ذہنی آزادی دینے کا قائل نہ تھا۔ اور رالف اس آزادی کا پیغامبر تھا۔ آزابل اسی خاطر اس سے ملنے جاتی۔ اور گویا چوری چوری ذہن کی دنیا کی ان کھلی فضاؤں سے لطف اندوز ہوتی اس نے اپنے شوہر کی مخالفت نہ شروع کی تھی۔ وہ اب تک اس کا خدائے مجازی تھا۔ یہ حقیقت اسے بے حد لرزہ خیز معلوم ہوتی۔ شرافت اور پاکبازی کی روایات اور رشتۂ مناکحت کی تقدیس کا بوجھ برابر اس کے دماغ پر موجود رہتا۔ ان مقدس بندھنوں کو توڑنے کا خوفناک خیال بھی دل میں لا سکتی ہے۔ اسے یہ سوچ کر شرم آجاتی۔ لیکن اسے احساس تھا کہ بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب اسے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ اوسمنڈ خود اپنی طرف سے کوئی قدم نہ اٹھائے گا۔ وہ ایسا اہتمام کرے گا کہ آزابل کو خود یہ دہشتناک اقدام کرنا پڑے۔ اس نے ابھی رالف سے ملنے کی مخالفت نہ کی تھی۔ لیکن آزابل جانتی تھی کہ رالف اگر جلد یہاں سے نہ چلا گیا تو اوسمنڈ اس کو قطعی طور پر حکم دے دے گا کہ وہ رالف کی شکل نہ دیکھے۔ مگر وہ ابھی کس طرح جا سکتا تھا۔ موسم بے حد خراب ہو رہا تھا۔ اس حالت میں سفر اس کے لیے خطرناک تھا۔ آزابل کو معلوم تھا کہ اوسمنڈ اس کے خالہ زاد بھائی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ رالف نے کبھی اس کے خلاف ایک لفظ نہ کہا تھا۔ لیکن آزابل کا دل دھڑکنے لگتا۔ وہ سوچتی کہ عنقریب اوسمنڈ صاف صاف اس کو رالف سے قطع تعلق

کرنے کا حکم دینے والا ہے۔ کاش رآلف فوراً یہاں سے چلا جاتا۔ وہ اپنے آپ کو بے حد کمزور اور بزدل سمجھتی۔ رآلف سے اسے بے حد محبّت تھی لیکن اپنی کسی بےانتہا عزیزشے کی وجہ سے بھی وہ اپنی شادی کے اس مقدّس ترین اور اہم ترین رشتے کو توڑ دے —— اس تصور سے ہی وہ کانپ اٹھتی۔ آوسمنڈ سے قطع تعلق —— اس کے بعد کیا ہو گا؟ پھر مصالحت، موافقت ناممکن تھی۔ ایسا لطیف اور حسین سمبندھ بھی اگر کامیاب ثابت نہ ہو سکا تو اس کے بعد دنیا کی کوئی چیز بھی اس کا نعم البدل نہ بن سکتی تھی۔ ایک روز وہ رآلف کو دیکھنے کے لیے اوپر دو پاری گئی۔ اور اس نے یک لخت ایک سوال کیا ——

"میں لارڈ وار برٹن کے متعلق تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہی ہو۔" ہڈیوں کے ایک ڈھانچے نے آرام کرسی پر لیٹے لیٹے بات کی۔

"تو پھر مجھے جواب دو۔ تم تو ان سے بہت بے تکلف ہو۔"

"پوچھو۔ مگر یہ نہ بھولنا کہ وار برٹن اپنے جذبات کو چھپانا بھی خوب جانتے ہیں۔"

"چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ ہمیشہ کے صاف دل آدمی ہیں۔"

"اب حالات بہت مختلف ہیں۔"

"کیا لارڈ وار برٹن واقعی محبّت میں گرفتار ہیں؟"

"بہت سخت۔"

"اوہ ——" آزابل نے رکھائی سے کہا۔

رآلف نے چوکنا ہو کر اسے دیکھا۔ "یہ سن کر تم بہت مایوس نظر آ رہی ہو۔ کیا بات ہے۔"

آزابل اپنے دستانے سنبھال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "مجھ سے کیا غرض ——"

"فلسفی مت بنو۔ میں اصل قصہ پوچھ سکتا ہوں؟ کہنا کیا چاہتی تھیں؟"

"میرا خیال تھا تم جانتے ہو گے۔ لارڈ وار برٹن نے بڑی عجیب و غریب بات مجھ سے کہی ہے۔ ساری دنیا چھوڑ کر ان کی نظر انتخاب پنزی پر پڑی ہے۔ میں تم کو پہلے بھی

بتا چکی ہوں۔ تم نے کوئی رائے نہ دی۔ اس وقت کچھ تو بتاؤ۔ منہ سے بولو۔ سر سے کھیلو۔ تم سمجھتے ہو انھیں سچ مچ اس لڑکی کا کچھ خیال ہے ؟"

"پنیری کا ۔۔ ؟ قطعی نہیں ۔۔"

"لیکن تم نے ابھی ابھی خود ہی کہا ہے ۔"

"میں نے یہ کہا تھا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے ۔"

"یہ قطعی بکواس ہے ۔۔" آزابل نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔

"بکواس میری نہیں وار برٹن کی ہے ۔"

"لاحول ولا ۔۔ کیا کوفت کی بات ہے ۔" آزابل نے اپنی دانست میں گویا معاملے کی نزاکت کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تم کو یہ تبلا دوں کہ وار برٹن نے مجھ سے اپنے عشق کا اقرار نہیں کیا وہ تو ہمیشہ صاف مُکر جاتا ہے ۔"

"آپ دونوں حضرات میرے متعلق اس طرح گفتگو کرتے ہیں۔ بہت خوب۔ تم نے یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ ان کو پنیری سے عشق ہو گیا ہے ؟"

"وار برٹن پنیری کا ذکر بڑے مناسب الفاظ میں کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ لوک لیبہ کے لیے بہت موزوں رہے گی ۔"

"ان کا واقعی یہ خیال ہے ؟"

"وار برٹن اپنے دل کا حال تو خود ہی بہتر جانتا ہو گا ۔"

"چنانچہ رالف تم میری دستگیری نہیں کرو گے ؟"

پہلی مرتبہ آزابل نے یہ لفظ استعمال کیا تھا۔ رالف سرتاپا کانپ اٹھا۔ ترحّم اور پیار کا ایک ریلا اس کے دل میں امڈ آیا۔ ان دونوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو گئی تھی۔ آج بالآخر انھوں نے اسے عبور کر لیا۔ اس کے دل پر سے ایک عظیم بوجھ اتر گیا۔ اس نے بے اختیار ہو کر کہا ۔ "تم کس قدر دکھی ہو ۔"

ان الفاظ پر آزابل نے فوراً خود کو سنبھالا اور اس کی سنی ان سنی کر کے کہنے لگی۔

"تم سے مدد مانگنا عجیب مسخرہ پن لگتا ہے۔ آخر تم کو میرے گھریلو قضیوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ لیکن بات صرف اتنی ہے کہ لارڈ وار برٹن کو اس معاملے میں خود کوشش کرنا چاہیے۔ میں ان کے لیے کچھ نہیں کروں گی۔"

"کامیاب تو اس معاملے میں وہ آسانی سے ہو سکتے ہیں۔"

"لیکن اکثر انھیں مایوسی بھی ہوئی ہے۔"

"مایوسی سی مایوسی —!! کیا میں جانتا نہیں تم نے کس طرح ان کا دل توڑا ہے۔ لیکن کیا مس اوسمنڈ بھی انکار کر سکتی ہیں؟"

"انکار اگر ہوا تو لارڈ وار برٹن کی طرف سے ہوگا۔ مجھے لگتا ہے کچھ عرصے بعد وہ خود ہی اس قصے کو ختم کر دیں گے۔"

"وہ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کر سکتا جس سے تم لوگوں کی سبکی ہو۔"

"لیکن ان کے لیے زیادہ باعزت طریقہ یہی ہوگا کہ اس بے چاری بچی کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ اسے ایک اور شخص پسند ہے اور اسے اونچے مرتبے اور دولت کی رشوت دے کر اس کے محبوب سے چھڑوانا سخت کمینے پن کی بات ہے۔ پنزی کو اس شخص سے محبت ہے اور وہ بھی اس پر جان دیتا ہے۔ پنزی ایک نظر میں یہ پہچان سکتی ہے کہ لارڈ وار برٹن کو اس سے محبت نہیں ہے۔"

"وار برٹن اس کے ساتھ بڑا عمدہ سلوک کریں گے۔"

"اب بھی ان کا سلوک بے حد نفیس ہے۔ مگر خوش قسمتی سے اب تک انھوں نے پنزی سے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی جس سے وہ جذباتی طور پر مضطرب ہو جائے۔ وہ اس وقت بھی بڑے اطمینان سے اسے خدا حافظ کہہ کر یہاں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو سکتے ہیں۔ پنزی کو مطلق رنج نہ ہوگا۔"

"اور تمھارے شوہر کو —؟"

"میرے شوہر یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ واقعی وہ اس رشتے کے خواہشمند ہیں یا نہیں۔ اصلیت کیا ہے؟"

"اور تم کو اوسمنڈ صاحب نے حکم دیا ہے کہ اس اصلیت کا پتا چلاؤ؟"

"کیا حرج ہے۔ آخر میں لارڈ وآر برٹن کو اتنے عرصے سے جانتی ہوں۔ ایک پرانی واقف کار کی حیثیت سے مجھے بھی ان کے ارادوں سے دل چسپی ہو سکتی ہے۔"

"اور تم یہ چاہتی ہو کہ وآر برٹن یہ ارادہ ترک کر دے؟"

"ذرا ٹھہرو"۔ اس نے ابرو پر بل ڈال کر کہا۔ "تم ان کی طرف سے وکالت کر رہے ہو؟"

"قطعی نہیں۔ اس کے برعکس، میں تو ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ وآر برٹن تمہارا سوتیلا داماد بن جائے۔ کیا عجیب وغریب بے تکا مسخرے پن کا رشتہ ہوگا! مجھے فکر یہ ہے کہ تمہارے صاحب بہادر سمجھیں گے کہ تم نے ان کی بیٹی کی شادی نہیں ہونے دی"۔ رالف نے مسکرا کر کہا۔

آزابل نے بھی مسکرانے کی کوشش کی۔ "اوسمنڈ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ شادی بیاہ کے معاملے میں کسی پر زور نہ ڈالوں گی۔ وہ خود بھی ایسا نہیں کر سکتے۔"

رالف کو اب بڑی مایوسی ہوئی۔ آزابل چند لمحوں کے لیے نادانستہ طور پر پرانی آزابل بن گئی تھی۔ لیکن اب اس نے فوراً اپنا نقلی چہرہ پھر سے لگا لیا تھا۔ رالف دعا مانگ رہا تھا کہ کاش وہ اس وقت اپنے میاں کی شکایت کرے۔ کچھ تو کہے۔ لیکن وہ دوبارہ اسی وفا شعار بیوی کا روپ دھار چکی تھی۔ پھر آخر وہ اس سے اس سے کہنے کیا آئی تھی۔ وہ خلیج جوں کی توں موجود تھی۔ وہ اس سے کسی بات کا مشورہ طلب کر رہی تھی۔ اور اسے زبان تک نہ کھولنے دیتی تھی۔ وہ اسے اس کے "گھریلو قضیوں" کے متعلق کیا رائے دے سکتا تھا جبکہ اسے ان قضیوں کی اصل بنا گلبرٹ اوسمنڈ کے متعلق ایک لفظ بھی کہنے کی اجازت نہ تھی۔ اس تضاد سے ظاہر تھا کہ آزابل کس قدر بے بس اور غمزدہ تھی۔ "تم کتنی ہی اپنے میاں کی ہم خیال بنو ایک نہ ایک روز اس سے تمہیں اختلاف ضرور ہوگا۔"

"ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے میاں بیبیوں میں بھی کبھی نہ کبھی تھوڑی سی

اَن بَن ہو جاتی ہے۔ یہ کون سی بات ہے۔" آزابل نے چھتری سنبھال کر اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ رالف نے دیکھا کہ وہ گھبرا رہی تھی: "اور اس سلسلے میں تو کوئی جھگڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ ظاہر ہے کہ ادسمنڈ کو اس معاملے میں کافی دل چسپی ہو گی۔ پنسری ان کی اولاد ہے۔" پھر اس نے خدا حافظ کہنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ رالف نے تہیہ کر لیا کہ جب تک وہ اس پر صاف صاف ظاہر نہ کر دے گا کہ حقیقت حال سے خوب واقف ہے، اس وقت تک وہ آزابل کو جانے نہ دیگا۔" جانتی ہو اس معاملے میں ادسمنڈ تم سے کیا کہہ سکتا ہے؟"

آزابل نے بے رُخی سے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ کہہ سکتا ہے۔" رالف نے بات جاری رکھی۔ "کہ تم پنسری سے جلتی ہو۔ اس لیے یہ رشتہ نہیں ہونے دینا چاہتیں۔ تم اسے لیڈی وار برٹن کے روپ میں نہیں دیکھ سکتیں۔"

آزابل کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔

"ایسی کمینی بات مت کہو۔" اس نے اپنا ہاتھ رالف کے ہاتھ کی گرفت سے کھینچا اور تیزی سے کمرے سے باہر چلی گئی۔ گھر پہنچ کر اس نے پنسری سے گفتگو کی۔ وہ رات کے کھانے کے لیے لباس تبدیل کرنے کے بعد بڑی نزاکت سے اپنے کمرے میں آتشدان کے سامنے بیٹھی تھی۔ کفایت شعاری کو جو اصول اسے بچپن سے سکھائے گئے تھے ان کے تحت وہ اپنا سنگھار ختم کرنے کے بعد موم بتیاں بجھا چکی تھی۔ اور اس کی خواب گاہ صرف آتشدان کے شعلوں سے روشن تھی۔ گہرے رنگ کی اونچی چھت والے وسیع کمرے میں بیٹھی وہ بے حد ننھی سی دکھلائی دے رہی تھی۔ آزابل کی سمجھ میں نہ آیا بات کس طرح شروع کرے۔ پنسری فرش پر بیٹھ گئی اور اپنی سوتیلی ماں کے گھٹنوں پر اپنی باہیں رکھ کر بڑی محبت سے اسے تکنے لگی اس کی امی اتنی پریشان اور متفکر نظر آ رہی تھیں۔

آزابل اس وقت پنسری کی زبان سے یہ سننا چاہتی تھی کہ اسے لارڈ وار برٹن کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس نے سوچا کہ اس کی یہ خواہش اس کے شوہر کے ساتھ کتنی بڑی غداری تھی۔ پنسری کا سفید لباس آگ کی مدھم روشنی میں جھل مل جھل مل کر رہا تھا۔ فرش پر دو زانو بیٹھی وہ کس قدر معصوم نظر آتی تھی۔ جیسے قربان گاہ پر پہنچ کر شہید ہونے کی

منتظر ہو۔ تمہارے رشتے ناطے کے سلسلے میں میں اب تک بالکل خاموش رہی ہوں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں تمہاری طرف سے لاپروا ہوں۔" آزابل نے کہا۔

"مجھے اپنا مشورہ دیجیے۔"

"یہ بہت مشکل ہے۔ اپنے باپ کے کہنے پر چلنا تمہارا فرض ہے۔"

"بابا کے بجائے مجھے آپ کی رائے زیادہ پسند ہوگی۔"

"یہ ٹھیک بات نہیں۔" آزابل نے روکھے پھیکے انداز میں کہنا چاہا۔ "مجھے تم سے بڑی محبت ہے لیکن مجھ سے کہیں زیادہ تمہارے بابا تمھیں چاہتے ہیں۔"

"محبت کی وجہ سے نہیں ——" پنزی نے بڑی معقولیت کے ساتھ جواب دیا۔ "بلکہ اس لیے کہ آپ عورت ہیں اور ایک نوجوان لڑکی کو ایک مرد کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے سے صلاح دے سکتی ہیں۔"

"میں یہی صلاح دوں گی کہ اپنے باپ کی رائے کی عزت کرو۔ اپنے باپ کو خوش رکھو۔" آزابل نے گلا صاف کر کے جواب دیا۔

"یعنی ان کی مرضی پوری کرنے کے لیے کسی اور سے شادی کر لوں؟"

کمرے میں مکمل سناٹا طاری تھا۔ اس سناٹے میں آزابل کو اپنی آواز سنائی دی۔ "ہاں۔ کسی اور سے شادی کر لو۔"

پنزی آہستہ سے قالین پر سے اٹھی۔ "خدا کرے مجھ سے شادی کرنا کوئی بھی نہ چاہے۔"

"لارڈ وآربرٹن تمہارے ساتھ بڑا التفات برتتے ہیں۔"

"لیکن یہ آپ کی خوش فہمی ہے کہ وہ شادی کا پیغام بھی دے دیں گے۔"

"ممکن ہے —— مگر تمہارے باپ کو یہ رشتہ بہت پسند ہے۔"

"لارڈ وآربرٹن محض بابا کا جی خوش کرنے کے لیے تو مجھ سے بیاہ کرنے سے رہے۔"

"اگر تم بھی ان کے ساتھ زیادہ اخلاق اور محبت سے پیش آؤ تو تمہارے بابا بہت خوش ہونگے۔" آزابل نے میکانکی طور پر بات کی۔

"یہ کیسے کروں؟"

"پتا نہیں —— اپنے بابا سے پوچھو۔"

"پھر کوئی خطرہ نہیں۔ لارڈ وار برٹن مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ تم اگر مجھے پسند نہیں کرتیں تو میں بھی تمھیں پریشان نہیں کرنے کا —ہم دونوں کے درمیان حرف آتنی ہی بات ہوئی ہے۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ انھیں میری زیادہ پروا نہیں ——"

آزابل کو دفعتاً احساس ہُوا کہ اس ننھی منّی لڑکی کے ادراک میں کتنی گہرائی تھی۔ اس کی عقل و فہم کے آگے آزابل نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے "اپنے باپ کو یہ تبلا دو۔"

"نہیں ——"

"ان بے چارے کو جھوٹی امیدوں میں مُبتلا رکھنا غلط بات نہیں؟"

"ہے تو سہی لیکن اس میں میرا ہی فائدہ ہے۔ جب تک وہ لارڈ وار برٹن کا آسرا لگائے رہیں گے انھیں کسی اور آدمی کا خیال نہ آئے گا۔"

آزابل کے سر پر سے بوجھ اتر گیا۔ لڑکی خود ہی کافی عقلمند تھی۔ آزابل کو اب اس کی فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں —پھر بھی اوسمنڈ سے اپنی وفاداری نبھاتے ہوئے اس نے ایک اور، آخری حربہ استعمال کیا۔ "تمھارے باپ کو یقین ہے کہ تم کسی خاندانی رئیس زادے کی بی بی بننا چاہو گی۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے پر پہنچ کر اس کے باہر جانے کے لیے پردہ ایک طرف کو سرکاتے ہوئے پنزی نے بے حد متانت سے جواب دیا —"روزیر خود بہت خاندانی رئیس زادہ نظر آتا ہے۔ وہ کیا کسی سے کم ہے۔؟"

۴۶

لارڈ وار برٹن کئی روز تک آزابل کے دیوان خانے میں نظر نہ آئے۔ اور گلبرٹ اوسمنڈ نے ان کے کسی خط پتر کا آزابل سے ذکر نہیں کیا۔ آزابل نے یہ بھی دیکھا کہ اوسمنڈ بہت بے چینی اور انتظار کی کیفیت میں دن گزار رہے ہیں۔ چار روز بعد آخرکار انھوں نے خود ہی بات

چھیڑی —

"واربرٹن کو کیا ہو گیا؟ دوسروں کو اس طرح معلق رکھنا کہاں کی شرافت ہے؟"

"مجھے کیا معلوم۔ پچھلے جمعے کو تو وہ جرمن سفارت خانے کے رقص میں ملے تھے۔ کہتے تھے تمھیں خط لکھنے والے ہیں۔"

"اب تک تو لکھا نہیں۔ عجیب آدمی ہے۔ لاٹ صاحب کو چند سطریں لکھنے میں پانچ دن لگتے ہیں؟ الفاظ کے انتخاب میں بہت دقت پیش آتی ہے انھیں۔"

"میں نہیں جانتی۔" آزابل نے تنگ آکر کہا۔ "مجھے تو انھوں نے کبھی خط لکھا نہیں جو مجھے معلوم ہو۔"

"اوہو —؟ میرا خیال تھا کہ ایک زمانے میں آپ دونوں میں بڑی بے تکلف خط وکتابت ہوا کرتی تھی —"

دوسرے دن اوسمنڈ نے پھر یہی قصہ شروع کیا۔ "لارڈ وار برٹن نے جب تم سے کہا کہ مجھے خط لکھنے والے ہیں تم نے کیا جواب دیا تھا؟"

"میں نے کہا تھا کہ ضرور بالضرور لکھیں۔ بھولیں نہیں —" آزابل ذرا ہکلا کر بولی۔

"بھول جانے کا خطرہ بھی تھا؟"

"تم خود ہی کہہ چکے ہو کہ وہ عجب لاابالی آدمی ہیں۔"

"اچھا تو برائے مہربانی ان کی یاد دہانی کرادو۔"

"انھیں خط لکھوں؟"

"اس میں بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"تمھیں میری طرف سے بڑی بڑی امیدیں ہیں۔"

"ہاں۔"

"افسوس کہ تمھیں مایوسی ہوگی۔"

"کافی سے زیادہ مایوسیوں کے باوجود تم سے میری توقعات کم نہیں ہوئیں۔"

"لارڈ وار برٹن کو قابو میں کرنا چاہتے ہو تو اپنا جال خود پھیلاؤ۔ مجھے معاف رکھو۔"

"تم میرے خلاف سازش کرتی رہو گی تو میں اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکوں گا" اوسمنڈ نے چند منٹ بعد کہا۔

آزابل غصے سے لرز اٹھی۔ وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تمھارے اس الزام کے کمینے پن کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا" آزابل نے کہا "لارڈ وار برٹن اگر شادی پر رضامند نہیں ہوتے تو اس کے معنی محض یہی ہیں کہ تم نے ان کو منع کیا ہے۔ عورتیں اس قسم کا کمینہ پن اکثر کرتی ہیں۔ لیکن تم نے اس کے جواز میں بھی کوئی بڑا بھاری فلسفہ چھانٹ رکھا ہو گا"

"انھیں پھانسنے کی خاطر تم کس حد تک گر سکتے ہو۔" آزابل نے اس آدمی کو ایک زمانے میں کس قدر خوبصورت سمجھا تھا۔

اسی وقت ایک خدمتگار کی قیادت میں لارڈ وار برٹن کمرے میں داخل ہوئے اوسمنڈ کو دیکھتے ہی ٹھٹکے کہ شاید میاں بی بی کی گفتگو میں مخل ہوئے ہیں۔ پھر انگریزوں کی مخصوص جھجک اور شائستگی کے ساتھ انھوں نے قدم آگے بڑھایا۔ اوسمنڈ بھی بہت جھینپے سے نظر آ رہے تھے۔ آزابل نے بڑی برجستگی سے بات شروع کی۔ "کمال ہے! ہم لوگ ابھی ابھی آپ ہی کا ذکر کر رہے تھے! خوب آئے!!"

"میرا خیال تھا کہ آپ شاید روم سے تشریف لے جا چکے ہیں" اوسمنڈ نے کہا۔

"عنقریب جانے والا ہوں" لارڈ وار برٹن نے مسکرا کر جواب دیا "ایک اشد ضرور کام کی وجہ سے فوراً انگلستان لوٹ رہا ہوں۔ کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا۔ بے چارے رالف کو یہاں تنہا چھوڑ جانا مجھے بہت کھل رہا ہے"

آزابل اور اوسمنڈ دونوں خاموش رہے۔ اوسمنڈ آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔ آزابل نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا لیکن وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ کیسا نظر آ رہا ہو گا۔

"بے چارے رالف کو تو ساتھ ہی لے جائیے" اس نے اوسمنڈ کو کہتے سنا۔

"میں اسے رائے دوں گا کہ چند روز اور یہیں رہ لے ابھی" وہ کم بس

لائق نہیں کہ وہ سفر کر سکے۔"

لارڈ وآربرٹن پندرہ منٹ وہاں بیٹھے اور اس طرح باتیں کرتے رہے گویا اب وہ بارہ ان لوگوں سے کبھی نہ ملیں گے۔ البتہ انھوں نے ان میاں بی بی کو انگلستان آنے کی دعوت ضرور دی۔ "اب کے موسم خزاں میں آئیے۔"

اوسمنڈ صرف ایک ماہ کے لیے ایک مرتبہ انگلستان گئے تھے۔ "میرا ملک آپ جیسے صاحبِ ذوق انسان کو بہت پسند آئے گا۔" آزابل کو اپنا زمانۂ قیام یاد نہیں؟ کیسا اچھا وقت گزرا تھا۔ گارڈن کورٹ کتنی پیاری جگہ ہے۔ وہ اس مکان کو دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتی؟ رالف اس کی دیکھ بھال اچھی طرح نہیں کر سکتا پھر بھی اس کے حسن میں کوئی کمی نہیں آئی۔ رالف نے ان دونوں کو مدعو نہیں کیا؟ کمال ہے۔ میں اس کے کان کھینچوں گا۔ کیسا بدتمیز لڑکا ہے۔ اب آپ دونوں کو ایک مہینہ رالف کے وہاں اور ایک مہینہ میرے یہاں آن کر گزارنا چاہیے۔ مس پنزی کو بھی انگلستان بہت اچھا لگے گا۔ ظاہر ہے کہ مس پنزی کو ہر ملک میں پسند کیا جا سکتا ہے۔ لیکن انگلستان میں تو انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ اس وقت گھر ہی پر ہیں؟ کیا وہ ان کو خدا حافظ کہہ سکتے ہیں؟ وقتِ رخصت انھیں ہمیشہ بہت کھلتا ہے۔ لیکن مجبوری ہے۔ کیا کیا جائے۔ انگلستان سے چلتے وقت انھوں نے کسی کو خدا حافظ نہیں کہا تھا۔ یہاں پر بھی انھوں نے تقریباً طے کر لیا تھا کہ مسز اوسمنڈ کو آخری بار سلام کرنے نہ آئیں گے۔ الوداع کہنا بھلا کسے اچھا لگتا ہے۔ جو باتیں دل میں ہوتی ہیں رخصت ہوتے وقت زبان پر نہیں آتیں۔ اور ایک گھنٹے بعد یاد آتا ہے کہ کیا کیا کہنا چاہا تھا۔ اس کے برعکس ہڑبڑا کر انسان دنیا بھر کی اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا ہے۔ محض کچھ کہنے کی خاطر — اصل میں دل ایسا بھر آتا ہے کہ خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے اگر اس وقت بھی وہ ٹھکانے کی باتیں نہیں کر رہے تو مسٹر اور مسز اوسمنڈ کو انھیں معاف کر دینا چاہیے۔ مسز اوسمنڈ کو الوداع کہنا کوئی آسان کام تھوڑا ہی ہے۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ خط لکھ بھیجیں گے۔ خط تو بہر حال وہ ان کو لکھیں گے ہی۔ خیر اب ان دونوں کو انگلستان ضرور آنا پڑے گا۔

لیکن لارڈ وآربرٹن بڑبڑائے ہوئے بالکل نظر نہیں آتے تھے۔ آزابل کو معلوم تھا کہ وہ مشکل سے مشکل مواقع کو بھی کامیابی سے نبھا جاتے ہیں ۔ کامیاب رہنا ان کی فطرت میں داخل ہو چکا تھا۔ اور آوسمنڈ تک ان کی اس خصوصیت کو تباہ نہ کر سکتا تھا۔

آزابل ان کی یہ باتیں سنا کی اور سوچتی رہتی کہ اگر اس وقت وہ تنہا ہوتی تو یہ اس سے کیا کیا کہتے ۔ اسے خوب احساس تھا کہ آوسمنڈ پر اس سمے کیا بیت رہی ہے۔ سونے کی چڑیا ہاتھوں سے نکلی جاتی تھی ۔ دل میں وہ لارڈ وآربرٹن کو کیسا کیسا کوس رہا ہوگا ۔ اس کی امیدوں پر پانی پھر رہا تھا اور وہ وہاں آرام کرسی پر بیٹھا محض مسکرانے پر مجبور تھا۔ حسب معمول بڑی ہوشیاری سے کام لے کر اس نے اپنے چہرے پر وہی بے تعلقی کی سی کیفیت طاری کر رکھی تھی ۔ یہ مخصوص بے نیازی وہ ہمیشہ قائم رکھتا ۔ دوسروں سے ، جن میں اس کے متوقع داماد لارڈ وآربرٹن بھی شامل تھے ، اس طرح ملتا گویا ان پر بڑا احسان کرتا ہو۔ اس وقت بھی اس کے دل میں غم و غصے کا جو طوفان بپا تھا اسے اس نے اپنی شکل سے ظاہر نہیں ہونے دیا ۔ آزابل کو ایک طرف یہ خوشی تھی کہ آوسمنڈ کو لارڈ وآربرٹن کے سامنے نیچا ہونا پڑا دوسری طرف وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ اس کا شوہر لارڈ وآربرٹن کے سامنے اسی برتری کا انداز برقرار رکھے ۔ وہ آرام سے لیٹا اپنے مہمان کی گفتگو سنتا رہا ۔ بہر صورت اسے اطمینان تھا کہ اب بھی وہ اس سارے قصے سے علیحدہ رہا ہے ۔ لارڈ وآربرٹن نے بڑی دل جمعی سے اپنی بات جاری رکھی ۔ روم سے روانہ نہ ہونے کا کوئی سبب ہی نہ تھا ۔ انھوں نے کبھی زبان نہ دی تھی ۔ کبھی کوئی عندیہ ظاہر نہ کیا تھا ۔ کوئی چیز ان کے جانے میں مانع نہ ہو سکتی تھی ۔ وہ بڑے باعزت طریقے سے ان لوگوں سے رخصت ہونے کے لیے آئے تھے ۔ آوسمنڈ نے ان کی انگلستان آنے کی دعوت میں اور اس اشارے میں کہ پنزی کو وہاں بہت کامیابی حاصل ہوگی ، تھوڑی سی دل چسپی لی ۔ اور باقی بات آزابل پر چھوڑ دی ۔ آزابل نے کہا کہ اتنا طویل سفر تو بہت لمبا چوڑا مرحلہ ہے ۔ اس نے فوراً محسوس کر لیا کہ پنزی کے انگلستان جانے کے تصور نے آوسمنڈ کے دماغ میں نئی نئی راہیں کھول دی ہیں ۔

لارڈ وار برٹن نے پنزی کو خدا حافظ کہنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ لیکن دونوں میاں بی بی چپکے رہے۔ لارڈ وار برٹن ہاتھ میں ٹوپی سنبھالے کرسی کے کنارے پر اس طرح ٹکے بیٹھے تھے گویا بس ابھی جانے والے ہیں۔ لیکن وہ تو بیٹھے ہی چلے گئے۔ وہ پنزی کے منتظر تو نہ تھے۔ بلکہ ازابل کا خیال تھا کہ وہ اسی چیز کو ترجیح دیں گے کہ پنزی کا سامنا نہ ہو تو اچھا ہے۔ ظاہر تھا کہ وہ خود اس سے کچھ کہنا چاہتے تھے۔ ازابل اب کچھ کہنے سننے کی متمنی نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اب یہ اپنے موجودہ رویے کی توضیح کریں گے اور اسے اب صراحتوں اور تشریحوں سے کوئی دل چسپی نہ رہی تھی۔ اوسمنڈ نے صورتِ حال کو فوراً بھانپ لیا۔ اور کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے "مجھے رات کے کھانے سے پہلے ایک ضروری خط لکھنا ہے" انھوں نے فرمایا "اس لیے میں اجازت چاہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ میری لڑکی مصروف نہ ہوئی تو اسے اطلاع کر دوں گا کہ آپ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ جب کبھی روم دوبارہ آئیے تو یہاں بھی ضرور قدم رنجہ فرمائیے گا۔ رہا انگلستان آنے کا مسئلہ اس پر مسز اوسمنڈ آپ سے بات کریں گی۔ اس قسم کے مسائل وہی طے کرتی ہیں۔" مصافحہ کرنے کے بجائے انھوں نے سر کو ذرا سا خم کیا اور باہر چلے گئے۔ بہر حال، ازابل نے سوچا، کم از کم لارڈ وار برٹن کو اب یہ کہنے کا موقع نہ ملے گا کہ تمھارے میاں بہت خفا معلوم دیتے ہیں۔ یہ جملہ اسے بے حد ناگوار گزرتا تھا۔ لیکن اس کے جواب میں وہ بھی کہہ سکتی تھی کہ فکر نہ کیجیے وہ آپ سے نہیں مجھ سے متنفر ہیں۔

لیکن اب جو تنہائی میسر آئی تو لارڈ وار برٹن سچ مچ ہڑبڑا گئے۔ دوسری کرسی پر جا بیٹھے اور بلا ضرورت میز کے سامانِ آرائش کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔

"خدا کرے اوسمنڈ صاحب پنزی کو یہاں بھیج دیں۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ کی اس سے یہ آخری ملاقات ہے۔"

"مجھے بھی خوشی ہے۔ وہ مجھے پسند نہیں کرتی۔"

"بالکل نہیں"

"اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ آخر کیوں کرے وہ مجھے پسند" پھر انھوں نے دفعتاً دوسری آواز میں کہا "تم انگلستان آؤ گی نا؟"

"غالباً نہیں"

"میرے یہاں آنا تمھارے اوپر ابھی قرض ہے۔ تم ایک بار آ رہی تھیں اور پھر نہیں آئیں۔ یاد ہے؟"

"اب حالات بہت بدل چکے ہیں"

"جہاں تک تمھارا اور میرا تعلق ہے ابھی کچھ نہیں بدلا۔ میں تم کو ایک بار پھر اپنے گھر میں دیکھنا چاہتا ہوں"

اتنے میں ہنری اندر داخل ہوئی۔ اس کے رخساروں پر سرخی تھی اور اب اس کی مسکراہٹ کے باوجود آزابل کو معلوم تھا کہ ذرا سی ٹھیس لگنے پر رو پڑے گی۔

"میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ"

"خدا حافظ۔ لارڈ وار برٹن" اس کی آواز میں ارتعاش تھا۔

"اور میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ سکھی رہیں"

"شکریہ۔ لارڈ وار برٹن"

"آپ کو سدا مسرور رہنا چاہیے۔ آپ ایک نگراں فرشتے کی محافظت میں ہیں"

"مجھے یقین ہے کہ میں ہمیشہ سکھی رہوں گی" ہنری نے دہرایا۔

"یہ وثوق آپ کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہو گا۔ لیکن کبھی۔ کبھی مجھے بھی یاد کر لیا کیجیے گا"

پھر انھوں نے خاموشی کے ساتھ آزابل سے ہاتھ ملایا اور باہر چلے گئے۔

لارڈ وار برٹن کے جانے کے بعد، آزابل کا خیال تھا کہ ہنری دھاروں رونا شروع کر دے گی لیکن اس کے بجائے ہنری نے بڑی میٹھی آواز میں اسے اطلاع دی "آپ ہی میری نگراں فرشتہ ہیں!!"

آزابل نے سر ہلایا۔ "میں فرشتہ ورشتہ کچھ نہیں ہوں۔ حد سے حد تمھاری خیر خواہ کہلائی جا سکتی ہوں اور بس۔"

"آپ ہی نے بابا سے کہا ہو گا کہ میرے ساتھ نرمی برتیں۔"

"میں نے تمھارے بابا سے کچھ نہیں کہا۔"

"انھوں نے مجھے اس کمرے میں بھیجا اور پیار بھی کیا۔"

"انھوں نے خود ہی تم کو یہاں بھیجا ہے۔ یہ ان کی اپنی تجویز تھی۔"

پنزی خوب پہچانتی تھی کہ اس تجویز کا مطلب کیا تھا۔ یعنی پنزی تک کو وہ اس کا موقع نہ دے سکتا تھا کہ وہ لارڈ وار برٹن سے نہ ملنے دینے کے لیے اسے موردِ الزام ٹھہرائے۔ آزابل نے سوچا کہ پنزی کو پیار کر کے اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ لارڈ وار برٹن کے رشتے میں ٹھنڈت ڈال کر اس کی سوتیلی ماں نے اس پر جو ظلم توڑا ہے اس پیار کے ذریعے وہ اس کی تلافی کر رہا ہے۔

اس رات یہ لوگ کھانا کھانے کے لیے باہر جا رہے تھے۔ گھر واپس آ کر جب پنزی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تو آزابل نے بھی سونے کا ارادہ کیا۔ لیکن اوسمنڈ تھوڑی دیر نشست گاہ میں ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا۔ وہ اپنا لبادہ اوڑھے منتظر تھی کہ کیا کہتا ہے۔

"مجھے نہیں معلوم تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ معلوم ہو جائے تو میں بھی کوئی فیصلہ کر لوں۔"

"اس وقت تو میں صرف سو جانا چاہتی ہوں۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ اور آرام کر لو۔ ادھر — یہاں بیٹھو۔ یہ زیادہ آرام دہ جگہ ہے —"

اس نے دیوان پر بہت سے کشن جمع کر دیئے۔ لیکن آزابل نے اپنے آپ کو ایک آرام کرسی پر گرا دیا۔ انگیٹھی میں آگ بجھ چکی تھی۔ کمرے میں دو تین بتیاں مدھم مدھم جل رہی تھیں۔ اس نے اپنا لبادہ اپنے چاروں طرف لپیٹ لیا لیکن اس کو اتنی سردی محسوس ہوئی جیسے وہ مر رہی ہے۔

"تم میری توہین کرنا چاہتی ہو۔" اوسمنڈ نے اپنی بات جاری رکھی۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ میں سمجھی نہیں۔"

"تم نے بڑی گہری چال چلی ہے۔"

"کیسی چال — کیا —؟"

"لیکن اب بھی قصّہ پوری طرح سے ختم نہیں ہُوا۔ تمہارے لاٹ صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوگی —" وہ جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ٹہلتا رہا۔ پھر اپنے مخصوص انداز میں جھک کر اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔ گویا وہ ایک مادی شے کے بجائے خیال کا ایک ناگوار حادثہ تھی۔

"آپ کو غلط فہمی ہے کہ لارڈ واربرٹن پر یہاں واپس آنے کی کسی قسم کی اخلاقی پابندی عائد ہوگئی ہے۔ وہ روم سے عاجز آچکے ہیں۔"

"حکومت۔ روم سے کوئی عاجز نہیں آسکتا۔ بہرحال۔ یہ ہم لوگوں کے انگلستان جانے کا خیال بھی بُرا نہیں۔ اگر تمہارا وہ کمبخت خالہ کا لڑکا وہاں موجود نہ ہوتا تو میں وہاں چلنے کے لیے تم پر زور ڈالتا۔"

"بہت ممکن ہے کہ میری خالہ کا لڑکا وہاں موجود نہ رہے۔"

"مجھے اس کا پکا یقین ہونا چاہیے۔ بہرکیف۔ مجھے اس کے مکان کو دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے کیا نام ہے اس کا — گارڈن کورٹ — اور تمہارے خالو کی یاد سے بھی تو مجھے سخت عقیدت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا گھر اپنی آنکھوں سے دیکھوں تمہارا دوست ٹھیک کہتا تھا۔ پنزی کو انگلستان کی سیر کرنا چاہیے۔ اگلا موسم خزاں ابھی بہت دور ہے۔ اور دوسری باتیں فی الوقت زیادہ قابلِ غور ہیں۔ تم مجھ کو بے حد مغرور سمجھتی ہو —؟"

"میں تم کو بے حد عجیب سمجھتی ہوں۔"

"تم مجھے ایک سرے سے سمجھتی ہی نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تم میری بے عزتی کرتے ہو اس وقت بھی تم میرے پلّے نہیں پڑتے۔"

"میں تمہاری بے عزتی نہیں کرتا۔ کر ہی نہیں سکتا۔ میں صرف چند باتوں کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔"

"اب تم پھر لارڈ واربرٹن کا ذکر شروع کر رہے ہو۔ اس قصّے سے میرا ناک میں دم

آگیا ہے۔"

"ابھی تو تم ان کا حسین نام اور بھی سنو گی۔ ابھی یہ قصہ ختم نہیں ہوا"
آرابل نے چند لمحے پہلے کہا تھا کہ وہ اس کی تذلیل کرتا ہے۔ لیکن بے عزتی کی اذیت کا درد دفعتاً غائب ہو گیا۔ وہ نیچے گرتا جا رہا تھا نیچے ــ اور نیچے ــ اس تصور سے اس کو چکر آگیا۔ اب محض اس کی تکلیف باقی رہ گئی تھی۔

وہ بہت عجیب، بہت مختلف تھا۔ وہ اس کو چھو بھی نہ سکتا تھا۔ اس کی مریضانہ، اذیت پسند طبیعت کے کرشمے نرالے تھے۔

"میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔ لیکن میرا جرم کیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔"

"تم نے ہنری کی شادی لارڈ وار برٹن سے نہیں ہونے دی۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی جرم ہو سکتا ہے؟"

"اس کے برعکس، میں نے تمہارے حکم کے مطابق ہر ممکن کوشش کر دیکھی۔ یہ میری حماقت تھی۔"

"تم نے اس کے خط کو بھی راستے ہی میں سے اڑا لیا۔"

آرابل آہستہ سے اٹھی۔ سیاہ مخملیں لبادے میں سر سے پاؤں تک لپٹی ہوئی وہ نفرت کی دیوی معلوم ہو رہی تھی ـــ "گلبرٹ۔ میں نے تمہیں کیا سمجھا تھا اور تم کیا نکلے!" اس نے ترحم آمیز آواز میں زیر لب کہا۔

"میں تمہارا جیسا فرشتہ تو کبھی بھی نہیں تھا تم نے اپنی مرضی پوری کی۔ وار برٹن کو راستے سے ہٹا دیا۔ اور مجھ کو اس حالت میں اس کے سامنے پیش کیا جس میں تم مجھے دیکھنا چاہتی تھیں ـــ ایک ایسا حریص انسان جس نے اپنی لڑکی کی شادی ایک لارڈ سے کرنا چاہی لیکن مضحکہ خیز طریقے سے ناکام رہا ـــ"

"ہنری لارڈ وار برٹن کی مطلق پروا نہیں کرتی اسے بڑی خوشی ہے کہ وہ تشریف لے گئے۔"

"مجھے ہنری سے کوئی مطلب نہیں۔"

"اور خود ان کو ہنری کی کوئی پروا نہیں۔"

"اب یہ حیلہ مت تراشو۔ تم نے خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ میری لڑکی کو بہت پسند کرتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تم کو اس واقعے سے کس طرح کی طمانیت حاصل ہوئی۔ یہ اونچا خواب مَیں نے دیکھنا نہیں شروع کیا تھا۔ میں بے حد خاموش انکسارانہ زندگی گزارتا ہوں۔ لارڈ واربرٹن نے از خود اپنی دلچسپی کا اظہار فرمایا اس پر میں نے سارا معاملہ تمھارے سپرد کر دیا۔"

"آئندہ اس قسم کے معاملات تم خود طے کرنا۔"

"میرا خیال تھا تم میری لڑکی کو بہت چاہتی ہو۔"

"وہ مجھے بے حد عزیز ہے۔ جس بد قسمت لڑکی کا باپ ایسا ہو اس پر خواہ مخواہ پیار آئے گا ۔۔۔ اچھا۔ تم یہی سب کہنا چاہتے تھے؟" ازابل نے میز پر سے ایک شمعدان اٹھایا۔

"اب تم مطمئن ہو؟ میں اچھی طرح ناکام رہا ہوں؟"

"ابھی کہاں ۔۔۔ ابھی تو تمھیں پوری طرح مایوسی بھی نہیں ہوئی۔ مجھے حیرت زدہ کرنے کا ابھی تمھیں ایک اور موقع ملا تھا۔"

"مَیں نے محض یہ ثابت کیا ہے کہ پنزی اونچی اڑ سکتی ہے۔"

"بے چاری پنزی ۔۔۔"! ازابل نے کہا اور شمعدان اٹھا کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

―――――(۴۷)―――――

ہنری اٹیا سے اسے معلوم ہوا کہ کیسپر بھی روم میں موجود ہیں۔ مادام مرل اپنے کسی اور صاحب ثروت شناسا کے یہاں مہمان رہنے کے لیے نیپلز جا چکی تھیں۔ ازابل نے دیکھ لیا تھا کہ اتنی محتاط عورت بھی اس قدر خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اکثر راتوں کو وہ تصور کے دھندلکے میں اوسمنڈ اور مادام مرل کو اکٹھا دیکھ کر ایک ان جانے خوف سے لرز اٹھتی۔ کیسپر نے ازابل کو اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی ۔ شادی سے پہلے آخری بار جو

ملاقات ہوئی تھی اس وقت کیسپر نے کہا تھا کہ وہ صرف ایک مرتبہ اسے اور دیکھ لینا چاہتا ہے۔ اس کی پچھلی زندگی کا یہی ایک بندھن تھا جس کی یاد اتنی تکلیف دہ تھی۔ اسے لگتا تھا کہ دن کی روشنی میں دو جہاز ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے لیکن وہ اپنی ہلکی پھلکی کشتی کو لیکر تیرتی ہوئی بہت دور نکل آئی تھی۔ کیسپر کو آنابل نے اذیت پہنچائی تھی۔ یہ اذیت ایک واضح حقیقت کی صورت میں کیسپر کی ہستی میں موجود تھی۔ وہ غم و غصے سے چلا اٹھی تھی۔ وہ خود ان دنوں اس قدر مکمل طور پر مسرور تھی اور اس کیسپر گڈووڈ نے اپنے غم کی گھٹاؤں کے ذریعے اس کی منور دنیا کو تاریک کرنا چاہا تھا۔ اس نے کیسپر کو بھلانا چاہا کیونکہ لارڈ وار برٹن کے برعکس اس کا زخم کبھی مندمل ہونے والا نہ تھا۔ لارڈ وار برٹن کی مایوسی کی تلافی ہو سکتی تھی لیکن کیسپر کا سوتی کپڑوں کا کارخانہ کسی طرح بھی اس کے رنج کا نعم البدل ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ وہ اتنا کھرا، اتنا بے لوث تھا۔ اس مصنوعی، پرتکلف معاشرے کی دبیز تہیں شخصیتوں کے ٹکراؤ کی اس چبھن کو کسی طرح اپنی نرمی میں جذب نہ کر سکتی تھیں۔ کیسپر کی اس مکمل خاموشی نے آزابل کے دل میں اس کی تنہائی کے احساس کو زیادہ گہرا کر دیا تھا۔ اس نے خطوں میں اکثر للین سے کیسپر کے متعلق پوچھا۔ لیکن للین کو بوسٹن کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس کی ساری معلومات نیویارک کے مینڈی سن ایونیو تک محدود تھیں۔ ایک آدھ دفعہ آزابل نے ارادہ کیا کہ اسے خود خط لکھے۔ اس نے اوسمنڈ سے کیسپر کی شادی کے اوائلین دنوں میں کیسپر کا قصہ اس لیے نہ چھپایا تھا کہ اسے اپنے شوہر پر اعتبار نہ تھا۔ بلکہ وہ سوچتی تھی کہ کیسپر کی نامرادی اس کا اپنا راز ہے۔ وہ اس راز کو مشتہر کیوں کرے۔ اور بہر حال، اب اسے اکیلا چھوڑ دینا ہی بہتر تھا۔ اس کے باوجود وہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کے قریب ہونا چاہتی تھی اسے یہ خیال کبھی بھی نہ آیا کہ کیسپر سے شادی کرنا بھی اس کے لیے ممکن تھا۔ لیکن جب وہ خود داندہ میں مبتلا ہو گئی تو وہ بھی ایک طرح سے ان لوگوں کے حلقے میں شامل ہو گیا جن سے وہ تلافی مافات کی خواہشمند تھی۔ ابھی اس کے اپنے مرنے کا کوئی امکان نہ تھا لیکن چاہتی تھی کہ اب دنیا سے صلح کر لے۔ اور دنیا سے اٹھنے سے پہلے اپنی روحانی معاملات کا انتظام ٹھیک کرتی جائے۔ کیسپر سے بھی اسے اسی طرح کا معاملہ طے کرنا تھا۔ اور موجودہ حالات میں

اسے یہ بے حد آسان نظر آرہا تھا۔ اس کے باوجود، یہ خبر سن کر کہ وہ روم میں موجود ہے۔ اسے پھر ڈر لگا۔ کیسپر کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس پر اب کیا بیت رہی ہے۔ دوسروں نے اپنے اپنے دلوں کا ایک حصہ اس کے لیے مخصوص کیا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ کیسپر اپنی ساری کائنات اس پر لٹا چکا ہے۔ کئی روز تک وہ اس سے ملنا نہ آیا لیکن ہنری ایٹا اور مستعدی سے آن پہنچی اور تن من دھن سے آنابل کے موجودہ حالات کے مطالعے میں جٹ گئی۔ وہ اب بھی ہمیشہ کی طرح چست و چالاک تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں اب بھی کسی جگمگاتے ریلوے اسٹیشن کی طرح روشن تھیں۔ ابھی اس نے ان پر چھلیاں نہ چڑھائی تھیں لیکن آنابل نے دیکھا کہ پہلے کے مقابلے میں اس کی باتیں اب ذرا مبہم ہو گئی تھیں۔ ان کی وہ چھری کٹاری والی خاصیت کم ہو چکی تھی۔ اب بھی وہ اپنی حرکات و سکنات کے منطقی جواز پیش کرتی۔ دلائل کا ایک خزانہ اس کے ساتھ ساتھ رہتا۔ لیکن یوروپ کی پرانی گلتی ہوئی تہذیبوں کے مطالعے کا بہانہ اب ختم ہو گیا تھا۔ وہ یہاں کئی بار آ چکی تھی۔ یہاں آنے میں کیا رکھا ہے۔ وطن میں رہنا اصل چیز ہے۔ اس نے کہا۔ پھر وہ اتنی مصروف کس چکر میں آئی تھی؟ آنابل اس کی آمد کا مقصد فوراً سمجھ گئی۔ اپنی سہیلی کی شدید وفاداری کا اسے احساس ہوا۔ وسطِ سرما کے طوفانی سمندروں کو چیرتی ہوئی وہ یہاں محض اس لیے پہنچی تھی کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی بھولی اداس ہے۔ دفعتاً آنابل پر منکشف ہوا کہ ایک ہمدم کو اپنا حال سنا کر اسے کس قدر سکون ملے گا۔ یہ اس کی ہم جنس تھی۔ ایک عورت، اس کی بہن۔ یہ راکف، یا لارڈ وار برٹن، یا کیسپر گڈ وڈ نہیں تھی۔ آنابل اس سے بات کر سکتی تھی۔

"ہاں۔ میں واقعی بڑے دکھ میں ہوں۔" اس نے سکون سے کہا۔ ایسا کہتے ہوئے اسے اپنے آپ سے نفرت سی محسوس ہوئی۔

"وہ تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے؟" ہنری ایٹا نے اس طرح سے پوچھا گویا کسی اناڑی طبیب کے عملِ جراحی کے متعلق استفسار کرتی ہو۔

"کچھ نہیں۔ اسے مجھ سے نفرت ہے۔"

"اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟"

"میں اس طرح نہیں بدل سکتی۔"

"اس قدر مغرور ہو کہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں۔"

"میں اپنی غلطی کا اشتہار نہیں دے سکتی۔ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔"

"تم ہمیشہ اسی طرح نہیں سوچو گی۔ دیکھ لینا۔"

"میں ہمیشہ شرمسار رہوں گی لیکن اپنے افعال کا انسان خود ہی ذمّہ دار ہوتا ہے۔ میں نے ساری دنیا کے سامنے اسے اپنایا تھا۔ میں خود مختار تھی۔ اس سے زیادہ سوچ سمجھ کر اور کیا کر سکتی تھی۔ اب میں اس طرح نہیں بدل سکتی۔" اس نے دُہرایا۔

"تم کافی بدل گئی ہو ― امید ہے تم مجھے یہ اطلاع نہ دو گی کہ اب بھی اس سے محبت کرتی ہو۔"

"میں اس سے محبت نہیں کرتی۔ کان کھول کر سن لو۔ اس بات کو راز میں رکھتے رکھتے میں بالکل تھک چکی ہوں لیکن میں میناروں پر چڑھ کر اس کا اعلان تو نہیں کر سکتی۔"

"بڑی پاسداری کرتی ہو اپنے سرتاج کی۔"

"مجھے اوسمنڈ کا نہیں اپنی بات کا پاس ہے۔"

لازمی بات تھی کہ اب گلبرٹ اوسمنڈ کو ہنری ایٹا سے شدید ترین چڑ ہو جائے۔ یہ محترمہ ان کی بیوی کو بہکانے کے واسطے تشریف لائی تھیں۔ اس نے آزابل کو منع کر دیا کہ اس عورت سے کلام نہ کرے۔ آزابل نے ہنری ایٹا سے کہا کہ چونکہ اس کا شوہر اسے پسند نہیں کرتا اس لیے وہ اسے اپنے یہاں کھانے پر مدعو نہیں کر سکے گی۔ لیکن خود کہیں نہ کہیں اس سے ملاقات کرتی رہے گی۔ وہ اسے اپنے بیٹھنے کے کمرے میں چوری چوری بلاتی رہی اور ہنری کو ساتھ لے کر اس کے ہمراہ ہوا خوری کے لیے بھی گئی۔ ہنری گھوڑا گاڑی کے سامنے کی نشست پر ذرا آگے کو جھکی بڑے ادب و تکریم کے ساتھ اس نامی گرامی مصنّفہ کو دیکھا کرتی اور اس سے ہنری ایٹا کو اوروحشت ہوتی۔ اس نے آزابل سے کہا کہ مس اوسمنڈ کی نظروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دوسروں کی باتوں کا ایک ایک لفظ یاد رکھتی ہیں۔ میں اپنی یادگار اس طرح قائم نہیں کرنا چاہتی۔ میری گفتگو صبح کے اخبارات کے

مانند وقتی اور لمحاتی ہے۔ اور مس آوسمنڈ لگتا ہے کسی روز اخبار کے سارے پرانے پرچے نکال کر میرے خلاف گواہی دے دیں گی! وہ تمیزی کی تعریف ہرگز نہ کر سکی۔ ایک بیس سالہ جوان جہان لڑکی میں پیش قدمی، قوّتِ اختراع، بات چیت کرنے کی صلاحیت اور جذبۂ خودی کا اس قدر مکمل فقدان اسے بے حد غیر طبعی اور بھیانک معلوم ہوتا۔

"تم اپنے دوستوں کے معاملے میں بڑی بدقسمت ہو۔ اپنے احباب کا نیا ذخیرہ جمع کرو" اوسمنڈ نے ایک روز صبح صبح آنابل سے کہا۔ "لگتا ہے تم نے جان جان کر ایک سے ایک ایسے احباب چنے ہیں جن کے اور میرے درمیان کوئی ایک چیز بھی مشترک نہیں۔ تمھارا خالہ زاد بھائی ہے۔ خود پسند بد دماغ نخچر۔ اس سے زیادہ کریہہ، زشت رو جانور میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اور سب سے زیادہ کوفت کی بات یہ کہ کمبخت کے روگی پن کی وجہ سے اسے کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا۔ اپنی خرابیٔ صحت کی رعایت سے فائدہ اٹھانا بھی وہ خوب جانتا ہے۔ اگر سچ مچ اس قدر بری طرح بیمار ہے تو اس کا ثبوت دینے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ لڑھک جائے۔ مگر وہ تو قیامت کے بوریے سمیٹے گا۔ ایک وار برٹن صاحب بہادر ہیں۔ ان کی بھی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ کتنے اطمینان سے انھوں نے یہاں نازل ہو کر یہ ڈھونگ رچایا۔ اس بد تمیزی کا بھی جواب نہیں۔ ایک شریف آدمی کی بیٹی کا اس طرح معائنہ کرتے ہیں گویا لڑکی نہ تھی کرائے کے لیے مکان خالی تھا۔ انھوں نے دروازوں کی چٹخنیاں ٹھونک بجا کر دیکھیں۔ کھڑکیوں سے باہر نظر ڈالی دیواروں کو کھٹکھٹایا۔ گویا بس اب کہنے ہی والے ہیں کہ اس کا قبالہ تیار کر دیجیے۔ اور پھر وہ طے کرتے ہیں کہ کمرے بہت چھوٹے ہیں۔ اور تیسری منزل پہ وہ نہیں رہ سکتے۔ اور کسی بہتر مکان کی تلاش میں واپس چلے جاتے ہیں۔ مہینہ بھر تک مفت میں انھوں نے اس غریب خانے پر روٹیاں توڑیں۔ یہاں کی میزبانی کا لطف اٹھایا اور چلتے بنے۔ مس اسٹیک پول تمھاری بہترین ایجاد ہیں۔ مجھے تو وہ اچھی خاصی دیوتی نظر آتی ہے۔ عفریت۔ چڑیل، کمبخت دوسروں کے اعصاب جھنجھنا کر رکھ دیتی ہے۔ میں تو اسے عورت ہی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جانتی ہو قدرت کی اس مکروہ ترین تخلیق کو دیکھ کر مجھے کیا یاد آتا ہے؟

نولادی قلم — جس طرح نولاد سے بنا ہُوا قلم لکھتا ہے اس طرح اس کی زبان چلتی ہے۔ تم کہتی ہو وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی کیونکہ میں اس پر نظر تک نہیں ڈالتا۔ لیکن اگر وہ میری آنکھوں کے سامنے نہ ہو تب بھی دن بھر اس کی آواز میرے کانوں میں گونجا کرتی ہے۔ میں اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ تم سے وہ میرے متعلق بڑی پیاری پیاری باتیں کرتی ہوگی۔ ان باتوں سے تم کو بہت سکون ملتا ہوگا۔ لیکن میں تو یہ سوچنا بھی نہیں چاہتا کہ وہ میرا تذکرہ کر رہی ہے۔"

انابل نے اسے یقین دلایا کہ ہنری اٹیا اس کا ذکر اتنا نہیں کرتی۔ اس کے پاس اور بھی کئی مضمون تھے۔

ایک تو وہی کیسپر گڈوڈ۔ ایک دو مرتبہ ان دونوں لڑکیوں کا ٹرک پر ان سے آمنا سامنا بھی ہُوا۔ کیسپر آگے نظریں جما کر چلنے کے عادی تھے۔ گویا ایک وقت میں صرف ایک چیز ہی دیکھنا چاہتے ہوں۔ انابل کو محسوس ہُوا جیسے کیسپر کو اس نے صرف ایک دفعہ قبل دیکھا تھا۔ بالکل اسی انداز میں سامنے کی طرف دیکھتا ہُوا وہ مسز توشئیت کے دروازے سے آخری بار باہر گیا تھا۔ اسی طرح کے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ انابل کو اس کے گلوبند تک کا رنگ یاد تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ بدلا ہُوا سا لگ رہا تھا۔ اس کا روم آنا بہت دہشتناک بات تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ جسیم، زیادہ لمبا نظر آ رہا تھا۔ پہلے ہی وہ اچھا خاصا تاڑ کا تاڑ تھا۔ انابل نے دیکھا کہ راہگیر مڑ مڑ کر اس پر نظر ڈالتے تھے۔ لیکن وہ فروری کے آسمان کا ایسا تمتماتا چہرہ اوپر اٹھائے ناک کی سیدھ پر تیز قدم سے چلتا چلا گیا۔

مس اسٹیک پول کا دوسرا مضمون بہت مختلف تھا یعنی مسٹر بنٹنگ۔ پچھلے سال وہ امریکہ تشریف لے گئے تھے اور امریکہ نے ان پر بہت اچھا اثر کیا تھا۔ ان کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ چودہ طبق ان پر روشن ہو گئے تھے۔ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ انگلستان ہی سب کچھ نہیں ہے۔ انھیں بھی وہاں بہت پسند کیا گیا۔ لوگوں نے کہا بے چارے بہت نیک آدمی ہیں۔ گو انگریزوں کو امریکہ میں عموماً ایسا نیک نہیں سمجھا جاتا۔ بعضوں نے ان میں بناوٹ کا اندازہ بھی تحقیق کیا۔ یعنی یہ کہ ان کی یہ سادگی اور شرافت سب دکھاوے کی ہے۔ در حقیقت اپنے دوسرے بھائی بندوں کی طرح یہ بھی بڑے حضرت ہیں۔ مسٹر بنٹنگ نے بھی وہاں ایک سے

ایک بے تکے سوال کیے۔ کسانوں کی لڑکیوں اور نوجوان خادماؤں کے متعلق وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان کے نزدیک امریکہ میں ہر چیز کی اس قدر بے تحاشا فراوانی تھی کہ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اپنا مطالعہ کہاں سے شروع کریں۔ بہر حال، معائنے کے لیے انھوں نے دو چیزوں کا انتخاب کیا۔ ہوٹل اور دریائی جہاز رانی۔ ہر جگہ انھوں نے تصویریں کھینچیں۔ لیکن دریاؤں پر چلنے والے دخانی جہازوں پر تو وہ بالکل لوٹ پوٹ ہو گئے۔ بس وہ یہی چاہتے تھے کہ مستقل ان پر سفر کرتے رہیں۔ ہنری اٹیا اور مسٹر ٹنبنگ نیویارک سے ہل واکی تک اکٹھے گئے اور راستے کے خاص خاص مقامات کی سیر کی۔ جہاں جہاں سے وہ دوبارہ سفر شروع کرتے مسٹر ٹبلنگ کا سوال یہی ہوتا کہ یہاں سے دخانی کشتی کے ذریعے چلا جا سکتا ہے یا نہیں۔ جغرافیہ کا ان کے دماغ میں کوئی تصور نہ تھا۔ ان کے نزدیک بالٹی مور مغربی ساحل کا ایک شہر تھا اور مستقل اسی امید میں تھے کہ بس اب دریائے مسسی پی پر پہنچے جاتے ہیں۔ انھوں نے امریکہ کے کسی اور دریا کا نام ہی نہ سنا تھا۔ اور ہڈسن کے وجود سے منکر ہوئے جاتے تھے۔ لیکن جب انھوں نے ہڈسن کا بچشم خود نظارہ کیا تو یہ ماننے پر مجبور ہو گئے کہ یہ بھی ان کے ہاں کے رائن ہی کے لگ بھگ ہے۔ امریکن ریل گاڑیوں کے شاہانہ پرتکلف ڈبوں میں بھی انھوں نے سواری کی۔ اور سفر کے دوران میں حبشی خادموں کو بلا بلا کر برابر ان سے قلفیاں خریدتے رہے۔ اس کے باوجود اس تصور کے عادی نہ ہو سکے کہ چلتی ریل گاڑی میں بھی قلفی کھانے کو مل سکتی ہے۔ کیونکہ برطانیہ کی ٹرینوں میں تو نہ پنکھے ہوتے ہیں۔ نہ مٹھائیاں، نہ کچھ نہ کچھ۔ گرمی نے البتہ ان کو بہت ستایا۔ آج کل وہ انگلستان میں تھے اور شکار کھیلنے میں مصروف تھے۔ بھلا سوچو۔ یہ تو ہمارے یہاں کے ریڈ انڈین قبائل کا مشغلہ ہے۔ ہم امریکن اس وحشیانہ تفریح کو مدت ہوئی ترک کر چکے ہیں اور طرہ یہ کہ انگلستان میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم لوگ سروں پر پروں کے تاج سجاتے ہیں سینگ اور ہتھیار پہن کر فولادی تیر چلاتے پھرتے ہیں۔ اس طرح کی جنگلی پوشاک تو انگریزوں کے لیے زیادہ موزوں رہے گی جن کو لومڑیوں کے پیچھے شکاری کتے دوڑانے ہی سے فرصت نہیں۔ مسٹر ٹبنگ ابھی اٹلی نہ آئیں گے پیرس میں ان سے ملاقات ہو گی۔ ان کو ورسائی

لوگوں سے اس قدر مختلف بنا دیتی ہے کہ اس کے ساتھ بھی راستبازی سے کام لیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ اس نے کیسپر پر ظاہر کیا کہ وہ بے حد شاش اور خوش و خرم تھی۔ کیسپر نے بھی بھی پلٹ کر اس نکتے پر بحث نہیں کی۔ کمال یہ ہوا کہ اوسمنڈ سے اس کی بہت اچھی نبھتی رہی۔ اوسمنڈ کو اس بات سے نفرت تھی کہ اس کے متعلق کسی قسم کی توقعات وابستہ کی جائیں۔ اس سے یہ توقع کی گئی تھی کہ وہ بوسٹن کے اس سیدھے سپاٹ باشندے کے ساتھ بے رخی برتے گا۔ لہٰذا اس نے اس کا الٹ کیا؛ تاکہ ازابل کو یہاں بھی مایوسی ہو۔ وہ کیسپر کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آتا رہا۔ اس نے ازابل سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ ازابل نے اس آدمی سے شادی کیوں نہیں کی۔ اس کے ساتھ تو زندگی بہت عمدہ گزرتی۔ گویا گرجا کے گھنٹہ گھر میں رہ رہے ہیں۔ ہر ساعت کے بعد گجر بجتا ہے اور اس کی آواز اوپر کی فضا میں ارتعاش پیدا کرتی ہے۔ کیسپر سے بات کرنا مجھے بہت پسند ہے۔ شروع میں ذرا دقت ہوتی ہے کیونکہ برج تک پہنچنے کے لیے بے شمار سیڑھیاں چڑھنا پڑتی ہیں لیکن اوپر پہنچ کر نہایت عمدہ منظر دیکھنے کو اور نہایت تازہ ہوا کھانے کو ملتی ہے۔ اوسمنڈ کی شخصیت بے حد دلآویز تھی۔ کیسپر نے بھی اسے اپنی امید کے خلاف بہت پسند کیا۔ اوسمنڈ اسے برابر کھانے پر بلاتا رہا۔ جس کے بعد دونوں مل کر ایک ایک سگار پیتے اور باتیں کرتے۔ اوسمنڈ نے ازابل سے کہا کہ کیسپر کی طبیعت میں بڑی جولانی بڑی اپج تھی۔ یہ تو بڑھیا اور مضبوط قسم کے انگریزی چمڑے کے بیگ کی مانند تھے۔ جس میں بہت سارے پائیدار تسمے اور بکسوئے اور نہایت اعلیٰ درجے کے تالے موجود ہوتے ہیں۔

ایک روز ازابل نے کیسپر سے کہا "میرا ایک کام کر دو گے؟"

"میں تمہارے لیے جان بھی دینے کو تیار ہوں۔"

"او تیل وہ پیاری جا کر رالف سے ملو۔ اور اس کا جی بہلاؤ۔"

کیسپر رالف سے پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ لیکن اسے وہ دعوت نامہ یاد تھا جو ہنری اٹیا کے ایماء پر رالف نے اسے گارڈن کورٹ سے بھیجا تھا۔ وہ فوراً ہوٹل پہنچا۔ وہاں اس نے مس اسٹیک پول کو رالف کے نزدیک صوفے پر بیٹھا پایا۔ مس اسٹیک پول اور رالف

دوبارہ دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ شاہی کے زمانے سے عشق ہے انھیں۔ ہنری ایٹا کو ان سے اتفاق نہیں۔ وہ ورسائی کو محض اسی وجہ سے پسند کرتی ہے کہ اسے دیکھ کر یاد آتا ہے کہ شہنشاہیت کو ملیامیٹ کیا جا چکا ہے۔ وہاں اب ڈیوک اور مارکوئس لوگ نظر نہیں آتے بلکہ اسے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے بجائے اس نے ایک روز پانچ امریکن خاندانوں کو اس محل میں اِدھر اُدھر گھومتے دیکھا۔ مسٹر ٹننگ کی شدید خواہش تھی کہ وہ انگلستان کے موضوع پر پھر سے توجہ کرے۔ اس دفعہ اسے کامیابی ہو گی۔ کیونکہ انگلستان پچھلے دو تین سال میں بہت بدل گیا تھا۔ اور انھوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ان کی بہن لیڈی چیپسل کا دعوت نامہ اب کے سے اسے مل کر رہے گا۔ پہلے والے دعوت نامے کی گمشدگی کا اسرار اب تک اس پر منکشف نہ کیا گیا تھا۔ بالآخر ایک روز کیسپر گڈوڈ آزابل کے گھر پر آیا۔ آنے سے پہلے اس نے آزابل کو ایک پرچہ لکھ کر اس سے اجازت طلب کی تھی۔ آزابل نے مستعدی سے جواب دیا تھا کہ اس روز شام کے چھ بجے گھر پر موجود رہے گی۔ وہ دن بھر سوچا کی کہ اس سے مل کر، کیسپر کو جو سمجھوتے پر راضی ہی نہ ہوتا تھا، آخر فائدہ کیا ہو گا۔ لیکن اس سے باتیں کر کے آزابل کو اندازہ ہوا کہ وہ محض ایک اور موقعے کی تلاش میں روم نہ آیا تھا۔ اسے یہ کبھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہاں آنے میں اس کی غرض کیا تھی۔ اگر وہ محض تفریح کے لیے آیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ وہ غمِ دل سے آزاد ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں بھی آزابل کی ذمے داری ختم ہوئی۔ وہ زیادہ تر گم سم رہا۔ آزابل نے ایک دفعہ سوچا تھا کہ کیسپر بولتا بہت ہے لیکن کہتا کچھ بھی نہیں۔ اب کے سے بھی یہی ہوا۔ اس نے بہت سی باتیں کیں۔ لیکن پھر بھی چپ رہا۔ اوسمنڈ سے اسے ملوایا گیا۔ اور آزابل نے اسے جمعرات کی محفل میں بھی مدعو کیا۔ اپنی ان محفلوں سے اب آزابل عاجز آچکی تھی۔

جمعرات کی شاموں کو بھی کیسپر نہایت باقاعدگی اور سنجیدگی سے آتا رہا۔ بعض دفعہ آزابل کو غصہ آجاتا۔ آخر یہ سمجھتا کیوں نہیں کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اس میں اتنا غیر معمولی خلوص اتنی ذہانت تھی کہ وہ اسے احمق بھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ راست بازی انسان کو دوسرے

کے تعلقات میں بھی ایک عظیم انقلاب آچکا تھا۔ آزابل نے ہنری اٹیا سے یہاں آنے کے لیے نہ کہا تھا لیکن وہ رالف کی شدید علالت کی خبر سنتے ہی فوراً دوڑی آئی تھی۔ اور اس کے بعد سے روزانہ اس کی مزاج پرسی کے لیے آتی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوچتی رہتی تھی کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے پکے دشمن ہیں۔

"ہاں۔ ہم لوگ بڑے بے تکلف قسم کے دشمن ہیں!" رالف بڑے مزے سے اس سے کہتا۔ "تم سے ملاقات کر کے تو میں کل کا مرتا آج ہی مرجاؤں گا۔ بس بی بخشو مجھے۔ میں لنڈورا ہی بھلا" ان دونوں میں بڑی پکی دوستی ہوگئی۔ ہنری اٹیا کو اب تعجب ہوتا کہ وہ پہلے اسے اتنا ناپسند کیوں کرتی تھی۔ رالف اسے ہمیشہ ہی سے پسند کرتا آیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ دل کی بہت اچھی ہے۔ آزابل کے ذکر سے رالف ہمیشہ کتراتا لیکن اس کے علاوہ دونوں دنیا جہان کی باتیں کرتے۔ اور خوب جھگڑتے۔ مسٹر بٹلنگ بھی نہایت عمدہ موضوع سخن ثابت ہوئے۔ رالف پہروں ان کی باتیں کرتے نہ تھکتا۔ وہ برابر اپنے اس نظریے پر اڑا رہتا کہ یہ سابق فوجی افسر بنا بنایا میکیاولی تھا۔ کیسپر ان کی گفتگو میں زیادہ حصہ نہیں لے سکا۔ ہنری اٹیا کے جانے کے بعد اس نے زبان کھولی۔ لیکن رالف کی طرح اس نے بھی آزابل کے تذکرے سے گریز کیا۔ کیسپر کو اس بے مثال شخص کی حالت پر بڑا افسوس ہوا۔ ایسا دلچسپ، ایسا انوکھا، ایسا بھلا آدمی اور اب دنیا کی کوئی طاقت اسے موت کے چنگل سے نہ بچا سکتی تھی، وہ برابر رالف کی قیام گاہ پر جاتا رہا۔ آزابل بہت خوش تھی کہ اس عیاری اور صفائی سے اس نے کیسپر کا اپنے گھر سے پتّہ کاٹ دیا۔ اس نے کیسپر کے ہاتھ میں ایک مشغلہ دے دیا تھا۔ رالف کی تیمارداری کا فرض اسے سونپ دیا تھا۔ اس نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ سردیوں کے اختتام پر رالف کی دوسرا تھ کے لیے اسے انگلستان چلتا کر دے گی۔ لارڈ وار برٹن رالف کو روم لائے تھے اور کیسپر گڈوڈ کو اسے روم سے واپس لے جانا چاہیے۔ آزابل یہ سوچ سوچ کر لرز اٹھی کہ رالف اس سرائے میں، اس کے اپنے گھر کے نزدیک، جس کے دروازے اس کے لیے بند تھے، ایک روز اس کی آنکھوں کے سامنے دم توڑ دے گا۔

رالف کو اپنے پیارے "گارڈن کورٹ" کے عشق پیچاں کی بیلوں میں چھپے کسی کشادہ عمیق نیم تاریک کمرے میں اپنے ابدی آرام کے لیے آنکھیں موندنا چاہئیں۔ ان دنوں گارڈن کورٹ نے آزابل کے دل میں ایک مقدس یادگار کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ ماضی کے اوراق کا کوئی باب اس جیسا نہ تھا۔ ان دنوں کی یاد سے اس کے دل پہ چھریاں سی چل جاتیں۔ اور اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اسی دوران میں اپنے ملبوسات، اپنے صندوقوں، اپنی یاوہ گوئی اپنے جھوٹ اور لباڑی پن، اپنی ہرزہ سرائی اور اپنے عاشقوں کی ناپاک روایات کو اپنے جلو میں لیے کاؤنٹس جیمنی فلورنس سے آن پہنچیں۔ روزیر کا بھی کہیں سے روم میں ظہور ہو گیا۔ اور انھوں نے ہنری کو یہ لمبے لمبے خطرے لکھنے شروع کر دیئے جن کا ہنری نے کبھی جواب نہ دیا۔ مادام مرل نیپلز سے لوٹ آئیں۔ اور بڑی میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں "اے ہے ۔۔۔ تم نے لارڈ وار برٹن کو کہاں غائب کر دیا۔"

یہ سب بلائیں یکے بعد دیگرے اس طرح نازل ہوئیں کہ آزابل کے حواس باختہ ہو گئے۔

(۴۸)

فروری کے اواخر میں، رالف نے انگلستان لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔

"تم اکیلے تو جا نہیں سکتے" ہنری اٹیا نے کہا۔

"میرے ساتھ کافی لوگ ہوں گے۔"

"لوگ کون؟ یعنی تمھارے تنخواہ دار ملازم؟"

"ملازم بھی تو انسان ہیں۔"

"عورتیں بھی نوکر ہیں تمھارے یہاں؟"

"تم ایسے کہہ رہی ہو گویا میرے پاس خداموں اور خواصوں کی پوری پلٹن موجود ہے لیکن صد افسوس کہ ایک پری زاد بھی میری خدمت پر مامور نہیں!"

"پھر تم اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتے۔" ہنری اٹیا نے سکون سے جواب دیا۔ "تمھیں

کسی عورت کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔"

"تم نے میری اتنی دیکھ بھال پچھلے پندرہ روز میں کرلی ہے کہ یہی مدّت کے لیے کافی ہوگی۔"

"بالکل کافی نہیں ہوگی۔ میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

"ایں ــــ میرے ساتھ؟" راآلف آہستہ سے صوفے پر سے اٹھا۔

"ہاں۔ تم مجھے ناپسند کرتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود میں تمہارے ہمراہ جاؤنگی۔ اب تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ چپکے لیٹے رہو۔"

راآلف نے اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے لیٹ گیا۔ "میں تمہیں بے انتہا پسند کرتا ہوں۔" اس نے ایک لمحے بعد ہنری ایٹا کی پہلی بات کا جواب دیا۔

ہنری ایٹا ہنسیں۔ (ایسا وہ بہت کم کرتی تھیں) "خیر۔ یہ کہہ کر تم میرا جی بہت خوش کرو۔ میں ہر حالت میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ تمہاری نگرانی آج سے میرے ذمے۔"

"تم بہت اچھی لڑکی ہو ہنری ایٹا۔"

"بدھو میاں خیریت کے ساتھ گھر پہنچ جاؤ۔ یہ سب بعد میں کہتے رہنا۔ سفر بہت تکلیف دہ ہوگا میرے خیال میں ٹھیک یہی ہے کہ فوراً یہاں سے روانگی کا پائزاب کرو۔"

"جب وہ جانے لگی تو راآلف نے دوبارہ پوچھا۔ "کیا تم نے واقعی میری دیکھ بھال کرنے کی ٹھانی ہے؟"

"ہاں۔ کوشش کم از کم ضرور کروں گی۔"

"اچھا تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں بھی سر تسلیم خم کرتا ہوں تمہاری مکمل اطاعت میں نے قبول کی ــ!"

ہنری ایٹا کے جانے کے بعد وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ زندہ رہنے کے عمل سے دست برداری کا یہ ایسا تصفیہ کن ثبوت تھا ــ اسے اب مس اسٹیک پول کی نگرانی میں انگلستان کا سفر کرنا تھا۔ اور بوالعجبی یہ تھی کہ اسے یہ تجویز اچھی بھی لگ رہی تھی۔ وہ دیر تک اپنی اس مُتحمّل، منفعل کیفیت کی عشرت اور سکون کے ہنڈولوں میں جھولتا رہا۔ اسے اب

سفر شروع کرتے، اپنے مکان دوبارہ واپس پہنچنے کی بے صبری تھی۔ اب اختتام نزدیک تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ لیٹے لیٹے اپنا ہاتھ بڑھا کر منزلِ مقصود کو چھو سکتا ہے۔ لیکن وہ اپنے گھر میں مرنا چاہتا تھا۔ اس کی آخری خواہش محض اتنی سی تھی۔ کہ وہ اپنے وسیع، خاموش کمرے میں جہاں اس نے اپنے باپ کو انت سمے لیٹا دیکھا تھا، خود بھی آرام سے پیر پھیلا کر لیٹ رہے اور موسم گرما کے طلوع آفتاب کے مدھم سہانے اجالے میں اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں۔

اس روز جب کیسپر اس سے ملنے آیا تو اس نے مس اسٹیک پول کے ارادے سے اسے مطلع کیا۔

"اچھا تو گویا ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں۔ مسز ٹوسمنڈ نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ آپ کو پہنچانے کے لیے ہمراہ چلوں۔" کیسپر نے کہا۔

"خداوندا — ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے —!"

"میرا احسان مسز ٹوسمنڈ پر ہے۔ تم پر نہیں۔"

"چلو یہی سہی۔ لیکن آنابل کی یہ کون کم مہربانی ہے۔ وہ خود کس قدر رحمدل ہے۔"

"کہ وہ دوسروں سے کہتی ہیں کہ تمھارا ساتھ دیں۔ مانتا ہوں! بہرکیف۔ شکر ہے کہ مجھے مس اسٹیک پول کے ساتھ تنہا سفر نہیں کرنا پڑ رہا۔ تم بھی ہمراہ ہو گے۔"

"لیکن سب سے بہتر تو یہی ہے کہ تم یہیں رہو۔ تمھارے چلنے کی واقعی کوئی ضرورت نہیں۔ ہنری ایٹا تم جیسے دس پر بھاری ہے۔"

"جانتا ہوں۔ لیکن میں نے مسز ٹوسمنڈ کو قول دے دیا ہے۔"

"آسانی سے ان کو سمجھا بھی سکتے ہو۔"

"وہ ایسی آسانی سے بات ماننے والی نہیں۔ بظاہر ان کی خواہش ہے کہ میں تمھاری تیمارداری کروں۔ لیکن در حقیقت وہ چاہتی یہ ہیں کہ میں کسی نہ کسی طرح روم سے دفان ہو جاؤں۔"

"تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں نے انھیں اکتا دیا ہے۔" کیسپر نے اپنی بات جاری رکھی "یہ مجھ سے کہنے کے لیے ان کے پاس کوئی بات نہیں تھی لہٰذا انھوں نے یہ ایجاد کر ڈالی۔"

آنابل کو تمھارے چلے جانے سے کوئی سہولت حاصل ہو گی تو میں ضرور تمھیں اپنے ہمراہ لیے چلتا ہوں۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس میں ان کا فائدہ کیا ہے۔"

"اس کا خیال ہے میں بغور مطالعہ کر رہا ہوں۔"

"یعنی ---"

"تاکہ معلوم کر سکوں کہ وہ خوش ہے یا ناخوش۔"

"یہ معلوم کرنا تو از حد آسان ہے۔ اس سے زیادہ مسرور لڑکی مجھے آج تک نظر نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے۔" کیسپر نے اپنے روکھے پھیکے لہجے میں جواب دیا "مجھے بھی اطمینان ہو گیا ہے۔ میں دھیان سے دیکھتا رہا ہوں۔ ایک پرانے رفیق کی حیثیت سے مجھے اس کا حق بھی حاصل تھا۔ وہ اپنی مسرت کا سوانگ رچاتی ہے۔ میں نے دیکھ لیا ہے اور اب زیادہ دیکھنے کی مجھ میں برداشت نہیں۔ میں یہاں سے چلے جانے کے لیے بالکل تیار ہوں۔"

ان دونوں میں آنابل اوسمنڈ کے متعلق صرف اتنی ہی گفتگو ہوئی۔ ہنری ایٹا نے رختِ سفر باندھنا شروع کیا۔ کاؤنٹس جیمنی اس سے ملنے کے لیے اس کی قیام گاہ پر تشریف لائیں۔

"لارڈ واربرٹن کے سلسلے میں آپ بڑی خوفناک غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔" ہنری ایٹا نے ان سے کہا۔

"یعنی وہ آنابل سے عشق نہیں کر رہے تھے؟ اے صاحبزادی، تم ہو کس خیال میں۔ آنابل کے مکان پر وہ دن میں تین تین بار پہنچتے تھے۔ اپنے پیچھے تو وہ اپنے بہت سے نشان بھی چھوڑ گئے ہیں۔"

"وہ آپ کی بھتیجی سے بیاہ کرنا چاہتے تھے۔"

کاؤنٹس نے گھور کر اسے دیکھا اور ہنس کر کہا "اچھا اب آزابل نے یہ قصہ جوڑا ہے؟ تو بیوی اگر انھیں میری بھتیجی سے بیاہ کرنا تھا تو کر کیوں نہیں لیا؟ ابھی تو وہ شاید شادی کی انگوٹھی خریدنے ولایت تشریف لے گئے ہیں اور میرے یہاں جانے کے بعد اگلے مہینے بارات لے کر لوٹیں گے۔"

"جی نہیں وہ اب نہیں لوٹتے۔ مس آوسمنڈان سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔ آپ بھی گرمھیا میں جا کر منہ دھو آئیے۔" ہنری ایٹا نے جل بھن کر کہا۔

"بڑی مروت والی لونڈیا ہے۔ آزابل سے اسے محبت تو تھی لیکن یہ پتا نہ تھا مجھے کہ وہ خود بھی اس سازش میں شریک ہو جائے گی۔"

"میں نہیں سمجھی آپ کا کیا مطلب ہے۔" کاؤنٹس کی بدنہادی کا اندازہ لگا کر ہنری ایٹا نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "لیکن میں پھر بھی کہوں گی کہ آزابل نے لارڈ وار برٹن کو اپنی طرف سے کوئی موقع نہیں دیا۔"

"تم کو یہ سب کیا معلوم۔ میرا بھائی بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

"آپ کے بھائی کی صلاحیتوں کا مجھے علم نہیں۔" ہنری ایٹا نے بڑے وقار سے جواب دیا۔

"میں اس کی شاکی نہیں کہ آزابل نے عشق لڑایا۔ مجھے تو بس یہ گلہ ہے کہ اس نے لارڈ وار برٹن کا بستر اکیوں گول کر دیا۔ میں اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ آزابل کا خیال تھا کہ وہ اس سے بے وفائی کر کے مجھ پر لٹو ہو جائے گا؟ مگر وہ تو اسے اپنی ذاتی ملکیت بنائے ہوئے ہے۔ گھر میں ہر طرف وہی سمایا نظر آتا ہے۔ میں کہتی ہوں وہ اپنی بہت سی علامتیں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ اچھا میں بھی اسے دیکھ لوں گی۔"

"ممکن ہے آپ کے معاملے میں انھیں آزابل کی بہ نسبت زیادہ کامیابی ہو۔"

پھر ہنری ایٹا نے آزابل کو بتایا کہ وہ رالف کے ہمراہ جا رہی ہے۔

"مجھے ہمیشہ سے معلوم تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے بنائے گئے ہو۔"

"خیر اس کی مجھے پروا نہیں کہ وہ مجھے سمجھتا ہے یا نہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ اسے ریل گاڑی میں نہ مرنا چاہیے۔"

"نہیں۔ وہ اس طرح نہیں مرے گا۔"

"گویا اپنی موت بھی بے چارے کے اختیار میں ہے! میں دیکھتی ہوں کہ تم ہم سب کے یہاں سے رفوچکر ہونے کی بہت خواہشمند ہو۔ جانے تم کیا چاہتی ہو۔"

"میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

"مگر یہ تمہارے ایک سے ایک مخلوق جمع ہے۔ تنہائی تمہیں کیسے ملے گی؟"

"وہ لوگ نوٹنکی کے کردار ہیں۔ لیکن تم سب میرے تماشائی ہو۔"

"تم اسے نوٹنکی سمجھتی ہو۔" ہنری ایتا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اچھا ٹریجڈی کہہ لو۔ لیکن تم سب کے سب مجھے دیکھ رہے ہو۔ اور اس سے مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔"

"تم زخمی ہرنی کی طرح جنگل کے تاریک ترین گوشے کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ ہائے یہ کیسی لاچاری ہے۔"

"میں بالکل لاچار نہیں ہوں۔ میں بہت سے کام کرنے والی ہوں۔"

"میں تمہاری بات نہیں کر رہی۔ مجھے اپنی بے بسی پر رونا آرہا ہے۔ میں خاص طور پر اسی مقصد سے آئی تھی کہ مقدور بھر تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔ لیکن تم کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس جاتی ہوں۔"

"تم تو مجھے تازہ دم کر کے جا رہی ہو۔"

"کچھ نہیں۔ اچھا اب ایک وعدہ کرو۔"

"میں اب اور کوئی نئے وعدے نہیں کر سکتی۔ چار سال گزرے میں نے ایک وچن دیا تھا۔ اور اسی کو سنبھالنے میں مجھے اتنی مشکل پیش آرہی ہے۔"

"ان چار برسوں میں تمہاری ہمت بڑھانے والا کوئی نہ تھا۔ اب مجھے قول دو کہ

اس سے پہلے کہ تمھاری حالت بدتر ہو جائے تم اس آدمی کو چھوڑ دو گی —"

"بدتر — وہ کیا ہوتا ہے ؟"

"اس سے پہلے کہ تمھارا اپنا کردار، تمھاری ہستی بھی تباہ ہو جائے —"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ یہ کبھی نہ ہو گا۔ لیکن مجھے بے حد شدید تعجب ہوا۔" آزابل نے دوسری طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "تم کس آسانی سے ایک عورت کو اپنے شوہر کو چھوڑ دینے کا مشورہ دیتی ہو۔ تمھاری ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ تم کو کچھ معلوم نہیں۔"

"بہرحال" ہنری اٹیا نے مباحثے کا گویا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ملک کی مغربی ریاستوں میں طلاق بہت عام ہے۔ اور ہم کو مستقبل کی اقدار کے لیے اب مغرب ہی کی طرف دیکھنا ہے —"

پھر اس نے رالف کو مطلع کیا کہ روانگی کے لیے بالکل تیار ہے۔ آزابل رالف سے آخری بار ملنے گئی۔ رالف نے بھی اس سے یہی کہا کہ وہ ان لوگوں سے چھٹکارا پا کر بے حد خوش نظر آ رہی ہے۔ آزابل نے اس کے جواب میں رالف کے ہاتھ پر آہستہ سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور جلدی سے مسکرا کر نیچی آواز میں کہا — "میرے بہت پیارے پیارے رالف —!!"

وہ اس جواب سے مطمئن ہو گیا۔ "میں تم سے دوبارہ نہیں مل سکا لیکن تمھارا چرچا سنتا رہا ہوں۔"

"کس سے ؟ اس تنہائی میں تم سے میری باتیں کون کرتا ہے ؟"

"وادی کی ہوائیں —! میں اغیار کو تمھارا ذکر نہیں کرنے دیتا۔ وہ تو بس ایک سپاٹ سی بات کہہ دیتے ہیں کہ تم بڑی دلربا ہو — اتنی سی بات سے میرا جی کیسے بھر سکتا ہے۔"

"میں بھی تم سے زیادہ ملاقات نہ کر سکی۔ لیکن شادی کے بعد مصروفیتیں بہت بڑھ جاتی ہیں دراصل۔"

"شکر ہے کہ میں شادی شدہ نہیں۔ اب کے سے جب تم انگلستان آؤ گی تو

میں بے نکرے گنواروں والے ٹھاٹھ باٹھ سے تمہاری خاطر مدارات کروں گا" وہ اس طرح باتیں کر رہا تھا گویا اسے یقین تھا کہ وہ دونوں دوبارہ ملیں گے۔ اس نے اشارۃً بھی نہ بتایا کہ یہ اس کی زندگی کے آخری دن ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ موسم گرما کے اختتام سے پہلے پہلے ہی ختم ہو جائے۔ اصلیت دونوں پر خوب واضح تھی پھر دوران گفتگو میں خطرے کی جھنڈی بلند کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے معاملات کی طرح اپنی موت کے بارے میں بھی راتف نے کبھی نمود پسندی سے کام نہ لیا تھا۔ اپنے وجود کو اور اس کے خاتمے کو اتنا اہم سمجھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اَنابل اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی۔

"سفر میں خوب احتیاط رکھنا"

"ہنری ایٹا خود مجسم احتیاط ہے"

"ہاں وہ تو ہے ہی۔ بے حد فرض شناسی کا ثبوت دے گی"

"دے گی ---؟ دے رہی ہے۔ یہی احساس فرض اسے میرے ساتھ لیے جا رہا ہے۔ تم سے دوستی کا اس نے حق ادا کر دیا"

"میں بہت نادم ہوں۔ دراصل مجھے تمہارے ساتھ جانا چاہیے"

"تمہارے میاں یہ کیسے گوارا کریں گے؟"

"وہ کریں نہ کریں میں چل تو سکتی ہوں"

تمہاری اس دلیری پر مجھے حیرت ہے۔ مگر میں اپنی وجہ سے تم دونوں کے درمیان بگاڑ پیدا کروانے کے لیے ہرگز تیار نہیں"

"اسی لیے تو میں نہیں چل رہی" اس نے سادگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے" راتف سمجھ گیا" پھر تمہاری اتنی ساری مصروفیتیں بھی تو ہیں۔ جن کا ابھی تم ذکر کر رہی تھیں"

"نہیں یہ بات نہیں" پھر اَنابل نے کہا ---- گویا راتف کو بتانے کے بجائے یہ الفاظ خود کو سنانا چاہتی ہے ---- "مجھے ڈر لگتا ہے"

راتف اس کے لہجے سے کچھ نہ سمجھ سکا۔ اَنابل نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ

الفاظ منہ سے نکالے تھے۔ اور اس کی آواز جذبات سے مکمل طور پر عاری تھی۔ کیا ایک ایسی غلطی کی وجہ سے جس کے واسطے اس پر فردِ جرم عائد نہ کی گئی تھی وہ دنیا کے سامنے پرائشچت کرنا چاہتی تھی۔ یا محض اپنا تجزیہ کرنے کی کوشش میں تھی ––؟ بہرصورت، رالف نے یہ موقع کھونا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے فوراً سوال کیا "یہ اپنے میاں سے ڈرتی ہو ––؟"

"اپنے آپ سے ڈرتی ہوں –– شوہر کے خوف میں رہنا تو میرا فرض تھا۔ بیوی سے یہی توقع کی جاتی ہے ––" پھر دفعتاً اس نے بات کا رُخ پلٹا "ہنری ایٹا تمہاری میرِ کارواں ہوگی تو پھر بے چارے کیسپر کے لیے کون سا کام باقی رہ جائے گا؟"

"ازابل –– کیسپر کو اس کی عادت ہو چکی ہے۔ اس کے لیے ویسے بھی کچھ باقی نہیں رہا"

وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں ایک لمحے کے لیے ساکت رہے۔ رالف نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے تھے۔

"تم میرے بہترین دوست رہے ہو" ازابل نے کہا۔

"میں محض تمہاری خاطر –– تمہاری خاطر زندہ تھا –– لیکن میرا وجود تمہارے لیے بیکار ہے ––"

ازابل کے دل پر جیسے مُوگری سی پڑی۔ اسے یک لخت انتہائی تکلیف دہ احساس ہوا کہ وہ رالف کو آخری مرتبہ دیکھ رہی ہے۔ وہ اس حقیقت کو منظور کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھی۔ وہ رالف سے اس طرح جدا نہ ہو سکتی تھی "اگر تم مجھے بلاؤ گے میں فوراً جلد از جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی ––" اس نے بالآخر کہا۔

"تمہارے میاں اجازت نہ دیں گے"

"اس کا انتظام میں کر سکتی ہوں"

"تمہاری آمد کو اپنی انت سمے کی آخری خوشی کے لیے اٹھا رکھوں گا"

اس کے جواب میں ازابل نے جھک کر اسے سادگی سے پیار کر لیا اور خاموش

ہو رہی۔ یہ جمعرات کا روز تھا۔ شام کو کیسپر اس کے گھر آیا اور کچھ دیر تک اوسمنڈ سے باتیں کرتا رہا۔ اوسمنڈ اس وقت بڑی وسیع القلبی، بڑی بے تکلفی کا اظہار کر رہے تھے۔ کیسپر بہت بیکلی سے صوفے پر بیٹھا رہا۔ ایک طرح کی تلخ، جارحانہ مسکراہٹ اوسمنڈ کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔ سائلف کی روانگی کی خبر سن کر ان کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ کیسپر کے جانے کا ان کو بے حد افسوس ہے۔ روم میں اس کے سے طباع قسم کے لوگوں کی بڑی کمی تھی۔ اور یہ کہ اوسمنڈ جیسے دقیانوسی اطالوی کو کسی سمجھدار اور مخلص غیر ملکی سے باتیں کر کے بڑی فرحت ملتی تھی۔ "مجھے روم بہت پسند ہے۔" اوسمنڈ نے فرمایا۔ "لیکن فرسودگی اور توہمات سے مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے۔ جدید دنیا بہرحال نہایت قابل قدر ہے۔ آپ کا یہ ہے کہ آپ نئی روشنی کے ہونے کے باوجود دوسرے لوگوں سے بہت مختلف ہیں۔ نئی روشنی والے عموماً بے انتہا معمولی اور گھٹیا ہوتے ہیں۔ مستقبل کے پیغامبر اگر یہی حضرات ہیں تو خدا آنے والے زمانے پر رحم کرے۔ یہ صحیح ہے کہ قدامت پرست نہایت غیر دلچسپ ہوتے ہیں۔ لیکن میں اور میری بی بی ہم دونوں دورِ جدید کے پرستار ہیں۔ گو محض دوسروں کی دیکھا دیکھی فیشن کے طور پر نئی باتوں کو اختیار کرنے کے قائل نہیں۔ کیونکہ جہالت اور بیوقوفی میں کوئی بھی نیا پن نہیں ہے۔ نئی روشنی کی علامت کے طور پر جس قسم کی حماقتیں آج کل کی جا رہی ہیں اور ترقی کے نام پر جیسی بے ہودگی دنیا میں پھیلائی گئی ہے اس سے تو یہی بھلی یہ عامیانہ پن واقعی نیا ہے۔ پہلے اس کا وجود نہ تھا۔ مجھے تو اس صدی سے پہلے کی دنیا میں عامیانہ پن کہیں پر بھی نظر نہیں آتا۔ پچھلی صدی میں اس کی تھوڑی سی جھلک کہیں کہیں ظاہر ہو گئی تھی لیکن اب تو اس قدر کی کمینگی سارے میں چھا گئی ہے کہ نفاست اور ستھرے پن کی پہچان ہی مشکل ہے۔ اب، آپ کو ہم نے بہت پسند کیا ہے۔ میرا لہجہ شاید آپ کو بہت سرپرستانہ معلوم دے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ہمیں مستقبل سے مصالحت کرنے پر رضامند کر دیا ہے۔ میں اپنی بی بی کی طرف سے بھی بات کر رہا ہوں۔ جب وہ میری نمائندگی کر سکتی ہیں تو میں بھی کیوں

نہ کروں۔ ہم دونوں کو آپ نے دیکھا لیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ شمع اور لگّی گیر کی مانند متحد ہیں۔ آپ کا مشغلہ تجارت ہے نا۔ اس میں بھی جناب عالی بڑے بڑے خطرے پوشیدہ ہیں۔ لیکن آپ نے ان خطروں سے خود کو خوب بچایا ہے۔ یہ امر ہمیں بے حد قابلِ تعریف معلوم ہوتا ہے۔ معاف کیجیے گا ممکن ہے میری یہ تہنیت آپ کو بری لگے۔ شکر ہے کہ میری بی بی کے کان ادھر نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ وہ ہو سکتے تھے —— وہ —— دیکھیے وہی جو میں ابھی کہہ رہا تھا۔ یعنی عامیانہ اور مادّہ پرست —— سارے امریکن نظام نے آپ کے خلاف سازش کر رکھی تھی۔ آپ کو بھی تیسرے درجے کا انسان بنانے کے لیے اپنے جال پھیلائے تھے۔ لیکن آپ نے ڈٹ کر مدافعت کی۔ آپ کے اندر کوئی ایسا گُن ہے جس نے آپ کو بچا لیا۔ اُس کے باوجود آپ مجسّم نئی روشنی ہیں۔ آپ سے دوبارہ مل کر ہمیں ہمیشہ از حد مسرت ہوگی ——

کیسپر دھیان سے سنتا رہا۔ اس کو مبہم سا احساس تھا کہ ان بظاہر پُر خلوص باتوں میں کہیں نہ کہیں کوئی جعل ضرور ہے۔ ملمع اور فریب۔ اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ آخر اوسمنڈ یہ اشارہ کیا رہا ہے۔ وہ آنابل سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ غصّے اور جھنجلاہٹ کے ساتھ وہ خاموشی سے اندر ہی اندر کھولتا رہا۔ اوسمنڈ کو اس نے اب تک قطعاتی طور پر قابلِ نفرین نہ سمجھا تھا۔ وہ اس سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہ ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کا خیال تھا کہ اوسمنڈ سمجھدار پڑھا لکھا آدمی ہے۔ لسّانی اور چرب زبانی میں طاق۔ اس نے اوسمنڈ کو باقاعدہ طور پر اچھا سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ اس سے ممکن ہی نہ تھا۔ اس نے آنابل کے شوہر کے وجود کو تسلیم کر لیا تھا۔ اور بس —— یعنی ایک ایسا حرفوں کا بنا شخص جو خود کو دانشور سمجھنے کا شوقین تھا، جس کے پاس روپے اور وقت کی فراوانی تھی، اور جو باتیں ملانے میں استاد تھا۔ اس کے باوجود وہ اس پر اعتماد نہ کر سکا۔ اس کی سمجھ میں کبھی نہ آیا کہ اوسمنڈ اس پر اتنا مہربان کیوں ہے۔ شاید وہ اسے مایۂ تفریح گردانتا ہے۔ اس کی طبیعت میں بدی کا عنصر کہیں

نہ کہیں مزدہ چھپا تھا۔ اس کا کیسپر کو یقین ہو گیا۔ آوسمنڈ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔ وہ فاتح تھا۔ آزابل کو جیت چکا تھا۔ کیسپر کو شکست ہوئی تھی۔ کیسپر اپنا سب کچھ کھو بیٹھا تھا۔ یہ صحیح تھا کہ اس نے کئی دفعہ اداسی سے تمنا کی کہ کاش آوسمنڈ مر ہی جائے۔ مگر نہیں کوّوں کے کوسنے سے ڈھور مرا کرتے ہیں۔ پھر اس نے سوچا کہ کاش وہ خود ہی اس ملعون کو جہنّم واصل کر سکے۔ آوسمنڈ کو کیسپر کے ان خیالات کا کبھی علم نہ ہوا۔ کڑوے تجربوں نے اسے اپنے مشتعل جذبات کی شدّت کو چھپانا سکھلا دیا تھا۔ اس طرح وہ خود کو دھوکا دینا چاہتا تھا۔ لیکن عموماً اس سے پہلے وہ دوسروں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ اس کے باوجود اس وقت جب آوسمنڈ نے کہا کہ وہ اپنی بی بی کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے تو کیسپر اپنے دل کی آگ پر قابو نہ پا سکا۔ اس کی روح میں ایک گہرا، گونگا ہیجان بپا ہو گیا اور وہ بے تاب ہو کر سلگ اٹھا۔

آج شام تو خلاف معمول آوسمنڈ نے اپنی اور آزابل کی ازدواجی زندگی کی بھرپور مسرتوں کا مژدہ بھی اسے سنایا تھا۔ بات بات پر "میں" کے بجائے "ہم دونوں" کہہ رہا تھا۔ کیسپر کا غم و غصہ بڑھتا گیا۔ قیامت یہ تھی کہ آزابل کی طرف سے کوئی ثبوت ایسا مہیا نہ ہو سکا تھا جس کی روشنی میں وہ آوسمنڈ کی بکواس کو جھوٹ سمجھے۔ کیا عجب ہے وہ واقعی آزابل کی ترجمانی کر رہا ہو۔ درحقیقت یہ میاں بی بی شمع اور گل گیر کی مانند ہوں (کیا نادر تشبیہ تھی!) ہنری اٹیا نے کہا تھا کہ آزابل کے خواب چکنا چور ہو چکے ہیں۔ لیکن روزانہ اخباروں میں کالم نویسی کرتے کرتے ہنری اٹیا ہر بات میں سنسنی پیدا کرنے کی عادی ہو چکی تھی۔ قبل از وقت خبریں حاصل کرنے کا بھی اسے بہت شوق تھا۔ علاوہ ازیں روم آ کر وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئی تھی۔ اور اب اپنی لالٹین سے اس کی آنکھیں چکا چوند کرنے کے مشغلے سے تائب ہو چکی تھی۔ ہنری اٹیا کے ضمیر نے اسے مجبور کر دیا تھا کہ آزابل کے حال کی اصلیت جاننے کے بعد اب چپکی ہو رہے۔ آزابل کے پرانے پرستاروں کو اس کے خلاف بھڑکانے

کا اب کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس سے حالات کسی طرح بھی نہ سدھر سکتے تھے۔ ہنری ایٹا اب بھی کیسپر کی طرف سے بے خبر نہیں ہوئی۔ وہ امریکن رسالوں کے منتخب اور دلچسپ تراشے اسے بھیجتی رہا کرتی۔ کیسپر نے اس سے آزابل کے متعلق کچھ نہ پوچھا۔ پانچ ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے کیا وہ خود اسی غرض سے نہ آیا تھا، لہٰذا اب اسے مطلق کوئی حق نہ تھا کہ مسز اوسمنڈ کو دل شکستہ اور رنجور سمجھے۔ اس احساس نے اسے دیوانہ کر دیا۔ اب اس کے سامنے کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اسے واقعات کا صحیح علم تک نہ ہو سکا۔ کیسپر کی اس مایوسی، اس مجبوری اس کس مپرسی کا اندازہ کون کر سکتا تھا؛ وہ آزابل کے کسی کام نہیں آ سکتا۔ اس کا ثبوت آزابل اس طرح دے رہی تھی کہ اسے شہر بدر کیے دیتی تھی۔ یہ سوچ سوچ کر وہ دانت پیستا رہا کہ وہ جو خدمت اس سے لے رہی تھی وہ محض اتنی تھی کہ وہ رالف کی تیمارداری کرے ـــ آزابل نے اتنے سکون کے ساتھ جو حصار اپنے گرد کھینچ رکھا تھا وہ اسے پار نہیں کر سکا۔ یہ زخم اتنا کاری تھا کہ جنم جنم تک اس کے دل میں رہے گا۔ اوسمنڈ باتیں کرتا رہا کیسپر کو پھر خیال ہوا کہ وہ اپنی اور اپنی بی بی کی یگانگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایکبارگی کیسپر کو محسوس ہوا کہ اس آدمی کا تخیل شیطان کی مانند سیاہ ہے۔ لیکن اب کسی چیز سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ یہ شخص شیطان صفت ہو یا نہیں۔ آزابل اس سے محبت کرتی ہو یا نفرت۔ وہ خود اسی طرح بے نیل و مرام واپس لوٹ جائے گا۔ "آپ رالف کے ساتھ جا رہے ہیں۔" اوسمنڈ کہہ رہا تھا۔ "آپ کی اس نوازش کے لیے ہم دونوں آپ کے بے انتہا ممنون ہیں۔ میری بی بی آپ کو بتلا چکی ہوں گی کہ ہم لوگ اس سلسلے میں آپ کے کتنے احسان مند ہیں۔ اس سال جاڑوں بھر ہمیں رالف کی طرف سے تشویش رہی۔ ان کو اس حالت میں روم آنا ہی نہ چاہیے تھا۔ ایسی بیماری میں اتنا لمبا سفر کرنا کہاں کی عقلمندی تھی۔ رالف کو جس طرح آزابل کا ـــ اور ـــ میرا محتاج ہونا پڑا ہے ـــ میں تو اپنے لیے ایسی صورت حال کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دوسروں کو لامحالہ ان کی تیمارداری کرنا پڑتی ہے۔ اور ہر شخص تو آپ کی مانند

نرم دل ہو نہیں سکتا ۔"

"مجھے آج کل کوئی اور کام نہیں ہے۔ کیسپر نے خشکی سے جواب دیا۔

"شادی کر ڈالیے ۔ پھر مصروفیت ہی مصروفیت رہے گی۔ یہ ضرور ہے کہ شادی کے بعد آپ ایسے ایثار پیشہ نہ رہ سکیں گے ۔ کہ زمانے بھر کے روگیوں اپاہجوں کی تیمار داری کرتے پھر رہے ہیں ۔ ان کے محافظ بنے ان کے ساتھ سفر پر چلے جاتے ہیں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔۔۔"

"آپ کی ازدواجی زندگی بے حد مصروف گزرتی ہے ؟"

"دیکھیے حضور ۔ شادی بذات خود ایک بڑا بھاری مشغلہ ہے ۔ میری اور میری بی بی کی بہت سی دلچسپیاں مشترکہ ہیں ۔ ہم اکٹھے کتابیں پڑھتے ہیں ۔ مصوری کا مطالعہ کرتے ہیں ۔ موسیقی سے شغل کرتے ہیں ۔ کھیلنے کے لیے جاتے ہیں ۔ ہوا خوری کرتے ہیں ۔ وہی رفاقت اور دوستی کا رنگ اب تک ہماری زندگی میں موجود ہے جو شادی سے پہلے تھا ۔ اگر آپ اکتا گئے ہوں تو میرا مشورہ مانیے اور جھٹ سے دو کیلے ہو جائیے ۔ اس صورت میں ممکن ہے آپ کی بی بی آپ کو اکتا دے ۔ لیکن آپ کی اپنی طبیعت ہرگز اچاٹ نہ ہوگی ۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی چیز آپ کے ذہن میں مزید غور و فکر کے لیے موجود رہے گی ۔ رالف کو ان کی محل سرا واپس پہنچانے کے بعد کہاں کا قصد ہے ؟ گرمیاں انگلستان ہی میں گزاریئے گا ؟"

"فی الحال تو کچھ طے نہیں ۔"

"کیا خوش نصیب آزاد آدمی ہو یار ۔۔۔"

اتنے میں چند اور مہمان کمرے میں داخل ہوئے ۔ آزابل بالالتزام کیسپر سے نظریں چرا رہی تھی ۔ لیکن جب بھی وہ اسے اپنی طرف دیکھتا پاتی ، جھٹ نہایت خوش خلقی سے مسکرانا شروع کر دیتی ۔ مکمل میزبان ۔۔۔! اس کے انداز سے یہ بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا کہ کسی خاص وجہ سے کیسپر سے بچنا چاہتی ہے ۔ بعض دفعہ وہ یہ تک کہتی معلوم ہوتی کہ آؤ میرے مہمانوں کی خاطر تواضع میں میرا

ہاتھ بٹاؤ۔ وہ اداسی سے ادھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ وہ جو عموماً ایسی متوازن۔ نپی تلی گفتگو کرتا تھا، اس وقت لوگوں نے دیکھا کہ ایک بات کہتا ہے اور پھر خود ہی اس کی تردید کر دیتا ہے اس کے شاید حواس ٹھکانے نہیں ہیں۔ یہ آدمی کیسا بے قرار ہے۔ ازابل کے گھر میں اکثر موسیقی کے جشن رہتے تھے۔ اس وقت بھی کیسپر نے بربط و نغمہ کی آواز میں اپنے کو کھو دینا چاہا۔ بالآخر مہمانوں نے رخصت ہونا شروع کیا۔ وہ ازابل کے نزدیک پہنچا اور اس سے آہستہ سے کہا کہ تنہائی میں اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ ازابل نے بڑی شیریں مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا کہ اس وقت تو اسے سر کھجانے کی بھی مہلت نہیں۔

"اچھا، میں انتظار کرتا ہوں۔"

لیکن بہت سے مہمان جواب تک نہ گئے تھے قالین پر گھر اڈا لے کھڑے رہے۔ کاؤنٹس جیمنی اور مچی بنی ان کے درمیان چہک رہی تھیں۔ کاؤنٹس کے لیے زندگی نیم شب کے بعد سے شروع ہوتی تھی۔ اور رات تو ابھی جوان ہی ہو رہی تھی۔ آتشدان کے نزدیک چند صاحبان کے حلقے میں کھڑی چہلیں کرتی تھیں۔ اور ان کے احباب تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ایک ساتھ قہقہہ لگاتے تھے۔ اوسمنڈ غائب ہو چکے تھے۔ وہ اپنے مہمانوں کو رخصت کرنے کے لیے کبھی موجود نہ ہوتے تھے مگر کاؤنٹس اب رنگ پہ آ رہی تھیں۔ پنٹری کو ازابل سونے کے لیے بھیج چکی تھی۔ اب وہ ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ لگتا تھا کہ وہ بھی چاہتی ہے کہ اس کی نند اپنا ہنگامہ ختم کریں تاکہ سب کو نجات ملے۔

"اب میں بات کر سکتا ہوں؟" کیسپر نے قریب آکر پوچھا

"آؤ۔" وہ کیسپر کو دوسرے کمرے میں لے گئی۔ ایک لحظہ تک دونوں چپ رہے۔ کمرے کے وسط میں کھڑے کھڑے وہ اپنے چہرے پر پنکھیا جھلتی رہی۔ اب کہ وہ اس کے سامنے موجود تھا، اس کا سارا جنون، ساری وارفتگی، غصہ، رنج جو اس نے دبائے رکھا تھا اس کی رگ رگ میں سرایت کر گیا۔ اس کو سارا کمرہ اپنی آنکھوں کے سامنے ڈولتا معلوم ہوا۔ منظر دھندلا گیا اور اس دھندلکے میں اسے ازابل کے نیم وا ہونٹوں کی جھلملاہٹ نظر آتی رہی۔ اس کے سامنے اگر یہ کہرہ نہ چھایا ہوتا تو وہ دیکھتا کہ ازابل کے چہرے کا

تبسم مصنوعی ہے اور وہ سہمی ہوئی اس کے سامنے کھڑی ہے۔ "مجھے خیرباد کہنے آئے ہو غالباً؟"

"میں مدام سے نہیں جانا چاہتا۔ نہیں جانا چاہتا۔"

"تمھارا قیام بہت خوشگوار رہا۔ میں تمھاری عنایت اور رحمدلی کے لیے سچ مچ بے حد شکر گزار ہوں۔ پھر کبھی ضرور آؤ گے نا ۔۔ ؟"

"مجھے تمھارے ان الفت تو شیت کی مطلق پروا نہیں ۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ چلا جاؤں گا ۔۔ اور جا رہا ہوں ۔۔"

"صرف یہی کہنا چاہتے تھے؟"

"نہیں سنو ۔۔ خدا کے لیے میری بات سنتی جاؤ ۔ تم نے اپنی زندگی کو یہ کیا بنا کر رکھ دیا؟ کچھ تو بتاؤ ۔۔" وہ خاموش رہی۔ "میں کیا سوچوں؟ مجھے کیا سمجھنا چاہیے؟ تم بالکل بدل چکی ہو۔ میں تمھارے نزدیک پھٹک نہیں سکتا ۔۔"

"غلط ہے ۔ تم بہت آگے بڑھ رہے ہو۔"

"اس کے باوجود میں تمھیں چھو تک نہیں پایا۔ ظاہر ہے تم ایک لفظ نہ کہو گی۔ میں یونہی سر ٹیک ٹیک کر مر جاؤں گا۔ مجھے تمھارے بھائی کی خدمت کا کوئی شوق نہیں۔ میں اسے ناپسند نہیں کرتا اگر تم مجھے کسی گدھے کی ٹہل کرنے کا حکم دیتیں تو میں وہ بھی کرتا۔ تم مجھے سائبیریا بھیجنا چاہو تو میں وہاں بھی چلا جاؤں گا۔ لیکن تم مجھے یہاں سے بھگانے پر کیوں مُصر ہو؟ اگر تم اسی سکھ چین سے ہو تیں جو ظاہر کرتی ہو تو اس طرح مجھ سے نجات نہ حاصل کرنا چاہتیں۔ تمھیں کچھ چھپانا ہے۔ میں یہاں خود کو یہ یقین دلانے آیا تھا کہ اب مجھے تمھاری پروا نہیں رہی۔ لیکن اب میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ جب ادسمنڈ کی باتوں سے تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ بھلا میری باتوں سے کیا پہنچے گی۔ میں ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں۔ ایک دفعہ اور بتا دوں کہ مجھے تم سے بے پایاں، شدید محبت ہے۔ تم نہیں سن رہیں۔ تمھارا دھیان ہمیشہ کسی دوسری طرف رہتا ہے۔ میں تمھارے میاں کو نہیں سمجھ پایا۔" وہ بے ربطی سے کہتا رہا۔ "وہ مجھ سے کہتا ہے تم دونوں

ایک دوسرے کی پوجا کرتے ہو۔ اسے یہ سب مجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھ سے مطلب؟ تمھاری نگاہوں میں پھر وہی جھلک آرہی ہے۔ تم پھر کچھ چھپانا چاہ رہی ہو۔ میں تمھاری خاطر اپنی جان دے دونگا ـــ میں مر جاؤں گا ـــ"

آزابل نے دروازے کی سمت دیکھتے ہوئے پنکھیا اپنے چہرے کے سامنے کرلی اور آہستہ سے کہا "اب تک تمھارا طور طریقہ بہت ٹھکانے کا رہا ہے۔ اسے برباد مت کرو ـــ"

"مجھے عشق ہے تم سے۔"

"میں جانتی ہوں۔ جب تم روم سے جانے کے لیے آمادہ ہوئے مجھے تبھی اس کا یقین آگیا تھا۔"

"پھر خدا کے لیے مجھے بتاؤ ـــ بتاؤ ـــ"

"کیا بتاؤں؟"

"مجھے تم پر رحم آنا چاہیے یا نہیں؟"

"مجھ پر رحم کھانا تمھیں بہت اچھا معلوم ہوگا؟"

"یقیناً ـــ کم از کم اس وقت میرے ہاتھ کچھ تو ہوگا۔ تمھارے غم کی خاطر اپنی زندگی تج دونگا ـــ"

"زندگی تجنے کی ضرورت نہیں ـــ البتہ کبھی کبھی میرے غم کو یاد ضرور کر لیا کرنا۔" آزابل نے آہستہ سے کہا اور کاؤنٹس جمینی کی طرف واپس چلی گئی۔

―――(۴۹)―――

اس شام مادام مرل اس محفل میں شامل نہ ہوئی تھیں۔ ان کی غیر حاضری نے آزابل کو متعجب بھی نہیں کیا۔ کیونکہ لارڈ واربرٹن کے سلسلے میں ان سے خاصی بدمزگی ہو چکی تھی۔

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے مادام نیپلز سے لوٹ کر سیدھی آزابل سے ملنے کے

لیے آئی تھیں۔ اور چھوٹتے ہی انھوں نے لارڈ وار برٹن کے متعلق سوال کیا تھا "اے ہے لارڈ وار برٹن کو تم نے کہاں غائب کر دیا؟"

"اب ان کا ذکر نہ کیجیے۔ یہاں پہلے ہی بہت شدت ہو چکی ہے۔"

"ہو گئی ہو گی۔" مادام نے سر ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں نیپلز میں تھی۔ میں تو اس خیال میں تھی کہ یہاں ان سے ملاقات ہو گی اور میں پنزی کو مبارکباد دوں گی۔"

"پنزی کو آپ مبارکباد اب بھی دے سکتی ہیں۔ لیکن لارڈ وار برٹن سے شادی کرنے کی بنا پر نہیں۔"

"تم یہ کہہ رہی ہو گی ہی۔ اور میں اس رشتے پر ادھار کھائے بیٹھی تھی۔" مادام نے ذرا خوشدلی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر نیپلز جانے کے بجائے یہیں رہ کر ساری کارروائی بچشم خود ملاحظہ کرتیں۔"

"میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا۔ کیا اب بھی کچھ ہو سکتا ہے؟"

"یہ پنزی سے پوچھیے۔"

"میں اس سے پوچھوں گی کہ تم نے اس کے کان میں کیا پھونکا ہے۔"

ان الفاظ پر ازابل چونک اٹھی۔ مادام کا رویہ اب محض ایک خیر خواہ دوست کا نہ تھا۔ اب وہ اعتراض اور دخل اندازی پر اتر آئی تھیں۔ اس وقت تک انھوں نے ازابل کے گھریلو معاملات میں بولنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ لیکن اب ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کو شدید مایوسی ہوئی تھی اور وہ اپنا احتیاط اور تکلف کا انداز قائم نہیں رکھ سکیں۔ ازابل کو اب تک معلوم نہ ہوا تھا کہ پنزی کی شادی کے مسئلے سے انھیں گہری دلچسپی ہے۔ اور اب ایک دفعہ پھر، اس کے چاروں اور جو کہر آلود خلا تھا اس میں سے تیرتی، اس کا مذاق اڑاتی ایک ٹھنڈی، لرزہ خیز آواز اس کے کانوں میں کہیں سے آئی ــــ کہ اس کی تقدیر، اس چمکتی دمکتی، مضبوط، ممتیز دنیا پرست عورت کی مٹھی میں ہے۔ یہ عورت ازابل کے بہت زیادہ قریب تھی اور یہ قرب ایک خوشگوار

حادثہ نہ تھا جو آزابل اب تک سمجھتی آئی تھی۔ایک دفعہ اس نے اس عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھے دیکھا تھا۔اس روز سے خوشگواری کا احساس زائل ہو چکا تھا۔اب اسے شک ہوا کہ مادام کی اس سے دوستی بے غرض تھی۔

اب آزابل کو لگا جیسے وہ ایک طویل خواب سے جاگی ہے۔اس کے سامنے سے ایک دھندلکا سا چھٹ گیا۔معزز قارئین سمجھیں گے کہ آزابل بڑی شکی طبیعت کی لڑکی تھی۔کیونکہ مادام کی بے لوث محبت اور اخلاص میں کسے کلام ہو سکتا تھا۔لیکن اب آزابل پر دفعتاً منکشف ہوا کہ مادام اور اوسمنڈ کی اغراض یکساں ہیں۔

"میں خفا بالکل نہیں۔صرف یہ چاہتی ہوں کہ بگڑی بات پھر سے بن جائے۔ تمہارا خیال ہے وار برٹن ہمیشہ کے لیے ہمیں چھوڑ گئے؟"

"میں آپ کو کچھ نہیں بتلا سکتی۔میں آپ کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اوسمنڈ اس سلسلے میں مجھ سے کافی بحث چکے ہیں۔اور اب میں اس تذکرے کو ختم کر دینا چاہتی ہوں۔گو مجھے یقین ہے کہ آپ سے اس کے متعلق گفتگو کر کے اوسمنڈ بہت خوش ہونگے۔"

"مجھے ان کے خیالات کا پہلے سے علم ہے۔وہ کل شام مجھ سے ملنے آئے تھے۔"

"تو پھر آپ کو میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟ ساری اطلاعات تو آپ کو پہلے ہی پہنچ چکی ہیں۔"

"میں اطلاع حاصل کرنے کی خاطر نہیں، ہمدردی کی بنا پر آئی ہوں۔اس وقت میں دل سے چاہتی تھی کہ یہ رشتہ ہو جائے۔اس شادی کا تصور ہی کس قدر طربناک تھا۔"

"ان لوگوں کے لیے یہ تصور مطلق طربناک نہیں جن کا اس قصے سے اصل واسطہ ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ مجھے اس دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔ لیکن کسی گھرانے سے اتنی پرانی دوستی ہو تو لگتا ہے کہ بازی پر اپنا داؤ بھی لگا ہوا ہے۔ تم بھولتی ہو کہ میں ہنسنری کو کب سے جانتی ہوں۔ تمہارا مطلب ہے کہ تم ہی ان لوگوں میں سے تھیں جن کو اس رشتے سے براہِ راست واسطہ تھا۔"

"بالکل نہیں —— مگر میں اس قصے سے عاجز آچکی ہوں —— لاحول ولا ——"

"تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔"

"خدا زبان سنبھال کر بات کیجیے۔"

"اپنے الفاظ کی ذمے داری کا مجھے ہمیشہ پورا پورا خیال رہتا ہے۔ اطمینان رکھو۔ تمہارے متعلق اس سلسلے میں تمہارے میاں کا فیصلہ بہت سخت ہے ——"

غصے اور تلخی کی شدت سے آنابل کو اپنا دم گھٹتا سا معلوم ہوا۔ اسے مادام کی جرأت اور گستاخی پر غصہ نہیں آیا کہ وہ اس ٹھاٹھ سے اسے بتا رہی تھیں کہ آسمنڈ نے اس کے بجائے ان کو اپنا محرم راز بنایا۔ مادام دوسروں کی ہتک بہت کم کرتی تھیں اور وہ بھی صرف خاص خاص موقعوں پر۔ لیکن جس احساس نے آنابل کے زخموں پر تیزاب کا سا اثر کیا وہ یہ تھا کہ آسمنڈ نے اپنے الفاظ اور اپنے خیالات دونوں کے ذریعے اس کی بے حرمتی اور تذلیل کی ——

"آپ جاننا چاہتی ہیں کہ میری ان کے متعلق کیا رائے ہے؟"

"نہیں۔ کیونکہ تم مجھے کبھی نہ بتاؤ گی، اور میں جانوں گی تو مجھے تکلیف ہوگی۔"

اور اس وقت پہلی بار مادام مرل آنابل کو زہر لگیں۔ اس نے تمنا کی کہ یہ فوراً وہاں سے چلی جائیں۔ "یہ پنزی بہت پیاری بچی ہے۔ آپ دل چھوٹا نہ کیجیے اس کے لیے اور نسبتیں آئیں گی ——" آنابل نے اس انداز میں کہا کہ مادام کو معلوم ہو جائے کہ ملاقات کا وقت ختم ہوا۔ لیکن مادام اپنا لبادہ اوڑھے اپنے مخصوص عطر کی مدھم سی

خوشبو اسی طرح ہوا میں پھیلاتی رہیں۔" میں دل چھوٹا نہیں کرتی۔ میں تم کو ڈانٹنے نہیں آئی۔ مجھے تم پر کامل اعتماد ہے۔ میں محض اصل بات معلوم کرنا چاہتی تھی۔

"کون اصل بات؟"

"صرف یہ کہ لارڈ وار برٹن نے اپنی مرضی سے اپنا ارادہ تبدیل کیا یا تمھارے کہنے سے ۔ یعنی اپنی خوشی سے، یا تمھیں خوش کرنے کے لیے؟ ذرا سوچو کہ تھوڑی سی ناامیدی کے باوجود مجھ کو تم پر کتنا بھروسا ہے جو میں ایسا سوال کر رہی ہوں!" مادام نے مسکرا کر اپنے الفاظ کا اثر دیکھنے کے لیے آزابل کے چہرے پر نظر ڈالی "اب معقولیت سے کام لو ۔ تم حماقت ہو۔ اس طرح بات کر کے میں تمھاری عزت بڑھا رہی ہوں میں کسی اور عورت سے اس طرح کی بات نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کوئی اور عورت سچ نہیں بولے گی اور یہ بہت اچھا ہوا کہ تمھارے میاں کو اصلیت معلوم ہو گئی۔ انھوں نے یہ بات تم سے اگلوانے میں ذرا بھونڈے پن سے کام لیا۔ لیکن یہ بیٹی کا معاملہ ہے ۔ بہت ٹھیک ہوا کہ وہ اصل وجہ سے واقف ہو گئے ۔ اگر لارڈ وار برٹن خود ہی اس بے چاری بچی سے اکتا گئے تو جدا بات ہے مگر تم نے ان کو اپنا ارادہ تبدیل کرنے پر آمادہ کیا تھا تو قصے کا رنگ بالکل دوسرا ہو جاتا ہے ۔ اور یہ بھی بہت افسوسناک چیز ہے۔ تمھارا فرض ہے کہ جو بات تم کو ناگوار ہے۔ اس کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اپنی سوتیلی لڑکی کی شادی ہو جانے دو ۔ لارڈ وار برٹن کو اپنے چنگل سے آزاد کرو۔ اسے ہم لوگوں کے ہاتھ میں آ جانے دو۔"

مادام ایک ایک لفظ تول کر ادا کر رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اطمینان سے آخر تک ساری بات کہہ جائیں گی لیکن انھوں نے دیکھا کہ آزابل کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچ لیں۔ مادام مرل۔ اسے معلوم ہوا کہ محض اس کی توہین نہیں کر رہی تھیں ۔ اس کے دماغ میں ایک خوفناک خیال آیا۔ تم کون ہو ۔ کیا ہو ۔ اس نے زیر لب کہا۔ میرے شوہر سے تمھارا کیا تعلق ہے ۔ کتنی عجیب بات تھی کہ اس ایک لمحے کے لیے آزابل اپنے شوہر کے اتنے

قریب ہو گئی گویا اس سے محبت کرتی تھی۔

"اوہو —! اس وقت تم گویا بڑے ضبط، بڑی بہادری سے کام لے رہی ہو — لیکن یاد رکھو میں اب اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھوں گی۔"

"آپ کو مجھ سے کیا مطلب؟ آپ میری کون ہوتی ہیں —؟" ازابل نے سوال کیا۔

مادام اپنے سموری دست پوش پر انگلیاں پھیرتے ہوئے آہستہ سے اٹھیں۔

"سب کچھ —!" انھوں نے ازابل کے چہرے پر سے آنکھیں ہٹائے بغیر جواب دیا۔

ازابل بیٹھے بیٹھے ان کو دیکھتی رہی — اس کے چہرے پر روشنی تھی۔ گویا دعا مانگتی ہو۔ مادام کی آنکھوں سے تاریکی کی شعاعیں نکل رہی تھیں — "خداوندا —" اس نے دھیرے سے کہا اور کرسی پر پیچھے کی طرف گر گئی۔ اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ ایک اونچی، گرجتی ہوئی موج آ کر اس کے چاروں اور پھیل گئی۔ مسز ذوشیت ٹھیک کہتی تھیں۔ مادام مرل نے اس کی شادی کروائی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹائے۔

مادام کمرے سے جا چکی تھیں۔

ازابل اس روز تیسرے پہر کو ہوا خوری کے لیے تنہا باہر گئی۔ وہ گھاس پر نرگس کے پھولوں کے درمیان، کچھ دیر کھلے آسمان کے نیچے سانس لینا چاہتی تھی۔ مدت ہوئی وہ قدیم، ٹوٹے پھوٹے روم کو اپنا رازداں بنا چکی تھی۔ کیونکہ کھنڈروں کی اس دنیا کے پس منظر میں اس کی اپنی مسرتوں کے کھنڈر کم پر آشوب معلوم ہوتے تھے۔ وہ تھک کر ان چیزوں کا سہارا لیتی جو صدیاں گزریں بوسیدہ اور شکستہ ہو چکی تھیں لیکن اب بھی اپنی اپنی جگہ پر استادہ تھیں۔ وہ اپنے غم پنہاں کو اجاڑ مقامات کے سناٹے میں سمو دیتی۔ اسے اپنا الم اس ابدیت کے مقابلے میں بے حد حقیر بے حد دنیاوی نظر آنے لگتا۔ اکثر وہ جاڑوں کی دھوپ میں کسی کھنڈر کے صحن میں کھڑی ہوتی، یا کسی پھپوندی لگے، ٹوٹے پھوٹے گرجا گھر میں تنہا موجود ہوتی اس سمے اسے مٹا اپنا دکھ اتنا معمولی

معلوم ہوتا کہ وہ مسکرا پڑتی۔ روم کی طویل داستان کے مقابلے میں اس کا اپنا دکھ بہت مختصر سا تھا۔ انسان کی بدنصیبی کے تسلسل کے احساس نے جو اس کے دماغ میں متواتر منڈلاتا رہتا، اسے بڑی آسانی سے کم تر سے عظیم تر کی طرف پہنچا دیا۔ روم سے اسے ایک بڑا گہرا، بڑا لطیف سا لگاؤ ہو گیا تھا۔ اس لگاؤ نے اس کے اپنے جذبات کی تیز آنچ کو مدھم کر دیا تھا۔ اس کے ذہن میں روم ایک ایسا شہر تھا جہاں انسانوں نے بڑے زبردست دکھ جھیلے تھے۔ عہد عتیق کے کھنڈروں میں سے نکلے ہوئے مرمریں ستونوں والے فاقہ زدہ گرجا گھر اسے صبر و برداشت میں اپنے رفیق معلوم ہوتے۔ عود و لوبان کا باسی دھواں عبادت خانے میں آنے والوں کی اَن گنت دعاؤں کا مرکب دکھلائی دیتا جو قبول نہیں کی گئیں۔ تشکیک کے معاملے میں آزابل سے زیادہ ڈھلمل یقین اور کوئی نہ رہا ہو گا۔ قربان گاہ کی اندھیری تصویروں اور شمعدانوں کے انبار پر نظر ڈالتے ہوئے آزابل پر دفعتاً جو تاثر ہوتا   اور کشف کی سی جو وجدانی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی   وہ بڑے سے بڑے نمازی اور عابد شب زندہ دار کو نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ ہنری اکثر اس کے ہمراہ ہوتی۔ اور اب کچھ عرصے سے کاؤنٹس جینی بھی اپنی گلابی چھتری سنبھال کر اس کے ساتھ ہو لیا کرتیں۔ مگر جب بھی موقع ملتا آزابل اکیلی اکیلی ان جگہوں پر گھوما کرتی۔ چند مقامات اسے بہت پسند تھے۔ گھاس کے میدان کے کنارے فصیل پر جا بیٹھتی۔ اس میدان کے مقابل میں سرد پتھروں کا ایک پرانا عبادت خانہ تھا۔ سامنے جنگل کے اس پار دیکھیے تو کوہ البان کا سلسلہ حدِ نگاہ تک پھیلا نظر آتا تھا۔ نشیب میں وہ زبردست زمین تھی جس پر ایک عظیم تاریخ کا پورا ناٹک کھیلا جا چکا تھا۔ رالف اور اس کے ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد وہ اپنی تیرہ و تار روح کی معیت میں ان جگہوں پر ماری ماری پھری۔ ہنری اور کاؤنٹس کی موجودگی میں بھی وہ یہاں آ کر ایک کھوئی ہوئی دنیا کا لمس محسوس کرتی۔ گھوڑا گاڑی روم کی شہر پناہ سے باہر نکل کر گلیوں کے پتھریلے فرش پر دوڑنے لگتی۔ جن کے دونوں طرف خوشبودار زرد پھولوں کی خودرو بیلیں دو رویہ باڑوں کی شاخوں سے الجھ گئی تھیں۔

پھر گاڑی اس کے انتظار میں قریب کے کسی کھیت میں کھڑی رہتی اور آزابل ٹہلتی ہوئی دور
مُعد تک نکل جایا کرتی - یا کسی پتھر پر بیٹھ کر جو کسی زمانے میں کسی ضروری کام میں لایا جاتا
ہو گا، اپنی ذاتی اداسی کے دھندلکے میں سے پیش منظر کی اس عظیم الشان اداسی کو دیکھتی —
گہری، نرم، گرم دھوپ - رنگوں کا مدغم اختلاط - ان کا غیر محسوس تدریجی تغیر تنہا کھڑے یا بیٹھے
ساکت و صامت چرواہے، پہاڑیاں جن پر پڑتے ہوئے بادلوں کے سائے شرمیلے پن
کی سرخی کی طرح لطیف معلوم ہوتے۔

اس بعد جب وہ باہر گئی اس نے تہیہ کر لیا کہ مادام مرل کے متعلق بالکل نہیں
سوچے گی - لیکن اس کا یہ ارادہ بیکار ثابت ہوا - وہ برابر یہی سوچتی رہی - بچوں کی طرح سہم کر
اس نے خود سے پوچھا کہ برسہا برس کی اس پرانی ہیلی کے لیے اس عظیم تاریخی لقب "بد" کا
استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بدی کا تصور اس نے محض انجیل مقدس اور دوسری ادبی
کتابوں سے اخذ کیا تھا - ذاتی طور پر اس خصوصیت سے کسی شکل میں متعارف نہ ہوئی تھی - جلد
درجے کا فریب اور کذب بھی غالباً تاریخی اعتبار سے بدی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔
مادام انتہائی جعلساز اور مکار ثابت ہوئی تھیں - خالہ لیڈیا یہ بات عرصہ ہوا بتا چکی تھیں
لیکن اس وقت آزابل یہ کہہ کر اپنے آپ کو خوش کر رہی تھی کہ اس کا اپنا تجزیہ اور تعبیر خالہ
جان کی خشک کرخت توجیہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ سیر حاصل اور گہری تھی - مادام اپنے دو
دوستوں کو یکجا کرنا چاہتی تھیں اور وہ انھوں نے کر دکھایا - آزابل کو تعجب ہوا کہ مادام کو
اس رشتے کی اتنی آرزو کیوں تھی - بعض لوگوں کو دوسروں کی شادیاں کروانے کا خبط ہوتا ہے
جس طرح اکثر لوگ فن برائے فن کے دیوانے ہیں مادام بہت بڑی فنکار تھیں - لیکن ان لوگوں
میں سے نہیں تھیں - انھیں زندگی سے، شادی سے، ہر چیز سے نفرت تھی - وہ تو بس صرف
ایک شادی کروانا چاہتی تھی - تو گویا اس میں ان کا کوئی فائدہ مضمر تھا - وہ فائدہ کیا تھا -
آزابل بہت دیر تک سوچا کی لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا - البتہ اسے یاد آیا کہ گوگارڈن کورٹ
میں اوّل دن ہی سے مادام اس پر مہربان ہو گئی تھیں لیکن مسٹر تو شیت کے انتقال اور
وصیت نامے کے اعلان کے بعد سے آزابل کے لیے ان کی الفت دوگنی ہو گئی تھی - انھوں نے

خود اس سے قرضہ لینے کی بھدی حرکت نہیں کی بلکہ نہایت خوبصورتی سے اپنے قریبی اور بے تکلف دوست کو آزابل کی دولت کا مالک بنا دیا۔ چنانچہ اس شخص نے جسے آزابل نے دنیا کا بہترین مرد سمجھا تھا ایک ذلیل جعلساز بہروپیے کی مانند اس کے پیسے کی خاطر اس سے شادی کی تھی۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس لمحے تک آزابل نے اوسمنڈ کو اس روشنی میں نہ دیکھا تھا۔ اسے اوسمنڈ سے بہت سی شکایتیں تھیں لیکن اب تک یہ اس کے دماغ ہی میں نہ آیا تھا کہ اس کے شوہر نے روپے کی طمع میں اس سے بیاہ کیا ہے۔ اکثر مرد دولتمند لڑکیوں کو اسی غرض سے پھانستے ہیں۔ یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں۔ لیکن ایسے لوگ کم از کم اپنی بیویوں پر یہ ظاہر تو کر دیتے ہیں۔ اچھا اوسمنڈ کو اگر اس کے پیسے کی تمنا تھی تو کیا اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ آزابل کا سارا پیسہ لے لے اور اسے آزاد کر دے؟ مادام نے گلبرٹ اوسمنڈ کو یہ سوغات دی تھی اس عطیے سے نوازا تھا مگر اب اس کے احسان کی گرم جوشی میں کتنی کمی آگئی ہوگی۔ آج اپنی اس قابلِ قدر محسنہ کے متعلق اوسمنڈ کے خیالات کس قسم کے ہوں گے؟ اس تم ظریفی کا جواب نہیں تھا۔ گاڑی میں بیٹھ کر واپس آتے وقت آزابل نے زیرِ لب کہا — بے چاری — بے چاری مادام مرل —!!

اس شام اگر آزابل بوٹے دار ریشم کی اس اسکرین کے پیچھے چھپی ہوتی جو مادام کی مختصر سی پرتکلف نشست گاہ میں موجود تھی تو اسے پھر وہی منظر دکھلائی دیتا جس کا نظارہ وہ اپنے گھر پر کر چکی تھی۔ جو بات چیت اس وقت وہاں ہو رہی تھی اگر وہ سن پاتی تو مادام مرل سے اسے واقعی بڑی ہمدردی ہو جاتی۔ اس وقت چھ کا عمل رہا ہوگا۔ مادام کھڑی ہوئی تھیں۔ اوسمنڈ کرسی پر بیٹھے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ تم ذرا بھی ناشاد نہیں ہو۔ تم کو یہ سب بہت اچھا لگتا ہے۔" مادام کہہ رہی تھیں۔

"میں نے اپنی ناشادی کا ذکر کب کیا؟"

"لیکن تم میرے احسان مند بھی نہیں۔"

"احسان کی بات مت کرو۔ مجھے زیادہ زچ نہ کیا کرو۔ سمجھیں" انھوں نے

لمحے بھر بعد اضافہ کیا۔

ماداما آہستہ سے بیٹھ گئیں۔ اپنے گورے گورے سڈول ہاتھ ایک کے اوپر ایک رکھ دیئے اور بے حد پرسکون اور بے حد اداس نظر آئیں " مجھے ڈرانے کی کوشش کیوں کرتے ہو۔ میں تمہارے خیالات بھانپ سکتی ہوں۔"

" مجھے دق نہ کرو۔ میں بہت تھک چکا ہوں۔"

" اور میں بھی ——"

" تم اپنے آپ کو خود تھکاتی ہو۔"

" محض تمہاری خاطر —— میں نے ایک دلچسپی تمہارے ہاتھ میں دی تھی۔ یہ بہت بڑا تحفہ تھا۔"

" تم اسے دلچسپی سمجھتی ہو؟" اوسمنڈ نے بے تعلقی سے سوال کیا۔

" اور کیا نہیں —— اس کے ذریعے تمہارا وقت اچھا نہیں کٹتا؟"

" میرے لیے ایک ایک گھڑی پہاڑ کے برابر ہو گئی ہے۔"

" بکو مت۔ تم اب سے زیادہ صحت مند اور تر و تازہ کبھی نظر نہیں آئے۔"

" بھاڑ میں جائے میری تر و تازگی ——" اوسمنڈ نے سوچتے ہوئے کہا " تم آخر کار مجھے بالکل نہیں جانتیں۔"

" اگر میں تم کو نہیں جانتی تو پھر کچھ جانتی ہی نہیں۔ تم تو کامرانی کا احساس مجسم ہو۔"

" میں اسی وقت خود کو کامران سمجھوں گا جب تم میرا احتساب کرنا چھوڑ دو گی میرے متعلق فیصلے صادر نہیں کرو گی۔"

" عرصہ ہوا میں یہ مشغلہ ترک کر چکی ہوں۔ میں محض پرانی معلومات کی بنا پر یہ کہہ رہی ہوں اور تم اپنے مخفی خیالات کا اظہار بھی زیادہ کرنے لگے ہو۔ پہلے کی طرح گپ چپ کے لڈو نہیں رہے ——"

" کاش تم اپنے مخفی خیالات کا اظہار ذرا کم کیا کرو۔"

" تم چاہتے ہو میں اپنے ہونٹ سی کر زندہ درگور ہو جاؤں؟ مت بھولنا کہ

مجھے باتونی کبھی بھی نہیں سمجھا گیا مجھے اس وقت خالی تین چار چیزوں کے متعلق گفتگو کرنا ہے۔ تمہاری بی بی کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اپنا کیا مصرف کرے" انھوں نے لہجہ بدل کر کہا۔

"جی نہیں بیگم صاحبہ — میری بی بی خوب جانتی ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس نے ایک حدِ فاصل کھینچ رکھی ہے۔ وہ اپنے خیالات پر عمل کرنے کی اہل ہے —"

"اس وقت تو اس کے خیالات بے حد زردرو ہوں گے"

"یقیناً —"

"آج صبح اس کا دماغ بالکل خالی تھا —— ہونق، بولائی ہوئی بیٹھی تھی"

"قصّہ کوتاہ یہ کیوں نہیں کہتیں آج صبح اس کی حالت دیکھ کر تمہیں اس پر بڑا ترس معلوم ہوا"

"میں تمہاری حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتی"

وہ اب تک کشن پر سر ٹکائے نیم دراز تھا۔ اب دفعتاً اٹھ بیٹھا "آج تمہیں ہوا کیا ہے۔ بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو یہ ماجرا کیا ہے؟"

"ماجرا —" مادام چپ ہو گئیں۔ پھر یک لخت وہ برس پڑیں۔ بہار کے صاف شفاف مطلع پر بجلی کوندنے لگی "ماجرا یہ ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ روؤں اور آنسو نہیں نکلتے"

"رونے سے کیا ملے گا؟"

"رونے کے بعد میں اپنے آپ کو اتنا ہی ہلکا پھلکا محسوس کروں گی جیسی میں تمہیں جاننے سے پہلے تھی"۔

"اگر میں تمہارے آنسو سلب کر چکا ہوں تو یہ بھی بڑی بات ہے۔ لیکن میں نے تو تمہیں اکثر آنسو بہاتے دیکھا ہے"

"لگتا ہے تم مجھے ابھی اور رلاؤ گے۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ بھیڑیے کی طرح منہ اٹھا کر زور زور سے چیخوں۔ آج صبح میں نے بڑا سفلہ پن کیا۔ بڑی رذالت کی"

"تمہارے قول کے مطابق اگر ازابل کا دماغ اس وقت مخبوط ہو چکا تھا تو اس نے

تمہارے سفلے پن کو محسوس ہی نہیں کیا ہوگا۔"

"میری شیطنت نے اس کے ذہن کو مختل کر دیا تھا۔ میں اپنے آپ میں نہ تھی۔ میرے اندر کسی بدی نے گھر کر لیا تھا۔ ممکن ہے یہ بدی نہ ہو کسی طرح کی نیکی ہی ہو۔ پتا نہیں تم نے میرے آنسوؤں کو نہیں میری روح کو سلب کر لیا ہے۔ خشک کر دیا ہے۔"

"خوب۔ تو اپنی بی بی کی موجودہ دماغی حالت کا ذمہ دار میں نہیں ہوں۔ خوشی کی بات ہے میری بی بی تم نے جو پرچھائیں ڈالی ہے اس کے اثر سے میں مستفید ہوں گا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتیں کہ روح ایک لازوال شے ہے۔ ایک ابدی اصول —— اس میں کسی طرح کا تغیر یا فرق پیدا نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرے نزدیک روح لازوال نہیں ہے۔ مکمل طور سے تباہ، ملیامیٹ کی جا سکتی ہے۔ یہی میرے ساتھ ہوا ہے۔ ایک زمانے میں میری روح بڑی عمدہ تھی۔ اس کے لیے مجھے تمہارا ممنون ہونا چاہیے۔ تم بہت برے آدمی ہو۔"

"ہمارا انجام کیا یہی ہونا تھا؟" اوسمنڈ نے اسی سرد مہری سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی ہمارا انجام کیسا ہوگا۔ برے لوگوں کا انجام کیسا ہوتا ہے؟ خصوصاً ان کے مشترکہ جرائم کا؟ تم نے مجھے بھی اپنے جیسا بد بنا دیا۔ ہائے افسوس۔"

"جانے کیا ہذیان بکتی ہو۔ تم تو اب بھی اچھی خاصی ہو میرے نزدیک ——"

اس کی شعوری بے نیازی نے اس کے الفاظ کو زیادہ تاثیر بخش دی تھی۔

لیکن دامن ضبط مادام کے ہاتھوں سے چھوٹا جا رہا تھا۔ ان کی آنکھوں کی روشنی تیرگی میں بدل گئی۔ ان کی مسکراہٹ میں بڑی شدید تکلیف پنہاں تھی۔

"جو کچھ میں نے اب تک اپنے واسطے کیا ہے اس کے لحاظ سے اچھی خاصی ہوں؟"

"اپنی دلکشی برقرار رکھتی ہو۔ یہ کون کم بات ہے؟" اوسمنڈ نے بھی مسکرا کر کہا۔

"خداوندا ——" مادام نے کرسی پر بیٹھ کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"اب رونے والی ہو؟ میں نے کبھی تم سے کوئی گلہ کیا ہے؟"

"نہیں۔ تم نے دوسری طرح سے بدلہ چکایا۔ تم نے آزابل سے میرا انتقام لیا۔"
اوسمنڈ نے سر پیچھے ڈال کر چھت کو دیکھتے ہوئے گویا فلک ناہنجار سے فریاد کی۔

"اُمّوہ — عورتوں کا تخیل — ہمیشہ کس قدر واہیات ہوتا ہے — تم تو انتقام کا ذکر اس طرح کر رہی ہو گویا کوئی تیسرے درجے کا ناول نگار بات کرتا ہو۔"

"ہاں بھلا تم گلہ کاہے کو کرنے لگے۔ تم تو اپنی فتح مندی پر بغلیں بجا رہے تھے۔"

"ذرا بتانا تو سہی میری فتح مندی کس چڑیا کا نام ہے؟"

"تم نے اپنی بی بی کو اپنے خوف میں رکھا ہوا ہے۔ وہ تم سے لرزتی ہے۔"

اوسمنڈ نے پہلو بدلا اور آگے کو جھک کر خوبصورت ایرانی قالین کے نقش و نگار دیکھنے لگا۔ وہ دوسروں کی اقدار کو منظور نہ کرتا تھا۔ وقت کے معاملے میں بھی اپنی مرضی کا پابند تھا۔ اس وجہ سے اکثر اس کے ساتھ گفتگو جاری رکھنا بڑا مشکل ہو جاتا تھا۔

"آزابل مجھ سے خوفزدہ نہیں۔ نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے لرزے۔ یہی بتانے کے لیے اتنی بڑی تمہید باندھی تھی؟ مجھ سے کہلوانا کیا چاہتی ہو؟"

"میں جانتی ہوں تم مجھے کن کن طریقوں سے ضرر اور ایذا پہنچا سکتے ہو۔ تمہاری بی بی صبح مجھ سے خائف ہو گئی تھی۔ لیکن دراصل میرے سراپا میں اسے تم نظر آ رہے تھے۔"

"ممکن ہے بہت لچر باتیں تم نے اس سے کہی ہوں۔ اس کا ذمّہ دار میں نہیں۔ اس سے جا کر ملنے کی تمہیں ضرورت کیا تھی؟ تم اس کے بغیر بھی اپنا کام بخوبی کر سکتی ہو۔ میں نے کم از کم تمہیں تو آج تک نہیں ڈرایا۔ پھر وہ مجھ سے کس طرح ڈر گئی؟ جانے یہ سب خرافات تمہارے دماغ میں کہاں سے آ گئی۔ میرا خیال تھا کہ اب تک تم مجھے جان گئی ہو گی۔"

وہ اٹھ کر آتش دان کے پاس چلا گیا۔ اور چینی کی چند سبک سی مورتیوں کی طرف اس طرح متوجہ ہو گیا گویا انھیں پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہے۔ پھر ایک چھوٹی سی پیالی ہاتھ میں اٹھا کر آتشدان پر بازو کے سہارے ٹک گیا۔ اور بولا — "تمہیں مبالغے کا اس قدر

شوق کمسِل ہے۔ تم سمجھتی نہیں لیکن مَیں تو بہت سادہ طبیعت کا آدمی ہوں۔"

"میں تمھیں بہت سادہ سمجھتی ہوں۔ تمھاری اصل حقیقت تو تمھاری شادی کے بعد مجھ پر کھُلی ہے۔ تم جیسے کچھ میرے ساتھ تھے اس سے بہت بہتر طور پر میں نے دیکھ لیا کہ آزابل کے ساتھ کیسے ہو۔ پیالی کو توڑ مت ڈالو۔ بہت مہنگی ہے۔"

"اس میں پہلے ہی بال آچکا ہے۔" آدمنڈ نے پیالی ہاتھ سے رکھ دی۔ تم مجھے میری شادی سے پہلے نہیں سمجھتی تھیں تو مجھے اس پنجرے میں پھنساکر تم نے بہت جلد بازی سے کام لیا۔ بہت بُرا ظلم کیا۔ گو مجھے خود یہ پنجرہ بہت اچھا لگا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آرام دہ رہے گا۔ میری تمنا بہت مختصر سی تھی۔ محض یہ کہ وہ مجھے پسند کرے۔"

"کہ وہ تمھیں بے انتہا پسند کرے۔"

"ہاں۔ ایسے موقعوں پر انسان ہمیشہ انتہا کی خواہش کرتا ہے۔ میری تو یہ آرزو تھی کہ وہ میری پوجا کرے ۔"

"مَیں نے تو تمھاری پوجا کبھی نہیں کی۔"

"لیکن تم کم از کم ظاہر یہی کرتی تھیں۔"

"تم نے مجھ پر آرام دہ ہونے کا الزام بھی کبھی نہیں لگایا۔"

"میری بی بی اس قسم کی حیثیت اختیار کرنے سے قطعی انکار کر چکی ہے۔ تم اسے ٹریجڈی کہنا چاہتی ہو۔ لیکن میری بی بی کے لیے اس صورتِ حال میں کوئی ٹریجڈی نہیں۔"

"ٹریجڈی میرے لیے ہے۔" مادام اپنے آتشدان کی چیزوں پر نظر ڈالتے ہوئے ایک ہلکی سی آہ بھر کر اٹھیں۔ "غالباً تم مجھے میری جھوٹی حیثیت کی دشواریوں سے روشناس کرانا چاہتے ہو۔"

"تم کسی کتاب کے جملوں کی طرح گفتگو کر رہی ہو۔ سکونِ دل کے لیے ہمیں کسی مخصوص ہستی پر نظر نہ رکھنا چاہیے۔ میری بی بی مجھے پسند نہیں کرتی لیکن میری بچّی کو مجھ سے محبّت ہے۔ پینزی کی ذات میرے سارے نقصانات کی تلافی کر دے گی۔ خوش قسمتی سے اس لڑکی کی ہستی بے داغ ہے۔"

"آہ - اگر میرے پاس بھی ایک بچہ ہوتا۔"

اوسمنڈ نے توقف کیا، اور پھر ذرا تکلف کے انداز میں کہنے لگا "دوسروں کی اولاد سے بھی انسان دل لگا سکتا ہے۔"

"کتابی باتیں کرنے میں تم مجھ سے بھی دو چند آگے ہو۔ واقعی کہیں پر کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس نے ہم دونوں کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہے۔"

"وہ چیز شاید تمھارا یہ خوف ہے کہ میں تمھیں نقصان پہنچاؤں گا؟"

"نہیں۔ کوئی نہ کوئی بھلائی تمھارے ساتھ کر سکنے کے خیال ہی سے میں تم سے چمٹی ہوئی ہوں۔ اسی وجہ سے مجھے آزابل سے حسد ہے۔ تمھارے لیے بھلائی کرنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ اُن کی آواز کی تلخی ذرا کم ہوئی اور ان کا چہرہ پھر اپنی پرانی حالت پر واپس آ گیا۔

اوسمنڈ نے اپنی ٹوپی کو اپنے کوٹ کے کف کے ساتھ دو تین بار رگڑنے کے بعد اپنی چھتری اٹھائی اور چلنے کے لیے تیار ہوئے "بہتر یہی ہوگا" انھوں نے کہا۔ "کہ میری برائی بھلائی کو میرے اوپر ہی چھوڑ دو۔"

ان کے جانے کے بعد مادام نے آتشدان پر سے قہوے کی پیالی اٹھائی جس میں بال آ چکا تھا اور اسے بے دھیانی سے دیکھنے لگیں۔ "کیا میرا اتنا پاجی پن کسی کام نہ آیا سب کچھ بے کار تھا ---؟" انھوں نے آہستہ سے آہ بھری۔

(۵۰)

کاؤنٹس جمینی کو اگلے وقتوں کے روم کی مطلق خبر نہ تھی۔ انھیں عہدِ عتیق کی یادگاریں دکھلانے کا کام آزابل نے اپنے ذمے لیا۔ کاؤنٹس بھی اپنی طرف سے یہ ظاہر کرتی تھیں کہ ان کے خیال میں ان کی بھاوج بڑی منتخبِ زمانہ قسم کی ہستی ہے۔ بہذا وہ روم کے در و دیوار کی پچی کاری اور اینٹ پتھر کے انباروں کو اس طرح دیکھتیں گویا کپڑے کی دوکان پر ریشمی تھان ملاحظہ فرماتی ہوں۔ تواریخ کا انھیں کچھ اتا پتا نہ تھا۔

پرانے قصہ کہانیوں کی البتہ بہت شوقین تھیں۔ اور اپنے حالِ زار پر آہ و زاری کرنا تو ان کا شیوہ تھا ہی۔ بہر حال روم میں موجود ہونا ان کے لیے اس قدر زبردست نعمت تھی کہ انھوں نے وہاں سے پر بہنا ہی بہت غنیمت سمجھا۔ اگر آزابل کے مکان پر ٹھہرے رہنے کے لیے یہ شرط ان کے سامنے پیش کی جاتی کہ وہ ٹائی ٹس[1] کے حماموں کی سیلن اور تاریکی میں ایک گھنٹہ روز بیٹھی رہا کریں تو وہ اس کے لیے بھی تیار ہو جائیں۔ آزابل خود بڑی مستعد قسم کی گائیڈ نہیں تھی لیکن وہ بھی کھنڈروں کی سیر کے لیے اس مارے نکل کھڑی ہوتی تاکہ اتنی دیر تک کاؤنٹس سے فلورنس کی بیگمات کے معاشقوں کی داستانیں سننے سے بچی رہے۔ لیکن کاؤنٹس جیمنی عملی طور پر تحقیقات کرنے کی قائل نہ تھیں۔ وہ بس بگھی میں بیٹھی رہتیں۔ اور آزابل انھیں سمجھاتی جاتی۔ اسی انداز سے انھوں نے کولی زیئم[2] دیکھا۔ ان کی اس ادا سے پنزی جل بھن کر رہ جاتی۔ اسے امید تھی کہ اگر یہ اتر گئیں تو شاید اوپر کی منزلوں پر چڑھنے کے لیے بھی راضی ہو جائیں۔ بالآخر مارچ کی ایک سہانی دوپہر میں جبکہ ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی ہو رہی تھی۔ کاؤنٹس جیمنی نے آزابل کو مطلع کیا کہ وہ کولی زیئم پر دھاوا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ تینوں بیبیاں اس قدیم کھنڈر کے اندر اکٹھی داخل ہوئیں۔ لیکن آزابل نے ان سے کہا کہ آپ خود ساری سیر کر آئیے۔ وہ ان شکستہ کنگروں پر کئی بار جا چکی تھی جہاں کھڑے ہو کر عہدِ رفتہ کے رومی تماشے دیکھنے کے بعد تالیاں بجایا کرتے تھے اور جہاں کی گہری ریخوں میں اب جنگلی پھول اُگے ہوئے تھے، وہ ایک ٹوٹے ہوئے پتھر پر بیٹھ گئی۔ کاؤنٹس بھی اب کسی ذہنی کاوش کے بغیر اپنی بھتیجی کے ہمراہ ادھر ادھر اطمینان سے گھوم سکتی تھیں۔ پنزی اپنی پھوپھی کو اینٹوں کے زینے پر چڑھا لے گئی۔ نیچے کا عظیم الشان صحن اس

---

[1] پہلی صدی عیسوی کا رومن شہنشاہ۔

[2] قدیم سلطنتِ روما کی عظیم الشان یادگار۔ شہنشاہ ٹائی ٹس نے اس تماشا گاہ کو سنہ ۸۰ء میں مکمل کروایا۔ تناسی ہزار تماشائی اس میں بیک وقت جمع ہو کر شیروں اور انسانوں کی لڑائی کا نظارہ کر سکتے تھے۔

وقت نیم تاریک تھا۔ عمارت کے زرد رنگ کے سرخی مائل پتھر مغرب میں ڈوبتے سورج کی کرنوں سے جگمگا اٹھے تھے۔ اس مہیب سناٹے میں یہ جگمگاہٹ بہت پراسرار معلوم ہو رہی تھی۔ کوئی اکّا دکّا دہقان یا سیاح اوپر آسمان کو دیکھتا ہوا صحن میں سے گزر جاتا جہاں ان گنت ابابیلوں کے جھنڈ اس شفاف خاموشی میں فضا کے چکر کاٹ رہے تھے۔

ایکبارگی آزابل نے محسوس کیا سنسان اکھاڑے کے وسط میں کھڑا ہوا کوئی آدمی سر اونچا کیے اسے دیکھ رہا ہے — اس آدمی اور اس کے اس انداز کو وہ چند ہفتے قبل دیکھ چکی تھی۔ یہ حضرت مسٹر ہنڈرو ذیر تھے جو اس سے بات کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں بیٹھے تھے۔ جب انھوں نے اچھی طرح یقین کر لیا کہ آزابل تنہا ہے تو وہ یہ کہتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچے کہ اگر وہ ان کو خطوں کا جواب نہیں دیتی تو کم از کم ان کے زورِ خطابت اور گرمیٔ گفتار پہ تو کان دھر ہی لے گی۔ آزابل نے جواب دیا کہ اس کی سوتیلی بیٹی وہیں آس پاس ہی موجود تھی لہٰذا وہ صرف پانچ منٹ ان کو دے سکتی ہے۔

تس پر مسٹر ہنڈرو ذیر نے جیب سے گھڑی نکالی اور ایک شکستہ سنتون پہ آن براجے "میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ مَیں نے اپنے سارے قیمتی نوادر کے کوڑے کر ڈالے"

آزابل ہکا بکا رہ گئی۔ گویا مسٹر ہنڈرو ذیر نے اسے اطلاع دی ہو کہ انھوں نے اپنے سارے دانت اکھڑوا دیئے — "میں نے پیرس کے سب سے بڑے نیلام گھر میں جاکر ان کا تیاپانچہ کر دیا" وہ کہتے رہے "یہ نیلام پرسوں سے پرلے روز ہوا تھا۔ ابھی ابھی مجھے تار ملا ہے۔ دام بڑے اچھے وصول ہو گئے"

"خوب۔ لیکن اپنا اتنا خوبصورت اور نایاب ساز و سامان تم کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہیے تھا"

"اب اس کی قیمت میرے پاس موجود ہے۔ سامان آنکا گیا تو پچاس ہزار ڈالر کی مالیت کا نکلا۔ یہ رقم اب میری جیب میں ہے۔ مسٹر اودسمنڈ اب تو مجھے دولتمند تصوّر کر سکتے ہیں؟"

"تم نے محض اسی بارے یہ حرکت کی"

"اوہ کیا۔ مجھے باؤلے کتے نے کاٹا تھا؟ یہاں سے پیرس لوٹ کر میں نے سارا بندوبست کیا۔ لیکن نیلام کے موقع پر وہاں سے بھاگ آیا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس متاعِ عزیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے غیروں کے ہاتھوں میں جاتا دیکھوں۔ اس صدمے سے میری جان ہی نکل جاتی۔ لیکن میں نے اپنا مینا کاری کا سامان علیحدہ نہیں کیا اب میری جیب میں پیسہ ہے۔ اب مسٹر اوتمنڈ مجھے مفلس سمجھ کر اپنے دروازے سے دھتکار نہیں سکتے۔"

"اب وہ تم کو کم عقل سمجھیں گے۔" آزابل نے جواب دیا۔ گویا مسٹر اوتمنڈ پہلے اسے بہت عقلمند سمجھتے تھے۔

روزیر نے اسے گھور کر دیکھا۔ "یعنی اپنے نوادر کے بغیر میں کچھ نہیں ہوں؟ پیرس میں بھی لوگوں نے مجھ سے یہی کہا۔ بڑے صاف گو لوگ ہیں بے چارے۔ لیکن انھوں نے میری دلربا کو نہیں دیکھا۔۔!"

"میاں۔ اب تم کامیابی کے واقعی مستحق ہو۔" آزابل نے نرمی سے جواب دیا۔

"تم بڑے رنج کے ساتھ کہہ رہی ہو۔ یہ جانتا تو میں گھر کو آگ نہ لگاتا۔"

اس لہجے سے اس شخص کی آن ظاہر ہوتی تھی جو اپنی اس حرکت کی وجہ سے ہفتے بھر تک سارے پیرس کے لیے موضوعِ گفتگو بنا رہا اور جس کے باعث وہ زیادہ سربلند اور سرخرو ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے انداز سے اس شبہے کا اظہار بھی ہوتا تھا کہ اس کے باوجود وہ ایک لوگ ایسے بھی ہیں جو اسے اب بھی اتنا ہی بے وقعت سمجھتے ہیں۔ "مجھے معلوم ہے کہ میری غیر حاضری میں یہاں کیا کیا ہو چکا ہے۔ میری دلربا نے لارڈ وار برٹن کی درخواست کو نامنظور کر دیا ہے۔ اب کیا فرماتے ہیں مسٹر اوتمنڈ؟"

"فرماتے ہیں کہ وہ کسی اور رئیسِ اعظم سے شادی کرے گی۔"

"کون رئیسِ اعظم؟"

"جو کوئی بھی اس کا باپ منتخب کرے۔"

روزیر گھڑی واسکٹ کی جیب میں واپس ڈال کر آہستہ سے اٹھا۔

"تم ہنسی اڑا رہی ہو۔ لیکن لگتا ہے کہ اس وقت تمہارے مذاق کا نشانہ یہ خاکسار نہیں ہے۔"

"میں ہنسی نہیں اڑا رہی ہوں۔ مجھے ہنسی بہت کم آتی ہے۔ اب تم چلتے بنو۔"

"میں اپنے آپ کو بہت محفوظ و مامون محسوس کر رہا ہوں۔" روذیر نے ہلے جلے بغیر جواب دیا۔ پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اس نے سارے کوآن زیم پر نظر ڈالی گویا سامعین کے ایک جمِ غفیر سے مخاطب ہے۔ پھر معاً اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ سامعین میں کوئی ایسی ہستی موجود تھی جس کا اسے اب تک علم ہی نہ تھا۔ آزابل نے مڑ کر دیکھا۔ اس کی دونوں ساتھنیں اپنی سیر سے واپس آ چکی تھیں۔ "اب بھاگ جاؤ۔ — بھاگ جاؤ۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"آزابل — میری بہن — مجھ پر رحم کرو — خدا کے واسطے —" روذیر کی آواز سے سارا طمطراق اور ساری دلیری غائب ہو چکی تھی۔ پھر جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل جائے اس نے دفعتاً کہا۔ "یہ کاؤنٹس جمینی ہیں — ؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

آزابل نے لحظہ بھر کے لیے اسے دیکھا۔ "ان کا اپنے بھائی پر کوئی اثر نہیں۔"

"تمہاری باتوں ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ تمہارا میاں کتنا بڑا موذی ہے —"

روذیر نے پلٹ کر کاؤنٹس پر نظر ڈالی جو یہ دیکھ کر کہ ان کی بھاوج ایک حسین و جمیل بانکے سجیلے جوان رعنا سے مصروفِ گفتگو ہے، پَنزی کے آگے آگے پُر قدرے چلی آتی تھیں۔

"مجھے خوشی ہے کہ اپنا مینا کاری کا سامان تم نے فروخت نہیں کیا۔" اسے وہیں کھڑا چھوڑ کر وہ تیزی کے ساتھ پَنزی سے جا ملی۔ پَنزی روذیر کو دیکھتے ہی اپنی نظریں نیچی کر چکی تھی "یہ چلو گھمّی کی طرف چلیں۔" آزابل نے رسان سے کہا۔

"جی ہاں۔ دیر ہو رہی ہے —" پَنزی نے اور زیادہ رسان سے کہا۔ اور بغیر ہچکچائے یا پیچھے نظر ڈالے وہ پھاٹک کی سمت روانہ ہو گئی۔

لیکن اسی دوران میں آزابل نے یہ بھی دیکھ لیا کہ روذیر کاؤنٹس سے ملاقات فرما چکے تھے۔ وہ اپنی ٹوپی اتار کر تعظیماً جھکے۔ دھیرے سے مسکرائے۔ اور شاید اپنا تعارف

کرایا۔ کاؤنٹس کی پشت آزابل کی طرف تھی لیکن یہ بھی صاف ظاہر تھا کہ بے حد مسرور تھیں۔ لیکن آزابل ہنری کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو چکی تھی۔ ہنری اپنی سوتیلی ماں کے مقابل میں بیٹھی تھی۔ پہلے اس نے اپنی آنکھیں جھکائے رکھیں پھر پلکیں اٹھا کر اس نے آزابل کو دیکھا۔ اس کی نظروں سے آتشِ عشق کی دھیمی سی آنچ نکل رہی تھی جس نے آزابل کو بہت متاثر کیا۔ رشک کی ایک لہر نے کہیں سے امنڈ کر آزابل کو چاروں اور سے گھیر لیا۔ اس نے اس معصوم بچی کے مچلتے ہوئے جذبات کا موازنہ اپنے بروگ سے کیا۔ "بچاری تم" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"میری فکر نہ کیجیے۔" ہنری نے معذرت طلب لہجے میں جواب دیا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ کاؤنٹس نے واپس آنے میں بہت دیر لگائی "یہ اپنی پھوپھی جان کو اچھی طرح سیر کرا دی ۔۔۔؟" آخر آزابل نے مہرِ سکوت توڑی۔

"جی ہاں۔ بہت خوش تھیں۔"

"تم تھک تو نہیں گئیں؟"

"جی نہیں۔ بالکل نہیں۔ شکریہ۔"

کاؤنٹس اب بھی کھنڈر کے اندر ہی تھیں۔ بالآخر آزابل نے اپنے کوچبان سے کہا کہ کولی زیم میں جا کر انہیں بلا لائیے۔ کوچبان نے واپس آ کر اطلاع دی "سینورا کاؤنٹس فرماتی ہیں ان کا انتظار نہ کیا جائے۔ وہ بعد میں کرائے کی گاڑی لے کر خود ہی گھر آ جائیں گی۔" ظاہر ہوا کہ میاں سفیر کاؤنٹس کو تاڑ لینے میں کامیاب رہے۔

اس واقعے کو ایک ہفتہ گزر گیا۔ ایک روز طعامِ شب کے لیے لباس تبدیل کرنے کے بعد آزابل ہنری کے کمرے میں گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ لڑکی اسی کی منتظر تھی۔ "مجھے معاف کیجیے گا ۔۔۔ اب میں آپ کو زیادہ مدت تک پریشان نہ کروں گی۔" اس نے عجیب سی آواز میں کہا۔ اس نے آنکھیں پھیلا رکھی تھیں اور ان سے دہشت برس رہی تھی۔

"تم ۔۔۔ تم یہاں سے جا تو نہیں رہی ہو۔۔؟" آزابل نے یک لخت بے انتہا گھبرا کر کہا۔

"میں خانقاہ جا رہی ہوں۔"

"خانقاہ ---؟"

پنتری قریب آ کر آزابل سے لپٹ گئی اور اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا اور لمحہ بھر تک اسی طرح ساکت و صامت کھڑی رہی لیکن آزابل نے محسوس کیا کہ وہ اندر ہی اندر لرز رہی تھی۔

"کیوں جاتی ہو---؟"

"بابا کے خیال میں یہی سب سے مناسب بات ہے۔ وہ کہتے ہیں نوجوان لڑکیوں کی بہتری اسی میں ہے کہ وقتاً فوقتاً رہبانیت کی زندگی گزار لیا کریں۔" وہ کہتے ہیں کہ دنیا --- یہ دنیا لڑکیوں کے لیے بے حد خطرناک ہے۔ خانقاہ کی تنہائی میں مجھے سوچ بچار کا موقع ملے گا۔" پنتری نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بات ادا کی۔ گویا اپنے آپ سے ڈرتی ہو۔ پھر اپنے اوپر ضبط حاصل کر کے بڑے فاتحانہ انداز میں بولی۔

"میں سمجھتی ہوں بابا ٹھیک کہتے ہیں۔ اس سال جاڑوں بھر میں دنیا کی رنگ رلیوں میں پڑی رہی۔" اس اطلاع کا آزابل پر بڑا عجیب اثر ہوا۔ اس کے معنی اتنے گہرے تھے کہ خود پنتری کو اس کا اندازہ نہ تھا۔ "یہ فیصلہ کب کیا گیا؟" اس نے پوچھا۔

"بابا نے ابھی ابھی آدھ گھنٹہ قبل مجھے بتایا ہے ---"

کچھ دیر بعد آزابل کو اپنی خادمہ سے معلوم ہوا کہ مادام کیتھرین گھوڑا گاڑی لے کر آئی تھیں اور سینورینا کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ آزابل رات کے کھانے سے پہلے نشست گاہ میں گئی۔ وہاں کاؤنٹس موجود تھیں۔ وہ بڑے ٹھسے سے سر ہلا کر بولیں ---"یہ ایک اور ڈھکوسلا دیکھا ---؟" پھر بھی اس کی سمجھ میں نہ آیا اگر اس کا شوہر اس پر کسی قسم کا رعب ڈالنا چاہتا تھا تو یہ کاہے کا رعب تھا --- روایات کا ذخیرہ اس کے پاس واقعی وافر تھا۔ وہ اوسمنڈ سے بات کرنے کے معاملے میں اس قدر محتاط ہو چکی تھی کہ چند منٹ بعد جب وہ کمرے میں آیا تو اس نے پنتری کی اچانک روانگی کے متعلق ایک لفظ اس سے نہ کہا۔ کھانے کے بعد اس نے بات کی --- اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ اوسمنڈ سے کبھی کوئی استفسار نہ کرے گی۔ اب وہ صرف ایک ہی بات کہہ سکتی تھی ---"مجھے پنتری بہت

یاد آئے گی —" وہ کچھ دیر سر جھکائے پھولوں کی ٹوکری کو دیکھتا رہا جو میز کے وسط میں سجی تھی۔" ہاں،" اس نے کہا،" مجھے اس کا خیال آیا تھا تم اس سے جا کر ملتی رہنا لیکن کبھی کبھار۔ روز روز نہیں۔ تم سوچتی تو ضرور ہو گی کہ میں نے اسے راہبات کے حوالے کیوں کر دیا لیکن یہ بات تم کبھی نہیں سمجھ سکتیں لہٰذا اس کی پروا نہ کرو۔ اس کے متعلق اپنا دماغ نہ کھپاؤ۔ اسی لیے میں نے تم سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ تم کو اس معاملے سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ میرا ذاتی خیال ہمیشہ سے یہ ہے کہ لڑکی کی تعلیم و تربیت کا اصل مطلب ہی یہ ہے کہ وہ کامل طور پر تر و تازہ نیک اور معصوم رہے۔ آج کل کی روش کا اثر پنزی پر ہوا تو وہ بھی گرد آلود اور پُرشکن ہو کر رہ جائے گی۔ وہ اب بھی کافی گرد آلود ہو چکی ہے۔ پچھلے دنوں وہ اِدھر اُدھر بہت ماری ماری پھری۔ یہ ہُو حق، یہ چنڈو خانہ جو "سوسائٹی" کہلاتا اس میں سے گا ہے گا ہے اس کو علیحدہ کر دینا عین مناسب ہے۔ خانقاہیں بڑی پُرسکون اور آرام دہ جگہیں ہیں۔ میرے لیے یہ تصور از حد راحت بخش ہے کہ وہ خانقاہ کے پرانے باغ کی کسی قدیم محراب کے نیچے ان شانت پاکباز سنیاسنوں کے درمیان موجود ہو گی۔ ان میں سے زیادہ تر راہبات بہت اونچے خاندان کی خواتین ہیں۔ بہت سی رئیس زادیاں اور راجکماریاں بھی ہیں۔ پنزی کی دوسرا تھ کے لیے اس کی کتابیں ہوں گی۔ اس کا تصویر کشی کا مشغلہ۔ اس کا پیانو۔ میں نے سب چیزوں کا انتظام کر دیا ہے وہ محض بن باس کی زندگی نہیں گزارے گی۔ اس طرح کی عزلت نشینی اس کے لیے ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ سوچ بچار کرنا سیکھے اور ایک خاص چیز ہے جس پر اسے دھیان دینا چاہیے۔" اوسمنڈ نے تول تول کر اپنے الفاظ ادا کیے اور اس دوران میں بھی پھولوں کی ٹوکری کو دیکھتا رہا۔

وہ کسی خاص بات کی وضاحت نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے الفاظ گویا ایک تصویر کی شکل اختیار کر کے خود اسے کیسے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ تصویر ثابت ہوا کہ اسے پسند آئی۔ اس نے بات جاری رکھی:" کیتھولک واقعی بڑے سمجھدار لوگ ہیں۔ کانوینٹ بڑا زبردست ادارہ ہے۔ اس کے بغیر ہمارا گزارہ ہو ہی نہیں سکتا۔

خاندان، معاشرہ، کوئی چیز بھی اس کے بغیر مکمل نہیں ——— خانقاہ تہذیب و اخلاق کی سب سے بڑی درسگاہ ہے۔ اور ایک پُرسکون جائے پناہ تو ہے ہی۔ میں اپنی بیٹی کو دنیا سے علٰحدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس میں رہ کر اسے صحیح راستے پر چلنا پڑے گا۔"
آزابل نے غور سے یہ ساری تقریر سنی۔ اسے یہ باتیں بہت دلچسپ معلوم ہوئیں اسے اندازہ ہوا کہ اس کے شوہر کا جذبۂ خودنمائی اسے کتنی دُور تک لے جا سکتا تھا۔ وہ اپنی شخصیت کو موثر ثابت کرنے کی غرض سے اپنی بیٹی کے نازک جذبات سے بھی اس بے رحمی کے ساتھ کھیل سکتا تھا۔ اب وہ اپنی بیوی کو مرعوب کر رہا تھا۔ یہ دکھانے کا خواہشمند تھا کہ آزابل کو ہنری سے جس قسم کی ہمدردی تھی اس میں اور خود اس کے اپنے خیالات میں کس قدر عظیم فرق تھا۔ اس کی لڑکی ایک مکمل فن پارہ تھی۔ اب وہ گویا اس پر اپنے آخری نقوش ثبت کر رہا تھا۔ اس فیصلے کے اچانک پن سے آزابل متحیر ہو گی۔ اس کی رعنائی خیال کو بھی نظرانداز نہیں کرے گی۔ اس کی یہ توقع کہ آزابل اس سے متاثر ہو گی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ آزابل کا دل بیٹھ گیا۔ وہ منجمد، یخ بستہ سی ہو کر رہ گئی۔ اسی خانقاہ میں ہنری اطمینان سے اپنا لڑکپن گزار چکی تھی۔ اور وہاں بہت خوش بھی رہی تھی۔ لہٰذا اس کے لیے خانقاہ میں رہنا کوئی کٹھن مرحلہ نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود آزابل ہنری کے باپ کے اس نئے اقدام سے خوفزدہ ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی پروٹسٹنٹ روایات کو اب تک فراموش نہ کیا تھا۔ وہ اپنے شوہر کی طرح خود بھی پھولوں کی ٹوکری کو دیکھتی رہی۔ اور سارے ہنری اب کسی المیے کی ہیروئن کی مانند نظر آنے لگی۔ اس سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔ لیکن دفعتاً اس کی نند نے اپنی ٹیڑی کی سی آواز بلند کی اور اس کی جان میں جان آئی۔ کاؤنٹس بھی اسی معاملے کے متعلق سوچ رہی تھی۔ لیکن جس نتیجے پر وہ پہنچی تھیں وہ آزابل کے خیالات سے بہت مختلف تھا۔

"غریب بچی کے بن باس کے لیے بھانت بھانت کے حیلے تراشنا مسخرہ پن ہے۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اسے مجھ سے دور بھیج دینا چاہتے ہو۔ کیا تم کو پتا چل گیا ہے کہ میں روزیر کو بہت پسند کرتی ہوں؟ مجھے اس کے عشق کی صداقت

کا یقین آ چکا ہے، ظاہر ہے کہ میری صحبت اور میرے خیالات موجودہ صورت میں ہنری کے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔"

اوسمنڈ نے انگور کی گہری سرخ شراب کا ہلکا سا گھونٹ بھرا۔ وہ بے حد مطمئن اور بشاش نظر آ رہا تھا۔ "آپی۔ مجھے تمھارے خیالات کا علم نہیں لیکن مجھے کبھی یہ شبہ ہوا کہ تمھارے خیالات میرے اپنے ارادوں میں رخنہ ڈال سکتے ہیں تو میرے لیے آسان ترین طریقہ یہی ہوگا کہ خود تم ہی کو یہاں سے چلتا کر دوں۔"

(۵۱)

کاؤنٹس کو تو چلتا نہیں کیا گیا لیکن ان کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ان کے بھائی کے یہاں سے ان کا آب و دانہ اٹھ چکا ہے۔ اس قصے کو ہفتہ بھر نہ گزرنے پایا تھا کہ ازابل کو انگلستان سے ایک تار موصول ہوا۔ اس پر "گارڈن کورٹ" کی تاریخ تھی اور مسز ٹوشیت کی طرف سے آیا تھا۔ "رالف اب فقط چند روز کا مہمان ہے۔ تمھارے لیے ممکن ہو سکے تو آ جاؤ۔ تم سے ملنا چاہتا ہے۔ مجھ سے لکھوا رہا ہے کہ تمھیں کوئی اور فرائض انجام نہ دینے ہوں جبھی آنا۔ میں خود لکھتی ہوں کہ تم فرائض کی باتیں تو بہت کیا کرتی تھیں۔ اور یہ بھی بحث تی تھیں کہ تمھیں کیا کیا کرنا ہے۔ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آخر کار تم جان گئیں یا نہیں (کہ تمھارے فرائض کیا ہیں۔) رالف واقعی مرنے والا ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔" ازابل اس خبر کے لیے پہلے سے تیار تھی۔ ہنری اینا روم سے انگلستان تک کے سفر کا مفصل حال اسے خط میں لکھ کر بھیج چکی تھی۔ "رالف تقریباً نیم مردہ حالت میں" گارڈن کورٹ پہنچا تھا۔ جہاں سے اب غالباً اس کا جنازہ ہی اٹھے گا۔

ہنری اینا نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ رالف کے علاوہ ایک اور جز وقتی تیمارداری بھی کر رہی ہے۔ "مسٹر کیسپر گڈوڈ — جو مریضِ عشق ہیں۔" دوسرے خط میں اس نے لکھا: "خدا کا شکر ہے کہ مسز ٹوشیت امریکہ سے لوٹ آئیں۔ میں ان کا بیٹا ان کے سپرد کر رہی ہوں۔ انھوں نے آتے ہی مجھ سے کہہ دیا ہے کہ گارڈن کورٹ میں انٹرویو نہیں ہوا کریں گے۔"

لوم سے رآلف کی روانگی کے بعد آزابل نے اپنی خالہ کو لکھا تھا کہ ان کے لڑکے کی حالت ایسی ہے کہ انھیں جلد یوروپ واپس آجانا چاہیے۔ اس کے جواب میں بھی حسب معمول ان کا ایک تار آیا۔ آج اتنے دنوں بعد یہ دوسرا تار ملا۔

آزابل چند لمحوں تک لفافے کو دیکھتی رہی۔ پھر اسے اپنی جیب میں ٹھونس کر سیدھی اپنے شوہر کے دارالمطالعے کی طرف گئی۔ اوسمنڈ ایک مجلد کتاب کھولے دریچے کے سامنے میز پر بیٹھا تھا۔ کتاب میں رنگین تصویریں تھیں اور وہ ایک قدیم سکے کے عکس کی نقل اتارنے میں مشغول تھا۔ آبی رنگوں کا ڈبہ اور برش قریب بکھرے پڑے تھے۔ انتہائی باریک خطوط کا یہ خاکہ ایک سادہ کاغذ پر منتقل کر چکا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ لیکن پیچھے مڑے بغیر اس نے اپنی بیوی کی آہٹ کو پہچان لیا۔

"معاف کرنا میں تمہارے کام میں مخل ہو رہی ہوں۔"

"میں تمہارے کمرے میں ہمیشہ دستک دے کر داخل ہوتا ہوں۔" اُس نے کاغذوں پر سے سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

"مجھے خیال نہیں رہا۔ میرا دھیان کہیں اور تھا۔ رآلف دم توڑ رہا ہے۔"

"گپ ہے۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ جب ہماری شادی ہوئی ہے اس وقت بھی وہ دم توڑ رہا تھا۔ پھر لوٹ پیٹ کے اچھا ہو گیا۔ وہ تو ہم سب کو قبرستان پہنچانے کے بعد بھی جیسے جائے گا۔"

آزابل نے اس طرز گفتگو کو بھی نظر انداز کر دیا اور جلدی سے بولی۔ "خالہ کا تار آیا ہے۔ میرا گارڈن کورٹ پہنچنا ضروری ہے۔"

"کیوں؟ ضروری کیوں ہے؟" اوسمنڈ نے بڑی بے تعلقی کے ساتھ پوچھا۔

"رآلف کے مرنے سے پہلے اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اوسمنڈ جواب دینے کے بجائے اپنی نقاشی میں منہمک رہا۔ "مجھے تو ایسی اشد ضرورت نظر نہیں آتی۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "وہ تم سے ملنے کے لیے یہاں آن پہنچا۔ مجھے یہ بات بے حد ناپسند تھی۔ لیکن میں نے اسے بھی یہ سوچ کر برداشت کیا کہ یہ آخری

ملاقات ہو گی۔ اب کہتی ہو کہ دوبارہ ملنا بھی بہت ضروری ہے۔ تم سخت احسان فراموش عورت ہو۔"

"احسان کا ہے کا۔؟"

اوسمنڈ نے برش ایک طرف کو رکھا۔ کاغذ کی سطح پر سے گرد کا ایک ریزہ پھونک مار کر ہٹایا اور کھڑے ہوتے ہوتے پہلی مرتبہ اپنی بیوی پر نظر ڈالی: "احسان یہ کہ میں نے تمھیں اس کمبخت سے ملنے جلنے پر پابندی نہیں لگائی۔"

"میں بہت ممنون ہوں۔ مجھے خوب یاد ہے تم اس کے لیے کیا کیا کہتے تھے۔ مجھے بہت خوشی تھی کہ وہ یہاں سے چلا گیا۔"

"پھر اب اس کے پیچھے کیوں بھاگ رہی ہو۔"

ازابل نے اوسمنڈ پر سے نظریں ہٹا کر سکتے کی تصویر پر جما دیں: "میں انگلستان جاؤں گی۔" اس کے لہجے میں اس باذوق انسان کو تریاہٹ اور بیوقوفی کی جھلک بھی دکھائی دے سکتی تھی۔

"تمھاری یہ حرکت مجھے سخت ناپسند ہو گی۔"

"پھر کیا ہوا؟ اگر نہ گئی تو فرق کیا پڑے گا؟ تم میری کون سی حرکت ناپسند نہیں کرتے ہو۔؟ میں جو کچھ بھی کروں میری ہر بات تمھیں زہر لگتی ہے۔ ہمیشہ یہ ظاہر کرتے ہو کہ میں تم سے جھوٹ بولتی ہوں۔"

اوسمنڈ کا رنگ ہلکے سے زرد پڑ گیا۔ وہ سرد مہری سے مسکرایا: "چنانچہ اس لیے جانا چاہتی ہو۔؟ رالف کو دیکھنے نہیں بلکہ مجھ سے انتقام لینے کی غرض سے۔"

"میں نہیں جانتی انتقام کیا ہوتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ مجھے انتقام لینے کا موقع نہ دینا۔"

"یہی تو تمھاری دلی تمنا ہے۔ تم تو خدا سے چاہتے ہو کہ میں کسی غلطی کا ارتکاب کروں۔"

"میری حکم عدولی پر تلی ہو۔؟"

"تمہاری حکم عدولی۔" آزابل نے نیچی آواز میں کہا۔

"صاف صاف سن لو۔ اگر تم نے روم سے باہر قدم نکالا تو میں سمجھوں گا کہ تم نے جان بوجھ کر پہلے سے حساب لگا کے میرا مقابلہ کیا ہے۔"

"پہلے سے حساب لگا کر؟ یہ تار مجھے فقط تین منٹ قبل ملا ہے۔"

"یہی تمہارا کمال ہے۔ اتنی سی دیر میں بھی تمہارا دماغ بہت تیزی سے کام کر سکتا ہے۔ اس بحث کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں میری مرضی کا علم ہے۔" وہ اس طرح کھڑا رہا گویا آزابل کے باہر جانے کا منتظر ہو۔

لیکن وہ وہیں موجود رہی۔ پتھر کے بت کی طرح خاموش اور جامد۔ وہ اپنی بات کو جائز ثابت کروانا چاہتی تھی۔ اوسمنڈ کے اندر کوئی طاقت ایسی بھی تھی جس نے آزابل کو مجبور کر رکھا تھا کہ وہ برابر اپنی صفائی پیش کرتی رہے وہ اس کے تخیل کو متاثر کر دیتا تھا اور اس کی ساری قوت ارادی دھری کی دھری رہ جاتی۔

"تمہاری مرضی بالکل بے جا ہے۔ لیکن میرا جانا نہایت اہم ہے۔ تم کتنی بڑی بے انصافی کر رہے ہو۔ تمہاری اپنی مخالفت میں کینے کا بس بھرا ہے۔" اس نے اوسمنڈ سے آج تک اس طرح بات نہ کی تھی۔ اوسمنڈ نے پہلی دفعہ آزابل کے منہ سے ایسے الفاظ سنے۔ لیکن اس نے تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ اس کی بے نیازی اور سکون سے محض یہ معلوم ہوتا تھا گویا اسے پہلے سے پتا تھا کہ جس غیر محسوس طریقے سے وہ آزابل کو اس کے خول سے باہر نکالنا چاہتا تھا اس میں کامیاب رہا ہے۔

"جبھی تو یہ مخالفت اور بھی زیادہ شدید ہے۔" اس نے اس انداز میں کہا گویا آزابل کو دوستانہ مشورہ دیتا ہو۔ "یہ بہت اہم معاملہ ہے۔" آزابل خود یہ جانتی تھی۔ اسے احساس تھا کہ وہ دونوں اس وقت اس نقطے پر آ کر ایک نازک ترین مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ موقع کی اس نزاکت نے اسے محتاط کر دیا۔ وہ خاموش رہی۔ "تم کہتی ہو میری بات بے جا ہے؟ یہ سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ہے کہ تم انگلستان جانے کا ارادہ کر رہی ہو۔ مجھے اس خیال ہی سے نفرت

ہے۔ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ نفرت معمولی نہیں۔ میری روح کی گہرائیوں میں پیدا ہوئی ہے۔ تمہارا وہاں جانا انتہائی غیر شریفانہ حرکت ہو گی۔ تمہارے خالہ زاد بھائی سے مجھے کوئی مطلب نہیں۔ مجھ پر لازم نہیں آتا کہ میں اس کے لیے رعایتیں کروں۔ اب تک ہی میں نے اس سے بہت شرافت کا برتاؤ کیا۔ بہت طرح دی۔ تمہارے ساتھ اس کے جو تعلقات تھے ان کی وجہ سے میں انگاروں پر لوٹا کیا۔ لیکن میں نے یہ سب بھی نظر انداز کر دیا۔ یہی سوچ کر چپ رہا کہ آج جانا ہے۔ کل جانا ہے۔ لیکن اس بے حیا نے بھی یہاں سے ٹل کر ہی نہیں دیا۔ میں نے اسے کبھی پسند نہیں کیا۔ نہ اس نے مجھے۔ اسی لیے وہ تم کو اچھا لگتا ہے کیونکہ مجھ سے متنفر ہے۔" اوسمنڈ کی آواز میں خفیف سی کپکپاہٹ تھی۔ "میرا ایک آدرش ہے کہ میری بی بی کو کیا کرنا چاہیے۔ کیا نہیں کرنا چاہیے۔ میری بی بی آدھے یورپ کی خاک چھانتی تن تنہا اتنا لمبا سفر کرنے کے بعد ایک غیر مرد کے پلنگ کی پٹی پکڑ کر نہیں بیٹھے گی۔ تمہارا سگا بھائی ہے؟ اس کا ہم دونوں سے کون سا قریبی رشتہ ہے؟ جب میں 'ہم دونوں' کہتا ہوں تو تم مسکراتی ہو — لیکن مسز اوسمنڈ یہ سمجھ لو میں فقط 'ہم دونوں' کو جانتا ہوں۔ ان ہی کی بات کر سکتا ہوں۔ میں اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق سنجیدہ ہوں۔ تم نے معلوم ہوتا ہے اس کے لیے اپنا رویہ تبدیل کر دیا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہماری طلاق نہیں ہوئی۔ نہ قانونی علیحدگی۔ ہم دونوں جنم جنم کے لیے ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ دنیا کے سارے انسانوں کے مقابلے میں میں تم سے زیادہ قریب ہوں۔ تم میرے قریب تر ہو۔ ممکن ہے یہ قرب خاطر خواہ نہ ہو۔ لیکن ہم دونوں نے سوچ سمجھ کر اسے خود اختیار کیا ہے۔ تم اس حقیقت کی طرف سے چشم پوشی کرنا چاہتی ہو۔ لیکن — لیکن —" وہ ذرا کی ذرا رکا گویا کسی بے حد اہم نکتے کی طرف آ رہا ہے۔ "لیکن ہمیں اپنے افعال کے نتائج کو بھی منظور کر لینا چاہیے۔ اور میں اپنی عزت کا بے انتہا قائل ہوں۔" وہ بے حد متانت اور تقریباً نرمی سے بات کر رہا تھا۔ طنز کا عنصر اس کے لہجے سے غائب ہو چکا تھا۔ اس سنجیدگی سے اس کی بیوی کے تند جذبات پر ٹھنڈا

پانی سا پڑ گیا جس مصمم ارادے کے ساتھ وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی وہ ٹوٹتا سا معلوم ہوتا۔ اس نے اپنے آپ کو پھر بہت سارے الجھے ہوئے دھاگوں کی گتھی میں گرفتار پایا۔ آوسمنڈ کے آخری الفاظ میں تحکم کے بجائے درخواست کی جھلک نظر آئی۔ آنابل کو معلوم تھا کہ عزت کا یہ احساس آوسمنڈ کی انا کی ایک لطیف نمائش ہے۔ لیکن ان الفاظ میں کوئی چیز ایسی بھی تھی جو مادراے ادراک تھی۔ اس میں مطلقیت موجود تھی صلیب کے نشان یا کسی ملک کے پرچم کی طرح غیر مشروط اور واجب الوجود۔ وہ کسی مقدس اور بیش قیمت شے کی سمت اشارہ کر رہا تھا کسی رفیع الشان اسلوب کی پابندی کا ذکر کرتا تھا۔ دونوں کے محسوسات میں قطبین کا بُعد تھا۔ لیکن ان کے افعال میں وہ بُعد اب تک پیدا نہ ہوا تھا۔ آنابل اب بھی نہ بدلی تھی۔ انصاف پسندی کا جذبہ اس وقت بھی اس کے دل میں جوں کا توں فروزاں تھا۔ اوسمنڈ نے ابھی اس کی اہانت کی تھی۔ اس کے باوجود آنابل کا پاؤں ڈگمگا گیا۔ ایک لمحے کے لیے اوسمنڈ کی جیت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ آنابل نے سوچا کہ اوسمنڈ کا وضعداری نبھانے کا یہ جذبہ مخلصانہ ہے۔ اور یہی بذات خود بہت بڑی بات ہے۔ اوسمنڈ کا ایک وصف ہے۔ بلا سوچے عمل کرنے اور اپنی مرضی پر چلنے کا سرور اس نے دس منٹ قبل محسوس کیا تھا۔ اس احساس سے وہ عرصے سے نا آشنا رہی تھی۔ یہ سرور اوسمنڈ کے جھلسا دینے والے لمس کے زیر اثر اب ترکِ علائق اور نفس کشی کے جذبے میں تبدیل ہو گیا۔ مگر اس نے طے کیا، اوسمنڈ کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ اس کی باتوں کے رنگین جال میں آ کر اس تیاگ کے لیے تیار نہیں ہوئی بلکہ سب کچھ جانتے ہوئے یہ قربانی دے رہی ہے۔ "مجھے پتا ہے کہ تم فن تضحیک کے ماہر ہو۔ تم ناقابلِ تحلیل بندھنوں کا ذکر کس منہ سے کرتے ہو۔ یہ کیونکر کہتے ہو کہ بحد قانع اور مطمئن ہو؟ ہمارا وہ بندھن ہے ہی کہاں جس کے سلسلے میں تم مجھ پر دروغ بافی کا الزام لگا رہے تھے۔؟ تمہارے دل میں سوا مکروہ ترین شبہات کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اسی سانس میں تم اپنے اطمینان اور قناعت کی بات کرتے ہو۔"

"وہ ان سب دقتوں کے باوجود میری قناعت ہم دونوں کے اکٹھے شریفانہ زندگی بسر

کرنے پر مبنی ہے۔"

"ہم دونوں اکٹھے شریفانہ زندگی نہیں بسر کرتے۔"

"تمہارے انگلستان جانے سے واقعی یہ ساری عزت آبرو اور شرافت خاک میں مل جائے گی۔"

"انگلستان جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ میں اور بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں۔"

اوسمنڈ نے بھویں اٹھا کر دھیرے سے کندھے اُچکائے۔ یہ ادا سیکھنے کے لیے وہ اٹلی میں کافی مدت رہ لیا تھا۔ "مجھے دھمکی دینے آئی ہو۔ میں اپنی معصومی کو تمہاری گیدڑ بھبکیوں پر ترجیح دیتا ہوں۔" وہ میز کی طرف واپس مڑا اور ایک تصویر اٹھا کر اس کے مطالعے میں منہمک ہو گیا۔

"میرا خیال ہے اگر میں چلی جاؤں تو تم مجھ سے متوقع ہو گے کہ میں دوبارہ واپس نہیں لوٹوں گی۔" آزابل نے کہا۔

وہ تیزی سے اس کی طرف پلٹا۔ آزابل نے محسوس کیا کہ کم از کم اس کی یہ حرکت بے ساختہ تھی۔ اس میں اس کی بناوٹ کو کوئی دخل نہ تھا۔ اس نے غور سے آزابل کو دیکھا اور سوال کیا۔ "تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"جو کچھ تم نے ابھی کہا ہے اس کے بعد قطع تعلق کے علاوہ اور کون راستہ باقی رہ جاتا ہے؟ خصوصاً اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ ساری باتیں صحیح بھی ہیں۔؟"

وہ میز کے سامنے بیٹھ گیا۔

"محض اس مفروضہ کی بنا پر کہ تم منہ در منہ میرا مقابلہ کر رہی ہو۔ میں مزید جرح نہیں کرنا چاہتا۔" یہ کہہ کر اس نے ایک باریک سا مو قلم دوبارہ اٹھا لیا۔ وہ منٹ بھر تک ٹھٹھکی رہی اور اوسمنڈ کی اس بے پروائی کی معنویت کو نظر بھر کر دیکھنے کے بعد کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے ہوش و حواس۔ اس کی توانائی، اس کے جذبات سب پھر سے تتر بتر ہو گئے۔ اس نے محسوس کیا ایک سرد، تیرہ و تار کہرے نے اسے پھر چاروں اور سے گھیر لیا ہے۔ اوسمنڈ اپنے حریف کی کمزوریوں کو بروئے کار لانے

کے فن سے خوب واقف تھا۔ اپنے کمرے کی طرف لوٹتے ہوئے اس نے کاؤنٹس جیمنی کو چھوٹے کتب خانے کے دروازے میں کھڑا پایا۔ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جس سے انھیں کوئی دلچسپی نہ معلوم ہوتی تھی۔ آزابل کی آہٹ پر انھوں نے سر اٹھایا۔

"اے لو — یہ تم ہو — تم تو اتنی قابل ہو۔ ذرا کوئی مزیدار سی چیز تو پڑھنے کے لیے بتاؤ۔ یہاں تو ایک سے ایک روکھی پھیکی کتابیں رکھی ہیں۔ یہ والی میرے لیے فائدہ مند ہوگی؟"

آزابل نے کتاب کے عنوان پر نظر ڈالی۔ لیکن اس کا دماغ ماؤف تھا۔ اسے کچھ دکھلائی نہ دیا۔ "اس وقت میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی۔ خالہ کا تار آیا ہے۔ میرا بھائی رالف بستر مرگ پر پڑا ہے۔"

کاؤنٹس نے کتاب پرے پھینک دی۔ "اسے بے سبب بے چارہ۔ مجھے تم سے بڑی ہمدردی ہے۔"

"اگر آپ کو سارا واقعہ معلوم ہو جائے تو زیادہ ہمدردی ہوگی۔"

"اور کیا معلوم ہوگا۔ تم اب بھی بے حد شکستہ نظر آ رہی ہو۔ کاؤنٹس نے بعد میں اضافہ کیا۔" ضرور اوسمنڈ کے درشن کیے ہیں۔"

آدھ گھنٹہ قبل اگر کوئی آزابل سے کہتا کہ کبھی نہ کبھی اسے اپنی نند کی ہمدردی حاصل کرنے کی تمنا ہوگی تو وہ نہایت رکھائی سے مسکرا دیتی۔ لیکن اس وقت اس نے ان خاتون کے نرم الفاظ کو اپنا بہت بڑا سہارا سمجھا۔ "ہاں میں نے اوسمنڈ کے درشن کیے ہیں۔ ابھی ان سے مل کر آ رہی ہوں۔"

کاؤنٹس اپنی چڑیا کی ایسی چمکیلی آنکھوں سے اسے تکتی رہیں۔ "مجھے معلوم ہے۔ اس نے بڑی ذلیل باتیں کی ہوں گی۔" وہ چلچلا کر بولیں۔ "اس نے یہ نہیں کہا کہ غریب مسٹر ٹوشیٹ کے متوقع انتقال کی خبر سن کر باغ باغ ہے؟"

"وہ کہتے ہیں کہ میرا انگلستان جانا ناممکن ہے۔"

کاؤنٹس کا ذہن ان کے اپنے معاملات کے سلسلے میں بڑی پھرتی دکھاتا تھا۔ انھوں نے فوراً حساب لگایا کہ روم میں ان کا قیام اب بے رنگ ہونے والا ہے۔ رالف تو شیت دنیا سے کوچ کر رہا ہے۔ آزابل سوگ نشینی اختیار کرے گی۔ دعوتوں اور ضیافتوں کا سلسلہ موقوف۔ اس تصور سے ان کے چہرے پر مایوسی کے بادل چھا گئے۔ بہرکیف تکمیل تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اب تو وہ مہمان کے بجائے بلائے جان کی حیثیت سے وہاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ لیکن انھوں نے اپنی مایوسی کو نظر انداز کر کے آزابل کے غم کی شدت کا احساس کیا۔ یہ غم ایک رشتے دار کی موت کے افسوس سے زیادہ گہرا تھا۔ آزابل کی درماندگی دیکھ کر انھوں نے اپنے بھائی کی بدذاتی کا پورا پورا اندازہ لگا لیا۔ ایک لمحے کے لیے ان کا دل خوشی سے دھڑک اٹھا۔ ممکن ہے اس وقت ہی اوسمنڈ کو شکست ہو۔ اگر آزابل انگلستان جاتی ہے تو ان کو بھی بوریا بستر باندھ کر فلورنس لوٹنا ہوگا۔ وہ کسی صورت میں بھی اوسمنڈ کے ساتھ اکیلے رہنے کے لیے تیار نہ تھیں۔ انھوں نے بلک کر دعا مانگی۔ کاش آزابل انگلستان چلی جائے۔ "تمھارے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں۔" انھوں نے بڑے پیار سے کہا۔ "آخر تمھاری ذہانت اور تمھاری نیکی اور تمھاری دولت کس دن کام آئے گی؟ اس کا فائدہ تمھیں کیا ہوا؟"

"کیا فائدہ ہوا —؟ یہ مجھے خود نہیں معلوم۔ میں اپنے آپ کو انتہائی لاچار اور کمزور محسوس کر رہی ہوں۔"

"اوسمنڈ کیوں کہتا ہے کہ یہ بات ناممکن ہے؟"

مگر جوں ہی انھوں نے آزابل سے پرسش احوال شروع کی اس نے اپنا ہاتھ ان کی گرفت سے چھڑا لیا اور ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے انتہائی تلخی کے ساتھ جواب دیا۔ "کیونکہ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے اس قدر محبت ہے کہ پندرہ دن کے لیے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔"

"آہ۔" کاؤنٹس بولیں۔ آزابل دوسری طرف مڑ چکی تھی۔ "جب میں کہیں جانا چاہتی ہوں تو میرے میاں کہتے ہیں کہ سفر کے لیے مجھے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دینگے۔"

آنابل اپنے کمرے میں جاکر گھنٹہ بھر تک ادھر اُدھر ٹہلتی رہی۔ پڑھنے والوں کو خیال ہوگا کہ وہ خواہ مخواہ اس خلجان میں مبتلا تھی۔ اور یہ واقعی تعجب کی بات ہے۔ اس کی ایسی حوصلہ مند عورت نے اپنے قدموں کو آگے بڑھنے سے کس طرح روک لیا۔ اسے آج، اس وقت تابل کی شدید اہمیت کا احساس ہوا۔ تابل کا مطلب تھا کہ موقع پڑنے پر عورت کو محض اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے۔ میں خوفزدہ ہوں۔ میں خوف زدہ ہوں — اس نے اپنے آپ کسے دہرایا۔ وہ اپنے شوہر یا اس کی ناخوشی اس کی نفرت، اس کے انتقام، یا خود اپنے فیصلے سے خوفزدہ نہیں تھی۔ لیکن اوسمنڈ کے خلاف مرضی یہاں سے جانے کے وقت جو قیامت بپا ہوگی اس سے ڈرتی تھی۔ ان دونوں کے مابین اختلافات کی ایک عظیم خلیج حائل ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود وہ آنابل کے چلے جانے کا خواہشمند نہیں تھا۔ یہ خیال ہی اس کے لیے بہت روح فرسا تھا کہ آنابل اسے چھوڑ بھی سکتی ہے — وہ جانتی تھی اوسمنڈ اسے کیا سمجھتا ہے۔ اس کے لیے کیا سوچتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ میاں بی بی تھے آنابل نے اس شخص سے شادی کی تھی۔ گرجا کی قربان گاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے عظیم عہد و پیمان کیے تھے۔ اسے مرتے دم تک اس شخص کا ساتھ دینا تھا۔ آخر وہ صوفے پر گر گئی اور اپنا سر گھٹنوں میں چھپا لیا۔

جب اس نے سر اٹھایا تو کاؤنٹس اس کے سامنے ڈول رہی تھیں۔ ان کے باریک ہونٹوں پر عجیب قسم کا تبسم تھا۔ گھنٹے بھر میں ان کا چہرہ جگمگا اٹھا تھا۔ یہ طے تھا کہ وہ سدا اپنے روح کے جھروکے میں بیٹھی رہتی تھیں۔ پر اس وقت تو جھروکے میں سے بہت آگے جھک کر باہر جھانک رہی تھیں "میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تم نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ میں پانچ منٹ سے تمہاری صورت دیکھ رہی ہوں۔ تم بجد دکھی ہو۔"

"جی ہاں۔ لیکن آپ میری دلجوئی نہیں کر سکتیں۔"

"مجھے اس کی کوشش کرنے کی اجازت تو دو؟"

وہ صوفے پر بیٹھ گئیں اور مسکراتی رہیں۔ لگتا تھا کہ بہت کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ پہلی مرتبہ دفعتاً آزابل کو احساس ہُوا کہ ممکن ہے اس کی نند کوئی ٹھکانے کی بات بھی کر سکتی ہو۔ وہ اپنی چمکیلی آنکھوں کو گھما یا کیں۔ ان آنکھوں میں عجیب ناخوشگوار سا سحر تھا۔ "میں تم کو یہ بتا دوں۔" انھوں نے کہنا شروع کیا۔ "کہ تمھاری موجودہ ذہنی کیفیت میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ تمھارے اتنے سارے اصول ہیں۔ بندھن بھمبند ھد۔ یہ۔ وہ۔ دس سال گزرے جب مجھے یہ معلوم ہُوا تھا کہ میرے شوہر کی عزیز ترین خواہش یہ ہے کہ مجھے ایذا پہنچاتا رہے تو ساری بات آپ سے آپ صاف ہوگئی تھی۔ ساری گتھیاں سلجھ گئی تھیں۔ اب تو خیر اس نے مجھے بالکل میرے حال پر چھوڑ دیا ہے — بے چاری بچی — تمھاری طبیعت میں اتنی سادگی نہیں ہے۔"

"نہیں ہے —"

"میں تم کو ایک بات بتانا چاہتی ہوں —" کاؤنٹس نے اعلان کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم کو اس کا علم ہو جانا چاہیے۔ ممکن ہے تم اب بھی جان گئی ہو، اس کا کچھ اندازہ خود ہی لگا لیا ہو گا — اگر تم کو معلوم ہو چکا ہے اور اس کے باوجود اپنی مرضی پر چلنے سے قاصر ہو۔ یہ — یہ میری عقل میں بالکل نہیں آتا —"

"کون چیز — آپ مجھے بتانا کیا چاہتی ہیں؟" آزابل کا دل بیٹھ گیا۔

"میں تمھاری جگہ ہوتی تو کب کا پتہ چلا لیا ہوتا — تمھیں کبھی کوئی شک بھی نہ ہُوا —؟"

"میں نے کسی چیز کا پتا نہیں چلایا۔ مجھے کا ہے کا شک ہونا چاہیے تھا؟ جانے آپ کیا کہہ رہی ہیں۔"

"اس کی وجہ بیٹیا یہ ہے کہ تم اس قدر خوفناک حد تک پاکیزہ طبیعت ہو۔ میں نے کسی عورت کا دماغ اتنا پوتر نہیں دیکھا۔" کاؤنٹس نے دہاڑ کر کہا۔

آزابل آہستہ سے اٹھی۔ "آپ مجھے کوئی ہیبتناک بات بتانے والی ہیں۔"

"ہیبتناک کہو یا جو کہو —" کاؤنٹس بھی کھڑی ہوگئیں۔ ان کے چہرے کی کرختگی

زیادہ شدید ہو چکی تھی۔ لحظہ بھر وہ اسی طرح کھڑی رہیں۔ پھر انھوں نے آہستہ سے کہا۔
"میری پہلی بھاوج بے اولاد مری ہے۔"

آزابل انھیں دیکھتی رہی۔ اس اطلاع کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ "آپ کی پہلی بھاوج —"

"کم از کم تمھیں یہ تو معلوم ہوگا کہ اوسمنڈ کی شادی ایک مرتبہ پہلے بھی ہوئی تھی۔ میں نے آج تک اس کی مرحومہ بی بی کا ذکر تم سے نہیں کیا۔ مجھے لگتا تھا کہ اس کا چرچا کرنا اس کی موئی مٹی کی بے عزتی ہے۔ لیکن دوسرے لوگ شاید اس کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ وہ نیک بخت بیاہ کے بعد تین برس تک زندہ رہی۔ اور بے اولادی ہی خدا کو پیاری ہوئی۔ پنزی کی آمد اس کے مرنے کے بعد کا واقعہ ہے۔"

آزابل کی تیوری پر بل تھے۔ اس کے ہونٹ مبہم سے تعجب میں کھلے ہوئے تھے۔ وہ سمجھنے کی سعی کر رہی تھی۔ لیکن سمجھنے والے کی موت تھی۔ "یعنی — یعنی پنزی میرے شوہر کی بیٹی نہیں ہے؟"

"بالکل — خالص تمہارے شوہر کی بیٹی ہے۔ لیکن کسی اور کے شوہر کی نہیں! کسی اور کی بی بی اس کی ماں ہے۔ بے چاری آزابل — تمھیں ہر بات بچوں کی طرح ذہن نشین کرانا پڑے گی۔"

"میں سمجھی نہیں۔ کس کی بی بی —؟"

"ایک واہیات سے سوئیس تاجر کی بی بی — اس تاجر کو مرے کتنا عرصہ ہوا؟ شاید بارہ پندرہ برس — اس نے مس پنزی کو پہچان کر نہ دیا۔ آخر اسے اس سے مطلب ہی کیا تھا۔ لیکن اوسمنڈ نے نونہالِ دیدہ بچی کو لے لیا۔ اور ایک پوری داستان تیار کی۔ کس طرح مسز اوسمنڈ کا بچی کی ولادت ہی میں انتقال ہو گیا اور کیونکر اس صدمے کی تاب نہ لا کر اس نے پنزی کو اپنی آنکھوں سے دور بھیج دیا۔ اور پرورش کے لیے اسے ایک خانقاہ میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ مسز اوسمنڈ کا بالکل ایک دوسرے طریقے سے ایک اور مقام پر انتقال ہوا تھا۔ یہ دونوں میاں بی بی اگست کے مہینے

میں شمالی اٹلی کے پہاڑوں پر گئے ہوئے تھے۔ کیونکہ بظاہر بی بی کو خرابی صحت کی بنا پر تبدیل آب و ہوا کی حاجت تھی۔ اور پہاڑ پر پہنچ کر وہ گویا معاً بہت سخت بیمار پڑ گئی تھیں چنانچہ وہیں پہاڑوں پر ایک روز اس کا خاتمہ ہو گیا یہ کہانی بھی دب دبا گئی کیونکہ واپس آ کر جو قصہ او سمنڈ نے لوگوں کو سنایا بظاہر وہی درست تھا۔ اور کسے پرواہ پڑی تھی کہ اس کی تفتیش کرتا پھرتا؛ لیکن میں جانتی ہوں —" کاؤنٹس نے بہت صفائی سے ایک ایک لفظ علیحدہ علیحدہ ادا کیا۔ "میرے اور او سمنڈ کے درمیان اس کے متعلق آج تک قطعاً کوئی گفتگو نہیں ہوئی ہے تم نے محسوس نہیں کیا او سمنڈ مجھے کن نظروں سے کس طرح دیکھتا ہے۔ گویا میرا بھی فیصلہ کر دیگا؟ یعنی اگر میں نے اس کے متعلق ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالا تو میں بھی ٹھکانے لگا دی جاؤں گی؟ میرا یقین کرو۔ میں نے آج تک کسی سے اس کے بارے میں ایک حرف بھی نہیں کہا۔ آج تم کو بتا رہی ہوں۔ میں نے تمہارے علاوہ اور کسی سے اشارۃً بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ میرے لیے یہی کافی تھا کہ یہ بچی میری بھتیجی ہے۔ میرے ماں جائے کی بیٹی — اور اس کی والدہ —" یہاں پہنچ کر کاؤنٹس رک گئیں۔ ان کے چہرے پر دو کے بجائے اَن گنت آنکھیں تھیں۔ جو ازابل کو دیکھے جاتی تھیں۔ انھوں نے نام نہیں لیا لیکن ازابل اس ان کہی بات کو اپنی زبان پر لاتے لاتے دفعتاً سنبھل گئی۔ صوفے میں دھنس کر اس نے سر جھکا لیا۔

"مجھے یہ سب کیوں سنا رہی ہیں —؟" اس نے ایسی اجنبی آواز میں کہا جو کاؤنٹس جیمنی نے آج تک نہ سنی تھی۔

"کیونکہ میں تمہاری اس مسلسل لاعلمی سے بُری طرح اکتا چکی ہوں۔ میں خود اپنے آپ سے بھی اکتا گئی ہوں کہ آخر میں نے اب تک تمہیں بتلایا کیوں نہیں۔ کمال ہے کہ تم اس وقت تک کچھ نہ جان پائیں۔ اپنے بھائی کے اس معاملے میں اپنی زبان پر تالا ڈالے ڈالے میرا دم گھبرا گیا ہے۔ یہ سفید جھوٹ نہیں ہے۔" کاؤنٹس نے کہا "میں نے تم سے بالکل اصل حقیقت بیان کی ہے۔"

"مجھے معلوم نہ تھا۔" جس سادگی سے اسے یہ قصہ سنایا گیا تھا اسی سادگی سے

آزابل نے جواب دیا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن تم کو یہ قطعی نہ معلوم ہو سکا کہ اوسمنڈ چھ یا سات سال تک اس عورت کا عاشق رہ چکا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے کبھی کبھی کوئی خیال آتا تھا لیکن اس کا احساس کبھی نہ ہوا۔"

"وہ پینزی کے معاملے میں انتہائی سمجھداری اور رکھ رکھاؤ سے کام لیتی ہے۔"

"میں نے کبھی اس کا اندازہ بھی نہیں کیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔" آزابل غلش میں مبتلا تھی لیکن کاؤنٹس کو اپنی اطلاع کی جس تاثیر کی توقع تھی اس کے سلسلے میں انھیں سخت ناامیدی ہوئی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سب سنتے ہی آزابل شعلے کی طرح بھڑک اٹھے گی لیکن وہاں تو راکھ میں ایک مدھم سی چنگاری پڑی سلگ رہی تھی۔

"تم یہ نہیں سوچتیں کہ پینزی موسیو مرل کی اولاد کہلائی ہی نہیں جا سکتی تھی؟ وہ دونوں میاں بی بی مدتوں سے ایک دوسرے سے علٰحدہ تھے اور موسیو مرل بعد میں کسی دور دراز ملک غالباً جنوبی امریکہ چلے گئے تھے۔ ان سے اگر کوئی بچے ہوئے بھی تھے، مجھے اچھی طرح معلوم نہیں، تو وہ سب مر کھپ چکے تھے۔ ان حالات میں اوسمنڈ کو مجبوراً یہ لڑکی اپنی اولاد تسلیم کرنی پڑی۔ یہ صحیح ہے کہ اس کی بی بی مر چکی تھی۔ مگر اس کی موت کو اتنا کم عرصہ گزرا تھا کہ پینزی کے متعلق شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور اس سے زیادہ سہولت کی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ بے چاری مرنے والی اپنی مختصر اور پر مسرت ازدواجی زندگی کی ایک جیتی جاگتی نشانی چھوڑ کر چل بسی۔ اوسمنڈ اس وقت نیپلز میں رہتا تھا۔ آلپس میں بی بی کی وفات کے بعد واپس آکر اس نے نیپلز کو بھی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور اس طرح یہ قصہ رفت گزشت ہوا۔ اب بچی کے سلسلے میں کسی شبے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ میری مرحومہ بھاوج قبر سے اٹھ کر اوسمنڈ کے خلاف گواہی دینے کے لیے تو آنے سے رہی۔ رہیں اصلی والدہ صاحبہ۔ وہ اپنی رسوائی کے ڈر سے لڑکی سے مکمل طور پر دست بردار ہو گئیں۔"

"بے چاری۔ بے چاری۔" آزابل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ مدتوں سے

نہ روئی تھی۔ کیونکہ آنسو بہانے کے بعد کا ردِ عمل زیادہ تکلیف دہ ہوتا تھا۔ اس کے رونے سے کاؤنٹس ششدر رہ گئیں۔

"اور سب کچھ نظر انداز کر کے اب تمہیں آوسمنڈ کی پہلی بی بی پر ترس آ رہا ہے —" کاؤنٹس ذرا بے لطفی سے ہنسیں "تم واقعی کمال کی آدمی ہو!"

"اوسمنڈ نے اپنی بی بی سے بے وفائی کی۔ اور وہ بھی اس قدر جلد —" آزابل نے دفعتاً آنسو روک کر کہا۔

"بس اسی کی کسر تھی کہ تم اس کی پہلی بی بی کی حمایت شروع کر دو۔ لیکن ٹھیک کہتی ہو۔ بیوفائی تو اس نے ظاہر ہے کہ سراسر کی ہی۔ اور وہ بھی وقت کے وقت —"

"لیکن میرے ساتھ — میرے ساتھ —؟" آزابل نے کہا۔ گویا اس نے کاؤنٹس کی بات نہیں سنی تھی اور اپنے آپ سے سوال کر رہی تھی۔

"تم سے وفاداری؟ یہ بہت سی باتوں پر منحصر ہے۔ پر اس اصطلاح سے تمہاری مراد کیا ہے؟ تم سے شادی کرتے وقت اس کا کسی دوسری عورت سے لگا لگاؤ نہیں تھا۔ خطروں اور احتیاطوں سے گھری ہوئی اس عاشقی کا زمانہ گزر چکا تھا۔ اپنی ذاتی وجوہ کی بنا پر یہ محترمہ تائب ہو کر میدان چھوڑ چکی تھیں۔ وہ خود وضعداری اور اوپری لیپ پوت کی اس شدت سے پرستار تھیں کہ اوسمنڈ جیسا ظاہردار شخص تک عاجز آ جاتا تھا۔ لیکن ترکِ تعلق کے باوجود ان کا سارا ماضی ان دونوں کے درمیان موجود تھا۔"

"ہاں" آزابل نے میکانکی طریقے سے دہرایا۔ "ان کا سارا ماضی ان کے درمیان موجود ہے۔"

"یہ اخیر دنوں کا زمانہ تو کوئی بات نہیں۔ لیکن چھ سات برس تک دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور خوب خوب اس کی پردہ داری بھی کی۔"

"بیگم صاحبہ نے یہ کیوں چاہا کہ میں آوسمنڈ سے شادی کر لوں؟"

"یہ ان کی برتری کا ثبوت ہے! تمہارے پاس روپیہ تھا۔ اور ان کو یقین تھا کہ تم پنزی کے ساتھ اچھا سلوک کرو گی۔"

"بے چاری — ! اوہ تنہری ان کو پسند تک نہیں کرتی" آنابل نے جذبے کے ساتھ کہا۔

"اسی واسطے انھیں کسی ایسی ہستی کی تلاش ہے جس کو تنہری پسند کر سکے۔ ان کو یہ بات معلوم ہے۔ وہ سب کچھ جانتی ہیں۔ عقلِ کُل ہیں"

"یہ بھی جان جائیں گی کہ آپ نے مجھے تبلادیا ہے؟"

"تم نے ان سے کہا تو جان جائیں گی۔ وہ اس کے لیے پہلے سے تیار ہیں۔ اور معلوم ہے اپنے بچاؤ کے لیے انھوں نے کیا ہے ترکیبہ کیا ہُوا ہے؟ تمھارے اس یقین پر کہ میں عادتاً جھوٹ بولتی ہوں۔ تمھیں شاید اس کا یقین ہے جی۔ جھینپو نہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس موقعے پر میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ میں نے اپنی عمر میں ان گنت بے تکے حماقت انگیز جھوٹ بولے ہیں جنھوں نے سوا میرے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔"

آنابل اپنی نند کی اس کتھا کو اس طرح دیکھتی رہی جیسے کسی بنجارے نے اپنی پٹاری میں سے رنگ برنگا سامان نکال کر اس کے قدموں میں قالین پر پھیلا دیا ہو۔ "اوسمنڈ نے ان سے شادی کیوں نہیں کی" بالآخر اس نے سوال کیا۔

"کیونکہ وہ پیسے والی نہیں تھیں نا—" کاؤنٹس کے پاس ہر چیز کا جواب موجود تھا۔ اگر جھوٹ بول رہی تھیں تو انتہائی فنکاری کے ساتھ خوب معرکے کا جھوٹ بول رہی تھیں۔ "کسی کو معلوم نہیں، نہ کبھی ہو سکے گا کہ ان کا ذریعۂ آمدنی کیا ہے۔ یہ حسین فرش فروش، کپڑے لتّے، گہنے پاتے ان کے پاس کہاں سے آئے۔ غالباً اوسمنڈ تک کو اس کا علم نہیں۔ علاوہ ازیں وہ خود اوسمنڈ کی بی بی نہ بنتیں"

"پھر انھوں نے اوسمنڈ سے محبت کس طرح کی ہو گی؟"

"انھیں اوسمنڈ سے اس قسم کی محبت نہیں ہے۔ شروع میں رہی ہو گی۔ شاید بیاہ بھی کر لیتیں پر ان دنوں ان کے میاں زندہ تھے۔ موسیو مرل جب رحلت فرما گئے (یہ نہ کہوں گی کہ اپنے پُرکھوں سے جا ملے۔ کیونکہ ان کے پُرکھے کبھی تھے ہی نہیں) اس وقت تک اوسمنڈ سے ان کے تعلقات میں فرق آ گیا تھا۔ ان کے حوصلے بڑھ چکے تھے۔

علاوہ ازیں، ان کو اوسمنڈ کی ذہانت کے متعلق ——" کاؤنٹس کہتی رہیں ۔۔ (اور ان کے اس جملے پر بعد میں ازابل کو بڑی اذیت کے ساتھ جھر جھری سی آئی) وہ کبھی کوئی خوش نہیں رہی ۔ انھیں امید تھی کہ کوئی بڑا آدمی، کوئی چرچ کٹ پھانس کر شادی کریں گی ۔ یہ ان کی سدا کی آرزو تھی بڑے آدمی کا مدتوں انتظار کیا ۔ کوششوں اور سازشوں میں جُٹی رہیں ۔ دام پھیلائے ۔ دعائیں مانگیں ۔ منتیں مرادیں مانیں ۔ میں مادام مرل کو ایک کامیاب عورت نہیں سمجھتی ۔ پتا نہیں آئندہ کوئی کمال کر دکھائیں پر اب تک تو انھوں نے کدو میں تیر بھی نہیں مارا ۔ بڑے بڑے لوگوں کی صحبت اٹھانے اور امیروں رئیسوں کے یہاں جا جا کر مہینوں مہمان رہنے کے علاوہ انھوں نے ایک عظیم کارنامہ سر انجام دیا ہے ۔ وہ یہ کہ انھوں نے تمہیں اور اوسمنڈ کو اکٹھا کر دیا ۔ مجھے اس طرح نہ دیکھو گویا میری بات کا یقین نہیں کر سکتیں ۔ یہ حقیقت ہے ۔ میں نے برسوں ان دونوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے ۔ مجھے انتہائی گاؤدی سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن میں کم از کم یہ ضرور پہچانتی ہوں کہ دونوں کتنے پانی میں ہیں ۔ مادام کو مجھ سے نفرت ہے ۔ اور اس کا اظہار اس طریقے سے کرتی ہیں کہ ہمیشہ بات بے بات میری حمایت میں لگی رہیں گی ۔ جب لوگ کہتے ہیں کہ پندرہ عاشقوں سے میری آشنائی رہ چکی ہے تو یہ انتہائی متحیر نظر آتی ہیں گویا ایسا بہتان سن کر ان کو سخت صدمہ ہوا ہے ۔ اور فرماتی ہیں کہ کم از کم ان پندرہ میں سے سات کے تو وجود کا بھی ثبوت نہیں مل سکا ۔ مجھ سے برسوں سے خائف ہیں ۔ لوگ جو ایک سے ایک بے سروپا بے بنیاد افواہیں میرے لیے اڑاتے ہیں انھیں سن کر ان کو بڑی طمانیت ہوتی ہے ۔ ان کو برابر یہ خدشہ رہتا ہے کہ ایک دن میں ان کا سارا پول کھول دوں گی ۔ جس روز سے اوسمنڈ نے تم کو بر مانا شروع کیا اسی روز انھوں نے مجھے ایک دھمکی دی تھی ۔ فلورنس کی پہاڑی والی کوٹھی کا واقعہ ہے ۔ تمہیں یاد ہے جس روز تیسرے پہر کو وہ تمہیں لے کر آئی تھیں اور ہم سب نے باغ میں بیٹھ کر چائے پی تھی؟ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اگر میں نے اس کے متعلق زبان کھولی تو وہ بھی میرے بارے میں ایک ایک کی دس دس تم سے لگائیں گی ۔ ان کا خیال ہے کہ ان کے مقابلے میں میرے

متعلق زیادہ حکایتیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ (یہ موازنہ بھی خاصا مزیدار رہے گا۔)
مجھے مطلق پروا نہیں کہ یہ میرے واسطے کیا کیا کہتی ہیں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کی تم کو مطلق پروا نہ ہو گی۔ جتنی دماغ سوزی تم میرے ساتھ کرتی ہو تمہارے لیے وہی بہت کافی ہے۔ چنانچہ وہ جس طرح سے چاہیں مجھ سے انتقام لے سکتی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں وہ تمہیں زیادہ ڈرائیں گی بھی نہیں۔ ان کی ہمیشہ سے یہ آرزو رہی ہے کہ ان کو سرتاسر مجموعۂ خوبی تصور کیا جائے کہ وہ سوسن کے پھول کی طرح پاکیزہ نظر آئیں۔ متانت اور حسنِ اسلوب کی مکمل تصویر۔ بیٹرس کی بی بی کے متعلق کوئی بدنامی کی بات کبھی مشتہر نہ ہونا چاہیے اور ان کی عمر بھر تمنا رہی کہ بیٹرس کی بی بی بن سکتیں۔ ایک وجہ یہ بھی تھی جس کے مارے انھوں نے ادمنڈ سے بیاہ نہیں کیا کہ انہیں اور پنزی کو اکٹھا دیکھ کر لوگ فوراً اصل معاملہ بھانپ جائیں گے، بلکہ لوگ دونوں میں شباہت بھی دیکھ لیں گے۔ انھیں اس خیال سے بڑی دہشت آتی ہے کہ کہیں ماں کی ماتا سارا بھانڈا نہ پھوڑ دے۔ اسی لیے وہ حد سے زیادہ احتیاط برتتی ہیں۔ ان کی ماتا نے کبھی راز فاش نہیں ہونے دیا۔"

"نہیں۔ ماتا راز فاش کر چکی ہے۔" آنابل نے کہا۔ اس کے چہرے پر زردی رکھنڈتی جا رہی تھی" گو اس وقت میں نے نہیں پہچانا تھا۔ پنزی کی شادی کے معاملے میں انھیں بڑی مایوسی ہوئی۔ ان کا خیال تھا ایک بڑا آدمی اس سے شادی کرے گا۔ اس سمے ان کا نقلی چہرہ سامنے سے ہٹ گیا تھا۔"

"یہاں پر تو سچ مچ ان کا پاؤں ڈگمگا جائے گا۔ وہ خود اس میدان میں ناکام رہی ہیں۔ چاہتی ہیں ان کی بیٹی اس کی تلافی کر دے۔"

آنابل "ان کی بیٹی" پر چونک پڑی۔ کاؤنٹس اسی اطمینان سے کہتی رہیں۔ "اب تم اس معصوم بچی سے نہ بھڑک جانا۔ اپنے شرمناک پس منظر کے باوجود وہ اپنی ذات سے بہت اچھی ہے۔ مجھے خود پنزی بہت پسند ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ ما دام کی تھی۔ بلکہ اس لیے کہ وہ تمہاری ہو چکی ہے۔"

"ہاں۔ وہ میری ہو چکی ہے۔ غریب مادام مجھے دیکھ کر کیسا کیسا کڑھتی ہونگی"۔ ازابل کو اس خیال سے خود شرم آگئی۔

"کڑھتی تو نہیں بے حد مسرور ہیں۔ اس شادی سے ان کی لڑکی کو کتنا زبردست فائدہ حاصل ہوا ہے۔ اس سے قبل اسے بل کے اندر بند رکھا گیا تھا۔ جانتی ہو اس کی ماں کیا سوچتی تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے تم کو اس قدر بھا جائے کہ تم اس کے لیے کچھ کر ڈالو۔ آسمنڈ کے پاس تو بیٹی کو دینے کے لیے ایک دھیلا بھی نہیں۔ اوسمنڈ درحقیقت بالکل قلاش تھا۔ خیر یہ بات تمھیں خود ہی معلوم ہے۔

"بٹیا"۔۔ کاؤنٹس بے اختیار ہو کر چلائیں ۔" کاش تم کو یہ منحوس دولت ترکے میں نہ ملتی۔" وہ ٹھٹکیں۔ کیونکہ ازابل کے چہرے پر ان کو ایک عجیب سی کیفیت نظر آرہی تھی ۔" اب مجھے یہ نہ بتانا کہ تم اس کے لیے جہیز بھی بنانے والی ہو۔ حالانکہ تم سے یہ بھی بعید نہیں۔ مگر اتنی زیادہ نیکی پر نہ اترو۔ ذرا دھیرج سے کام لو۔ جو تمھارا دل کہے وہی کرو۔ تھوڑی سی بُری بھی بنو۔ ذرا سی بدطینتی بھی کوشش کر کے اپنے اندر محسوس کرو۔ زندگی میں ایک بار یہ تجربہ بھی کر دیکھو۔ محض تفریحاً ہی سہی ۔"

"بڑی عجیب باتیں ہیں۔ بہرحال آپ نے مجھے بتا دیا۔ اس کے لیے ممنون ہوں۔"

"پتا نہیں۔" کاؤنٹس طنز سے ہنسیں۔

"تم پر وہ اثر نہیں ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔"

"کیسا اثر۔۔ ؟"

"ایک ایسی عورت، جسے اتنا بڑا فریب دیا گیا ہو، وہ اصلیت جان کر اس پر کس قسم کا ردعمل ہونا چاہیے ؟" ازابل نے کوئی جواب نہ دیا۔ کاؤنٹس بولتی رہیں۔ ترکِ تعلق کے بعد بھی یہ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ رہے ہیں۔ لیکن یہ اوسمنڈ پر دم دیتی ہیں۔ اسے ان کی اتنی پروا نہیں۔ عہدِ محبت کے خاتمے کے بعد ان دونوں نے آپس میں سمجھوتہ کیا کہ ایک دوسرے کی ہمیشہ ہر ممکن مدد کیا کریں گے۔ تم پوچھوگی یہ بات مجھے کیونکر معلوم ہوئی تو بی بی ان دونوں کے برتاؤ سے ہی اس کا بڑی آسانی

سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اب خود دیکھ لو۔ عورتیں مردوں سے کس قدر بہتر اور برتر ہوتی ہیں۔ اس نے اوسمنڈ کے لیے ایک بیوی تلاش کر کے اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ لیکن اوسمنڈ نے اس کے لیے کچھ نہیں کیا۔ اسے ذرا سا سہارا بھی نہیں دیا۔ اس نے اوسمنڈ کے لیے مصیبتیں اٹھائیں۔ سازشیں کیں۔ دکھ جھیلے۔ کئی بار اس کے واسطے روپے کا انتظام کیا۔ لیکن آخر انجام یہ ہوا کہ وہ خود اس سے تھک گیا۔ اکتا گیا۔ وہ اس کے لیے ایک پرانی عادت کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اور بس۔ کبھی کبھی اوسمنڈ کو اس کی حاجت بھی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ یہاں سے چلی جائے تو اس کی غیر موجودگی اوسمنڈ کو بالکل نہیں کھلے گی۔ اس کا ذرا سا احساس بھی نہ ہوگا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ خود اس حقیقت کو جان گئی ہے کہ اوسمنڈ کو اس کی پروا نہیں۔ لہٰذا تمھیں اس سے حسد نہ کرنا چاہیے۔ سوتیا ڈاہ کا اس معاملے میں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" کاؤنٹس نے آخر میں ذرا ناداگا کہا۔

آزابل دوبارہ صوفے پر سے اٹھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بری طرح زخمی ہو چکی ہے۔ اور اب تو سانس بھی آسانی سے نہیں لے سکتی۔ "میں آپ کی ممنون ہوں" اس نے دہرایا۔ پھر دفعتاً بالکل دوسرے لہجے میں کہا۔ "آپ کو یہ سب کس طرح معلوم ہوا؟"

آزابل کے اظہارِ تشکر سے کاؤنٹس جتنی خوش ہوئی تھیں۔ اس سوال سے اسی حد تک سٹ پٹا بھی گئیں۔ انھوں نے اپنی بھاوج کو گھور کے دیکھا۔ "چلو بہن تم یہی سمجھ لو کہ یہ سب ایجادِ بندہ ہے۔ میں نے سب کچھ ابھی ابھی اپنے دل سے گھڑ کر تمھیں سنایا ہے۔ بس —؟" پھر آزابل کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اپنی چمکدار مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔ "اب تم اپنا سفر ملتوی کر دوگی؟"

آزابل انھیں دیکھتی رہی پھر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اسے نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔ سہارے کے لیے اس نے آتشدان پر ہاتھ رکھ دیے۔ اور ایک منٹ تک اسی طرح کھڑی رہی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس کے ہونٹ پیلے پڑ چکے تھے۔ آنکھیں بند کر کے

اس نے باہوں پر اپنا سر رکھ دیا۔

"میں نے تمھیں تبلا کر بڑی غلطی کی۔ تم بے حد بیمار نظر آ رہی ہو" کاؤنٹس نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں رالف کے پاس جا رہی ہوں" آزایل نے سسک کر جواب دیا۔ اس کی آواز میں غم و غصہ یا طیش نہیں تھا جس کی کاؤنٹس متوقع تھیں۔ اس آواز میں بکراں بے پایاں اداسی تیر رہی تھی۔

(۵۲)

ایک ٹرین شام کو پیرس جاتی تھی۔ کاؤنٹس کمرے سے باہر چلی گئیں تو آزایل نے اپنی وفادار اور پھرتیلی خادمہ کے ساتھ جلدی جلدی صلاح مشورہ کیا۔ سفر کے خیال کے علاوہ اس کے دماغ میں صرف ایک خیال جاگزیں تھا۔ اسے پنزی کو دیکھنے کے لیے جانا ہے۔ وہ پنزی کی طرف سے منہ نہیں موڑ سکتی۔ شام کے پانچ بجے اس کی بگھی شہر کی ایک تنگ گلی میں پہنچ کر ایک اونچے سے دروازے کے سامنے جا رکی۔ دربان عورت نے اسے خانقاہ کی ڈیوڑھی میں داخل کیا۔ وہ راہبات سے ملنے کے لیے ایک بار پہلے بھی پنزی کے ساتھ یہاں آ چکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ راہبات بڑی نیکدل عورتیں ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھ رکھا تھا کہ یہاں کے کمرے صاف ستھرے اور بارونق تھے۔ یہاں کے باغ میں جاڑوں میں دھوپ اور گرمیوں میں خنکی اور سایہ رہتا تھا لیکن اسے یہ جگہ ناپسند تھی۔ اسے اس چہار دیواری سے ڈر لگتا تھا۔ وہ یہاں پر کسی صورت میں بھی ایک رات تک نہ گزار سکتی تھی۔ آج اسے پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ یہ مقام ایک طرح کا سچا سچا قید خانہ ہے۔ اس خوش فہمی میں مبتلا رہنا بیکار تھا کہ پنزی یہاں پر آزاد تھی یا اپنی مرضی سے اس آہنی پھاٹک کے باہر نکل کر اپنی دنیا میں واپس آ سکتی تھی۔ یہ معصوم ہستی ایک نئی، خوفناک روشنی میں آزایل کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ مگر اس انکشاف کا دوسرا تاثر یہ تھا کہ اب آزایل اس کی طرف

امداد کا ہاتھ بڑھانا چاہتی تھی۔

دربان عورت آزابل کو خانقاہ کے کمرۂ ملاقات میں بٹھلا کر نگراں کو اطلاع دینے کے لیے اندر چلی گئی۔ کمرہ بے حد وسیع اور بے حد سرد تھا۔ اس میں نئی وضع کا فرنیچر سجا تھا۔ ایک بڑی سی صاف شفاف سفید چینی کی انگیٹھی بھی موجود تھی۔ (گو ٹھنڈی پڑی تھی)۔ ایک بلوریں مرتبان میں موم کے نقلی پھول رکھے تھے۔ دیواریں مذہبی تصاویر سے مزین تھیں۔ پہلی بار جب آزابل یہاں آئی تھی تو اسے خیال آیا تھا کہ یہ کمرہ روم کے بجائے فلاڈیلفیا کی یاد دلاتا ہے۔ لیکن آج اس نے اس کے متعلق کچھ نہ سوچا۔ اس وقت اسے خالی یہی احساس تھا کہ یہ جگہ بے انتہا سنسان اور بے آواز ہے۔ پانچ منٹ بعد خادمہ ایک اور ملاقاتی کو ساتھ لے کر اندر آئی۔ آزابل یہ سوچ کر کہ کوئی راہبہ کمرے میں داخل ہوئی ہے، تعظیماً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر اسے اپنے سامنے مادام مرل نظر آئیں۔ مادام مرل اس کے خیالوں میں اس طرح موجود تھیں کہ سچ مچ انھیں اپنے مقابل میں کھڑا دیکھ کر اسے لگا جیسے کسی رنگین تصویر میں ایکا ایکی جان پڑ گئی ہے۔ آزابل سارا دن ان کی دیدہ دلیری، ان کی قابلیت اور ان کی ممکن ذہنی تکالیف کے متعلق سوچتی رہی تھی۔ ان کی آمد سے ان تاریک تصورات میں ایک بجلی سی کوند گئی۔ ان کی موجودگی کراہت انگیز گواہیوں، تحریروں، ناپاک قسم کی باقیات اور یادگاروں، اور عدالتوں میں پیش کی جانے والی ڈراؤنی چیزوں کا خیال دلاتی تھی۔ آزابل کو ضعف ایسا محسوس ہوا۔ اگر اس وقت اسے بولنے کے لیے کہا جاتا تو وہ اپنے ہونٹ تک وا نہ کر سکتی تھی۔ لیکن بولنے کی اسے کوئی خاص ضرورت نہیں دکھلائی دی۔ اسے معلوم تھا کہ مادام مرل سے کہنے کے لیے اس کے پاس اب کچھ نہیں ہے۔ مگر ان خاتون کے سلسلے میں کسی دوسری ہستی کو کسی قسم کی کوئی لازمی حاجت محسوس ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی الجھنوں پر بھی نہایت خوبصورتی سے پردہ ڈال سکتی تھیں۔ لیکن اس وقت وہ ہمیشہ کی طرح شائستہ اور مکمل نظر نہیں آرہی تھیں۔ وہ خادمہ کے پیچھے پیچھے آہستہ سے اندر آئیں اور آزابل نے فوراً بھانپ لیا کہ آج وہ اپنی شانِ بے نیازی اور اپنی برتری کو قائم نہیں رکھ سکیں گی۔

یہ لمحات ان کے واسطے بھی بے انتہا غیر معمولی تھے۔ وہ اس موقع کی نزاکت کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھیں۔ اسی کارن وہ عجیب طرح سے سنجیدہ معلوم ہو رہی تھیں۔ انھوں نے مسکرانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اگر اس وقت بھی وہ حسبِ عادت اداکاری کر رہی تھیں تو یہ اداکاری یقیناً بے انتہا غیر مصنوعی تھی۔ انھوں نے آزابل کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا۔ لیکن ان کے انداز سے سختی یا سرکشی کے بجائے ایسی نرم مزاجی کا اظہار ہوتا تھا جس میں پچھلی ملاقات کے متعلق کسی قسم کا اشارہ پنہاں نہ تھا گویا اب وہ ایک واضح امتیاز پیدا کرنا چاہتی تھیں ۔۔۔ اس روز جھنجھلا گئی تھیں ۔۔۔ آج مصالحت کر چکی ہیں ۔۔۔

"تم باہر جا سکتی ہو۔" انھوں نے خادمہ سے کہا، "بیگم صاحبہ پانچ منٹ بعد تمھیں بلانے کے لیے گھنٹی بجا دیں گی۔" اس کے بعد وہ آزابل کی طرف مڑیں۔ جو اب کمرے کے چاروں اور نظریں دوڑا رہی تھی۔ اب وہ مرتے دم تک، قیامت تک۔ ان سے کلام نہ کرنا چاہتی تھی۔ ان کی شکل دیکھنے کی روادار نہ تھی۔ "تمھیں مجھے یہاں موجود پاکر بڑا اچنبھا ہوا ہے۔ تم مجھ سے خوش نہیں ہو۔" مادام نے کہا، "تمھاری سمجھ میں نہیں آتا آخر مجھے یہاں آنے کی کون ضرورت ہے۔ ایسا لگتا ہے گویا میں بھی تمھاری آمد کی متوقع تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے یہاں آکر دور اندیشی اور احتیاط سے کام نہیں لیا۔ مجھے تم سے اجازت لینا چاہیے تھی۔" ان کے لہجے میں طنز کے تیکھے پن کی رمق تک نہ تھی۔ وہ بڑی سادگی اور ملائمت کے ساتھ آزابل کو مخاطب کر رہی تھیں۔ لیکن آزابل تحیّر اور کرب کی لہروں پر بہتی بہتی بہت دور نکل چکی تھی۔ اسے پتہ نہ چلا کہ مادام کا مدعا کیا ہے۔ "مگر میں یہاں بہت دیر تو نہیں بیٹھی۔ آج تیسرے پہر مجھے خیال آیا کہ وہ یہاں بہت اکیلی اور شاید تھوڑی سی اداس بھی ہو گی۔ میں نے سوچا لاؤ اس سے ملتی آؤں۔ شاید یہ جگہ نوعمر لڑکیوں کے واسطے بہت اچھی ہو ۔۔۔ لیکن میں نوعمر لڑکیوں کے متعلق اتنا کم جانتی ہوں۔ مجھے پتا نہیں بہرصورت، یہاں پر بڑی اداسی ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ تم آؤگی۔ اس کا باپ بھی آئیگا۔ لیکن مجھ سے یہ نہیں کہا گیا کہ دوسرے ملاقاتیوں کے آنے کی مناہی ہے۔ مادام کیتھرین

نے میرے آنے پر اعتراض نہیں کیا۔ میں بیس منٹ تک پنزی کے پاس بیٹھی رہی۔ اس کا کمرہ بڑا پیارا سا ہے۔ خانقاہ کا حجرہ بالکل نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں اس کا پیانو ہے۔ پھول بھی سجے ہیں۔ پنزی اس قدر خوش ذوق لڑکی ہے۔ اس نے بڑے سلیقے سے اس کی آرائش کی ہے۔ ظاہر ہے مجھے پنزی سے کوئی سروکار نہیں، لیکن اس سے ملنے کے بعد مجھے چین سا پڑ گیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ وہ اگر چاہے تو ملازمہ بھی اپنی خدمت کے لیے رکھ سکتی ہے۔ لیکن سنگھار کرنے اور اچھے کپڑے پہننے کا اسے یہاں کوئی موقع نہیں ملے گا۔ اس وقت وہ چھوٹے سے سیاہ فراک میں بے حد پیاری لگ رہی ہے۔ بعد میں میں مادام کیتھرین سے ملنے گئی۔ ان کا حجرہ بھی بے حد نفیس ہے۔ یقین جانو، ان بے چاری مقدس بیبیوں کی زندگیوں میں مجھے رہبانیت بالکل نہیں دکھلائی دی! مادام کیتھرین کی سنگھار میز بھی بہت بڑھیا تھی۔ اور اس پر ایک بوتل رکھی تھی جو مجھے تو اوڈی کلون کی ایسی معلوم ہوئی ——! مادام کیتھرین پنزی کی بہت تعریف کرتی ہیں۔ میں ان سے مل کر نیچے آ رہی تھی۔ اسی وقت خادمہ نے آن کر بتایا کہ سینورینا سے ملنے کے واسطے ایک خاتون تشریف لائی ہیں۔ میں جبھی سمجھ گئی کہ تم آئی ہو گی۔ میں نے مادام کیتھرین سے کہا کہ اپنے بجائے مجھے تم سے آکے ملنے کی اجازت دے دیں۔ اس پر انہوں نے ذرا پس و پیش کیا۔ اور بولیں کہ اس کے لیے انہیں مدر سپیریر کو مطلع کرنا پڑے گا۔ یہ انتہائی اہم بات ہے کہ تمہارے ساتھ یہاں پر بے حد عزت و تکریم کا برتاؤ کیا جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ مدر سپیریر کی فکر نہ کریں اور آخر ان کا کیا خیال ہے میں تم سے کس طرح کا برتاؤ کروں گی ——؟"

مادام مرل فن گفتگو کی ایک مسلّم الثبوت استاد کی مانند اسی طرح بشاشت سے باتیں کرتی رہیں۔ آزابل کی نظریں ان کے چہرے پر نہیں تھیں لیکن ان کی آواز کے بعض آثار چڑھاؤ ایسے تھے جنہیں وہ آسانی سے محسوس کر سکتی تھی۔ بات کرتے کرتے دفعتاً ان کی گفتگو کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ ان کی آواز کپکپا اٹھی۔ جو بذات خود ایک مکمل ڈرامہ تھا۔ آواز کے ایک خفیف سے ارتعاش سے آزابل پر ایک زبردست انکشاف ہوا۔

مادام پل کی پل میں پہچان چکی تھیں کہ کھیل بالآخر ختم ہو چکا۔ دوسرے لمحے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ لڑکی جو اُن کے سامنے کھڑی تھی وہی لڑکی نہ تھی جسے وہ اب تک جانتی آئی تھیں۔ یہ کوئی دوسری ہستی تھی۔ اس ہستی پر ان کا راز آشکار ہو چکا تھا۔ یہ انکشاف ان کے لیے بے حد ہولناک تھا۔ اور اس لمحے کے بعد یہ باکمال، شاطر، ہنر مند عورت لڑکھڑا کر رہ گئی۔ اس کی ہمت نے آخر کار اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن فقط ایک لمحے کے لیے تڑت ہی اس کی شائستگی اور توازن کے شعوری دھارے نے پھر اپنا رُخ پلٹا اور حسبِ معمول اسی روانی اور آسانی سے بہنے لگا۔ ایک سوئی کی نوک کی چبھن سے وہ تھرتھرا اٹھی تھی۔ اور اب اپنی پوری مستعدی کے ساتھ اپنے اوپر قابو پانے کے لیے پھر سے کمربستہ ہو گئی۔ مگر اس کی متوحش آواز نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اسے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا کیا کہے جا رہی ہے۔ اس کے اعتماد کے جوار بھاٹے تیزی سے اترنا شروع کیا۔ اور آخر کار وہ بہت دھیرے دھیرے بہتی بندرگاہ میں داخل ہوئی اور اس کی خراشیدہ کشتی آہستہ سے کنارے سے آن لگی۔

انابل نے یہ سب اس قدر صفائی سے دیکھا گویا ایک قدِ آدم آئینے میں مادام کی اس پوری واردات کا عکس نظر آ رہا ہو۔ یہ ایک لمحہ اس کے لیے بھی بہت عظیم ہو سکتا تھا ۔۔ فتح و نصرت کا لمحہ ۔۔ مادام ہمت ہار چکی تھیں اس کے سامنے سامنے ان کا پردہ چاک ہو گیا تھا۔ ان کا نقاب تار تار ہو چکا تھا۔ یہ بذاتِ خود بہت بڑا انتقام تھا۔ اور مستقبل کے بہتر زمانے کی نوید ۔۔ مادام کی طرف سے پشت کیے دریچے میں کھڑے کھڑے انابل نے گھڑی بھر کے لیے اس احساس سے لطف اٹھایا۔ دریچے کے سامنے خانقاہ کا باغ تھا۔ لیکن باغ اور اس کے پودے اور سہ پہر کی تابناک خوشگوار دھوپ میں لہلہاتے پھول پتے اسے نظر نہیں آئے۔ اس انکشاف کی کثیف روشنی میں جو ابھی سے تجربے کا ایک جزوِ لاینفک بن چکا تھا، اس نے محض یہ دیکھا کہ اب وہ ایک بیکار استعمال شدہ، اوزار تھی جسے کام نکلنے کے بعد کھونٹی پر ٹانگ دیا گیا تھا۔ اس کی ذات سے لکڑی اور لوہے کے بے حس اور کار آمد ٹکڑوں کی طرح فائدہ اٹھایا گیا تھا۔

اس اٹل حقیقت کی ساری تلخی نے دوبارہ اس کی روح میں طوفان بپا کر دیا۔ اپنے ہونٹوں پر تذلیل کا مزا اس نے پھر سے چکھا۔ اس لمحے اگر اس نے مڑ کر کوئی بات کی ہوتی تو اس کے الفاظ چابک کی آواز کی مانند سنائی دیتے۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ کریہہ اور خوفناک تصور اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اور دنیا کی سب سے بڑی چرتر عورت اس کے سامنے کھڑی رہ گئی۔ آزابل کا سارا انتقام اب محض یہی تھا کہ مادام کو اس غیر متوقع صورتِ حال میں خاموشی سے تنہا چھوڑ دے۔ کچھ دیر تک مکمل سکوت طاری رہا۔ اس وقت بھی مادام کو ایک ایک منٹ ایک صدی کے برابر معلوم ہو رہا ہوگا۔ بالآخر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئیں جو بذاتِ خود ان کی بے چارگی کا اعتراف تھا۔ آزابل نے آہستہ سے نظریں گھما کر انھیں دیکھا۔ مادام کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔ وہ بھی آزابل کو تک رہی تھیں۔ لیکن خطرے کی گھڑی ٹل چکی تھی۔ آزابل انھیں ملزم کبھی نہ ٹھہرائے گی۔ کبھی ان کی فہمائش نہ کرے گی۔ کیونکہ وہ کبھی انھیں اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع ہی نہ دے گی۔

"میں ہنری کو خدا حافظ کہنے آئی ہوں۔"

آخر کار آزابل نے بات شروع کی۔ "میں رات کی گاڑی سے انگلستان جا رہی ہوں۔"

"رات کی گاڑی سے انگلستان جاتی ہو ——؟"

مادام نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے اسے اسی طرح تکتے ہوئے دہرایا۔

"گارڈن کورٹ جا رہی ہوں۔ رالف توشیت مرنے والا ہے۔"

"سچ سچ سچ ——" مادام نے فی الفور خود کو سنبھالا۔ انھیں اظہارِ ہمدردی کا موقع مل چکا تھا۔ "تنہا جاتی ہو؟"

"ہاں۔ میرے میاں میرے ہمراہ نہیں ہیں۔"

مادام نے زیر لب بڑبڑا کر حالات کی اس اندوہناک صورت کو تسلیم کیا۔

"مسز توشیت نے مجھے کبھی پسند نہیں کیا۔ لیکن رالف توشیت مرضِ موت میں

گرفتار ہیں اس کا مجھے بھی بہت افسوس ہے۔ ان کی ماں سے ملو گی ؟"

"ہاں۔ خالہ امریکہ سے آگئی ہیں۔"

"میرے اوپر بڑی مہربان تھیں۔ لیکن اب بدل گئی ہیں۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی بدل چکے ہیں۔" مادام نے گویا بڑی عالی ظرفی کے ساتھ بہت دل گداز لہجے میں کہا۔ ایک لحظہ ٹھہریں اور بولیں — "تم پیارے گارڈن کورٹ کو دوبارہ دیکھو گی:"

"مجھے اس وقت گارڈن کورٹ کی عمارت سے کوئی دلچسپی نہیں —"

"ظاہر ہے — لیکن مجھے ان سارے محلات میں، اور میں بہت سے بلند پایہ محلات سے واقف ہوں — اس جگہ پر رہنا سب سے زیادہ مرغوب تھا۔ اس کے مکینوں کو کوئی پیغام بھیجنے کی جراءت تو نہیں کر سکتی البتہ مکان کو میرا اسلام ضرور کہہ دینا۔"

آزابل دریچے سے ہٹ آئی۔ "مجھے پنسری سے ملنے کے لیے جانا چاہیے۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" اس نے باہر نکلنے کے لیے دروازے پر نظر ڈالی۔ اسی وقت کواڑ کھلے۔ ایک راہبہ اندر آئی۔ اور اپنی محتاط سی مسکراہٹ کے ساتھ، ڈھیلی ڈھالی لبی آستینوں میں چھپے ہوئے اپنے موٹے موٹے سپید ہاتھ ملتی اس کی طرف بڑھی۔ آزابل نے مادام کیتھرین کو فوراً پہچان لیا۔

"میں مس اوسمنڈ کے پاس جانا چاہتی ہوں۔"

مادام کیتھرین اور زیادہ محتاط نظر آئیں۔ بڑی نرمی سے مسکرا کر بولیں "تم سے مل کر اسے بہت مسرت ہو گی۔ بڑا فائدہ بھی ہو گا۔" انھوں نے مادام مرل کو دیکھا۔

"آپ مجھے کچھ دیر یہاں بیٹھا رہنے دیں گی ؟ اس قدر پُرسکون جگہ ہے۔" مادام مرل نے کہا۔

"آپ چاہیں تو ساری عمر یہیں رہ سکتی ہیں مادام —!" راہبہ نے معنی خیز ہنسی ہنسکر جواب دیا۔ پھر وہ آزابل کو لمبی لمبی غلام گردشوں میں سے گذارتی ایک طویل زینے پر لے گئی۔ یہ ساری عمارت مضبوط، ٹھوس اور غیر آراستہ تھی۔ روشن اور صاف ستھری۔ بڑے بڑے جیل خانے اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ آزابل نے سوچا۔ مادام کیتھرین

نے آہستہ سے ہنری کے حجرے کا دروازہ کھول کر آزابل کو اندر پہنچا یا۔ اور ہاتھ باندھ کر ایک طرف کو کھڑی مسکرا یا کیں۔ آزابل اور ہنری نے ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔ "یہ تم سے مل کر بے حد خوش ہو گی۔ بڑا فائدہ ہو گا۔" مادام کیتھرین نے دہرایا اور کمرے کی بہترین کرسی آزابل کے لیے احتیاط سے پیش کی۔ مگر خود بیٹھنے کے بجائے اسی طرح مسکراتی رہیں لگتا تھا کہ جانے والی ہیں۔ "بچی کیسی معلوم ہوتی ہے؟" انھوں نے آزابل سے دریافت کیا۔

"اس کی تو رنگت بھی پیلی پڑ گئی ہے۔" آزابل نے جواب دیا۔

"تمھیں دیکھنے کی مسرت کی وجہ سے۔ اب یہ بڑی مسرور رہتی ہے۔ اس نے سارے مکان کو جگمگا دیا ہے۔" انھوں نے فرانسیسی میں اضافہ کیا۔ ہنری نے سیاہ فراک پہن رکھا تھا ممکن ہے اسی مارے وہ اس قدر زرد نظر آ رہی ہو۔ "یہ لوگ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔" اس نے حسب معمول بڑی خوش اخلاقی سے کہا۔

"ہم تمھارا ہر طرح سے خیال رکھیں گے۔ تم ہمارے لیے ایک بیحد بیش قیمت امانت ہو۔" مادام کیتھرین نے اس عورت کے انداز میں کہا جس کی بعض رسائی جس کی عادت میں داخل تھی اور جس کا ادائیگی فرض کا تصور دوسروں کو ہر ممکن طریقے سے آرام پہنچانے پر مبنی تھا۔ یہ الفاظ آزابل کے کانوں پہ سیسے کے وزن کی طرح آ کر گرے۔ ان الفاظ سے فرد کی اپنی شخصیت کی مکمل شکست اور کلیسا کے زبردست اقتدار کا اظہار ہوتا تھا۔

مادام کیتھرین کے باہر جانے کے بعد ہنری نے فرش پر دو زانو بیٹھ کر اپنا سر آزابل کی گود میں چھپا دیا۔ اور چند لحظوں تک اسی طرح بیٹھی رہی۔ آزابل اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرا کی۔ پھر ہنری اٹھی اور نظریں چرا کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔ "میں نے کمرہ خوب اچھی طرح سجایا ہے نا؟"

"ہاں تم بڑے آرام سے ہو۔" آزابل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا کہے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ ہنری کو احساس ہو جائے کہ وہ اس پر ترس کھا رہی ہے۔

لیکن یہ ظاہر کرنا کہ اسے عالقاہ میں دیکھ کر بہت خوش ہے اس کا مذاق اڑانے کے مترادف تھا۔ چنانچہ اس نے سادگی سے کہا۔ "میں تم سے رخصت ہونے آئی ہوں میں انگلستان جا رہی ہوں۔"

پنزی کا ننھا سا سپید چہرہ گلرنگ ہو گیا۔ "انگلستان ——؟ ہمیشہ کے لیے؟ پھر واپس نہ آئیے گا؟"

"پتا نہیں کب واپس آؤں گی۔"

"ارے ——" پنزی نے بہت کمزوری کے ساتھ گہرا سانس لیا۔ وہ اس طرح بات کر رہی تھی گویا اسے اعتراض کرنے کا کوئی حق نہ تھا لیکن اس کے لہجے سے بے اندازہ مایوسی ٹپک رہی تھی۔

"میرے خالہ زاد بھائی مسٹر ٹوشیت بہت سخت بیمار ہیں۔ غالباً ان کا بچنا بھی مشکل ہے۔"

"آپ کو ضرور جانا چاہیے۔ لیکن بابا بھی جائیں گے ——؟"

"نہیں۔ میں تنہا ہی روانہ ہو رہی ہوں۔"

پنزی نے کچھ جواب نہ دیا۔ ازابل کو اکثر خیال آیا تھا کہ اپنے باپ اور اس کی بیوی کے تعلقات کے متعلق پنزی نجانے کیا سوچتی ہو گی۔ لیکن اپنی کسی بات یا اشارے سے بھی پنزی نے یہ ظاہر نہ ہونے دیا تھا کہ ان کی آپس کی کشاکش کا اسے بھی احساس ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گا کہ دنیا میں اور بہت سے شوہر اور بیویاں ایسی بھی ہیں جن کے تعلقات ان دونوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ لیکن پنزی خیالات کی حد تک بھی غیر محتاط نہ تھی۔ وہ اپنی نرم دل سوتیلی ماں کو جانچنے یا اپنے جلیل القدر باپ پر معترض ہونے کی جسارت ہی نہ کر سکتی تھی۔ خانقاہ کے عبادت خانے والی بڑی تصویر کے دونوں اولیائے کرام کو زندہ ہو کر منڈیا ہلاتے دیکھ لیتی تو چاہے اس کا دل اپنی جگہ پر ٹھہرا ہی کیوں نہ جاتا۔ وہ اس محیر المعقول واقعے کا کسی سے ذکر تک نہ کرتی۔ اسی طرح اس نے اپنے سے عظیم تر زندگیوں کے سربستہ اسرار سے اپنی واقفیت کو اپنے

دل ہی میں چھپائے رکھا تھا "آپ بہت دور چلی جائیں گی" اس نے کہا۔

"ہاں — مگر یہاں پر بھی تم میرے نزدیک تو نہیں ہو"

"آپ کبھی کبھار آکر مجھ سے مل تو سکتی ہیں۔ مگر آپ آئی نہیں"

"تمھارے بابا نے منع کر دیا تھا۔ آج بھی خالی ہاتھ آئی ہوں۔ تمھارا جی کسی طرح سے خوش نہیں کر سکتی"

"جی خوش کرنے کی مجھے مناہی ہے۔ بابا کی یہی مرضی ہے"

"پھر چاہے میں روم میں ہوں چاہے انگلستان میں تمھارے لیے ایک ہی بات ہو گی"

"آپ خوش نہیں ہیں مسز اوسمنڈ"

"نہیں۔ لیکن اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا"

"یہی بات میں اپنے آپ سے کہتی رہتی ہوں۔ کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں"

میری بھی خواہش ہے کہ تم باہر نکل سکو"

"مجھے یہاں نہ چھوڑ جائیے —" پنزی نے رسان سے کہا۔

آزابل خاموش رہی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا "تم اسی وقت میرے ساتھ چلی چلو گی؟"

پنزی نے اسے ملتجیانہ نگاہوں سے دیکھا۔

"بابا نے آپ کو مجھے لانے کے لیے بھیجا ہے؟"

"یہ میری اپنی تجویز ہے"

"پھر میں ذرا اور توقف کروں گی۔ بابا نے کوئی پیغام مجھے بھجوایا ہے؟"

"غالباً انھیں معلوم بھی نہیں کہ میں یہاں آئی ہوں"

"بابا کا خیال ہے ابھی مجھے اچھی طرح سزا نہیں ملی۔ لیکن میں اب تک بہت کچھ بھگت چکی ہوں۔ راہبات بے حد مہربان ہیں۔ ننھی بچیاں بھی مجھے دیکھنے کے لیے

آتی رہتی ہیں۔ میرا کمرہ بہت خوبصورت ہے۔ مگر میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔ بابا کا حکم تھا میں خوب سوچ بچار کروں۔ میں نے یہ بھی کر دیکھا۔"

"سوچ بچار کا ہے کے متعلق ۔۔"

"کہ ۔۔ کہ بابا کو کبھی ناراض نہ کروں۔"

"یہ تو تمہیں پہلے ہی سے معلوم ہے۔"

"اب زیادہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ اب میں ان کی مرضی کے مطابق سب کچھ کرنے کو تیار ہوں ۔۔ سب کچھ ۔۔" ان الفاظ کے ساتھ ایک گہری، پاکیزہ شرم کی سرخی اس کے چہرے پر جھلکنے لگی۔ آزابل نے اس کے معنی پڑھ لیے۔ اس بے بس لڑکی کو بالآخر قطعی طور پر بیس ڈالا گیا تھا۔ شکر ہے کہ مسٹر روزبیر نے اپنے مینا کاری کے سامان کے کوڑے نہیں کیے۔ آزابل نے پنزی کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہاں صرف ایک دعا جھلملا رہی تھی۔ کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اس نے اپنا ہاتھ پنزی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس بے زبان اور کمزور مدافعت کے باوجود جو شکست اسے ہوئی ہے اس کی وجہ سے آزابل کے نزدیک اس کی توقیر میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بدی کے گٹھ جوڑ کا مقابلہ کرنے کی اس میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ رہبانیت کا وقار اس کے حواس پر حاوی ہو چکا تھا۔ اپنا خوبصورت سر وہ اقتدار کی قربان گاہ پر جھکا چکی تھی۔ اور اب صرف اتنی سی بات کی خواہاں تھی کہ اس پر رحم کیا جائے۔ ہاں خدا کا شکر ہے کہ ایڈورڈ روزبیر نے اپنا کچھ قیمتی سامان نیلام سے بچا لیا۔

آزابل کھڑی ہو گئی۔ وقت نہایت تیزی سے گزر رہا تھا۔ "اچھا خدا حافظ میں رات کو روم سے روانہ ہو رہی ہوں۔"

پنزی نے اپنی شال مضبوطی سے پکڑ لی۔ اس کا رنگ فق ہو گیا۔ "آپ مجھے بہت عجیب سی معلوم ہو رہی ہیں۔ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"میں بہت بے ضرر ہوں۔" آزابل نے کہا

"شاید آپ واپس نہ آئیں گی۔"

"شاید۔ پتا نہیں۔"

"مسز اوسمنڈ! مجھے چھوڑ کر مت جائیے۔"

ازابل سمجھ گئی کہ پنزی سارا معاملہ پہچان چکی ہے۔ "بٹیا۔ میں تمھارے لیے کر کیا سکتی ہوں؟"

"معلوم نہیں۔ لیکن آپ کے خیال ہی سے مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے۔"

"تم ہمیشہ مجھے یاد کر سکتی ہو۔"

"آپ اتنی دور چلی جائیں گی تو یاد بھی کیسے کیا کروں گی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"کاہے سے۔"

"بابا سے۔ اور مادام مرل سے۔ مادام ابھی مجھ سے ملنے آئی تھیں۔"

"تمھیں ایسا ہرگز نہ کہنا چاہیے۔"

"یہ لوگ جو کچھ کہیں گے وہی کروں گی۔ لیکن آپ کی موجودگی سے مجھے تقویت رہتی ہے۔"

ازابل سوچتی رہی۔ "میں تمھارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گی۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اچھا خدا حافظ بٹیا۔"

ایک لمحے تک دونوں لڑکیاں بہنوں کی طرح ایک دوسرے سے لپٹی کھڑی رہیں اس کے بعد پنزی غلام گردش عبور کرتی زینے کے سرے تک ازابل کو پہنچانے آئی۔

"مادام مرل آئی تھیں۔" راستے میں اس نے کہا۔ پھر بے ربطی سے بولی "مجھے مادام مرل پسند نہیں۔"

ازابل ہچکچا کر ٹھٹک گئی۔ "یہ بات آئندہ ہرگز نہ کہنا۔ کہ تم کو مادام مرل پسند نہیں۔"

پنزی نے حیرت سے اسے دیکھا۔ لیکن بہر صورت نافرمانی سے وہ واقف نہ تھی۔ "بہت اچھا۔ آئندہ کبھی نہ کہوں گی۔" اس نے انتہائی ملائمت کے ساتھ جواب دیا۔ زینے پر پہنچ کر وہ رک گئی۔ ظاہر ہوتا تھا کہ جس قطعی اور کڑے نظام کے تحت وہ وہاں زندگی گزار رہی تھی۔ اس میں اسے نیچے جانے کی اجازت نہ تھی۔ ازابل

سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچ گئی۔ ہنزی اوپر کھڑی رہی۔ "واپس آجایئے گا نا۔" اس نے اوپر سے کہا اور اس کی یہ آواز مدتوں تک آزابل کے کانوں میں گونجا کی۔

"ہاں۔ میں واپس آجاؤں گی۔"

نچلی منزل میں مادام کیتھرین مسز اوسمنڈ سے ملیں اور انھیں کمرۂ ملاقات کے دروازے تک لے آئیں۔ وہاں پہنچ کر دونوں ایک منٹ تک بات کرتی رہیں۔

"میں اندر نہیں جاؤں گی۔" راہبہ نے کہا "اندر مادام مرل تمہاری منتظر ہیں۔"

اس اطلاع پر آزابل نے اپنا دل کڑا کر کے پوچھا "خانقاہ سے باہر نکلنے کے لیے کوئی اور راستہ نہیں ہے؟" لیکن ذرا سے تامل کے بعد اس نے سوچا کہ مقدس راہبہ پر یہ ظاہر کرنا مناسب نہیں کہ وہ ہنزی کی دوسری خیر خواہ سے نہیں ملنا چاہتی۔ راہبہ نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر بڑی بے تکلفی سے فرانسیسی میں سوال کیا۔

"پیاری مادام۔ کس سوچ میں ہو؟"

"اپنی سوتیلی لڑکی کے متعلق ۔۔۔؛ بہت لمبی داستان ہے۔"

"ہم سمجھتے ہیں وہ یہاں کافی رہ لی ہے۔" راہبہ نے کہا اور کمرۂ ملاقات کا دروازہ کھول دیا

مادام مرل سوچ میں ڈوبی کرسی پر گم سم بیٹھی تھیں۔ آزابل انھیں بالکل اسی طرح بیٹھا چھوڑ کر گئی تھی۔ مادام کیتھرین کواڑ بھیڑ کر باہر چلی گئیں۔ تب وہ کرسی پر سے اٹھیں۔ اس دوران میں وہ تازہ دم ہو کر اپنی دوسری صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لا چکی تھیں۔

"میں نے سوچا تمہارا انتظار کر لوں ۔۔۔" انھوں نے اپنے نستعلیق انداز میں کہا "لیکن اس وقت میں ہنزی کے متعلق بات نہیں کر رہی۔"

آزابل نے سوچا اب کاہے کے متعلق بات کرنا چاہتی ہیں۔ اس نے جواب دیا۔

"مادام کیتھرین کا کہنا ہے کہ وہ یہاں پر کافی رہ لی ہے۔"

"ہاں یہی مجھے بھی لگتا ہے۔ لیکن میں تو تم سے بے چارے مسٹر ٹوشیت کا ذکر کرنا

چاہتی تھی۔ تمہارا خیال ہے واقعی ان کا آخری وقت آن پہنچا ہے؟"

"میرے پاس محض تار آیا ہے۔ بدقسمتی سے تار سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"میں تم سے ایک عجیب سا سوال کرنے والی ہوں۔" مادام مرل نے کہا۔ "تمھیں اپنے خالہ زاد بھائی سے واقعی بہت اُنس ہے؟"

"جی ہاں۔ لیکن میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی"

"مطلب بتانا ذرا مشکل ہے۔ مجھے ایک بات کا خیال آیا۔ پتا نہیں شاید تمھیں اس کا احساس بالکل نہ ہُوا ہو تمھارے خالہ کے لڑکے نے تمھارے ساتھ ایک بہت بڑی بھلائی کی تھی۔ تم نے کبھی اس کا اندازہ نہیں لگایا ——؟"

"اس نے میرے ساتھ بہت سی بھلائیاں کی ہیں"

"مگر یہ تو بہت ہی بڑی بات تھی —— اس نے تمھیں ایک امیر کبیر عورت بنا دیا۔"

"اس نے ——؟"

مادام مرل نے یہ دیکھ کر کہ کامیاب ہو رہی ہیں زیادہ فتمندی کے ساتھ بات جاری رکھی۔ "اس نے تم کو وہ مزید چمک دمک عطا کی جس کی بدولت تمھاری قدر و قیمت میں اضافہ ہو گیا۔ درحقیقت تمھیں اس کا شکر گزار ہونا چاہیے۔" وہ رک گئیں۔ ازابل کی آنکھوں میں کوئی نئی جھلک تیر رہی تھی۔

"میں بھی نہیں —— روپیہ میرے خالو کا تھا۔"

"روپیہ تمھارے خالو کا تھا لیکن خیال تمھارے خالہ زاد بھائی کا تھا۔ اس نے اپنے باپ کو اس کے لیے آمادہ کیا۔ یہ بہت بڑی رقم تھی بٹیا ——"

ازابل ٹکٹکی باندھے ان کو دیکھتی رہی۔ آج وہ ایسی دنیا میں زندہ تھی جس میں اس کے چاروں طرف بھیانک کوندے لپک رہے تھے۔ "نجانے آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ جو آپ جانتی ہیں میں نہیں جانتی۔"

"میں کچھ جانتی نہیں۔ صرف اپنی عقل سے پہچانا ہے۔"

ازابل دروازے کے پاس گئی۔ ادھ کواڑ کھول کر کنڈے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس نے

کہا۔ فقط یہی اس کا انتقام تھا — "میرا خیال تھا مجھے آپ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔"

مادام مرل نے پلکیں جھکا دیں۔ اور پھر بڑے پر غرور اعترافِ گناہ کے انداز میں نظریں نیچی کیے کھڑی رہیں۔ "تم بہت دکھی ہو۔ میں جانتی ہوں۔ لیکن میں تم سے کم دکھی نہیں ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج کے بعد دوبارہ آپ کی صورت دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔"

مادام نے پلکیں اٹھائیں۔ "میں امریکہ چلی جاؤں گی۔" انھوں نے آہستہ سے کہا۔

ازابل نے دروازہ کھولا اور باہر گلی میں آ گئی۔

(۵۲)

یہ جذبہ تعجب کا نہ تھا۔ کسی اور موقعے پر اس جذبہ کو شدید مسرت کا نام دیا جا سکتا تھا۔ ازابل چیرنگ کراس اسٹیشن پر پیرس میل سے اتر کر ہنری ایٹا اسٹیک پول کے بازوؤں میں جا گری۔ راستے میں سے اس نے اپنی گوئیاں کو تار دے دیا تھا۔ اسے یقین نہ تھا کہ ہنری ایٹا اسے لینے کے لیے اسٹیشن پر آ ہی پہنچے گی۔ روم سے یہاں تک کے سفر میں وہ بالکل خالی الذہن رہی تھی۔ وہ اپنے مستقبل کے متعلق کچھ سوچنے سے قاصر تھی۔ بے نور آنکھوں اور مفلوج دماغ کے ساتھ اس نے یہ سفر طے کیا۔ موسم بہار اپنے عروج پر تھا۔ راستے کے مرغزار اور پہاڑیوں کے دامن اور وادیاں پھولوں سے پٹی پڑی تھیں۔ گلپوش اور معطّر ملکوں سے ہوتی ہوئی ٹرین اپنی منزل کی طرف رواں ہوئی۔ ازابل نے ان نظاروں کا لطف بھی نہ اٹھایا۔ اس کے خیالات دوسری راہیں طے کر رہے تھے۔ انجانے دیسوں میں پڑے بھٹکتے تھے۔ ان عجیب و غریب اندھیری سرزمینوں میں جہاں واضح راستے نہیں تھے فقط بیہڑ تھے جہاں موسم کے فطر فریب اور حسین تغیر نہ تھے۔ بارہ مہینے سرما کا تیرہ و تار حزن چھایا رہتا تھا۔ سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا مگر اس کا دماغ غور و فکر یا شعوری مقصد سے عاری رہا۔ غیر مسلسل اور غیر مربوط تصوّرات دماغ میں سے گزر گئے۔ کبھی کبھی یادوں کی، توقّعات کی دھندلی شعاعیں سامنے سے

تیرتی ہوئی نکل جاتیں۔ ماضی اور مستقبل اگیا بیتال کی مانند آنکھوں کے آگے ناچ ناچ کر غائب ہو جاتے۔ باتیں جو اسے یاد آ رہی تھیں۔ بے حد غیر معمولی تھیں۔ اب وہ بھی راز ہیں، اسرارِ حیات میں شامل ہو چکی تھی۔ اس چاند گرہن کے بعد اس کی زندگی تاش کی ایسی بازی سے مشابہ تھی جس میں پتوں کی کمی کے باوجود کھیل جاری رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ حقیقت، مختلف حقائق کا باہم ربط، ان کے معنی، اور سب سے زیادہ ان کی ہیبت، ایک عظیم الشان عمارت کی مانند اس کی آنکھوں کے سامنے استادہ ہو گئی۔ ہزاروں چھوٹی چھوٹی باتیں یاد آئیں۔ لکپاہٹ کی بے ساختگی کی مانند ان میں خود بخود جان پڑ گئی۔ یہ باتیں پہلے اسے ہلکی پھلکی معلوم ہوئی تھی۔ آج ان میں سیسے کا ایسا وزن تھا۔ لیکن اب بھی یہ باتیں بیکار تھیں۔ آج انھیں سمجھ کر وہ کیا کرے گی۔ آج اسے کسی بات کا کوئی فائدہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سارے مقاصد سارے ارادوں کا التوا ہو چکا تھا۔ مکمل تنسیخ، اختتام سوا اپنے اس آخری ٹھکانے تک پہنچنے کی خواہش کے، ساری خواہشوں کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ "گارڈن کورٹ" سے اس نے اپنی یاترا شروع کی تھی۔ اور ان خاموش، پرسکون ایوانوں میں واپس پہنچ کر، کم از کم عارضی طور پر ہی تھوڑا سا چین میسر آ جائے گا۔ وہ اپنی پوری قوت، پوری عظمت کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھی تھی۔ اب اپنی کمزوری اپنی شکست کے جلو میں واپس جا رہی تھی۔ پہلے اسے چہار دیواری کے اندر آرام ملا تھا۔ آج بھی یہ جگہ اس کے لیے مامن اور جائے پناہ کا کام دے گی۔ اسے رالف پر رشک آیا کہ مرنے والا ہے۔ کیونکہ اگر آرام کا تصور کیا جائے تو اس ابدی نیند سے زیادہ آرام دہ چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ مستقل طور پر خاتمہ۔ کامل علیحدگی۔ قطعی لاعلمی۔ اندھیارا۔ یہ تصور کسی گرم ملک کے ایک نیم تاریک ایوان میں ایک خنک، مرمریں تالاب میں غسل کرنے کے تصور سے زیادہ راحت بخش تھا۔

روم سے لندن تک کے سفر میں کئی لمحات ایسے بھی آئے جب وہ سچ مچ تقریباً بے جان ہو گئی۔ وہ اپنے کونے میں بیٹھی رہی۔ بے حس و حرکت، منفعل، زخمی۔ فقط ایک احساس باقی رہا کہ وہ کہیں لے جائی جا رہی ہے۔ اس کیفیت میں اسے قدیم

اطالیہ کے مرے ہوئے انسانوں کی وہ تصویریں یاد آئیں جوان کے جسد خاکی کی راکھ کے مرتبانوں پر منقش ہوتی تھیں۔ لیکن اب کسی تاسف، کسی پشیمانی کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ ختم ہو چکا۔ نہ صرف اس کی غلطی بلکہ اس غلطی کی پرائشچت کا زمانہ بھی اب بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ صدمہ محض اس بات کا باقی رہا کہ مادام مرل — یہ کچھ نکلیں — جو کچھ بھی تھا مادام مرل کو خود اس کا پچھتاوا کرنا چاہیے تھا۔ اب وہ امریکہ جا کر جی بھر کے پچھتائیں گی۔ جہاں جانے کی انھوں نے اسے اطلاع دی تھی۔ ازابل کو اب ان سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اسے صرف یہ خیال رہا کہ اسے مادام مرل سے دوبارہ کبھی نہ ملنا چاہیئے اس احساس نے اسے مستقبل میں لے جا کر کھڑا کر دیا اس مستقبل کے چند کٹے پھٹے ٹکڑے اس کو نظر آتے رہے تھے۔ آنے والے برسوں کے دھندلکے میں اسے اپنی تصویر دکھلائی دی۔ جس میں وہ ایک ایسی عورت کی طرح جیسے جا رہی تھی جیسے اپنی پہاڑ سی عمر ایک خلا میں کاٹنی تھی۔ کاش وہ ہرے بھرے انگلستان سے بھی کہیں آگے، بہت آگے نکل جاتی۔ لیکن تیاگ کی تمنا سے زیادہ گہرا یہ احساس اس کی روح کی پہنائیوں میں موجود تھا کہ اسے دنیا کے دھندوں میں مبتلا اسی طرح زندہ رہنا تھا۔ پھر اسے اس تصور میں ایک نئی زندگی، نئے اعتماد کا احساس بھی ہوتا۔ وہ اسے اپنی مضبوطی کا ایک ثبوت سمجھتی۔ اس بات کا ثبوت کہ ایک نہ ایک روز ضرور اسے مسرت دوبارہ ملے گی۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ فقط صدمے جھیلنے کے لیے زندہ رہے جائے۔ ابھی وہ جوان تھی۔ ابھی ممکن ہے اس کے ساتھ اور بہت کچھ پیش آئے۔ اس نے محسوس کیا وہ زیادہ بیش قیمت، زیادہ قابلِ قدر تھی۔ محض رنج اٹھانے، محض زخم کھانے کے لیے نہیں جی سکتی۔ پھر اس نے سوچا کہ اپنے متعلق ایسی خوش فہمی ممکن ہے اس کا غرور ہی ہو۔ اور سخت حماقت بھی۔ قابلِ قدر ہونا بڑی ضمانت ہے۔ کیا دنیا کی ساری تاریخ قیمتی اور قابلِ قدر چیزوں کی تباہی کی داستان سے پر نہیں تھی؟ کیا اس کا احتمال زیادہ نہ تھا کہ جو انسان زیادہ بہتر اور نفیس ہو وہی زیادہ دکھ اٹھاتا ہے؟ اسے اپنے سامنے مستقبل کی طویل، تاریک پرچھائیں ڈولتی نظر آئی۔ لیکن، اس نے سوچا، کہ وہ فرار کبھی حاصل نہ کرے گی۔ وہ

آخر وقت تک برداشت کرے گی۔ پھر درمیانی برسوں کے ریلے نے اس کو چاروں ادر سے گھیر لیا۔ وہ پھر سے تیاگ اور بے تعلقی کے احساس کے بھورے پردوں میں چھپ گئی۔

اب وہ ہنری ایٹا کے ساتھ پلیٹ فارم کے مجمع میں کھڑی اپنی ملازمہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہی تھی۔ کسی چیز کی خواہاں نہیں تھی۔ فقط منتظر رہنا چاہتی تھی۔ دفعتاً اسے محسوس ہوا کہ اسے امداد کی ضرورت ہے۔ اسے خوشی تھی کہ ہنری ایٹا اسے لینے کی غرض سے آئی ہے۔ لندن پہنچنے کی واقعیت میں ایک طرح کی ہیبت پنہاں تھی۔ اسٹیشن کی غبار آلود دھوئیں سے اٹی ہوئی اونچی، محراب دار چھت، اجنبی، نیلگوں روشنی۔ انسانوں کا تاریک ہجوم — یہ سب دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے اپنی ہمجولی کی بانہوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسے یاد آیا۔ ایک زمانے میں اسے یہ ہنگامہ یہ سارا منظر کس قدر اچھا لگتا تھا۔ یہ سب اسے ایک عظیم الشان نظارے کا حصہ معلوم ہوتا جسے دیکھ کر اس کا دل بھر آتا تھا۔ اسے خیال آیا۔ پانچ سال قبل، موسم بہار کے جُھٹ پٹے میں وہ کس طرح بوسٹن اسٹیشن سے نکل کر جاگتی جگمگاتی سڑکوں پر سے گزری تھی۔ وہ آج ایسا نہ کر سکتی تھی۔ اسے لگا جیسے وہ کوئی اور ہستی تھی جس نے اس روز اس زمین پر قدم رکھے تھے۔

"تمھاری آمد انتہائی حسین واقعہ ہے۔" ہنری ایٹا نے اس طرح کہا گویا اب ازابل حسبِ معمول فوراً اس بیان کی تردید کرے گی۔ "اگر تم نہ آتیں — نہ آتیں — ہنری ایٹا نے بڑے پُراسرار لہجے میں اشارہ کیا۔ ورنہ وہ کیسے کیسے قہر ڈھاتی — ازابل کی نظریں خادمہ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک اور شخص پر جا پڑیں — مسٹر بنٹلنگ کی باغ و بہار صورت اس نے فوراً پہچان لی۔ وہ ذرا پرے کو اس طرح کھڑے تھے گویا ہجوم کی دھکا پیل انھیں اپنی جگہ سے ایک انچ نہ سرکا سکتی تھی۔

"ارے یہ تو مسٹر بنٹلنگ ہیں —" ازابل نے بے ساختگی سے کہا۔ خادمہ کی فکر اس کے ذہن سے فوراً غائب ہو گئی۔

"یہ میرے ہمزاد کی طرح میرے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ادھر آئیے گا جناب عالی۔"

ہنری ایٹا نے کہا۔ مسٹر ٹننگ مسکراتے ہوئے۔ مگر یہ مسکراہٹ بھی موقع کی سنجیدگی کے لحاظ سے ذرا مدھم سی تھی۔ "آگے بڑھے" کتنی عمدہ بات ہے نا کہ ازابل آن پہنچی؟ ہنری ایٹا بولی: "انھیں سب کچھ معلوم ہے۔ ہم دونوں کی بلکہ کافی بحث بھی ہوئی۔ انھوں نے کہا تم نہیں آؤگی۔ میں کہتی تھی ضرور آؤگی۔"

"تم دونوں تو ہمیشہ ہی ہم خیال رہتے ہو۔" ازابل نے مسکرا کر جواب دیا۔ اس نے محسوس کیا اب وہ مسکرا سکتی ہے۔ اس نے دیکھا کہ مسٹر ٹننگ کی ہمت افزا نظروں میں اس کے لیے ایک پیغام موجود تھا۔ یہ آنکھیں گویا کہہ رہی تھیں کہ یاد رکھنا میں تمہارے بھائی کا پرانا رفیق ہوں۔ کہ وہ سب کچھ سمجھتے تھے کہ اب انجام بخیر ہوگا۔ ازابل نے بڑے مبالغے سے سوچا کہ مسٹر ٹننگ ایک بے داغ بلند و برتر سورما ہیں۔

"میں تو سدا ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہوں۔ لیکن یہ میری رائے سے اتفاق نہیں کرتیں۔"

"میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ یہ نوکرانیاں بڑی بلائیں ہوتی ہیں۔" ہنری ایٹا نے کہا

"تمہاری والی محترمہ شاید کسے ہی میں رہ گئیں۔"

"کوئی پروا نہیں۔" ازابل نے مسٹر ٹننگ کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ اسے آج تک یہ صاحب اتنے دلچسپ معلوم نہ ہوئے تھے۔

"ازابل کے ساتھ ٹھہرو۔ اتنے میں میں جا کر خادمہ کو ڈھونڈتی ہوں۔" ہنری ایٹا نے حکم دیا اور چل دیں۔

ازابل اور مسٹر ٹننگ اکٹھے کھڑے رہ گئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر مسٹر ٹننگ نے پوچھا۔ "رودبار عبور کرتے وقت موسم کیسا رہا؟"

"بہت اچھا رہا۔ نہیں — شاید بہت طوفانی موسم تھا۔" اس نے کہا۔ مسٹر ٹننگ یہ بے تکی بات سن کر سخت متعجب ہوئے۔ پھر ازابل نے کہا۔ "آپ گارڈن کورٹ گئے تھے۔ مجھے معلوم ہے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"نجانے۔ مگر آپ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ آپ گارڈن کورٹ ہو آئے ہیں۔"

"میں اس قدر غمگین نظر آتا ہوں؟ آپ جانتی ہیں وہاں غم کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔"

"آپ انتہائی غمگین تو کبھی بھی نظر نہیں آ سکتے۔"

ازابل نے محسوس کیا کہ آئندہ اسے سطحی طور پر جھینپنے یا گھبرانے کی ضرورت کبھی نہ پڑے گی۔

لیکن مسٹر بنٹنگ کو ابھی نروان حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ اب بھی بہت ادنیٰ سطح پر زندہ تھے۔ وہ بے حد شرمائے اور خوب ہنسے۔ انھوں نے ازابل کو یقین دلایا کہ وہ اکثر بہت اداس رہا کرتے ہیں۔ اور اداسی کے عالم میں انھیں بے حد جلال آتا ہے۔ "چاہے مس اسٹیک پول سے پوچھ لیجیے ——! میں گارڈن کورٹ پرسوں گیا تھا۔"

"میرے بھائی کو دیکھا؟"

"فقط ذرا دیر کے لیے —— لیکن رالف لوگوں سے ملاقات کرتا رہتا ہے۔ وار برٹن بھی ایک دن قبل وہاں آیا تھا۔ رالف کی حالت بدستور تھی۔ فرق اتنا ہے کہ اب وہ بالکل صاحبِ فراش ہے۔ اس قدر لاغر ہو گیا ہے کہ بول بھی نہیں سکتا۔ پھر وہ اسی طرح ہنستا ہنساتا رہا۔ ویسے ہی ذہانت کی باتیں کریں۔ بڑا جانکاہ واقعہ ہے۔"

اسٹیشن کے اس اژدحام اور شور و غل میں یہ تصویر ازابل کو بہت صاف نظر آئی۔

"میں ایک خاص مقصد سے گیا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ آپ وہاں کی خیر خبر معلوم کرنا چاہیں گی۔"

"میں آپ کی ممنون ہوں۔ آج رات ہی وہاں چلی جاؤں۔"

"ہنریٹا آپ کو نہیں جانے دیں گی۔ ان کی خواہش ہے کہ آپ ان کے ساتھ قیام کریں۔ میں نے تو شیت کے ملازم سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ آج ہی مجھے اس کی خیریت کا تار بھیج دے۔ ابھی گھنٹہ بھر پہلے کلب میں مجھے تار مل گیا۔ اس پر دو بجے کے وقت کی مہر تھی اور لکھا ہے: "آرام سے ہیں۔ خاموش بیٹھے ہیں۔" چنانچہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ کل تک چلی جائیے گا۔ بے انتہا تھکی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔"

"جی ہاں - بے انتہا تھک گئی ہوں - ایک بار پھر سے میرا شکریہ قبول کیجیے۔"

"آپ بھی حد کرتی ہیں - اس میں شکریے کی کون بات ہے۔"

ہنری ایٹا خادمہ کو پکڑ لائی - اس وقت تک یہ خدا کی بندی بھیڑ میں کھو جانے کے بجائے اپنی مالکن کے اسباب کی رکھوالی کر رہی تھی تاکہ مالکن آسانی سے اسٹیشن سے باہر جا سکیں۔ "ٹرین جائے نہ جائے تم آج راتوں رات گاؤں پہنچنے کا خیال بھی نہ کرنا۔" ہنری ایٹا نے کہا۔ "تم میرے ساتھ سیدھی ومپول اسٹریٹ چل رہی ہو - سارے لندن میں ایک چوہے کا بل بھی آج کل رہنے کے لیے دستیاب نہیں ہو سکتا لیکن میں نے جوں توں کر کے ٹھکانہ حاصل کر ہی لیا ہے - یہ کوئی بدوم کا عالیشان محل تو نہیں ہے لیکن رات بھر گزارنے کے لیے غنیمت سمجھو۔"

"جو حکم ---!" آزابل نے جواب دیا۔

"اور کھانے کا ذکر گول کر گئیں - دیکھا آپ نے مسز اوسمنڈ!" مسٹر بنٹنگ بولے۔

ہنری ایٹا نے ٹکٹکی باندھ کر انھیں دیکھا۔ "تمھیں خود کو جا کر کھانا ٹھونسنے کی بہت جلدی ہے - تم کل صبح ٹھیک دس بجے پیڈنگٹن اسٹیشن پر ملو گے۔"

محض میری خاطر نہ آئیے گا - مسٹر بنٹنگ" آزابل نے کہا۔

"یہ میری خاطر آئیں گے۔" ہنری ایٹا نے اپنی سہیلی کو گھوڑا گاڑی میں سوار کراتے ہوئے جواب دیا۔

ومپول اسٹریٹ میں ایک وسیع، دھندلی سی نشست گاہ کے اندر پہنچ کر ہنری ایٹا نے اپنے سوالات شروع کیے۔ "تمھارے چلتے وقت تمھارے شوہر نے بہت جھگڑا کیا ہو گا؟"

"نہیں میں اسے جھگڑا تو نہ کہوں گی۔"

"گویا وہ معترض نہیں ہوئے۔"

"معترض تو بہت شدت سے تھے - لیکن اسے جھگڑے فساد کا نام نہیں دیا۔

جا سکتا۔"

"پھر — ؟"

"سارا مکالمہ نہایت خاموشی سے ادا کیا گیا۔

ہنری ایٹا نے لمحے بھر کے لیے آنابل کو غور سے دیکھا۔" بڑا اذیت ناک مکالمہ رہا ہو گا۔"

آنابل نے اس کی تردید نہیں کی۔ اور ہنری ایٹا کے استفسارات کے جواب دیتی گئی۔ ہنری ایٹا بے حد قطعیت کے ساتھ سوال کر رہی تھی۔" خیر —" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔" مجھے خالی ایک اعتراض ہے۔ میری عقل میں نہیں آتا کہ تم نے مس آوسمنڈ سے یہ وعدہ کیوں کر لیا کہ واپس جاؤ گی۔"

"اس وقت مجھے خود معلوم نہیں کہ میں نے یہ وعدہ کیوں کیا —"

"اگر تم کو وجہ یاد نہیں رہی تو شاید اب واپس نہ جاؤ —"

"شاید کوئی اور وجہ تلاش کر لوں۔"

"معقول وجہ تمہیں کبھی نہ ملے گی۔"

"نہ سہی۔ میرا اپنا وعدہ ہی کافی ہے۔"

"تمہاری ان ہی باتوں سے تو مجھے آگ لگتی ہے۔"

"خیر اب اس کا ذکر نہ کرو۔ وقت بہت کم ہے۔ آنا ایک قیامت تھی۔ واپس جانے کے بعد کیا ہو گا؟"

"یہ یاد رکھو کہ وہ تمہارے واپس پہنچنے کے موقع پر بھی کوئی فضیحتا ہرگز نہیں کرے گا۔"

"فضیحتا تو کرے گا۔" آنابل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ لیکن یہ وقتی نہیں عمر بھر کا عذاب ہو گا۔"

دونوں خاموش ہو گئیں۔ پھر آنابل نے موضوع تبدیل کرنا چاہا۔" میں لیڈی پنسل کے یہاں جا کر ٹھہر چکی ہوں۔" ہنری ایٹا نے کہا۔

"دعوت نامہ آخر پہنچ ہی گیا"

"پہنچنے میں صرف پانچ سال لگے: مگر اس مرتبہ وہ مجھ سے ملنا چاہتی تھیں"

"قدرتی بات ہے"

"اگر تم کو اصل معاملہ کا علم ہو جائے تو اور زیادہ قدرتی بات معلوم ہو گی۔ آزابل آرچر۔ معاف کرنا۔ پتا ہے تم سے معافی کیوں مانگ رہی ہوں ۔ میں نے تم پر نکتہ چینی کی تھی لیکن میں تم سے دو جوتے آگے جا چکی ہوں ۔ مسٹر آوسمنڈ کم از کم پیدا تو امریکہ میں ہوئے تھے"

اب جا کر آزابل مطلب سمجھی۔ لیکن اس وقت حالات کے اس مسخرے پن پر اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر بھی اس نے ہنس کر پوچھا۔

"ہنری ایٹا اسٹیک پول کیا ترکِ وطن کا ارادہ ہے؟"

"ہاں پیاری بہن ۔ یہی ارادہ ہے۔ میں حقیقت کا سامنا کرتی ہوں۔ میں مسٹر بنٹنگ سے شادی کر رہی ہوں۔ اور یہیں خاص شہر لندن میں چھاؤنی چھاؤں گی"

"بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے" آزابل نے مسکرا کر کہا۔

"ہے تو یہی۔ لیکن میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتی"

"کوئی انسان اپنی شادی کی وضاحت نہیں کر سکتا" آزابل نے جواب دیا۔ "تمھیں اپنی شادی کا مطلب سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ مسٹر بنٹنگ کوئی پہیلی تو ہیں نہیں"

"ہاں صنعِ حکمت کے معنوں میں تو برے نہیں۔ امریکن مزاج کی بہت اونچی قسم سمجھو۔ بہت پیارے انسان ہیں۔ میں نے برسوں ان کا مطالعہ کیا ہے۔ ان سے خوب واقف ہوں۔ کسی درسگاہ یا تجارتی ادارے کے تعارفی کتابچے کی طرح کھلے ڈلے اور صاف ستھرے ہیں بچارے ۔ دانشور نہیں ہیں لیکن ذہن کو سراہ سکتے ہیں" علاوہ ازیں وہ اپنے متعلق لمبے چوڑے اور اونچے اونچے دعوے نہیں کرتے۔ اس کے برعکس میرا خیال ہے، کہ ہم امریکن کافی بر خود غلط ہوتے ہیں"

"آہ ۔" آزابل نے کہا۔ "ہنری ایٹا تم بدل گئی ہو: آج میں عمر میں پہلی بار تمھیں

اپنے وطن کے خلاف گوہر افشانی کرتے سن رہی ہوں!"

"مَیں صرف یہ کہتی ہوں کہ ہم لوگ ذہنی حماقت کے نشے میں سرشار ہیں۔ اور بہرحال، اس قسم کا مغالطہ کوئی گھٹیا پن تو نہیں۔ لیکن میں بدل گئی ہوں۔ شادی کرنے کے لیے عورت کو کافی بدلنا پڑتا ہے۔"

"خدا کرے تم خوش رہو۔ آخر کار اب تم یہاں کی اندرونی زندگی دیکھ پاؤ گی۔"

ہنری اِیٹا نے بڑی معنی خیز سی آہ بھری۔ سارے رموز و اسرار کی کنجی ہی یہ ہے۔ میں زیادہ دیر تک اندھیرے میں رہنا برداشت نہ کر سکتی تھی اب مجھے اس زندگی کو دیکھنے کا جائز حق تو مل جائے گا۔" اس نے نہایت مسرت سے کہا۔

آزابل کا جی ان باتوں سے جھل گیا۔ لیکن اس نے اس نئے واقعے کو بڑی اداسی سے دیکھا۔ ہنری اِیٹا بھی بالآخر فانی انسان ثابت ہوئی۔ انسان اور عورت۔ اب تک اس نے اس لڑکی کو شعلۂ جوالہ، ایک مجرّد آواز سمجھا تھا۔ یہ جان کر اسے مایوسی ہوئی کہ اس میں بھی دوسرے گوشت پوست کے انسانوں کے ایسے جذبات تھے کہ اس کی مسٹر بنٹلنگ سے وابستگی میں کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ اس کی ان صاحب سے شادی کوئی دنیا سے نرالی چیز نہ تھی۔ بلکہ اس میں ایک حد تک حماقت ہی شامل تھی۔ ایک لحظے کے لیے دنیا کی بے کیفی کا گہرا رنگ آزابل کے سامنے عیاں ہو گیا۔ پھر اس نے سوچا کہ خود مسٹر بنٹلنگ ضرور نرالے ہیں۔ لیکن ہنری اِیٹا اپنا ملک کس طرح چھوڑ رہی تھی۔ وہ خود اس ملک کو چھوڑ چکی تھی۔ اور وہ اور ہنری اِیٹا بہرحال ہم وطن تھیں۔ اس نے پوچھا۔ "لیڈی پنسل تم سے مل کر بہت خوش ہوئیں؟"

"نہیں ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

وہ سمجھتی ہیں میں سب کچھ جانتی ہوں۔ لیکن میری طرح کی نئے زمانے کی عورت ان کے پلّے نہیں پڑتی۔ حالانکہ لیڈی پنسل ویسے بہت قابلِ خیال کی جاتی ہیں۔ اگر میں ذرا بہتر یا ذرا بدتر ہوتی تو ان کو مجھے سمجھنے میں زیادہ آسانی رہتی۔ مجھ سے مل کر وہ اس

قدر بگاڑ بگاڑ رہ گئیں کہ جس کی کچھ حد نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میرا فرض ہے کہ کوئی نہ کوئی بیہودہ حرکت کر بیٹھوں۔ ان کے نزدیک ان کے بھائی سے میری شادی سخت بیہودہ حرکت ہے۔"

"پھر تو وہ اپنے بھائی کی طرح ذہین نہ ہونگی۔ بھائی صاحب تو تم کو سمجھ گئے ہیں۔"

"بالکل نہیں سمجھے وہ بھی۔" ہنری ایٹا نے تصفیہ کن انداز میں کہا۔ "وہ مجھ سے شادی اسی مارے کر رہے ہیں کہ میرے بھید کا پتا چلا لیں۔ یہی ان کا سارا خیال ہے اسی افسوں میں گرفتار ہیں غریب۔"

"تمھاری بڑی نیکی ہے جو ان کا دل رکھ رہی ہو۔"

"خیر — مجھے بھی تو کچھ پتا چلانا ہے۔"

آزابل نے دیکھا کہ ہنری ایٹا نے اپنی وفاداری ترک نہیں کی تھی بلکہ محض حملے کے لیے تیار ہوئی تھی۔ انگلستان سے پنجہ لڑانے کے لیے باضابطہ کمربستہ ہو چکی تھی مگر اگلے روز صبح دس بجے پیڈنگٹن اسٹیشن پر مسٹر ہنٹنگ کو دیکھ کر آزابل نے اندازہ لگایا کہ یہ حضرت اپنی الجھنوں کو بڑی آسانی سے سہہ رہے ہیں۔ اور کچھ نہیں تو اس بات کا مزہ وہ پتا چلا چکے تھے کہ ہنری ایٹا پیش قدمی کرنے میں کسی سے کم نہ تھی۔ ظاہر تھا کہ بی بی کے انتخاب میں مسٹر ہنٹنگ اس خامی کی طرف سے بہت محتاط رہے تھے۔

"ہنری ایٹا نے مجھے بتا دیا ہے۔ بے حد مسرت ہوئی۔" آزابل نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"آپ کو یقیناً یہ اطلاع بے حد عجیب معلوم ہوئی ہو گی۔" مسٹر ہنٹنگ نے اپنی نُبک اور نفیس سی چھتری کے سہارے کھڑے ہو کر جواب دیا۔

"جی ہاں مجھے بات تو بے انتہا عجیب سی معلوم ہو رہی ہے۔"

"آپ مجھ سے زیادہ حیران تھوڑا ہی ہو سکتی ہیں مگر بندہ ہمیشہ اُپج کی لپیٹ ہے۔" مسٹر ہنٹنگ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

(۵۴)

ازابل اب کے پہلی دفعہ سے زیادہ خاموشی کے ساتھ گارڈن کورٹ پہنچی۔ رالف توشیت کے یہاں اب لمبا چوڑا کارخانہ نہیں تھا مسز آوسمنڈ نئے ملازموں کے لیے بالکل اجنبی تھیں۔ لہٰذا اپنے کمرے کی طرف پہنچائے جانے کے بجائے بڑی سرد مہری سے اسے ایوانِ نشست میں بٹھلا دیا گیا تاکہ اتنے میں اس کے نام کی اطلاع دوسری منزل پر اس کی خالہ تک پہنچا دی جائے۔ وہ دیر تک انتظار کرتی رہی۔ معلوم ہوتا تھا کہ خالہ کو اس سے ملنے کی جلدی نہیں ہے۔ وہ بے صبر ہو گئی۔ اسے بڑی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ پھر اسے ڈر لگنا شروع ہوا۔ اسے محسوس ہوا جیسے کمرے کا ساز و سامان عجیب عجیب شکلیں بنا کر اس کا منہ چڑا رہا ہے۔ کرسیاں دانت نکوستی ہیں۔ پردوں کی جنبش سے وہ دہل دہل گئی۔ باہر گہرے بادل چھائے تھے۔ فضاؤں میں تاریکی اور سردی تھی۔ وسیع بھورے کمروں کے کونے اندھیرے تھے۔ مکان بالکل سُونا پڑا تھا۔ یہی سناٹا ازابل کو یاد آیا۔ اس کے خالو کی موت سے کئی دن پہلے وہاں پر طاری ہو گیا تھا۔ ایوانِ نشست سے نکل کر وہ اِدھر اُدھر گھومتی رہی۔ کتب خانے میں گئی۔ تصویروں کی گیلری میں ٹہلی۔ جہاں کی عمیق خاموشی میں اس کے قدموں کی آواز بازگشت دیر تک سنائی دیتی رہی۔ ہر چیز جوں کی توں موجود تھی۔ کوئی تغیر نہ آیا تھا۔ اس نے برسوں بعد سارے سامان کو اچھی طرح پہچان لیا۔ اسے بیش قیمت شیشہ آلات پر ترس آیا۔ جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ان کے وجود کو ثبات حاصل ہے جیسے جیسے وقت گزرتا ہے ان کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جبکہ ان کے مالک وقت کی پرواز کے ساتھ ساتھ اسی رفتار سے جوانی، مسرت اور حسن کو کھو بیٹھتے ہیں۔ وہ اسی انداز سے اِدھر اُدھر چلتی رہی جس طرح اس کی خالہ البنی میں اس کے مکان کے اندر آ کر ٹہلی تھیں۔ اسے ایکا ایکی خیال آیا کہ خالہ لیڈیا اگر اس روز البنی پہنچ کر اس کے کمرے میں داخل نہ ہوئی ہوتیں تو اس کی زندگی جداگانہ ہوتی۔ اس کی خوش نصیبی میں کوئی فرق نہ آتا۔ ایک تصویر کے

سامنے ہٹنک کر دہ سوچنے لگی اگر خالہ اس روز نہ آئی ہوتیں تو شاید وہ کیسپر سے شادی کر لیتی۔ پھر وہ ایوانِ نشست میں لوٹ آئی۔ کچھ دیر بعد مسز توشیت داخل ہوئیں۔ وہ بہت بوڑھی نظر آ رہی تھیں۔ لیکن اسی طرح سر بلند تھیں۔ ان کی آنکھوں میں وہی چمک موجود تھی۔ وہ ایک سادی سی بھورے رنگ کی پوشاک میں ملبوس تھیں۔ آزابل نے سوچا (جیسے اس عجیب و غریب عورت کو پہلی بار دیکھ کر اسے خیال آیا تھا) کہ یہ کہیں کی راج ماتا معلوم ہوتی ہیں یا کسی قید خانے کی نگراں افسر۔ "تمہیں انتظار کرنا پڑا لیکن میں رآلف کے پاس تھی۔ نرس کھانا کھانے چلی گئی تھی۔ اس لیے مجھے رآلف کے پاس بیٹھنا ضروری تھا۔ رآلف کی دیکھ بھال کے لیے اس کا خدمتگار بھی ہے مگر حد سے زیادہ ناکارہ۔ ہر وقت کھڑا دریچے سے باہر دیکھتا رہتا ہے۔ گویا باہر کا منظر نہایت قابلِ دید ہے میں وہاں سے ہلی تک نہیں کیونکہ مجھے خیال تھا رآلف سو رہا ہے۔ ذرا سی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل جاتی۔ مجھے یہ خیال بھی تھا کہ مکان سے تم خود ہی اچھی طرح واقف ہو۔ کسی نئی جگہ تو آئیں نہیں۔"

"رآلف کیسا ہے۔؟"

"آنکھیں موندے پڑا ہے۔ کروٹ تک نہیں بدلتا۔ لیکن مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ نیند نہیں۔"

"مجھے دیکھے گا۔؟ مجھ سے بات کر سکتا ہے؟"

"کوشش کر دیکھو۔" پھر وہ آزابل کو مہمان خانے کی طرف لے گئیں۔ "میرا خیال تھا کہ تم کو تمہارے کمرے میں پہنچا دیا گیا ہوگا۔ یہ میرا نہیں رآلف کا گھر ہے۔ پتا نہیں یہاں کا انتظام کیسا ہے۔ تمہارا اسباب تو اوپر پہنچ گیا ہوگا۔ شاید تم زیادہ سامان لائی بھی نہیں ہو۔ تم وہی اپنا پرانا والا کمرہ لے لو۔ رآلف کو جب معلوم ہوا کہ تم آ رہی ہو تو اس نے اصرار کیا کہ تمہیں اسی میں ٹھہرایا جائے۔"

"اس نے کوئی اور بات بھی کی تھی؟"

"بیٹا اب وہ پہلے کی طرح نہیں چہچہاتا ہے" مسز توشیت نے زینے پر چڑھتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا کمرہ اس کے جانے کے بعد سے اب تک سنسان پڑا رہا تھا۔

"اب کوئی امید نہیں۔؟" اس نے دروازے میں کھڑے ہو کر پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ امید تو کبھی بھی نہیں تھی۔ یہ زندگی کامیاب نہیں رہی۔"

"لیکن بڑی خوبصورت زندگی تھی۔" آزابل نے یک بیک اپنے آپ کو دوبارہ خالہ کی تردید کرتے پایا۔ ان کے اس روکھے پھیکے انداز سے آزابل جل بھن کر رہ گئی۔

"جانے تمھارا مطلب اس سے کیا ہے۔ تندرستی کے بغیر زندگی میں خوبصورتی کدھر سے آسکتی ہے۔ سفر کے لیے لباس بڑا بے تکا پہنا ہے تم نے۔"

آزابل نے اپنے کپڑوں پر نظر ڈالی "میں ایک گھنٹے کے اندر اندر روم سے روانہ ہوئی ہوں۔"

"امریکہ میں تمھاری بہنیں یہ جاننا چاہتی ہیں کہ تم کیسے کپڑے پہنتی ہو۔ انھیں سب سے زیادہ دلچسپی اسی ایک بات میں معلوم ہوتی تھی۔ میں انھیں کچھ نہ بتا سکی۔ لیکن انھوں نے ٹھیک ہی قیاس لگایا ہے کہ تم سیاہ زربفت سے کم بات نہیں کرتیں۔"

"وہ بے چاریاں مجھے جس قدر ذہین سمجھتی ہیں اتنی میں ہوں نہیں دراصل۔ ان کو اصلیت بتاتے ہوئے ڈرتی ہوں۔ للی نے لکھا تھا کہ آپ نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔"

"اس نے چار چار مرتبہ مجھے مدعو کیا۔ میں خالی ایک مرتبہ گئی۔ دوسری ملاقات کے بعد اسے میرا پیچھا نہ کرنا چاہیے تھا۔ کھانا تو خاصا عمدہ تھا۔ بہت روپیہ اٹھا ہوگا۔ میاں بہت بدتمیز ہے۔ میں اس دعوت سے خوش کیوں ہوتی۔ اپنی خوشی سے تو گئی نہیں تھی۔"

اس گفتگو کے بعد مسز توشیت نیچے چلی گئیں۔ اداس اور سنسان ایوان طعام میں کھانے کی میز پر خالہ بھانجیوں کی دوبارہ ملاقات ہوئی۔ آزابل کو اس بے چاری عورت کے روکھے پھیکے پن پر ترس آگیا۔ ان کی زندگی میں کوئی پچھتاوے نہ تھے نہ کوئی ناکامیاں۔ اگر ان کے تجربات کے خزانے میں ایک آدھ شکست، چند ایک غلطیاں دو چار

نداستیں بھی موجود ہوتیں تو آج کے دن کس قدر تقویت محسوس ہوتی۔ آزابل نے حیرت سے سوچا ممکن ہے یہ وجدان کی دولت کی کمی محسوس کرتی ہوں۔ شاید اب وہ دل ہی دل میں زندگی کی ضیافت کے بچے کھچے ٹکڑوں کا مزا چکھنے کے لیے کوشاں ہوں۔ کرب اور پشیمانی کے ٹھنڈے سرور سے واقف ہونا چاہتی ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے برعکس یہ خائف ہوں۔ اگر انھوں نے پشیمانی سے واقف ہونا شروع کیا تو شاید یہ زینہ ان کو بہت دور تک پہنچا دے۔ مگر آزابل نے دیکھ لیا کہ مبہم طور پر ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ناکام رہی ہیں۔ اپنے مستقبل کے آئینے میں انھیں ایک بوڑھی عورت کی تصویر نظر آتی ہے جس کا کوئی ماضی نہیں۔ کوئی پرانی یادیں، کوئی دکھ۔ ان کا چھوٹا سا تیکھا چہرہ بہت المناک معلوم ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنی بھانجی کو بتایا کہ رالف اب تک اسی طرح پڑا ہے۔ مگر رات کے کھانے کے بعد شاید اسے دیکھ سکے گا۔ لمحہ بھر کے بعد انھوں نے کہا "کل تو وہ لارڈ وار برٹن سے بھی ملا تھا۔" اس خبر سے آزابل چونک پڑی۔ گویا یہ حضرت ابھی پڑوس میں موجود تھے۔ ان سے دوچار ہونے کا امکان بھی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ اتفاقی ملاقات خوشگوار نہ ہو گی۔ وہ لارڈ وار برٹن سے کشمکش کرنے کی غرض سے انگلستان نہ آئی تھی۔ بہر حال، اس نے مسز تو شیت سے کہا "لارڈ وار برٹن نے روم میں رالف کا ساتھ بالکل بھائیوں جیسا سلوک کیا تھا۔"

"آج کل ان کا دماغ کہیں اور ہے ——" مسز تو شیت نے جواب دیا۔ اور انھوں نے لکڑی میں سوراخ کرنے والے برمے کی ایسی تیزی کے ساتھ آزابل کو گھورا۔ آزابل کا دل دھڑکنے لگا "جی ہاں —— وہ ان کا دارالامراء وغیرہ کا سلسلہ ہو گا۔"

"آج کل وہ امراء نہیں امیرزادیوں کے چکر میں ہیں۔ کم از کم ان میں سے ایک کے متعلق تو سوچ ہی رہے ہیں۔ رالف کو انھوں نے بتایا ہے کہ ان کی منگنی ہو گئی ہے اور شادی ہونے والی ہے ——"

"شادی ——" آزابل نے آہستہ سے دہرایا۔ "ہاں اگر منگنی ٹوٹ نہ گئی تو شادی

بھی ضرور ہو جائے گی ۔ رالف بے چارہ تقریب میں شامل نہ ہو سکے گا ۔ جلد ہی ہونے والی ہے ۔"

"اور لڑکی کون ہے ؟"

"ان ہی کے حلقے کی ایک رکن ۔ کوئی لیڈی فلورا ، لیڈی ملیشیا قسم کی چیز ۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے ۔ یہ فیصلہ ابھی حال ہی میں کیا ہوگا انھوں نے ۔"

"ہاں آں ۔ لڑکی سے ملاقات کا سلسلہ تو صرف تین ہفتے ہی رہا ۔ نسبت کا اعلان ابھی کیا گیا ہے ۔"

"مجھے بڑی خوشی ہوئی ۔" آنابل نے پھر ان الفاظ پر زور دیا ۔ اسے معلوم تھا کہ مسز تو شیت اسے غور سے دیکھ رہی ہیں کہ تلخی کے آثار اس کے چہرے پر ہویدا ہوئے یا نہیں ۔ وہ خواتین کے اس مدرسۂ فکر سے تعلق رکھتی تھیں جس کا نظریہ تھا کہ لڑکیاں چاہے بیاہی نیاہی کیوں نہ ہوں اپنے پرانے خواستگاروں کی شادی کو اپنی ذاتی اہانت تصور کرتی ہیں ۔ آنابل نے کوشش کی مسز تو شیت کو اس کے متعلق بھی یہی خیال نہ ہو ۔ مگر اس کا دل تیزی سے دھڑکتا رہا ۔ اور چند لمحوں کے لیے وہ یہ بھول گئی کہ مسز تو شیت اس کا معائنہ کر رہی ہیں ۔ اس کے اضطراب کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اپنے ایک پرانے پرستار کو کھو بیٹھی تھی ۔ اس کا تخیل آدھے یوروپ کو پھلانگتا ہانپتا کانپتا شہر روم میں پہنچ کر ٹھہر گیا ۔ اس نے تصور کیا کہ وہ اپنے شوہر کو اطلاع دے رہی ہے کہ لارڈ وارَبرٹن عنقریب اپنی دلہن کو عبادت خانے کے الطار کے سامنے لے جانے والے ہیں یہ سوچتے وقت وہ کس قدر زرد نظر آ رہی تھی ۔ یہ اسے خود معلوم نہ تھا ۔ بالآخر اس نے ہمت باندھ کر مسز تو شیت سے کہا ۔

"دیر یا سویر انھیں شادی تو کرنا ہی تھی بہر حال ۔"

مسز تو شیت چپکی رہیں ۔ انھوں نے زور سے سر ہلایا : "تم میری عقل و فہم سے بالکل بالاتر ہو ۔" انھوں نے تقریباً چلّا کر کہا ۔ دونوں کھانے میں مصروف ہو گئیں ۔ آنابل کو محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے لارڈ وارَبرٹن کی موت کی خبر سنی ہے ۔ وہ انھیں

محض اپنے پرستار کے روپ میں جانتی تھی۔ لیکن یہ قصہ بھی اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ غریب ہنری کے لیے بھی اب وہ مر چکے تھے۔ ہنری کی وجہ سے شاید زندہ رہ جاتے۔ ایک خدمتگار دونوں خالہ بھانجیوں کے سر پر موجود تھا۔ مسز توشیت نے اس سے باہر جانے کی درخواست کی۔ وہ اب کھانا ختم کر چکی تھیں اور میز کے کنارے پر ہاتھ ٹکائے بیٹھی تھیں ؎"میں تم سے تین سوال کرنا چاہتی ہوں" خدمت گار کے جانے کے بعد انھوں نے کہا۔

"تین تو بہت ہیں ـــ" آزابل نے جواب دیا۔

مسز توشیت نے کرسی پیچھے سرکالی تھی۔ آزابل ذرا سراسیگی سے ٹہلتی ہوئی فرانسیسی دریچے کی طرف چلی گئی۔ مسز توشیت کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ "تمھیں کبھی اس بات کا رنج ہوا ہے کہ تم نے لارڈ وآربرٹن سے شادی نہیں کی ـــ؟" انھوں نے پوچھا۔

آزابل نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔ "قطعی نہیں خالہ جان"

"خوب۔ تمھیں یہ بتا دوں کہ میرا ارادہ ہے کہ تم اس وقت جو کچھ کہوگی اسی کو سچ سمجھوں گی"

"یہ تو بہت بڑی ترغیب ہے ـــ" آزابل نے مسکرا کر کہا۔

"جھوٹ بولنے کی ترغیب ـــ؟ اس کا مشورہ تمھیں نہ دوں گی مجھے غلط اطلاعیں فراہم کی جائیں تو میں زہر کھائے چوہے سے زیادہ خطرناک بن جاتی ہوں۔ میں تم پر فخر تو نہیں کر سکتی"

"میرے شوہر کی مجھ سے نہیں بنتی"

"یہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ ظاہر ہے وہ تم پر نازاں بھی نہیں ہے ـــ تم سیرینا کو اب بھی پسند کرتی ہو؟"

"پہلے جتنا نہیں ـــ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ امریکہ جا رہی ہیں"

"امریکہ ـــ" انھوں نے کوئی بہت ہی بری حرکت کی ہوگی ـــ"

"جی ہاں ـ از حد بری ـ خوفناک ـ ـ"

"پوچھ سکتی ہوں کیا ۔۔ ؟"

"انھوں نے مجھ سے فائدہ اٹھایا۔ مجھے اوزار کی طرح استعمال کیا۔"

"ارے بس ۔۔" انھوں نے تو مجھ سے بھی بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کا سب کے ساتھ یہی وطیرہ ہے۔"

"اب وہ امریکہ کو استعمال کریں گی ۔۔" آزابل نے تبسم کے ساتھ جواب دیا اور دل میں خوش ہوئی کہ خالہ کے سوالات ختم ہوئے۔

شام کو اس نے رآلف کو دیکھا۔ اس پر دن بھر غفلت طاری رہی تھی۔ قصبے کے ڈاکٹر صاحب جنھوں نے رآلف کے باپ کا علاج کیا تھا اور جن سے رآلف بے حد مانوس تھا، اسے دوا پلانے کے بعد واپس جا چکے تھے۔ وہ دن میں تین چار مرتبہ آتے تھے انھیں بھی اپنے مریض سے بڑی محبت تھی۔ سر ملیتھیو ہوپ کو بھی بلوایا گیا تھا لیکن رآلف ان نامور ہستی سے اب عاجز آچکا تھا۔ اس نے ایک روز اپنی ماں سے کہا کہ سر ملیتھیو کو مطلع کر دیا جائے کہ اس کا انتقال پر ملال ہو چکا ہے لہٰذا اب اسے طبی مشوروں کی حاجت نہیں رہی۔ مسز توشیت نے سر ملیتھیو کو سادگی سے لکھ بھیجا "میرا بیٹا آپ کو پسند نہیں کرتا۔ دوبارہ تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیے گا۔" سارا دن رآلف غنودگی میں مبتلا رہا۔ شام کو اس نے آنکھیں کھول کر آہستہ سے کہا "مجھے معلوم ہے ۔۔ وہ آگئی ۔۔" اسے کیونکر معلوم ہوا یہ کوئی نہ جانتا تھا۔ اس ڈر سے کہ وہ جاگ نہ جائے۔ کسی نے اس کے کمرے میں جا کر آزابل کی آمد کا تذکرہ ہی نہیں کیا تھا۔ آزابل اندر آکر کمرے کے مدھم اجالے میں اس کی مسہری کے نزدیک بیٹھ گئی۔ کونے میں فقط ایک موم بتی جل رہی تھی۔ "رات تک میں ان کے پاس بیٹھوں گی۔ آپ باہر جا سکتی ہیں" آزابل نے نرس سے کہا۔ رآلف نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور اپنے نیم جان ہاتھ کو جنبش دی۔ اس میں بات کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ پھر اس نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں اور آزابل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ بہت دیر تک اس کے سرہانے موجود رہی۔ رآلف اس لمحے بھی خاموشی سے ختم ہو سکتا تھا۔

اس کے سراپا میں موت کی جلتی بجھتی تصویر نظر آ رہی تھی۔ آزابل نے روم میں اس کی حالت کو بے حد ابتر سمجھا تھا لیکن اس کی موجودہ حالت تو اتنی دگرگوں تھی کہ اس میں اب صرف ایک ہی تبدیلی ممکن تھی —— اس کے چہرے پر عجیب سا سکون برس رہا تھا۔ جسم ہڈیوں کی مالا۔ صورت صندوق کے ڈھکنے کی طرح خاموش۔ آزابل نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اسے لگا گویا بیکراں خلاء کو تک رہی ہے۔ نرس آدھی رات کے بعد واپس آئی۔ آزابل اس دوران میں اسی طرح بیٹھی رہی۔ آخر وہ اسی غرض سے "گارڈن کورٹ" آئی تھی۔ رالف پورے تین دن اور تین رات اسی طرح ساکت و صامت لیٹا رہا۔ وہ پہچانتا تھا۔ بات کرنا چاہتا تھا لیکن آواز ڈوب چکی تھی۔ اب وہ آنکھیں موندے محض انتظار میں مصروف تھا۔ کسی ایسی چیز کا انتظار جو اسے یقین تھا کہ ضرور آئے گی۔ اس کا یہ گہرا سکوت دیکھ کر آزابل کو خیال آتا جس چیز کا رالف منتظر ہے ممکن ہے وہ آن پہنچی ہو۔ اس کے باوجود یہ احساس باقی رہا کہ اب بھی وہ دونوں اکٹھے ہیں۔ لیکن وہ متواتر اس کے ساتھ بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ گھنٹوں وہ خالی مکان میں اِدھر اُدھر گھومتی۔ رالف کی آواز کے بجائے ایک اور آواز اس کے کانوں میں گونجتی رہتی —— اسے مستقل یہ دھڑکا تھا کہ اس کا شوہر اسے خط لکھے گا۔ لیکن اس کے بجائے ایک روز فلورنس سے محض کاؤنٹس جیمنی ہی کا خط اس کے نام آیا۔ اور بس ——

تیسرے روز شام کو آخر کار رالف نے بات کی۔ "میں قدرے بہتر ہوں۔" وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔ "میں بات بھی کر سکتا ہوں۔" وہ فرش پر دو زانو بیٹھ کر اس کے تکیے پر جھک گئی۔ "اپنے آپ کو تھکاؤ نہیں ——" اس نے آہستہ سے کہا۔ رالف کا ہنس مکھ چہرہ اب بہت سنجیدہ نظر آتا تھا۔ شدتِ ضعف سے وہ مسکرانے کے قابل بھی نہ رہا تھا۔ لیکن آزابل کو معلوم تھا کہ رالف دل ہی دل میں اب بھی زندگی کے مہمل پن پر ہنس رہا ہے۔

"تھکن سے کیا ہوتا ہے —— اب تو مجھے ابدالآباد تک پاؤں پسار کر آرام کرنا ہے۔"

کوشش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں — جبکہ یہ کوشش بھی آخری ہے — ! خاتمے سے پہلے لوگ ایک قسم کا سرور محسوس نہیں کرتے ؟ میں نے اکثر یہی سنا ہے۔ میں بھی اسی کیفیت کا تجربہ کرنے کا منتظر ہوں۔ جب سے تم یہاں آئی ہو میں سوچتا رہا ہوں کہ یہ کیفیت مجھ پر اب طاری ہو — اب طاری ہو — میں نے دو تین بار اس کی سعی بھی کی۔ میرا خیال تھا تم یہاں بیٹھے بیٹھے تھک جاؤ گی —" وہ آہستہ آہستہ، رک رک کر بولتا تھا اور اس کی آواز جیسے کہیں بہت دُور سے آ رہی تھی۔ وہ کروٹ بدل کر آزابل کو دیکھتا رہا۔ "تم آگئیں — مجھے معلوم تھا پر یقین نہ آتا تھا۔"

"یہاں پہنچنے سے پہلے تک مجھے خود یقین نہ تھا کہ آ جاؤں گی یا نہیں۔"

"تم فرشتے کی طرح میرے پاس بیٹھی رہی ہو۔ لوگ موت کے فرشتے کا ذکر کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں وہی آسمان کا خوبصورت ترین فرشتہ ہے — تم میری منتظر تھیں —"

"میں تمہارے مرنے کی منتظر نہیں تھی — مجھے اس کا انتظار تھا — اس کا — یہ موت نہیں ہے راٰلف —"

"نہیں۔ تمہارے لیے نہیں ہے۔ دوسروں کو مرتے دیکھ کر ہمیں اپنی زندگی کا، اپنے زندہ رہنے کی واقعیت کا زیادہ شدت سے احساس ہوتا ہے۔ یہی احساسِ حیات ہے — یہ خیال کہ ہم باقی ہیں۔ مجھے بھی یہ محسوس ہو چکا ہے — مجھ تک کو — لیکن اب میرے وجود کا اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ باقی نہیں رہا کہ میں یہ احساس دوسروں کے دلوں میں پیدا کروں۔ میرا معاملہ ختم ہو چکا۔" آزابل اس کے چہرے پر جھک گئی۔ راٰلف کی آواز بالکل اس کے کانوں میں آ رہی تھی۔

"آزابل —" اس نے یک لخت کہا۔ "میری تمنا ہے کہ کاش تمہارا معاملہ بھی ختم ہو جاتا۔"

آزابل نے کوئی جواب نہیں دیا اور بلک بلک کر رونے لگی۔ راٰلف چپ چاپ لیٹا اس کی سسکیوں کی آواز سنتا رہا۔ "تم نے میرے ساتھ کیا کیا —؟" اس نے آہستہ سے کراہ کر پوچھا۔

"تم نے میرے ساتھ کیا کیا تھا —؟" ازابل اپنے ہیجان کو دبا کر چلا اٹھی — وہ اپنی ندامت، اپنی شرم، اپنی پردہ داری کی خواہش سب کچھ کھو چکی تھی۔ رالف کو اب ہر بات معلوم ہونا چاہیے۔ اسے وہ سب کچھ بتا دے گی۔ اس طرح وہ ایسے اُتم طریقے سے اکٹھے ہو سکیں گے — اور وہ تو کرب کی حدود سے آگے نکل چکا تھا۔

"ایک دفعہ تم نے کچھ کیا تھا — تم جانتے ہو — تم میرے لیے سب کچھ کر رہے ہو — اور میں نے تمھیں اس کا صلہ کیا دیا — آج میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ اگر تم جی سکو تو میں تمھارے لیے اپنی جان دینے کو تیار ہوں لیکن میں تمھارا زندہ رہنا نہیں چاہتی۔ میں خود مر جاؤں گی تاکہ تمھیں نہ کھو سکوں۔" اس کی آواز بھی رالف کی مانند شکستہ تھی۔

"تم مجھے نہیں کھو سکتیں۔ مجھے اپنے پاس رکھو گی — مجھے اپنے دل میں رکھنا۔ اس طرح مجھے تم سے وہ قرب حاصل ہو جائے گا جو زندگی میں نہ ہو سکا۔ ازابل — بٹیا — زندگی بہتر شے ہے کیونکہ اس میں محبت ہے۔ موت اچھی ہے۔ لیکن اس میں محبت موجود نہیں۔"

"میں نے تمھارا شکریہ بھی ادا نہ کیا۔ وہ نہ بنی جو مجھے ہونا چاہیے تھا۔" ازابل کا شدت سے دل چاہا کہ چیخے۔ چلائے۔ اپنے آپ پر لعنت ملامت کرے۔ اپنے اندوہ کی اونچی لہروں میں ڈوب جائے۔ اس کی ساری تکلیفیں مل جل کر اس ایک کرب میں تحلیل ہو گئیں۔ "تم مجھے کیا سمجھتے ہو گے؟ تب مجھے معلوم نہ تھا۔ آج معلوم ہے کیونکہ دنیا میں بہت سے دوسرے لوگ ایسے بھی ہیں جو مجھ سے کم احمق ہیں —"

"دوسروں کی پروا کیوں کرتی ہو —" رالف نے کہا "مجھے تو خوشی ہے کہ مجھے دوسروں سے۔ لوگوں سے چھٹکارا ملنے والا ہے —"

ازابل نے سر اٹھایا اور ہاتھ جوڑ لیے — گویا دعا کر رہی ہو — "کیا یہ سچ ہے —؟ سچ ہے —؟" اس نے پوچھا۔

"کہ تم نے حماقت کی —؟ بالکل نہیں —!!" رالف نے ذرا مذاقاً کہا۔

"۔ کہ تم نے مجھے دولتمند بنایا۔ کہ جو کچھ میرے پاس ہے تمہارا ہے۔"

رآلف نے سر دوسری طرف پھیر لیا اور خاموش رہا۔ "اس کا ذکر نہ کرو تمہیں اس سے خوشی نہیں ملی۔" پھر اس نے آہستہ سے چہرہ آزابل کی طرف موڑا۔ "کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ میں نے تم کو تباہ کر دیا۔" وہ کراہتا رہا۔

اب آزابل کو یقین ہو گیا کہ وہ کرب کی حدود سے بہت دور نکل چکا ہے۔ وہ ابھی سے اس دنیا کا باسی نہ معلوم ہوتا تھا۔ اسے اگر یہ یقین نہ ہوتا تب بھی اپنی بات جاری رکھتی کیونکہ اب محض یہ حقیقت اہم تھی کہ دونوں سچائی کو اکٹھے ہو کر دیکھ رہے ہیں۔

"اس نے مجھ سے پیسے کی لالچ میں بیاہ کیا تھا۔" وہ سب کچھ اگل دینا چاہتی تھی۔ اسے خطرہ تھا کہ اس کے بتانے سے پہلے ہی وہ مر نہ جائے۔

رآلف اسے دیکھا کیا۔ اور پہلی مرتبہ اس نے آزابل کی بات کے جواب میں اپنی پلکیں جھکالیں۔ پھر نظریں اٹھا کر اس نے کہا۔ "اس کو تم سے محبت تو بہت تھی۔"

"ہاں لیکن اگر میں مفلس ہوتی تو وہ مجھ سے شادی ہرگز نہ کرتا۔ میں یہ سب بتا کر تمہیں صدمہ نہیں پہنچانا چاہتی۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ میں خالی یہ چاہتی ہوں کہ تم سمجھ جاؤ۔ میں نے ہمیشہ اس بات کو تم سے چھپانا چاہا۔ لیکن اب تو ساری کہانی ہی ختم ہو چکی ہے۔"

"مجھے یہ بات ہمیشہ سے معلوم ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن یہی میں نہیں چاہتی تھی۔ مگر اب میں خوش ہوں۔"

"تم نے مجھے صدمہ نہیں پہنچایا۔ مسرت بخشی ہے۔" رآلف کی آواز میں غیر معمولی انبساط پنہاں تھا۔ آزابل نے اپنے ہونٹ اس کے سر پہ رکھ دیئے۔ "مجھے ہمیشہ سے معلوم تھا۔" وہ کہتا رہا۔ "گو یہ اتنی عجیب و غریب، ایسی قابلِ رحم بات تھی۔ تم زندگی کو اپنے طور پر دیکھنا چاہتی تھیں۔ لیکن تمہیں اس کی اجازت نہیں ملی۔ تم بھی رسم و رواج کی چکی میں پس کر رہ گئیں۔"

"مجھے اچھی طرح سزا مل چکی ہے۔" آزابل نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

وہ اس کی آواز سنتا رہا۔ پھر بولا۔ "تمہارے یہاں آنے پر بہت خفا تھا؟"

"ہاں۔ لیکن اب مجھے پروا نہیں۔"

"تم دونوں کے تعلقات ختم ہو چکے۔؟"

"نہیں۔ اب بھی سب کچھ بدستور ہے۔"

"تم واپس جا رہی ہو؟" رالف نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

"معلوم نہیں۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ جہاں تک ممکن ہو سکے گا یہیں ٹھہروں گی۔ میں کچھ سوچنا نہیں چاہتی۔ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں۔ مجھے اب سوا تمہارے اور کسی چیز کی پروا نہیں۔ اور فی الحال یہی کافی ہے۔ یہ وقت بھی تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ میں یہاں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں۔ تم میرے بازوؤں میں اپنی آخری سانسیں لے رہے ہو۔ مجھے بہت زمانے سے اتنی مسرت نہیں ملی۔ میں چاہتی ہوں تم بھی یہ مسرت محسوس کرو۔ کسی رنج کو یاد نہ کرو۔ صرف اتنا محسوس کرتے رہو کہ میں تمہارے پاس ہوں اور تم سے محبت کرتی ہوں۔ کرب کی اب کیا ضرورت ہے؟ ایسے لمحات میں ہمیں کرب سے کیا سروکار؟ کرب اتنی گہری شے نہیں اس سے زیادہ گہرے احساسات بھی موجود ہیں۔"

رالف کو بولنے میں بڑی دقت ہو رہی تھی۔ وہ بڑی تکلیف کے ساتھ سانس لے رہا تھا۔ ایسے لگا جیسے اس نے آزابل کے آخری الفاظ نہیں سنے۔ بہت دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر رالف نے سادگی سے زیرِ لب کہا "تمہیں لازمی طور پر یہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

"جس حد تک مناسب ہو گا۔ میں یہیں رہوں گی۔"

"مناسب۔؟ اب بھی تم مناسب نامناسب کے چکر میں مبتلا ہو۔؟"

"قطعاً۔ انسان کو اپنا توازن تو نہیں کھونا چاہیئے۔ تم بہت تھک گئے ہو۔" آزابل نے کہا۔

"ہاں بہت تھک گیا ہوں۔ تم نے ابھی کہا تھا کہ محض کرب ہی سب سے

زیادہ گہری شے نہیں — لیکن پھر بھی اس میں بہت شدت ہے۔ اگر میں زندہ رہ سکتا —"

"میرے لیے تم امر رہو گے ۔" آزابل نے آہستہ سے کہا۔ راآلف اس قدر ٹھہر ٹھہر کو بول رہا تھا کہ اس کی بات کاٹنا بہت آسان تھا۔

"لیکن کرب بھی گزر جاتا ہے — اب گزر رہا ہے۔ محبت باقی رہتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہم کو اتنی اذیت کیوں اٹھانا پڑی۔ غالباً میں معلوم کر لوں گا۔ زندگی کے اسرار ان گنت ہیں — تم ابھی جوان ہو —"

"مجھے تو محسوس ہوتا ہے کہ بے حد بوڑھی ہو چکی ہوں۔"

"تم نئے سرے سے جوان ہو جاؤ گی۔ میں تم کو تمھارے نوجیون کے روپ میں دیکھ رہا ہوں — مجھے یقین نہیں — مجھے یقین —" اس کی سانس اکھڑ گئی —

"اب خاموش رہو —" آزابل نے التجا کی — "ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے ہمیں گفتگو کی حاجت نہیں ہے۔"

"— مجھے یقین ہے کہ اپنی کشادہ دلی کی وجہ سے تم نے جو غلطی کی اس سے تمھیں بہت زیادہ نقصان نہ پہنچے گا۔"

"میں بے انتہا مسرور ہوں۔" آزابل نے روتے ہوئے جواب دیا۔

"یاد رکھو —" راآلف کہتا رہا — "کہ اگر تمھیں قابلِ نفرت سمجھا گیا ہے تو تم سے محبت بھی کی گئی ہے — آزابل — تمھیں پوجا بھی گیا ہے —" اس نے بہت آہستہ آہستہ، بہت مدھم آواز میں کہا۔

"راآلف — میرے بھیا —" آزابل نے پلنگ کی پٹی پر سر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

(۵۵)

جب وہ پہلی مرتبہ یہاں آئی تھی، اس اولین شام، رالف نے "گارڈن کورٹ" کے تعویر بنانے میں اس سے کہا تھا کہ اگر اس نے زندگی میں کافی دکھ اٹھائے تو ممکن ہے ایک روز اس بھوت کے درشن کر لے جو اس قدیم محل میں رہتا تھا۔ شاید وہ یہ لازمی شرط پوری کر چکی تھی، کیونکہ اگلی صبح، سرد، دھندلے اجالے میں، طلوع آفتاب سے ذرا پہلے، اسے معلوم ہو گیا کہ اس کے پلنگ کے قریب ایک روح کھڑی ہوئی ہے۔ رات وہ لباس تبدیل کیے بغیر بستر پر گر گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ رالف صبح تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ نیند اس سے کوسوں دور تھی۔ اسے انتظار تھا اور انتظار کی کیفیت میں اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ کسی لمحے بھی رالف کی موت کی اطلاع کی غرض سے اس کے دروازے پر دستک دی جائے گی۔ لیکن رات گزرتی گئی اور اسے دستک نہیں سنائی دی۔ نیم شب کی تاریکی رفتہ رفتہ پو پھٹتے سمے کے مدھم اجالے میں تبدیل ہونا شروع ہوئی۔ وہ دفعتاً اٹھ بیٹھی۔ اسے لگا جیسے طلبی کا سمن اسے موصول ہو گیا ہے۔ لحظہ بھر کے لیے اس نے محسوس کیا کہ کمرے کے سرمئی دھندلکے میں وہ اس کے نزدیک کھڑا ہوا ہے۔ اس کا لطیف سا غبار چاروں اور ڈول رہا ہے۔ اس نے غور سے دیکھا۔ وہی سفید چہرہ، وہی مہربان آنکھیں اسے اچھی طرح نظر آئیں۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اسے ڈر نہیں لگا۔ صرف ایک یقین اس کے دل میں جاگزیں ہو گیا۔ وہ کمرے سے باہر آئی۔ اور اسی یقین کے ساتھ۔ اندھیری غلام گردشوں میں سے گزرتی شاہ بلوط کے زینے پر سے نیچے اتری جس کی سیڑھیاں ہال کے بڑے دریچے میں سے چھنتی ہوئی طلوع آفتاب کی دھیمی روشنی میں جھلملا رہی تھیں۔ رالف کے دروازے کے آگے وہ لحظہ بھر کے لیے ٹھٹکی۔ اور کان لگا کر کچھ سننا چاہا۔ لیکن اندر کمرے میں محض گہرا سناٹا دھیرے دھیرے گونج رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے

کواڑ کھولے گویا کسی مرے ہوئے انسان کے چہرے پر سے چادر سرکاتی ہو۔ اندر مسز توشیت بیٹے کی کاؤچ پر بالکل چپ چاپ بیٹھی تھیں۔ اس کا ایک ہاتھ انھوں نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کاؤچ کی دوسری جانب رالف کا دوسرا ہاتھ تھامے اس کی نبض دیکھتے تھے۔ دونوں نرسیں پائنتی کھڑی تھیں۔ مسز توشیت نے آزابل پر مطلق دھیان نہ دیا۔ لیکن ڈاکٹر نے اسے بڑے غور سے دیکھا اور پھر رالف کے دونوں ہاتھ آہستہ سے اس کے پہلو میں سیدھے کر کے رکھ دیئے۔ نرسوں نے بھی اسے غور سے دیکھا۔ لیکن آزابل کی نظریں صرف اسی ایک شے میں مرکوز تھیں۔ رالف ہمیشہ سے زیادہ سفید دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے میں اپنے باپ سے ایک عجیب و غریب مشابہت پیدا ہو گئی تھی۔ آزابل نے آج سے چھ سال قبل اس کے باپ کا چہرہ اسی تکیے پر بالکل اسی طرح رکھا دیکھا تھا۔ اپنی خالہ کے پاس جا کر اس نے اپنے بازو ان کے گرد حمائل کر دیئے۔ مسز توشیت اصولاً کسی قسم کے نظہارِ محبت یا جذباتیت کو برداشت ہی نہیں کرتی تھیں — لمحے بھر کے لیے وہ اسی انداز میں بیٹھی رہیں۔ پھر کھڑی ہو گئیں۔ ان کی آنکھیں خشک تھیں۔ ان کا تشنگیں سفید چہرہ خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔

"خالہ —"

"جاؤ — اور خدا کا شکر ادا کرو کہ تمھارے کوئی اولاد نہیں ہے —" مسز توشیت نے کہا اور اپنے آپ کو آزابل کی باہوں کی گرفت سے چھڑا لیا۔

تین دن بعد لندن کے "سیزن" کے عروج کے باوجود، چند خواتین و حضرات نے اپنی اپنی تفریحوں سے اتنی مہلت حاصل کر لی کہ صبح کی ٹرین سے برک شائر کے ایک خاموش سے اسٹیشن تک پہنچ کر نزدیک کے ایک اداس، بھورے رنگ کے گرجا گھر میں آدھ گھنٹہ گزار آئیں۔ اس جگہ پر، ہرے بھرے قبرستان میں مسز توشیت نے اپنے بچے کو سپردِ خاک کیا۔ وہ لحد کے کنارے کھڑی تھیں۔ آزابل ان کے ساتھ تھی۔ (گوڈ گن کو بھی مسز توشیت کی طرح اس منظر میں محض عملی دلچسپی ہی تھی)۔ موقع بے حد

پر ہنا رہا تھا لیکن اس میں صدمے یا دل گرفتگی کا کوئی دخل نہ تھا۔ ماحول پر ایک قسم کی بشاشت طاری تھی۔ موسم بے حد سہانا ہو چکا تھا۔ مئی کا مہینہ تھا۔ دن گرم اور روشن تھا۔ ہوائیں ساکت تھیں۔ جھاڑیوں میں سفید پھول کھلے تھے۔ نیلی فضاؤں میں فصلِ گل کے خوش آواز پرندے تیرتے پھر رہے تھے۔ توشیت مرحوم کا خیال کر کے رنج ہوتا تھا۔ لیکن زیادہ نہیں۔ کیونکہ اس کی موت تکلیف دہ نہ رہی تھی وہ اتنے عرصے سے قریب المرگ تھا۔ خود مرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ توقعات اور تیاریوں کے عین مطابق اسے موت آئی تھی۔ آزابل کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ لیکن ان آنسوؤں کی وجہ سے اس کی نظروں کے سامنے دھندلکا نہیں چھایا۔ وہ اپنی پلکوں پر جھلملاتے قطروں کے جھروکے میں سے موسم کے حسن کو دیکھ رہی تھی۔ فطرت کی شان و شوکت۔ قد... لریزی قبرستان کی خوبصورتی۔ پر خلوص دوستوں کے جھکے ہوئے سر۔ وہاں لارڈ وار برٹن بھی موجود تھے اور چند اور لوگوں کا گروہ جنھیں آزابل بالکل نہ جانتی تھی۔ ان میں سے کئی کا تعلق رالف کے بنک سے تھا۔ اور بھی کئی لوگ تھے جن سے آزابل واقف تھی۔ مس اسٹیک پول بنٹسٹنگ۔ اور کیسپر گڈوڈ جس کا سر مجمع میں سب سے اونچا نکلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سر کو اتنا خم بھی نہیں کیا تھا۔ دوسروں کی نظریں گھاس پر جمی تھیں لیکن وہ آزابل کو بغور دیکھتا رہا۔ مجمع میں اوروں کے سامنے اس نے آزابل کو اس طرح پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ لیکن آزابل نے اسے یہ پتا نہ چلنے دیا کہ وہ بھی اسے دیکھ چکی ہے۔ اس نے خود بخود یہ فرض کر لیا تھا کہ رالف کو انگلستان پہنچانے کے بعد کیسپر امریکہ لوٹ گیا ہے۔ اسے یاد تھا کہ یہ ملک کیسپر کو پسند نہیں۔ لیکن وہ تو سولہ آنے یہیں موجود تھا۔ اور اس کی چتون سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ بڑے پیچ در پیچ ارادوں کے ساتھ یہاں نکلا ہوا ہے۔ وہ کیسپر سے نظریں بچاتی رہی۔ حالانکہ اس کی آنکھوں میں ہمدردی موجود تھی۔ اسے دیکھ کر آزابل ہمیشہ عجیب طرح کی بے چینی محسوس کرتی۔ رالف کو اس کی آخری منزل تک پہنچانے کے بعد مجمع منتشر ہوا۔ کیسپر بھی اسی دوران میں نظروں سے

ادھیل ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے آگے آ آکر مسز توشیت سے بات کی۔ گو آزابل سے بات کرنے کے لیے کوئی نہ آیا۔ سوا ہنری اٹیلا کے۔ جو اس کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ ہنری اٹیا سارے وقت روتی رہی تھی۔

رالف مرحوم نے آزابل سے کہا تھا کہ اسے "گارڈن کورٹ" ہی میں ٹھہرنا چاہیے۔ اس نے وہاں سے فوراً روانہ ہونے کا ارادہ نہیں کیا۔ اس نے سوچا کہ معمولی انسانی ہمدردی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ اپنی خالہ کی دو سرا تھ کے لیے کچھ عرصہ ان کے پاس رہے۔ خوش قسمتی سے یہی بہانہ اس کے ہاتھ آگیا ورنہ انگلستان میں رہے جانے کا اس کے پاس اور کوئی سبب نہ تھا۔ وہ اپنا فرض ادا کر چکی تھی۔ جس کی غرض سے وہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر یہاں آئی تھی۔ اس کا شوہر دُور دیس کے ایک شہر میں بیٹھا اس کے فراق میں گھڑیاں گنتا تھا۔ ایسی صورت حال میں یہاں اپنے قیام کو طول دینے کے لیے کوئی بہت ہی زبردست وجہ ہونی چاہیے۔ اس کا شوہر دنیا کے بہترین شوہروں میں سے نہیں تھا۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ شادی کی واقعیت میں بذاتِ خود چند ذمّہ داریاں، چند پابندیاں چند فرائض شامل تھے۔ جن کی شادی کی مسرتوں سے بالکل علیحدہ ایک جداگانہ حیثیت تھی۔ اوسمنڈ کے متعلق وہ جہاں تک ممکن ہوتا بالکل نہ سوچتی۔ لیکن اب وہ اتنے فاصلے پر تھی۔ اس کے سحر کے حصار سے باہر۔ روم کا خیال کر کے اسے جھرجھری سی آجاتی۔ اس تصوّر میں روح کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی سردی کی تاثیر تھی۔ سردی کی اس تیز لہر سے بچنے کے لیے وہ "گارڈن کورٹ" کے عمیق ترین گوشوں میں جا چھپتی۔ دن اس طرح گزرتے گئے۔ التوا۔ فرار۔ گریز۔ وہ آنکھیں بند کر کے کوشش کرتی کہ کچھ نہ سوچے۔ اسے معلوم تھا کہ اسے فیصلہ کرنا ہے۔ مگر وہ کچھ بھی نہ کر پائی۔ اس کا یہاں چلا آنا بذاتِ خود کوئی فیصلہ نہ تھا۔ اس وقت وہ روم سے محض روانہ ہو گئی تھی۔ اوسمنڈ نے اسے خط تک نہ لکھا۔ ظاہر تھا کہ سارا معاملہ اب اس نے اپنی بی بی پر چھوڑ دیا ہے۔ پنزی نے بھی اسے خط نہیں لکھا تھا۔ صاف بات تھی۔ اوسمنڈ نے اسے منع کر دیا ہوگا۔

مسز توشیت نے ازابل کی دوسراتھ قبول کر لی لیکن اس کی اعانت کسی طرح نہ کی۔ وہ بغیر کسی گرم جوشی کے لیکن نہایت دل جمعی کے ساتھ اپنے نئے حالات کے مطابق اپنے آرام و آسائش کی از سر نو تنظیم کے متعلق سوچ بچار میں مصروف تھیں۔ مسز توشیت، جذباتی نہیں تھیں لیکن ازحد دردناک واقعات میں سے بھی کوئی نہ کوئی فائدہ اپنے واسطے کھینچ نکالتی تھیں۔ ان کا اس سلسلے میں یہ نظریہ تھا کہ یہ دردناک واقعات دوسروں پر بیتتے ہیں ان پر تو نہیں۔ موت بڑی ناخوشگوار شے تھی لیکن یہ ان کے بیٹے کی موت تھی ان کی اپنی نہیں۔ ان کو یہ خوش فہمی بھی نہیں تھی کہ ان کی اپنی موت کا ان کے علاوہ کسی اور پر بھی اثر ہوگا۔ وہ رالف سے بہت بہتر رہیں۔ رالف اپنی زندگی کے سارے لواحقات اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ مسز توشیت کے نزدیک مرنے کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ موت کے بعد انسان دوسروں کے رحم و کرم پر، واقعتاً مردہ بدست زندہ بن کر رہ جاتا تھا۔ دوسرے اس کے خاتمے سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور وہ خود تو ابھی محاذ پر موجود تھیں۔ رالف کی وفات کے بعد گھر واپس آکر اسی شام انھوں نے نہایت مستعدی سے آزابل کو مرنے والے کے وصیت نامے کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ رالف نے انھیں سب کچھ بتلا دیا۔ ان سے ہر چیز کے متعلق مشورے لیے تھے۔ اس نے ماں کے لیے ایک پیسہ نہیں چھوڑا۔ ماں کو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ البتہ وہ تصویروں اور کتابوں کے علاوہ گارڈن کورٹ کا سارا فرنیچر مسز توشیت کے نام کر گیا تھا۔ سال بھر تک وہ مکان کو بھی استعمال کر سکتی تھیں۔ ایک سال بعد گارڈن کورٹ فروخت کر دیا جائے گا۔ اور اس کی قیمت سے جو روپیہ حاصل ہوگا اس سے تپ دق کے مریضوں کے لیے ہسپتال قائم کیا جائے گا۔ اسی روگ نے رالف کی جان لی تھی۔ وصیت نامے کے اس حصے کا وصی وہ لارڈ وار برٹن کو مقرر کر گیا تھا۔ اس کی جائداد کا بقیہ حصہ بنک میں سے نکال کر مختلف ترکوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ جن میں سے کئی کئی ترکے ورمونٹ (امریکہ) میں رہنے والے ان دور پار کے رشتے داروں کو دیے جائیں گے

جنھیں اس کے باپ پہلے ہی مالا مال کر گئے تھے۔ اس کے علاوہ چند اور چھوٹے چھوٹے ترکے بھی تھے" "ان میں سے بعض تو بہت ہی عجیب و غریب ہیں " مسز توشیت نے کہا۔ "کافی بڑی بڑی رقمیں اس نے ایسے لوگوں کے نام چھوڑی ہیں جن کا میں نے آج تک نام بھی نہیں سنا تھا۔ اس نے مجھے ان کی فہرست دکھائی۔ جب میں نے پوچھا یہ کون ہیں تو کہنے لگا یہ لوگ وہ ہیں جن کے متعلق اس نے محسوس کیا کہ انھوں نے اس کی زندگی کے مختلف زمانوں میں اسے غالباً پسند کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا خیال تھا کہ تم اسے پسند نہیں کرتی تھیں۔ کیونکہ اس نے ایک پائی بھی تمھارے نام نہیں کی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے بابا ہی تمھارے ساتھ بہت اچھا سلوک کر گئے ہیں۔ یہ تو میں بھی کہوں گی۔ گو میں نے رالف کو کبھی اس بات کا شاکی نہ پایا۔ تصویریں بانٹ دی جائیں گی۔ اس کی خواہش کے مطابق سب کی سب ایک ایک کر کے اس کے مختلف دوستوں کو اس کی نشانی کے طور پر دے دی جائیں گی۔ تصویروں کا سب سے بڑا اور بیش قیمت ذخیرہ لارڈ وآربرٹن کو ملے گا۔ اور ذرا پوچھو تو سہی اس نے اپنے کتب خانے کا کیا کیا؟ — یہ بھی اچھا خاصا عملی مذاق معلوم ہوتا ہے —۔ اس نے اپنا کتب خانہ " ان کی ادبی خدمات کے اعتراف اور صلے میں " تمھاری بھولی ہنری ایٹا اسٹیک پول کے نام چھوڑا ہے! رالف کی مراد اس سفر سے تو نہیں تھی جو اس نے ہنری ایٹا کے ساتھ روم سے لندن تک کیا تھا۔ یہ ہنری ایٹا کی ادبی خدمت تھی کیا۔؟ اس مجموعے میں اَن گنت انتہائی نادر اور قیمتی کتابیں موجود ہیں۔ اور تمھاری سہیلی ظاہر ہے انھیں اپنے بکس میں بند کر کے ساری دنیا میں اٹھائے اٹھائے تو پھر نہیں سکتی۔ چنانچہ رالف نے اسے مشورہ دیا ہے کہ وہ ان کا نیلام کر دے۔ ظاہر ہے وہ کرسٹی کے یہاں جا کر انھیں بیچ آئے گی۔ اور اس سے جو پیسے ملیں گے ان سے ایک عدد روزنامہ اخبار جاری کرے گی — اسے بھی ادب کی خدمت سمجھا جائے گا؟"

ازابل نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت اسے اس مسئلے سے بالکل دلچسپی

نہیں تھی کہ ادبی خدمت کس شے کو کہا جاتا ہے۔ اس کے خیالات قطعی طور پر پراگندہ ہو چکے تھے۔

رالف کے انتقال کو ایک ہفتہ گذر گیا۔ ایک روز وہ دارالمطالعے میں بیٹھی ایک کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ لیکن اس کے دل کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا۔ بار بار وہ اٹھ کر دریچے کے باہر دیکھنے لگتی۔ سامنے باغ کی طویل سایہ دار سڑک تھی۔ اسی وقت اسے ایک کھڑکھڑیا سی گھوڑا گاڑی پھاٹک میں داخل ہوتی نظر آئی۔ جس کے ایک کونے میں لارڈ وار برٹن نورا بے آرامی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے اخلاق اور شائستگی کا خیال کرتے ہوئے یہ بات تعجب خیز معلوم نہیں ہوئی کہ وہ لندن سے چل کر مسز توشیت کے پاس تعزیت کی غرض سے آئے ہیں ظاہر ہے کہ وہ مسز توشیت سے ملنے آئے تھے۔ مسز اوسمنڈ سے نہیں۔ یہ طے کر کے وہ کمرے سے باہر نکلی اور جا کر باغ میں ٹہلنے لگی۔ موسم بہت خوشگوار تھا۔ اسے خوشی ہوئی کہ تازہ ہوا کھانے کے لیے وہ باہر آ گئی۔ عرصے سے وہ اندر ہی مقید رہی تھی۔ لیکن آپ اس کے ساتھ ساتھ ٹہلتے ہوتے تو آپ کو فی الفور معلوم ہو جاتا کہ اس کا ضمیر ذرا کافی بے چین سا تھا۔ پندرہ منٹ بعد اس نے مسز توشیت کو اپنے مہمان کے ساتھ برساتی میں نمودار ہوتے دیکھا تب بھی اس کو آرام نہ آیا ظاہر تھا کہ خالہ نے لارڈ وار برٹن سے تجویز کیا ہو گا کہ باہر آکر بِٹیا کو ڈھونڈا جائے۔ آزابل کو اس سمے ملاقاتیوں سے بات چیت کرنے کی مطلق خواہش نہیں تھی۔ اگر موقع ملتا تو وہ درختوں کے پیچھے جا چھپتی لیکن مسز توشیت اور لارڈ وار برٹن دونوں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ وہ ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے۔ گارڈن کورٹ کے وسیع سبزہ زار کو عبور کرنے میں اسے خاصی دیر لگی۔ اور اس اثنا میں اس نے دیکھا کہ لارڈ وار برٹن بڑے کم آمیز انداز میں ہاتھ پیچھے باندھے گھاس پر نظریں جمائے خالہ کے ساتھ ٹہل رہے ہیں۔ دونوں خاموش تھے لیکن مسز توشیت نے ایک بار نظریں اٹھا کر آزابل کو دیکھا اور اتنے فاصلے سے معلوم ہو گیا کہ ان کی نظریں کہہ رہی ہیں — یہ ہے وہ عظیم انسان

ہستی جس کی تم بیوی بن سکتی تھیں — لارڈ وار برٹن نے اپنی آنکھیں اٹھائیں مگر ان کی آنکھوں میں ایک اور پیغام تھا — ٹرائٹن وقت ہے — لیکن میں تم پر بھروسا کرتا ہوں کہ میری امداد کروگی — وہ بے حد سنجیدہ نظر آرہے تھے۔ اور پہلی بار انھوں نے مسکرائے بغیر آنابل کو سلام کیا۔ اپنے غم عشق کے زمانے میں بھی وہ ہمیشہ مسکرا کر بات شروع کرتے تھے۔ وہ بے انتہا گھبرائے ہوئے نظر آرہے تھے۔

"لارڈ وار برٹن از راہِ نوازش مجھ سے ملنے کے لیے آئے ہیں" مسز توشیت نے کہا "یہ کہتے ہیں انھیں معلوم نہ تھا کہ تم ابھی یہیں ہو۔ تمھارے پرانے دوست ہیں اسی لیے انھیں باہر لے آئی خود ہی تمھیں تلاش کرلیں۔"

"جی ہاں۔ پونے سات بجے ایک ٹرین لندن جاتی ہے۔ میں رات کے کھانے سے پہلے شہر واپس جاؤں گا" لارڈ وار برٹن نے کافی بے پرواہی سے جواب دیا "مجھے خوشی ہے کہ آپ ابھی یہیں تشریف رکھتی ہیں۔"

"میں بھی یہاں سے جلد ہی جانے والی ہوں" آنابل نے خاصی گرمجوشی کے ساتھ جواب دیا۔

"اوہو — واقعی — مگر ابھی چند ہفتے تو ٹھہرے ہی گا — آپ انگلستان خلاف توقع جلد ہی آگئیں — یعنی کہ —"

"جی ہاں۔ بالکل اچانک آنا ہوا —"

مسز توشیت بظاہر گھاس کے میدان کا معاینہ کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ لارڈ وار برٹن جھجکے۔ آنابل نے سوچا شاید اس کے شوہر کے متعلق استفسار کرنے والے تھے لیکن سٹ پٹا گئے۔ وہ بے انتہا سنجیدہ نظر آرہے تھے۔ یہ سنجیدگی انھوں نے تعزیت کے موقع کی مناسبت سے اختیار کی تھی یا اس کی کوئی ذاتی وجہ تھی۔ اگر دوسری بات تھی تو یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اسے دوست کے سوگ کے لبادے میں چھپا سکتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہ اداس ہوں۔ ان کا چہرہ تاثرات سے یکسر عاری تھا۔

"میری بہنوں کو تم سے مل کر بہت خوشی ہوتی — اگر کہیں ان کو یہ بھی معلوم

ہو جائے۔ تم بھی ان سے ملنا چاہتی ہو۔ انگلستان سے روانہ ہونے سے قبل ان سے ضرور ملاقات کر لینا۔" انھوں نے پرانے انداز میں بات شروع کی۔

"مجھے خود بہت خوشی ہو گی۔"

"دو ایک روز کے لیے میرے یہاں آجاؤ۔ پرانا وعدہ یاد نہیں رہا؟" ان کے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گئی جس کی وجہ سے وہ ایک بار پھر وہی جانے پہچانے پرانے لارڈ وآربرٹن نظر آئے "غالباً مجھے یہ کہنا نہ چاہیے۔ آج کل تم ملنے ملانے کے لیے باہر نہ جاتی ہو گی۔ لیکن میرے یہاں آنا کوئی ایسی بات نہیں۔ ہم لوگوں کے تمھارے خاندان سے گھر کے ایسے مراسم رہ چکے ہیں۔ میری بہنیں سفید اتوار[1] کے زمانے میں پانچ دن تک قلعے ہی میں ٹھہری رہیں گی۔ تم بھی آجاؤ۔ تمھارے اور ہم بہن بھائیوں کے علاوہ وہاں اور کوئی نہ ہوگا۔"

آزابل نے سوچا ان کی منگیتر اور منگیتر کی والدہ کیا وہاں پر موجود نہ ہوں گی۔ لیکن چپ رہی۔

"شکریہ۔" اس نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا۔ "لیکن میں سفید اتوار کے تہوار سے بالکل واقف نہیں۔"

"تم نے آنے کا وعدہ تو کیا ہوا ہے۔"

آزابل خاموش ہو رہی۔ مگر اسے ایک بار پھر لارڈ وآربرٹن پر ترس آگیا۔ "خیال رکھیے کہیں آپ کی ٹرین نہ چھوٹ جائے۔" اس نے کہا۔ "میں آپ کی مسرتوں کے لیے دعا کرتی رہوں گی۔"

وہ دوبارہ جھینپ گئے اور ہڑبڑا کر انھوں نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔

"ہاں۔ چھ بج کر چالیس پر۔ ٹرین جاتی ہے۔ لیکن میری بگھی پھاٹک پر کھڑی ہے۔ شکریہ۔"

---

[1] ایسٹر کے بعد کا ساتواں اتوار

معلوم نہ ہو پایا کہ یہ شکریہ ٹرین کے وقت کی یاد دہانی کے لیے ادا کیا گیا یہ اس نسبتاً جذباتی فقرے "میں آپ کی مسرتوں کے لیے دعا کرتی رہوں گی" کے لیے ان کا اظہار ممنونیت تھا۔ "خدا حافظ مسز آدسمنڈ ۔ خدا حافظ۔" انھوں نے آزابل سے نظریں ملائے بغیر مصافحہ کیا اور مسز توشیت کی طرف مڑ گئے جو گھاس پر ٹہلتی ان کے نزدیک واپس آ چکی تھیں۔ اسی اختصار کے ساتھ انھوں نے مسز توشیت کو سلام کیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے سڑک کی سمت روانہ ہو گئے۔

"آپ کو یقین ہے کہ ان کی شادی ہو رہی ہے؟" آزابل نے اپنی خالہ سے پوچھا۔

"قطعی۔ میں انھیں مبارک باد دی تھی جس کا انھوں نے شکریہ بھی ادا کیا۔"

"خداوندا ۔" آزابل نے کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

اس کے باوجود وہ برابر ان کے متعلق سوچتی رہی۔ خالہ مکان کی طرف لوٹ چکی تھیں۔ شاہ بلوط کے شاندار درختوں کے سائے میں ٹہلتے ہوئے وہ مستقل ان ہی کے خیال میں ڈوبی رہی۔ چند منٹ بعد اس نے خود کو ایک بدرنگ سی پرانی بنچ کے قریب موجود پایا۔ اسے لگا کہ یہ بڑی جانی پہچانی سی جگہ ہے۔ محض یہی نہیں کہ وہ اس جگہ کو پہلے دیکھ چکی تھی بلکہ یہاں پر ایک بے حد اہم واقعہ بھی اس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اسے یاد آیا۔ چھ سال قبل وہ یہیں بیٹھی تھی اور ملازم نے کیسپر گڈووڈ کا خط لاکر اسے دیا تھا کیسپر نے اسے مطلع کیا تھا کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے یوروپ آن پہنچا ہے۔ خط پڑھنے کے بعد اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو اسے لارڈ وار برٹن کھڑے نظر آئے تھے۔ جو اس سے کہہ رہے تھے کہ اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ سچ مچ یہ بے حد تاریخی قسم کی بنچ تھی۔ وہ کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ گویا شاید یہ بنچ ابھی ابھی اس سے مخاطب ہو کر کوئی بات کہے گی۔ اس نے طے کیا کہ اب وہ اس پر ہرگز نہیں بیٹھے گی۔ اسے اس سے ڈر سا لگ رہا تھا۔ اور اس کے سامنے کھڑے کھڑے ماضی کی لہروں کے پر شور ریلے نے پھر سے اس کو آن گھیرا۔ یہ کمبخت لہریں حساس

قسم کے لوگوں کو اسی طرح وقت بے وقت آن گھیرتی ہیں۔ اس اضطراب کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اس حد درجے کی تکان محسوس ہونے لگی۔ وہ اکتا کر اسی بنچ پر بیٹھ گئی۔ میں آپ سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آزابل ان دنوں بہت بے چین رہتی تھی کسی کام میں اس کا جی نہ لگتا تھا۔ اس وقت بھی اگر آپ اسے اس طرح وہاں بیٹھا دیکھتے تو آپ کو اس بات کا یقین تو آ ہی جاتا کہ وہ کاہلی اور اکتاہٹ کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ لباس کی سیاہ سلوٹوں پر ہاتھ ڈھیلے ڈھیلے چھوڑ کر وہ بے دھیانی سے مکان کی اور دیکھتی رہی۔ اندر بھی اس کے لیے کوئی کشش نہ تھی۔ خالہ بھانجیاں سویرے ہی سے کھانا کھا لیتی تھیں چائے کے بھی کوئی خاص اوقات مقرر نہ تھے۔ وہ یونہی خالی بیٹھی رہی۔ رفتہ رفتہ شفق کی لالی سارے میں چھا گئی۔ کچھ دیر بعد یک بیک اسے محسوس ہؤا کہ وہ وہاں پر تنہا نہیں ہے۔ اس نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا۔ کیسپر گڈووڈ اس سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ گھاس کی نرم مخمل پر سے گزر کر آتے ہوئے اس کے قدموں کی چاپ بھی آزابل کو سنائی نہ دی تھی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیسپر اس کی اور بڑھا۔ وہ اٹھی ہی تھی کہ ایک اجنبی قوت کے ساتھ (جس میں بظاہر تو بڑا تشدد تھا، لیکن جس کے لمس سے اسے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ دراصل کون سا جذبہ تھا) کیسپر نے اسے کلائی سے پکڑ کر اسے دوبارہ بنچ پر دھکیل دیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسے چوٹ نہیں لگی۔ یہ کیسپر کے ہاتھ کا لمس تھا جس کی بے اختیار اس نے اطاعت کی۔ کیسپر کے چہرے پر کوئی ایسی کیفیت طاری تھی جسے وہ دیکھنا نہ چاہتی تھی۔ اسی طرح کیسپر نے اسے اس روز قبرستان میں گھورا تھا۔ آج یہ نظریں اور بھی زیادہ تکلیف دہ تھیں۔ شروع میں وہ خاموش تھا۔ محض اس کے قرب کا احساس آزابل کے دل میں موجود رہا۔ وہ اس کے نزدیک بنچ پر بیٹھا تھا۔ اسے لگا جیسے آج تک کوئی اور شخص اس کے اس قدر نزدیک نہیں آ سکا۔ یہ سب باتیں، بہر حال، آن کی آن میں وقوع پذیر ہوئیں۔ اس نے اپنی کلائی فوراً کیسپر کی گرفت سے چھڑائی۔ "تم نے

تو مجھے ڈرا ہی دیا۔" اس نے کہا۔

"میں تمھیں ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔ ڈر بھی گئیں تو مجھے کون ایسی پروا ہے۔ میں لندن سے کچھ دیر ہوئی یہاں پہنچا ہوں۔ لیکن فوراً یہاں نہ آسکا۔ اسٹیشن پر ایک اور صاحب میرے ساتھ ہی ٹرین سے اترے تھے۔ بگھی بھی خدا کے فضل سے ایک ہی تھی انھوں نے جھٹ پٹ کرایہ طے کر کے کوچبان کو حکم دیا کہ گارڈن کورٹ لے چلے۔ پتا نہیں کون صاحب تھے۔ آنے کو تو ان کے ساتھ ہی آسکتا تھا۔ لیکن میں تنہائی میں تم سے ملنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اتنی دیر تک اِدھر اُدھر ٹہلا کیا اور انتظار انتظار میں سارا قصبہ گھوم آیا۔ پیدل چلتا ادھر آرہا تھا کہ دور سے تم دکھلائی دے گئیں۔ پھاٹک پر ایک بہرے دار بھی ملا تھا مگر وہ مجھے جانتا ہے۔ میں تمھارے مرحوم بھائی کے ساتھ یہاں آچکا ہوں نا۔ وہ صاحب بہادر چلے گئے ؟ تم بالکل اکیلی ہو؟ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" کیسپر نے تیزی سے بولنا شروع کیا۔ اس کے اضطراب کی یہی کیفیت آخری بار روم میں آزابل نے دیکھی تھی۔ آزابل کا خیال تھا کہ شاید اب تک یہ اپنے آپے کو سنبھال چکا ہوگا۔ لیکن یہاں تو شعلۂ عشق اسی طرح فروزاں تھا۔ اب آزابل کو ایک اور احساس نے آن دبوچا — خطرے کا احساس — اس کے تیور بہت خوفناک تھے۔ وہ اپنے سامنے دیکھتی رہی۔ کیسپر گھٹنوں پر ہاتھ رکھے آگے کو جھکا اس کا چہرہ تک رہا تھا۔ جھٹ پٹے کا دھندلکا ان کے چاروں اور گہرا ہوتا گیا۔ "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" اس نے دہرایا۔ "بے حد ضروری بات ہے۔ میں نے روم میں تمھیں بہت ستایا تھا۔ اب میں تمھیں ستانے کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ میرا عشق کسی کام نہ آیا۔ لیکن تقصیر میری ہی تھی۔ اب تقصیر میری نہیں ہے۔" وہ اپنی سخت گونجتی ہوئی آواز میں کہتا رہا۔ "میں ایک مقصد سے آیا ہوں۔ اس وقت تم سے بات کرنا ہی لاحاصل تھا۔ آج میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔"

اگر آپ اس وقت آزابل سے دریافت کرتے تو وہ ہرگز نہ بتا سکتی کہ آیا

وہ خوفزدہ تھی یا اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کیسپر کی آواز ہی اسے ایک نعمت معلوم ہوئی۔ اس نے آج تک اتنے دھیان سے اس آدمی کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ اس کے الفاظ ازابل کی روح کی گہرائیوں میں اتر گئے۔ اس کے سارے وجود میں ان الفاظ نے ایک سکون سا پیدا کر دیا۔ "میری مدد کس طرح کر سکتے ہو۔۔؟" کوشش کر کے اس نے آہستہ سے پوچھا۔ گویا اس کی بات وہ اتنی سنجیدگی سے کان دھر رہی ہے کہ اعتماد کے ساتھ یہ سوال بھی کر سکتی ہے۔

"مجھ پر بھروسا کرنے کی کوشش کرو۔ یہی تمہاری امداد ہے۔ آج، اس وقت مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ یاد ہے روم میں میں نے تم سے کیا پوچھا تھا؟ اس سمے میں بالکل اندھیرے میں تھا۔ لیکن اب مجھے نہایت معتبر ذرائع سے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ سارا قصہ عیاں ہے۔ اپنے بھائی کی دوسراتھ کے لیے مجھے بھیج کر تم نے بہت اچھا کیا۔ وہ بہت بھلا آدمی تھا۔ بہت اعلیٰ۔ دنیا کے عظیم ترین انسانوں میں سے ایک۔ اس نے مجھے سب کچھ تبلایا۔ ہر بات کی تشریح کی۔ اسے میرے جذبات کا بھی اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ تمہارے کنبے کا ایک فرد تھا۔ اور وہ تمہیں ۔۔ جب تک تم انگلستان میں رہو ۔۔ میری نگرانی میں سونپ گیا ہے۔" کیسپر نے کہا۔ گویا بے حد اہم نکتہ بیان کرتا ہو۔ "جانتی ہو آخری بار اس نے مجھ سے کیا کہا تھا۔ اس کے آخری الفاظ ۔۔ جبکہ وہ موت سے ہم کنار ہونے کے لیے بالکل تیار لیٹا تھا۔ اس نے کہا تھا ۔۔ اس نے کہا تھا جو کچھ بھی تم سے ہو سکے ازابل کے لیے کر ڈالو ۔۔ جو کچھ کرنے کی ازابل تمہیں اجازت دے ۔۔ اس کے لیے جان پر کھیل جاؤ ۔۔"

ازابل فوراً اکھڑی ہو گئی۔ "میرے متعلق گفتگو کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا۔"

"کیوں ۔۔ بھلا کیوں نہیں ۔۔؟" کیسپر نے نرمی سے بات جاری رکھی۔ "وہ مر رہا تھا۔ اور انسان جب مر رہا ہو تو ساری چیزیں مختلف ہو جاتی ہیں۔" ازابل پھر ٹھٹک گئی۔ یہ درست تھا کہ کیسپر وہ پرانا کیسپر نہیں رہا۔ اس کا بے مقصد بے ثمر عشق اب ایک زبردست ارادے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ "اس سے فرق کیا پڑا۔

تو شیت ایک لفظ منہ سے نہ نکالتا تب بھی میں سب کچھ پہلے ہی سمجھ چکا تھا تمہارے بھائی کے کفن دفن کے موقعے پر میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ اب تم مجھے زیادہ عرصے تک دھوکے میں نہیں رکھ سکتیں۔ خدا کے لیے ایک ایسے شخص کے ساتھ تو دیانت برتو جس کے دل میں تمہارے لیے سوا بے پناہ خلوص کے اور کچھ نہیں ہے۔ تم حد سے زیادہ دکھی عورت ہو۔ اور تمہارا شوہر ایک خبیث ترین شیطان ہے۔"

وہ کیتھیسر کی طرف اس طرح پلٹی گویا اس نے اس کے منہ پر طمانچہ دے مارا ہے۔ "تم پاگل ہو گئے ہو۔" اس نے انتہائی غیظ کے عالم میں کہا۔

"میں آج سے زیادہ صحیح الدماغ پہلے کبھی نہیں تھا۔ اس کی حمایت کی کوشش نہ کرو۔ لیکن چلو میں اس کے خلاف ایک لفظ نہیں کہوں گا۔ میں خالی تمہاری بات کرتا ہوں۔ یہ کیونکر ظاہر کر سکتی ہو کہ تم دل شکستہ نہیں۔ تمہیں کچھ پتہ نہیں کہاں جاؤ گی۔ کیا کرو گی۔ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ یہ سوانگ کب تک رچتی رہو گی؟ وہ سارا گورکھ دھندا تم اپنے پیچھے روم میں نہیں چھوڑ آئیں؟ تو شیت مرحوم کو اور مجھے دونوں کو معلوم تھا کہ یہاں آنے کے لیے تمہیں کیسی کیسی ذلتیں سہنا پڑی ہوں گی۔ شاید تم کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھنا پڑ جاتا۔ بتاؤ ــــ" وہ یک لخت آگ بگولا ہو گیا۔ "سچائی کا، حقیقت کا ایک لفظ۔ فقط اپنی زبان سے ادا کر دو۔ میں تمہیں اس کی سفاکیوں سے بچانے سے کس طرح باز آ سکتا ہوں؟ اگر میں ایک طرف کو چپکا کھڑا رہوں اور تم سے کہہ دوں کہ تم پھر اسی دوزخ میں واپس چلی جاؤ تو تمہاری رائے میرے لیے کیا ہو گی؟ اسے یہاں آنے کی خاطر بڑی قیامت خیز مزاحمتیں بھگتنی پڑیں گی۔ مرنے والے نے کہا تھا۔ میں تمہیں اس کی بات تو بتا سکتا ہوں نا یا نہیں؟ وہ تمہارا اتنا قریبی عزیز تھا۔ اس نے دیکھ لیا کہ اس کا آخری وقت آن پہنچا ہے تب ہی اس نے مجھے یہ سب بتایا۔ اب تم واپس جانے سے ڈرتی ہو۔ اور دوسرا کوئی راستہ بھی تمہارے سامنے نہیں ہے۔ اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے

متعلق سوچو۔"

"تمہارے متعلق — ؟" آزابل نے غروب آفتاب کی تاریکی میں اس کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا۔ وہ پہلے ہی اس کے خیال کو بھانپ چکی تھی۔ ان الفاظ نے اب اس کے سامنے کالے بادلوں کی طرح منڈلانا شروع کیا۔ اس نے اپنا سر پیچھے ڈال دیا اور خلا کو تکتی رہی گویا ابھی ابھی اسے ایک جھاڑو تارا آسمان پر دکھلائی دے گیا ہو۔

"تمہیں نہیں معلوم کدھر کو جاؤ گی — میری طرف آؤ — میری طرف — مجھ پر بھروسا کرو۔" کیتھبر کی روشن آنکھیں اندھیرے میں چمکتی رہیں۔ "آخر اسی جہنم کی طرف کیوں لوٹتی ہو؟"

"میں اس جہنم کی طرف لوٹ رہی ہوں تاکہ تم سے دور رہ سکوں۔" آزابل نے جواب دیا۔ مگر اب بھی وہ اپنے اصل احساسات کا اظہار نہ کر پائی۔ ایک احساس یہ تھا کہ اس لمحے سے قبل اس سے محبت نہ کی گئی تھی۔ کیتھبر کا جذبہ صحرا کی تپتی ہوئی لُو کی مانند تھا جس کے تھپیڑوں کی لپیٹ میں آتے ہی گلشن کی بھینی بھینی ہواؤں کے جھونکوں کی طرح دوسرے آناً فاناً جھلس کر رہ جائے۔ اس شعلہ ریز آندھی نے آزابل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کے زور سے اس کے قدم سے اُکھڑ گئے۔ اس کی تپش کی تیزابی طاقت اس کے مضبوطی سے بھنچے ہوئے دانتوں سے آٹکرائی اور اسے اپنے ہونٹ وا کرنے پڑے۔

شروع میں آزابل کا خیال تھا کہ یہ دیوانہ اپنے جوشِ جنوں کا زیادہ شدت سے اظہار کرے گا۔ لیکن پل بھر کے بعد وہ بالکل خاموش ہو رہا۔ وہ اپنی صحیح الدماغی، اپنی معقولیت پسندی کا ثبوت دینا چاہتا تھا۔ "میں اسی بات سے تم کو روکنا چاہتا ہوں کہ اس اندھے کنوئیں میں دوبارہ نہ جا گرو کہ اس ماحول کی زہریلی ہوا میں سانس نہ لیتی رہو۔ پاگل تو تم ہو گئی ہو۔ مجھ پر اعتماد کرو۔ ہم دونوں کو اکھٹے ہو کر مسرت کیوں نہ ملے گی؟ یہ اتنی سادی، آسان سی چیز ہے۔ میں تمہارا ہوں ہمیشہ،

ہمیشہ کے لیے محض تمہارا۔ میں یہاں کھڑا ہوں۔ تمہارے سامنے۔ چٹان کی طرح مضبوط۔ تم کو کاہے کی فکر ہے؟ تمہارے پاس اولاد نہیں ہے۔ ممکن ہے وہی ایک رکاوٹ ہوتی۔ اب بھی زندگی جتنی باقی رہ گئی ہے، اسی کو بچالو۔ فقط اس وجہ سے کہ اس کا ایک حصہ برباد کر چکی ہو ساری زندگی کو برباد نہ کیے ڈالو یہ کہنا کہ تم وضعداری پر جان دے رہی ہو، تمہاری اپنی توہین ہے کہ دوسروں کے، اعتراضات کا تمہیں ڈر ہے۔ یا یہ کہ دنیا کی بے انداز حماقتوں کی تم بھی پروا کرتی ہو۔ غضب خدا کا۔ تمہیں دنیا والوں سے مطلب؟ تم چلی آئیں۔ یہ تم نے بہت بڑا قدم اٹھایا۔ اب اگلا قدم بہت آسان ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی ایسی عورت جس کے ساتھ بے انصافی کی گئی ہو سب کچھ کر ڈالے تب بھی حق بجانب ہے۔ تم اور میں دنیا میں کس کے پابند ہیں؟ ہمیں کیا مجبوری ہے؟ ہمیں اب محض اپنی مسرت کا خیال کرنا چاہیے۔ کسی تیسرے شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم دونوں کے معاملے میں مداخلت کرے۔ کیا ہم اسی لیے پیدا ہوئے تھے کہ کلپ کلپ کر، کلس کلس کر جیسے جائیں؟ دوسروں سے ڈرتے رہیں؟ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم بھی ڈر سکتی ہو! لیکن اب تو ساری دنیا ہمارے سامنے موجود ہے۔ دنیا بہت وسیع ہے۔ مجھے بھی اس کا تھوڑا بہت علم ہے۔ مجھ پر بھروسا کرو۔"

آزابل بڑبڑائی۔ جیسے بڑی شدید ترین تکلیف میں مبتلا ہو۔ جیسے وہ اسے زخمی کیے ڈالتا تھا۔ "دنیا بہت مختصر ہے۔" اس نے یونہی کچھ کہنے کی خاطر کہہ دیا۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی گویا کیسپر کا مقابلہ کر رہی ہے۔ بس انداز نہیں ہوئی — اس نے یونہی بات کی۔ وہ محض اپنی آواز سننا چاہتی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہ تھا۔ دنیا تو دراصل اسے آج سے زیادہ وسیع کبھی معلوم ہی نہ ہوئی تھی۔ دنیا نے ایک بیکراں سمندر کی مانند چاروں طرف سے امنڈ کر اسے گھیر لیا تھا۔ اور وہ اس کی لہروں پر تیرے جا رہی تھی۔ اس نے امداد کی آرزو کی تھی۔ اور امداد ایک تیز رو دھارے کی طرح بہتی ہوئی اس کے سامنے آن موجود ہوئی تھی۔ مجھے معلوم نہیں آزابل نے کیسپر کی ساری باتوں کا یقین کیا یا نہیں لیکن اسے یہ یقین ضرور تھا کہ یوں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جانے سے بہتر تو یہی ہو گا کہ وہ اپنے آپ کو

کیسپر کے بازوؤں کے حوالے کر دے۔ اس احساس کے زیر اثر وہ نیچے ہی نیچے ڈوبتی گئی۔ سہارے کے لیے اس نے ہاتھ پاؤں مارے تاکہ بہتی ہوئی دُور نہ نکل جائے۔

"میری ہو جاؤ۔ جس طرح میں تمہارا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اس نے دفعتاً ساری محبت ساری تکرار موقوف کر دی تھی۔ اب محض اس کی کرخت دہشتناک آواز بہت مبہم اور مدھم سے شور میں سے چھنتی ہوئی آزابل کے کانوں میں آ رہی تھی۔ بہر طور، مابعد الطبیعیات کے ماہرین ان آوازوں کو ایک "داخلی حقیقت" خیال کریں گے۔ پانی کی لہروں کی گرج اور دوسری آوازوں کا یہ غیر واضح سا شور اس کے اپنے چکر کھاتے ہوئے سر میں بج رہا تھا۔ معاً اسے اس حقیقت کا احساس ہُوا۔ "میرے اوپر سب سے بڑا کرم کرو۔" اس نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔ "میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔"

"مجھے قتل مت کرو۔"

اس نے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "اگر تم مجھ سے محبّت کرتے ہو۔ مجھ پر ترس کھاتے ہو تو خدا کے واسطے مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ ایک لمحے کے لیے اسے گھورتا رہا۔ اور پل کی پل میں اس نے آزابل کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ایک خوفناک سفید بجلی لپکی اور کوندی۔ کوندی اور لپکی۔ اور پھر اپنی جگہ پر ٹھہر گئی اور اسی طرح چمکتی رہی۔ کتنی عجیب بات تھی کہ اس کی شخصیت کی ساری خصوصیات جو آزابل کو بالکل پسند نہیں تھیں، اس کے چہرے کا جارحانہ انداز، اس کا جسم، اس کی موجودگی۔ یہ سب چیزیں اپنی واقعیت کی شدّت کو حق بجانب ثابت کرتی معلوم ہوئیں۔ اس کے عشق کی اس وارفتگی کا ایک جزو بن گئیں۔ آزابل نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ پانی کی تہ تک پہنچتے پہنچتے ایک فانوسی خیالی سا ڈوبنے والوں کے ذہن میں گھوم جاتا ہے۔ لیکن جب بجلی کوند چکی اور اندھیارا واپس آیا تو وہ آزاد تھی وہ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر اندھا دھند وہاں سے بھاگی۔ مکان کے دریچے میں روشنیاں جل رہی

تھیں۔ حیرت انگیز سرعت کے ساتھ۔ کیونکہ فاصلہ خاصا طویل تھا۔ گھپ اندھیرے میں سے گزرتی (کیونکہ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا) صدر دروازے تک پہنچ گئی۔ یہاں ٹھٹک کر اس نے دم لیا اور اپنے ہاتھ کنڈی پر رکھ دیئے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ کس طرف کو مڑے۔ لیکن اب معلوم ہو گیا تھا۔ ایک بہت سیدھا، بہت واضح راستہ اس کے سامنے موجود تھا۔

دو روز بعد کیسپر گڈوڈ نے ومپول آسٹریٹ پہنچ کر ہنری اٹیا آسٹیک پول کے دروازے پر دستک دی۔ کواڑ کھلے اور مس اسٹیک پول نمودار ہوئیں۔ وہ ٹوپی اور جیکٹ پہنے تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ باہر جانے کا قصد ہے۔

"آداب عرض۔ میرا خیال تھا مسز اوسمنڈ سے ملاقات ہو گی۔"

ہنری اٹیا لمحہ بھر کے لیے خاموش رہیں۔ لیکن ان کی خاموشی میں بھی بڑے بڑے معانی پنہاں ہوتے تھے۔

"اور بھلا یہ تو بتائیے کہ آپ نے کیسے فرض کر لیا کہ مسز اوسمنڈ یہیں موجود ہوں گی؟"

"صبح میں گارڈن کورٹ گیا تھا وہاں ملازم سے معلوم ہوا کہ لندن آ چکی ہیں۔ ملازم کا خیال تھا شاید تمہارے پاس آئی ہوں گی۔"

ہنری اٹیا نے جواب دینے میں پھر تاخیر کی۔ گو ان کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا کہ کیسپر کو تذبذب کے عالم میں گرفتار رکھیں۔ "مسز اوسمنڈ کل آئی تھیں۔ رات بھر ٹھہریں۔ آج روم روانہ ہو گئیں۔"

کیسپر ہنری اٹیا کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں دہلیز پر جمی تھیں۔ "وہ روانہ ہو گئیں۔" اس نے ہکلا کر دہرایا۔ لیکن بات ختم کرنے سے پہلے دل کڑا کر کے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ ہل جل تک نہ سکتا تھا۔

ہنری اٹیا باہر نکل آئی۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ کیسپر کے بازو پر رکھ دیا۔ "سنو کیسپر گڈوڈ۔" اس نے کہا۔ "بس انتظار کرو۔"

کیسپر نے اپنا سر اٹھا کر ہنری اٹیا کے چہرے پر نظر ڈالی اور نہایت کراہت کے

ساتھ اندازہ لگایا کہ یہ لڑکی اس سے محض یہ کہنا چاہتی تھی کہ میاں صاحبزادے۔
تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ ہنرتی ایٹا کا چہرہ اس سستی سی دردمندی کی کرنوں سے
چمکتا رہا۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی وجہ سے، وہیں کھڑے کھڑے کیسپر کی عمر
میں تیس ۳۰ برس کا اضافہ ہو گیا۔ بہر حال، ہنرتی ایٹا اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی
اسے سڑک پر لے آئی۔ گویا اب اس نے صبر کی کنجی اس آدمی کے ہاتھ میں تھما دی ہو۔

ہماری مطبوعات

پطرس کے مضامین	پطرس بخاری
کروٹ	سعادت حسن منٹو
سات کھیل	راجندر سنگھ بیدی
بے جان چیزیں	″
کرشن چندر کے ڈرامے	کرشن چندر
زیرلب	صفیہ اختر
حرفِ آشنا	″
پطرس کے خطوط	پطرس بخاری
محبت نامے	امرتا پریتم
جہانِ دیگر	قرۃ العین حیدر
گلگشت	″
کوہ دماوند	″
اللہ والے	ظہور الحسن شارب
اللہ والیاں	مصطفےٰ صدیقی
تصوراتِ قرآن	ابوالکلام آزاد
جنت کا راستہ	″
ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی	″
آثارِ نبوت	
نبیوں کا بچپن اور جوانی	″
یاتِ جگر	جگر مرادآبادی
ش گل	″
یاتِ ساحر	ساحر لدھیانوی
تلخیاں	″
کلیاتِ شکیل	شکیل بدایونی
بغاوت	درشن سنگھ آوارہ
روحِ کائنات	فراق گورکھپوری
ہزار داستان	″

گلکاریاں	فراق گورکھپوری
گل نغمہ	″
اردو کی بہترین غزلیں	مرتبہ پریہ کاش پنڈت
بہترین قطعے اور رباعیاں	″
میرا کمرہ	امرتا پریتم
ایک ہاتھ مہندی ایک ہاتھ آبلہ	″
تعمیرِ حیات	ڈیل کارنیگی
لاہور کا جو ذکر کیا	گوپال متل
بڑے آدمیوں کا عشق	خوشتر گرامی
چلتے پھرتے چہرے	راجندر سنگھ بیدی
منٹو میرا دشمن	اوپندر ناتھ اشک
افسانے، ڈرامے، ناولٹ	پطرس بخاری
خطباتِ پطرس	″
تخلیقاتِ پطرس	″
تنقیدی مضامین	″
خدا اور دیوتا	خلیل جبران
اس نے کہا	″
زرد پتے	″
مجرم	″
جوانی اور محبت	″
پاگل	″
ایک گدھے کی سرگذشت	کرشن چندر
الٹا درخت	″
دادر پل کے بچے	″
میری یادوں کے چنار	″
رات چور اور چاند	بلونت سنگھ
چک پیراں کا جسا	″

Cover Printed By: S.E. Art Press Lahore